(مکمل و مدلل)

مجموعہ رسائل

حضرت مولانا رفعت قاسمی

استاد دار العلوم دیوبند

مسائل نمازِ جمعہ • مسائلِ مجموعہ خطباتِ ماثورہ • مسائلِ سفر

مکتبہ خلیل
یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ
اردو بازار لاہور فون: 7321118

Marfat.com

مکمل و مدلل

مسائلِ نمازِ جمعہ

قرآن وسنت کی روشنی میں

حضرت مفتیانِ کرام دارالعلوم دیو بند کی تصدیق کے ساتھ

مؤلف: مولانا محمد رفعت قاسمی
مدرس دارالعلوم دیو بند

مکتبہ خلیل
یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ،
اُردو بازار، لاہور فون: 7321118

Marfat.com

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دینی و دیگر علمی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کے لئے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور طباعت سے قبل کوشش کی جاتی ہے کہ نشاندہی کی جانے والی جملہ غلطیوں کی بروقت تصحیح کر دی جائے۔ اس کے باوجود غلطیوں کا امکان باقی رہتا ہے۔

لہٰذا قارئین کرام سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ علمی غلطیوں کی نشاندہی کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں تعاون کرنا صدقہ جاریہ کے مترادف ہے۔ (ادارہ)

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	مسائل نمازِ جمعہ، مسائل خطبات ماثورہ و مسائل سفر
مؤلف	مولانا محمد رفعت قاسمی
طبع اوّل	2008ء
باہتمام	وکیل احمد
تعداد	1100
قیمت	روپے جلد ۳

997.08
761
9 2007

ملنے کے پتے

مکتبہ العاصم بیرون تبلیغی مرکز رائیونڈ

اشرف بک ایجنسی راولپنڈی

اسلامی کتاب گھر خیابان سر سیّد راولپنڈی

مدنی کتب خانہ تبلیغی مرکز مانسہرہ

Marfat.com

DATA ENTERED

فہرست مضامین

مسائل نمازِ جمعہ

مضمون	صفحہ
انتساب	11
(باب اوّل)	12
خلاصۂ تفسیر	12
معارف ومسائل	13
اذانِ جمعہ	15
جمعہ کے بعد تجارت وکسب میں برکت	16
جمعہ کی وجہ تسمیہ	19
حدیثِ جمعہ کا ثبوت	20
جمعہ کے دن جمعہ فرض ہے یا نمازِ ظہر؟	21
جمعہ کے چند فضائل	21
جمعہ اور میدانِ مزید	23
نمازِ جمعہ کی حکمتیں	24
بڑی جماعت کا فائدہ	28
جمعہ کا فیضِ عام	30
جمعہ کے آداب ومستحبات	31
جمعہ کے لئے اوّل وقت جانے کی فضیلت	34
جمعہ کے دن رحمت وقبولیت..........	36
حضرت فاطمہؓ کا طریقہ	38
تورات سے ثبوت	39
اسلام میں پہلا جمعہ	40
(باب دوم)	41
جمعہ کے دن غسل اور اس کی ابتداء	41
غسل کے فوائد	43
غسل کا وقت	43
ناپاکی کے غسل سے جمعہ کی سنت	44
غسل کے فرائض	44
غسل کے واجبات	44
غسل کی سنتیں	44
غسل کے مستحبات	45
غسل کے مکروہات	45
جمعہ کے دن خط وناخن کا حکم	46
جمعہ کے لئے اچھے کپڑوں کا اہتمام	46
(باب سوم)	48
نمازِ جمعہ کے واجب ہونے کی شرطیں	48

مضمون	صفحہ
نمازِ جمعہ کے صحیح ہونے کی شرطیں	50
ہندوستان میں نمازِ جمعہ	53
نمازِ جمعہ کے لئے بادشاہ کی شرط	54
قریہ کی تعریف	54
گاؤں میں نمازِ جمعہ	55
بغیر گھروں کے بازار میں نمازِ جمعہ	56
حضرت علیؓ کے قول کی وضاحت	56
کل آبادی مراد ہے	57
غیر ممالک کے دیہات کا حکم	58
دو ملے ہوئے گاؤں کا حکم	58
گاؤں میں نمازِ جمعہ کیوں صحیح نہیں؟	59
اُمت کا اجماع	60
آبادی کم ہونے پر نماز جمعہ کا حکم	60
اُجڑے ہوئے شہر میں نماز جمعہ	61
چھوٹے گاؤں میں مصلحتاً نمازِ جمعہ کا حکم	61
شہر کے نواح میں کام کرنا عذر نہیں ہے	63
نمازِ جمعہ کا چھوڑنا گناہ ہے	63
جمعہ کے دن محلہ کی مسجد بند کرنا	63
جامع مسجد میں ثواب کی زیادتی	64
جمعہ کی نماز کے لئے جامع مسجد ضروری نہیں	64
جامع مسجد کے بجائے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا	65
ایک آبادی میں باری باری نمازِ جمعہ	65
جس گاؤں میں نمازِ جمعہ کی آواز پہنچے	65

مضمون	صفحہ
گاؤں والوں کا شہر میں جا کر جمعہ پڑھنا	66
جمعہ کی نماز متعدد مساجد میں ہونا	66
میدان میں نمازِ جمعہ	67
نزدیک والی مسجد میں نمازِ جمعہ	67
کارخانہ میں نمازِ جمعہ	67
جہاز میں نمازِ جمعہ	68
جیل خانہ میں نمازِ جمعہ	68
باغ وجنگل میں نمازِ جمعہ	69
قصبہ کے حدود میں نمازِ جمعہ	69
قلعہ میں نمازِ جمعہ	70
اگر پہلے سے نمازِ جمعہ قائم ہے تو بند نہ کریں	70
پچاس آدمیوں کی نمازِ جمعہ	71
جمعۃ الوداع کی جماعت عیدگاہ میں	71
جمعۃ الوداع کے لئے سفر کرنا	72
جمعۃ الوداع میں قضاء عمری پڑھنا	72
عید وجمعہ کا اجتماع	73
نمازِ جمعہ میں قنوت نازلہ پڑھنا	73
نمازِ جمعہ میں لقمہ دینا	74
نمازِ جمعہ میں سجدہ سہو	74
جمعہ کے دن احتیاط الظہر	75
نمازِ جمعہ نہ پانے والوں کے لئے حکم	76
صاحب ترتیب کے لئے نمازِ جمعہ	76
دیہات میں شہری کی نمازِ جمعہ کا حکم	76

Marfat.com

مضمون	صفحہ
(باب چہارم)	78
جمعہ کے دن فجر میں قرأت مسنونہ	78
جمعہ کے دن صلوٰۃ تسبیح	79
اِس نماز میں ایک خاص نقطہ ہے	79
صلوٰۃ تسبیح کی خاص تاثیر	80
صلوٰۃ تسبیح کا ثواب عام ہے	80
صلوٰۃ تسبیح کی جماعت	81
تعلیم کی غرض سے جماعت کرنا	81
نماز میں ہاتھ کی کیفیت	81
نماز کا طریقہ	81
تسبیح کے شمار کا طریقہ	82
اگر نمازِ تسبیح میں بھول ہو جائے	83
جمعہ کے دن آپ ﷺ پر درود شریف	83
کثرتِ درود سے زیارت ہو سکتی ہے	84
جمعہ کے دن خاص وظیفہ	84
جمعہ کے دن کی سورتیں	85
افضل قرأت	86
سورۃ الکہف کی خصوصیات	86
سورۃ الکہف بلند آواز سے	87
جمعہ کے دن صدقہ کرنا	88
کیا جمعہ کی چھٹی ہونی چاہئے؟	88
جمعہ کے دن کھانا کس وقت کھایا جائے؟	90

مضمون	صفحہ
جمعہ کے دن خرید و فروخت کا حکم	90
جمعہ کے دن گاؤں میں خرید و فروخت	91
خرید و فروخت کس وقت تک ناجائز ہے؟	91
مسافر کے لئے خرید و فروخت	92
جمعہ کی طرف جاتے ہوئے خرید و فروخت	92
جمعہ کے دن عام کاروبار	92
کیا جمعہ کے دن مرنے والے سے سوال......	93
شبِ جمعہ میں دفن کی فضیلت	95
نمازِ جنازہ کو جمعہ تک مؤخر کرنا	95
نمازِ جمعہ مقدم کرنا	95
جمعہ کے دن والدین کی قبر پر جانا	95
(باب پنجم)	97
امام و خطیب تقرری حق	97
امام جامع مسجد کے فرائض	97
خطیب و امام کیسا ہو؟	98
امامت کا مقصد	98
امامت حضور ﷺ کی نیابت ہے	99
جمعہ کی نماز پر اجرت	100
مقررہ امام کا تنخواہ دار ہونا ضروری نہیں	100
خطیب نہ آئے تو کیا حکم ہے؟	101
کیا مسافر جمعہ میں امام ہو سکتا ہے؟	101
نابینا کی امامت	101

Marfat.com

مضمون	صفحہ
امامت سے متعلق چند مسائل	102
بغیر عمامہ کے نماز مکروہ نہیں ہے	104
جگہ کی تنگی کی وجہ سے امام کے ساتھ	105
نمازِ جمعہ میں عورتوں کی شرکت	106
شرکت کی شرعی حیثیت	107
مریض کا حکم	108
دیہاتی کے لئے نمازِ جمعہ کا حکم	109
مسافر کے لئے نمازِ جمعہ کا حکم	109
ضعیف کے لئے نمازِ جمعہ کا حکم	111
امام کے لئے نمازِ جمعہ کا حکم	111
نوکر کے لئے نمازِ جمعہ کا حکم	112
شہر میں جمعہ ادا کرنے والے کا حکم	112
دیہاتی معتکف کے لئے نمازِ جمعہ کا حکم	112
گاؤں میں نمازِ جمعہ پڑھنے والے کا حکم	112
پنجگانہ نماز نہ پڑھنے والے کا حکم	113
نمازِ جمعہ سے غیر حاضر رہنے والے کا حکم	113
معذورین کے لئے جماعت کا حکم	113
عورتیں نمازِ ظہر جمعہ سے پہلے پڑھ سکتی ہیں؟	114
(باب ششم)	115
بغیر کسی عذر کے نمازِ جمعہ چھوڑنا	115
نمازِ جمعہ کا وقت	116
جمعہ کا وقت معلوم کرنے کا طریقہ	117

مضمون	صفحہ
نمازِ جمعہ کا مستحب وقت	117
کیا ڈھائی بجے تک جمعہ کا وقت ہے؟	118
پونے چار بجے، جمعہ ثابت نہیں	118
جماعت کے بغیر نمازِ جمعہ درست نہیں	118
نمازِ جمعہ کے لئے کب چلنا چاہئے؟	119
اختلاف کا فائدہ	120
نمازِ جمعہ کے لئے دوڑنا	121
مسجد میں جوتے رکھنے کا طریقہ	121
مسجد میں پہنچ کر کسی کو تکلیف نہ دینا	121
جمعہ کے دن لوگوں کی گردنوں پر سے گزرنا	122
ضرورت کے وقت صفیں چیر کر جانے کا حکم	123
نمازِ جمعہ میں جگہ روکنے کا حکم	123
نماز جمعہ میں بیٹھنے کا ایک غلط طریقہ	124
جمعہ میں اُونگھنے کا حکم	125
(باب ہفتم)	127
جمعہ کی اذان	127
جمعہ کی اذان زوال کے وقت	128
جمعہ میں تھویب	128
تھویب کیا ہے؟	129
جمعہ کی پہلی اذان کس جگہ دی جائے؟	130
کلمہ ''محمد رسول اللہ'' سن کر انگوٹھوں کو......	130
اذان اوّل کے بعد دینی کام کرنا	131

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
اذان جمعہ کے بعد غیر مسلم کو دکان پر بٹھانا	132	جمعہ کے بعد کی سنتیں	148
پہلی اذان کے بعد امام کہاں بیٹھے؟	132	جمعہ کی سنتوں کے لئے مؤذن کا آواز دینا	148
دوسری اذان کا مسجد میں ہونے کا ثبوت	133	بیٹھنے سے پہلے سنت پڑھ سکتے ہیں؟	149
خطبہ کی اذان مسجد میں کیوں ہوتی ہے؟	134	بغیر سنتوں کے فرض ادا کرنا	149
خطبہ کی اذان کے دو مقصد ہیں	135	جمعہ کی سنتوں کے لئے اذان کا انتظار	150
جمعہ کی دوسری اذان اقامت کی طرح ہے	137	جمعہ کے دن زوال کا وقت	150
کیا دوسری اذان پہلی صف میں ہونا......	137	جمعہ کی پہلی سنت زوال کے وقت	150
اذانِ ثانی کے جواب کا حکم	137	اگر پہلی سنتیں رہ جائیں تو کس وقت پڑھے؟	150
جمعہ کی دوسری اذان کے بعد دعاء	138	سنت خطبہ کے وقت پڑھنا کیسا ہے؟	151
اقامت کہنے کا افضل طریقہ	139	پہلے کون سی سنت پڑھے؟	151
کیا دوسرا شخص اقامت کہہ سکتا ہے؟	139	خطبہ کی اذان کے بعد گھر میں سنت پڑھنا	152
جمعہ کی تکبیر کہنے کا حق	140	سنت کی ترتیب بدلنے کا حکم	152
حی الصلوٰۃ کے وقت کھڑا ہونا	140	سنت پڑھتے ہوئے خطبہ شروع ہوجانے کا حکم	152
مکبر کا اونچی اونچی آواز سے تکبیر کہنا	141		
مکبر کہاں کھڑا ہو؟	141	(باب نہم)	153
مکبر کے لئے اجازت ضروری نہیں	142	خطبہ کیا ہے؟	153
توجہ دلانے پر تکبیر کہنا	142	شرائط خطبہ	153
		خطبہ کا رکن	154
(باب ہشتم)	144	خطبہ کے صحیح ہونے کی شرط	155
سنت ونوافل کے فوائد	144	خطبہ کی سنتیں	155
سنت ونوافل کی حکمتیں	145	خطبہ کے مستحبات	155
جمعہ کی سنتوں کی نیت	146	خطبہ میں ہاتھ چلانا	156
جمعہ کی سنتوں کی تعداد	147	خطبہ کے وقت بیٹھنے کا طریقہ	156

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
خطبہ کے وقت چہرے کا رُخ	156	خطبہ سے قبل یہ کلمات کہنا	171
خطبہ کے مسائل	156	خطبہ میں عصاء لینا	171
جمعہ پڑھنے کے بعد دوسری جگہ خطبہ دینا	160	عصاء کس ہاتھ میں پکڑے	172
نماز سے پہلے خطبہ	161	بغیر خطبہ کے نمازِ جمعہ	172
دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا	161	خطبہ کی جگہ قرآن پڑھنا	172
خطبہ میں اختصار کرنا	162	کیا خطیب لوگوں کو بٹھا سکتا ہے؟	173
خطبہ میں آپ ﷺ کا معمول	162	خطبہ کے شروع میں بسم اللہ کا حکم	173
خطبہ کے وقت آپ ﷺ کے کلام کی وضاحت	164	شروع خطبہ میں دو مرتبہ الحمد للہ کہنا	173
آپ ﷺ کا خطبہ میں بچوں کو اُٹھانا	164	خطبہ میں جہر کرنا	173
خطیب کے سامنے ترقیہ کرنا	165	ہر جمعہ کو نیا خطبہ ضروری نہیں ہے	174
منبر کی تاریخ	166	خطبہ میں افراد کی تعداد	174
آپ ﷺ کے منبر کی کیفیت	167	خطیب کو لقمہ دینا	174
منبر کی وجہ سے صف میں فصل	168	خطبہ کی غلطی کا حکم	174
منبر کا درمیان صف میں رکھنا	168	اگر خطبہ میں صحابہؓ کا ذکر نہ آئے	174
منبر پر خطبہ ہونا سنت ہے	168	خطبہ کے وقت قیام تعظیمی	175
اذان کے وقت منبر پر بیٹھنا	169	مقامی زبان میں خطبہ احتیاط کے خلاف ہے	175
منبر کے درجات کی تعداد	169	احکام شریعت کا دارومدار	176
منبر کے کس زینہ سے خطبہ دے	169	خطبہ کا اصلی مقصد	177
کیا عورت خطبہ دے سکتی ہے؟	170	خطبہ قرأت کی طرح ہے	179
کیا خطیب سنت پڑھنے والوں کا انتظار کرے؟	170	اگر خطبہ مقامی زبان میں ہونے لگے......	179
بیٹھ کر خطبہ دینا	170	خطبہ جمعہ سے قبل وعظ	180
درمیان میں کھڑے ہو کر خطبہ دینا	171	وعظ کے لئے دو باتیں ضروری ہیں	181
نمازِ فجر پڑھے بغیر خطبہ دینا	171	خطبہ اور صحابہؓ کا عمل	182

Marfat.com

مضمون	صفحہ
خطبہ وعظ اور تقریر کی طرح نہیں ہے	182
عربی خطبہ سے اسلامی اتحاد کی حفاظت ہے	183
عہد نبوی ﷺ اور خطبہ جمعہ	184
خطبہ جمعہ وعیدین میں فرق	185
خطبہ کا عام حل	186
جمعہ کا خطبہ شرائط میں سے ہے	187
پہلا خطبہ جمعہ	188
دوسرے خطبہ جمعہ	188
دونوں خطبوں کے درمیان دعاء مانگنا	190
بیان خطبہ کے وقت چندہ کرنا	190
خطبہ کے درمیان بچوں کو شرارت سے روکنا	191
خطبہ کے درمیان سلام کا جواب دینا	191
خطبہ کے وقت گھڑی میں چابی دینا	192
خطبہ کے وقت پنکھا کرنا	192
خطبہ کی حالت میں امام کو پیسہ دینا	192
جمعہ کا خطبہ سننا واجب ہے	192
دونوں خطبوں کا ایک ہی حکم ہے	193
خطبوں کے دوران کے مسائل	193
خطیب کا خطبہ میں درود پڑھنا	196
آیت ''ان اللہ و ملائکۃ الخ'' سن کر......	197
خطیب کا خطبہ کے وقت وضو ٹوٹ جانے کا حکم	197
خطبہ اور نمازِ جمعہ میں فصل ہونا	197
خطبہ کے وقت تحیۃ المسجد کا حکم	198

مضمون	صفحہ
(باب دہم)	199
نمازِ جمعہ کی نیت	199
امام کس طرح نیت کرے؟	199
نمازِ باجماعت	200
عام اجازت	201
جماعت میں ہجوم کا حکم	201
جماعت صف بندی	201
آپ ﷺ کا طریقہ نماز	202
صف سیدھی کرنا	203
صفوں کو سیدھی کرنے کی ذمہ داری	203
صف میں ہمواری کیسے ہو؟	205
صف سیدھی کرنے کے لئے پکار کر کہنا	205
جمعہ کی نماز کے لئے کس وقت کھڑے ہوں؟	206
شروع اقامت سے کھڑے ہونے کی مصلحت	206
امام کے پیچھے کیسے لوگ کھڑے ہوں؟	207
قرأت شروع ہونے کے بعد کا حکم	207
بچوں کو کہاں کھڑا کریں؟	207
اگر بچوں کی صف آگے جانے میں مخل ہو؟	208
اگلی صف کی جگہ کو پر کرنا	208
مسجد کے دروں میں کھڑے ہونے کا حکم	208
سترہ کیا ہے؟	209
سترہ کیوں مقرر کیا ہے؟	210

مضمون	صفحہ
سترہ کیا ہونا چاہیے	210
سامنے سے گزرنے کی صورتیں	211
کتنے فاصلے سے گزر سکتے ہیں	211
جماعت میں شرکت کا طریقہ	211
ایک عام غلطی کا ازالہ	212
اقتداء کا بیان	213
نمازِ جمعہ کی مدرسہ میں اقتداء کرنا	215
جمعہ میں بلند آواز سے قرأت	215
جمعہ میں قرأت مسنونہ	215
نمازِ جمعہ میں چھوٹی بڑی صورت کا حکم	216
نماز میں ہنسی آجانے کا حکم	216
نماز میں کھنکارنا	217
نماز میں لاحول پڑھنا	217
نماز میں ٹوپی گر جانے کا حکم	217
نماز میں بیڑی سگریٹ جیب میں ہونا	217
تشہد میں شریک ہونے والے کا حکم	218
ایک طرف سے سلام پھیرنے کے بعد شرکت	218
مسبوق کس سلام پر کھڑا ہو؟	219
سلام پھیرتے وقت اگر مقتدی کی دعاء باقی ہو	219
مقتدی کا سانس اگر سلام میں پہلے ٹوٹ جائے	219
نماز کے بعد بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھنا	220
دعا مانگنے کا ثبوت	220
دعا آہستہ یا زور سے	221
دعا کی مقدار	221
کیا بغیر دعا کے جا سکتے ہیں؟	221
دعا کے وقت الفاتحہ کہنا	221
سنتوں کے بعد مزید اجتماعی دعاء کرنا	222
دعا کے لئے مقید نہ کرنا چاہیے	224
ایک مسجد میں دوبارہ نمازِ جمعہ کرنا	224
نماز کے بعد مصافحہ کرنا	226
نمازِ جمعہ کے بعد مسجد سے جانے کا حکم	226
نمازِ جمعہ کے بعد وظائف	227
خلاصہ جمعہ	228
بفضلہ وکرمہ کتاب نمازِ جمعہ مکمل ومدلل تمام شد	231

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

مرحوم والدین کی پاک روحوں کے نام

جن کی دعاؤں اور توجہات کی بدولت مجھے علمِ دین کی معلومات حاصل ہوئیں۔ رحیم وکریم آقا ان کے ساتھ اپنی خاص رحمت ومغفرت کا معاملہ فرما۔

اللّٰھم اغفرلھم وارحمھم۔ آمین محمد رفعت قاسمی ۱۴۱۰ھ

Marfat.com

باب اوّل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یا ایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الیٰ ذکر اللّٰہ و ذروالبیع ذٰلکم خیرلکم ان کنتم تعلمون ٥ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللّٰہ واذکروا اللّٰہ کثیراً لعلکم تفلحون ٥ و اذا راو تجارۃً اولھو انفضوا الیھا و ترکوک قائماً قل ما عند اللّٰہ خیرمن اللھو و من التجارۃ۔ واللّٰہ خیر الرّٰزقین ٥

اے ایمان والو! جب اذان ہو نماز کی جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ کی یاد کو اور چھوڑ دو خرید وفروخت، یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے پھر جب تمام ہو چکے نماز تو پھیل پڑو زمین میں اور ڈھونڈو فضل اللہ کا اور یاد کرو اللہ کو بہت سا تا کہ تمہارا بھلا ہو اور جب دیکھیں سودا بکتا یا کچھ تماشا متفرق ہو جائیں اسکی طرف اور تجھ کو چھوڑ جاتے کھڑا تو کہہ جو اللہ کے پاس ہے سو بہتر ہے تماشے سے اور سوداگری سے۔ اللہ بہتر ہے روزی دینے والا۔

خلاصہ تفسیر

اے ایمان والو جب جمعہ کے روز (نمازِ جمعہ) کے لیے اذان کہی جایا کرے تو تم اللہ کی یاد (یعنی نماز وخطبہ) کی طرف (فوراً چل پڑا کرو اور خرید وفروخت (اور اسی طرح دوسرے مشاغل مانعہ عن السعی کمافی ردالمختار) چھوڑ دیا کرو (اور تخصیص بیع کی وجہ زیادہ اہتمام کے ہے کہ اس کے ترک کو قوت نفع سمجھا جاتا ہے) یہ (چل پڑنا مشاغل بیع وغیرہ کو چھوڑ کر) تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم کو کچھ سمجھ ہو (کیونکہ اس کا نفع باقی ہے اور بیع وغیرہ کا نفع فانی ہے) پھر جب نماز (جمعہ کی) پوری ہو چکے (اور اگر ابتداء میں خطبہ مؤخر تھا تو نماز پورا ہونے سے مراد اس کا مع تعلقات کے پورا ہونا ہے، جس کا حاصل نماز اور خطبہ کا پورا ہو چکنا ہے تو اس وقت تم کو اجازت ہے کہ) تم زمین پر چلو پھرو اور خدا کی روزی تلاش کرو (یعنی اس وقت دنیا کے کاموں کے لیے چلنے پھرنے کی اجازت ہے) اور (اس میں بھی) اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو (یعنی اشغالِ دنیویہ میں ایسے منہمک مت ہو جاؤ کہ احکام وعباداتِ ضروریہ سے غافل ہو جاؤ) تا کہ تم کو فلاح ہو اور

(بعضے لوگوں کا یہ حال ہے کہ) وہ لوگ جب کسی تجارت یا مشغولی کی چیز کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑنے کے لیے بکھر جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ جو چیز (از قسم ثواب وقرب) خدا کے پاس ہے وہ ایسے مشغلہ اور تجارت سے بدر جہا بہتر ہے اور (اگر اس سے افزونی رزق کی طمع ہو تو سمجھ لو کہ) اللہ سب سے اچھا روزی پہنچانے والا ہے (اس کی طاعاتِ ضروریہ میں مشغول رہنے پر رزقِ مقدر دیتا ہے) پھر کیوں اس کے احکام کو ترک کیا جائے۔

معارف ومسائل

یایھا الذین امنوا اذا نودی للصلٰوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الٰی ذکر اللہ وذروا البیع۔ یوم الجمعہ۔ اس دن کو یومِ جمعہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ مسلمانوں کے اجتماع کا دن ہے، اور آسمان اور تمام کائنات کی تخلیق جو حق تعالیٰ نے چھ دن میں فرمائی ہے، ان چھ میں سے آخری دن جمعہ ہے، جس میں تخلیق کی تکمیل ہوئی، اسی دن میں آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی روز میں ان کو جنت میں داخل کیا گیا، پھر اسی دن میں ان کو زمین کی طرف اتارا گیا، اسی دن میں قیامت قائم ہوگی۔ اور اسی دن ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ اس میں انسان جو بھی دعاء کرے قبول ہوتی ہے، یہ سب باتیں احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہیں (ابنِ کثیر)

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے اجتماع اور عید کا ہر ہفتہ میں یہ دن جمعہ کا رکھا تھا۔ مگر پچھلی اُمتوں کو اس کی توفیق نہ ہوئی، یہود نے یوم السبت (سنیچر کے دن) کو اپنا یومِ اجتماع بنالیا۔ نصاریٰ نے اتوار کو، اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اس کی توفیق بخشی، کہ انھوں نے یومِ جمعہ کا انتخاب کیا۔

(کما رواہ البخاری ومسلم عن ابی ہریرہؓ، ابن کثیر)

زمانہ جاہلیت میں اسی دن کو "یوم عروبہ" کہا جاتا تھا، سب سے پہلے عرب میں کعب بن لوی نے اس کا نام جمعہ رکھا، اور قریش اُس دن جمع ہوتے، اور کعب بن لوی خطبہ دیتے تھے، یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پانچ سو ساٹھ سال پہلے کا ہے۔

کعب بن لوی آنحضرت ﷺ کے اَجداد میں سے ہیں، اُن کو حق تعالیٰ نے زمانہ جاہلیت میں بھی بُت پرستی سے بچایا، اور توحید کی توفیق عطا فرمائی تھی، انہوں نے نبی کریم ﷺ کی بعثت کی خوش خبری بھی لوگوں کو سنائی تھی، قریش میں ان کی عظمت کا عالم یہ تھا کہ ان کی وفات

Marfat.com

جو رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پانچ سو ساٹھ سال پہلے ہوئی، اسی سے اپنی تاریخ شمار کرنے لگے، عرب کی تاریخ ابتداء میں بناءِ کعبہ سے لی جاتی تھی۔ کعب بن لوی کی وفات کے بعد اس سے تاریخ جاری ہوگئی، پھر جب واقعۂ فیل آنحضرت ﷺ کی ولادت کے سال میں پیش آیا تو اس واقعہ سے عرب کی تاریخ کا سلسلہ جاری ہوگیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جمعہ کا اہتمام عرب میں قبل از اسلام بھی کعب بن لوی کے زمانے میں ہو چکا تھا، اور اس دن کا نام جمعہ رکھنا بھی انہی کی طرف منسوب ہے۔ (مظہری)

بعض روایات میں ہے کہ انصارِ مدینہ سے قبل از ہجرت فرضیتِ جمعہ نازل ہونے سے پہلے اپنے اجتہاد سے جمعہ کے روز جمع ہونے اور عبادت کرنے کا اہتمام کر رکھا تھا۔

(کمارواہ عبدالرزاق وباسنادِ صحیح عن محمد بن سیرین از مظہری)

نودی للصلٰوۃ من یوم الجمعۃ نداءِ صلوٰۃ سے مراد اذان ہے من یوم الجمعۃ بمعنی فی یوم الجمعہ ہے فاسعوا الی ذکر اللہ سعی کے معنی دوڑنے کے بھی آتے ہیں اور کسی کام کو اہتمام کیساتھ کرنے کے بھی، اس جگہ یہی دوسرے معنیٰ مراد ہیں، کیونکہ نماز کے لیے دوڑتے ہوئے آنے کو رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے اور یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب نماز کیلئے آؤ تو سکینت اور وقار کیساتھ آؤ۔ آیت کے معنٰی یہ ہیں کہ جب جمعہ کے دن جمعہ کی اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو، یعنی نماز وخطبہ کیلئے مسجد کی طرف چلنے کا اہتمام کرو، جیسا دوڑنے والا کسی دوسرے کام کی طرف توجہ نہیں دیتا، اذان کے بعد تم بھی کسی اور کام کی طرف بجز نماز وخطبہ کے توجہ نہ دو۔ (ابن کثیر)۔ ذکر اللہ سے مراد نمازِ جمعہ بھی ہوسکتی ہے اور خطبہ جمعہ جو نمازِ جمعہ کے شرائط وفرائض میں داخل ہے وہ بھی، اس لیے مجموعہ دونوں کا مراد لیا جائے یہ بہتر ہے (مظہری وغیرہ) وذروا البیع یعنی چھوڑ دو بیع (فروخت کرنے کو) صرف بیع کہنے پر اکتفاء کیا گیا اور مراد بیع وشراء (یعنی خرید وفروخت) دونوں ہیں، وجہ اکتفاء کی یہ ہے کہ ایک کے چھوٹنے سے دوسرا خود بخود چھوٹ جائے گا، جب کوئی فروخت کرنے والا فروخت نہ کرے گا تو خریدنے والے کے لیے خریدنے کا راستہ ہی نہ رہے گا۔

اس میں اشارہ اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ اذانِ جمعہ کے بعد خرید وفروخت کو اس آیت نے حرام کردیا ہے اس پر عمل کرنا تو بیچنے والوں اور خریداروں سب پر فرض ہے مگر اس کا عملی انتظام اس طرح کیا جائے کہ دکانیں بند کردی جائیں تو خریداری خود بخود بند ہوجائے گی، اس

Marfat.com

میں حکمت یہ ہے کہ گاہکوں اور خریداروں کی تو کوئی حد و شمار نہیں ہوتی اُن سب کو روکنے کا انتظام آسان نہیں، فروخت کرنے والے دوکاندار متعین اور معدود ہوتے ہیں ان کو فروخت سے روک دیا جائے تو باقی سب خرید سے خود رُک جائیں گے، اس لیے ذروا البیع میں صرف بیع چھوڑ دینے کے حکم پر اکتفاء کیا گیا۔

فائدہ اذان جمعہ کے بعد سارے ہی مشاغل کا ممنوع کرنا مقصود تھا جن میں زراعت تجارت، مزدوری سب ہی داخل ہیں، مگر قرآنِ کریم نے صرف بیع کا ذکر فرمایا، اس سے اس طرف بھی اشارہ ہوسکتا ہے کہ جمعہ کی نماز کے مخاطب شہروں اور قصبوں والے ہیں۔ چھوٹے دیہات اور جنگلوں میں جمعہ نہیں ہوگا، اس لیے شہروں اور قصبوں میں جو مشاغل عام لوگوں کو پیش آتے ہیں ان کی ممانعت فرمائی گئی وہ بیع وشراء کے ہوتے ہیں، بخلاف گاؤں والوں کے کہ ان کے مشاغل کاشت اور زمین سے متعلق ہوتے ہیں، اور بالاتفاق فقہاء اُمت یہاں بیع سے مراد فقط فروخت نہیں بلکہ ہر وہ کام جو جمعہ کی طرف جانے کے اہتمام میں مخل ہو وہ سب بیع کے مفہوم میں داخل ہے اس لیے اذانِ جمعہ کے بعد کھانا پینا، سونا، کسی سے بات کرنا، یہاں تک کہ کتاب کا مطالعہ کرنا وغیرہ سب ممنوع ہیں، صرف جمعہ کی تیاری کے متعلق جو کام ہوں وہ کیے جاسکتے ہیں۔

اذانِ جمعہ

شروع میں صرف ایک ہی اذان ہوتی تھی جو خطبہ کے وقت امام کے سامنے کہی جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں۔ پھر صدیق اکبر اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہم کے زمانے میں اسی طرح رہا۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوگئی، اور اَطرافِ مدینہ میں پھیل گئی، امام کے سامنے والی خطبہ کی اذان دور تک سنائی نہ دیتی تھی تو حضرت عثمان غنیؓ نے ایک اور اذان مسجد سے باہر اپنے مکان زوراء پر شروع کرادی جس کی آواز پورے مدینہ میں پہنچنے لگی۔ صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔ اس لیے یہ اذانِ اول باجماع صحابہؓ مشروع ہوگئی اور اذانِ جمعہ کے وقت بیع وشراء وغیرہ تمام مشاغل حرام ہوجانے کا حکم جو پہلے اذان خطبہ کے بعد ہوتا تھا، اب پہلی اذان کے بعد شروع ہوگیا۔ کیونکہ الفاظِ قرآن (نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ) اس پر بھی صادق ہیں، یہ تمام باتیں حدیث وتفسیر اور فقہ کی عام کتابوں میں بلا اختلاف مذکور ہیں۔

اس پر پوری اُمت کا اجماع و اتفاق ہے کہ جمعہ کے روز ظہر کے بجائے نمازِ جمعہ فرض ہے اوراس پر بھی اجماع و اتفاق ہے کہ نمازِ جمعہ عام پانچ نمازوں کی طرح نہیں، اس کے لیے کچھ مزید شرائط ہیں۔ پانچوں نمازیں تنہا بلا جماعت کے بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔ دو آدمی کی بھی جماعت سے، جمعہ بغیر جماعت کے ادا نہیں ہوتا، اور جماعت کی تعداد میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں۔ اسی طرح نماز پنجگانہ ہر جگہ دریا، پہاڑ، جنگل میں ادا ہو جاتی ہے مگر جمعہ، جنگل، صحرا میں کسی کے نزدیک ادا نہیں ہوتا، عورتوں، مریضوں، مسافروں پر جمعہ فرض نہیں، وہ جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز پڑھیں۔

جمعہ کس قسم کی بستی پر فرض ہے۔ اس میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں، امام شافعیؒ کے نزدیک جس بستی میں چالیس مرد احرار، عاقل، بالغ بستے ہوں، اس میں جمعہ ہو سکتا ہے، اس سے کم میں نہیں۔ امام مالکؒ کے نزدیک ایسی بستی کا ہونا ضروری ہے جس کے مکانات متصل ہوں اوراس میں بازار بھی ہو۔ امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک جمعہ کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ شہر یا قصبہ یا بڑا گاؤں ہو جس میں گلی کوچے اور بازار ہوں اور کوئی قاضی حاکم فیصلہ معاملات کے لیے ہو، مسئلہ اوراس کے دلائل کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، حضرات علماء نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھ کر سب کچھ واضح کر دیا ہے۔

خلاصہ:۔ یہ ہے کہ یٰآیھا الذین امنوا اور فاسعوا باتفاق جمہور امت عام مخصوص البعض ہے علی الاطلاق ہر مسلمان پر نمازِ جمعہ فرض نہیں، بلکہ کچھ قیود و شرائط سب کے نزدیک ہیں۔ اختلاف صرف شرائط کی تعیین ہے۔ البتہ جہاں فرض ہے اُن کے لیے اس فرض کی بڑی اہمیت وتاکید ہے، ان لوگوں میں کوئی بلا عذرِ شرعی جمعہ چھوڑ دے تو احادیثِ صحیحہ میں اس پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔ اور نمازِ جمعہ اس کے شرائط و آداب کے ساتھ ادا کرنے والوں کے مخصوص فضائل و برکات کا وعدہ ہے۔

فاذا قضیت الصلٰوۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللّٰہ۔ سابقہ آیات میں اذانِ جمعہ کے بعد بیع وشراء وغیرہ کے تمام دنیوی امور کو ممنوع کر دیا گیا تھا اس آیت میں اس کی اجازت دے دی گئی کہ نمازِ جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد تجارتی کاروبار اور اپنا اپنا رزق حاصل کرنے کا اہتمام سب کر سکتے ہیں۔

جمعہ کے بعد تجارت وکسب میں برکت

حضرت عراک بن مالک رضی اللہ عنہ جب نمازِ جمعہ سے فارغ ہو کر باہر آتے تو مسجد

Marfat.com

کے دروازہ پر کھڑے ہو کر یہ دعاء کرتے تھے:۔

اللّٰھم انی اجبت دعوتك وصليت فريضتك وانتشرت كماامرتنی فارزقنی من فضلك وانت خير الرازقين۔ (رواہ ابن حاتم از ابنِ کثیر)

یعنی اے اللہ! میں نے تیرے حکم کی اطاعت کی اور تیرا فرض ادا کیا، جیسا کہ تو نے حکم دیا ہے نماز پڑھ کر میں باہر جاتا ہوں، تو اپنے فضل سے مجھے رزق عطا فرما اور تُو تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

اور بعض سلف صالحین سے منقول ہے کہ جو شخص نمازِ جمعہ کے بعد تجارتی کاروبار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر مرتبہ برکات نازل فرماتے ہیں۔ (ابن کثیر)

واذكروالله كثيراً لعلكم تفلحون یعنی نمازِ جمعہ سے فارغ ہو کر کسب معاش، تجارت وغیرہ میں لگو، مگر کفار کی طرح خدا سے غافل ہو کر نہ لگو، عین خرید وفروخت اور مزدوری کے وقت بھی اللہ کی یاد جاری رکھو۔

وَاِذَا رَاَوْاتجارةً اَوْ لهو انفضوا اليهاوتركوك قائماً قل ما عندالله خير من اللهوومن التجارة والله خير الرازقين

اس آیت میں ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے جو جمعہ کا خطبہ چھوڑ کر تجارتی کام کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ امام ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ واقعہ اسوقت کا ہے جب کہ نبی کریم ﷺ خطبۂ جمعہ نماز کے بعد دیا کرتے تھے جیسا کہ عیدین میں اب بھی یہی معمول ہے۔ ایک جمعہ کے روز یہ واقعہ پیش آیا کہ نمازِ جمعہ سے فارغ ہو کر رسول اللہ ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک ایک تجارتی قافلہ مدینہ طیبہ کے بازار میں پہنچا اور ڈھول باجہ وغیرہ سے اسکا اعلان ہونے لگا، اسوقت نمازِ جمعہ سے فراغت ہو چکی تھی، خطبہ ہو رہا تھا، بہت سے حضراتِ صحابہؓ بازار چلے گئے اور حضور ﷺ کے ساتھ تھوڑے سے حضرات رہ گئے، جنکی تعداد بتلائی گئی ہے (یہ روایت ابوداؤد نے مراسیل میں بیان فرمائی ہے) بعض روایات حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس واقعہ پر فرمایا کہ اگر تم سب چلے جاتے تو مدینہ کی ساری وادی عذاب کی آگ سے بھر جاتی۔

(رواہ ابو یعلی، ابن کثیر)

امام تفسیر مقاتل کا بیان ہے کہ یہ تجارتی قافلہ دِحیَہ بن خلف کلبی کا تھا، جو ملک شام سے آیا تھا اور تجار مدینہ میں اس کا قافلہ عموماً تمام ضروریات لے کر آیا کرتا تھا، اور جب مدینہ کے

لوگوں کو اس کی آمد کی خبر ملتی تھی تو سب مرد و عورت اس کی طرف دوڑتے تھے، یہ دِحیہ بن خلف اس وقت تک مسلمان نہ تھے، بعد میں داخلِ اسلام ہوئے۔

اور حسن بصریؒ اور ابو مالکؒ نے فرمایا کہ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ مدینہ میں اَشیاءِ ضرورت کی کمی اور سخت گرانی تھی (تفسیر مظہری) یہ اسباب تھے کہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بڑی جماعت تجارتی قافلہ کی آواز پر مسجد سے نکل گئی، اول تو نمازِ فرض ادا ہو چکی تھی، خطبہ کے متعلق یہ معلوم نہ تھا کہ جمعہ میں وہ بھی فرض کا جزء ہے، دوسرے اَشیاء کی گرانی، تیسرے تجارتی قافلہ پر لوگوں کا ٹوٹ پڑنا، جس سے ہر ایک کو یہ خیال ہو سکتا تھا کہ دیر کروں گا تو اپنی ضروریات نہ پاسکوں گا۔

بہر حال ان اسباب کے تحت صحابہ کرامؓ سے یہ لغزش ہوئی جس پر حدیث مذکور میں وعید کے الفاظ آئے کہ سب کے سب چلے جاتے تو اللہ کا عذاب آجاتا، اسی پر عار دلانے، اور تنبیہ کرنے کے لیے آیتِ مذکورہ نازل ہوئی، اِذَا رَاَو تجارۃً، اور اسی کے سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کے معاملے میں اپنا طرز بدل دیا کہ نمازِ جمعہ سے پہلے خطبہ دینے کا معمول بنا لیا اور یہی اب سنت ہے۔
(ابن کثیر)

آیتِ مذکورہ میں رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ لوگوں کو بتلادیں کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اس تجارت اور ڈھول ڈھاکہ سے بہتر ہے جس میں آخرت کا ثواب تو مراد ہے ہی، یہ بھی بعید نہیں کہ نماز و خطبہ کی خاطر تجارت و کسبِ معاش کو چھوڑنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں بھی خاص برکات نازل ہوں جیسا کہ اوپر سلف صالحین سے بروایت ابنِ کثیر نقل کیا گیا ہے۔
(معارف القرآن صفحہ ۱۱۲ تا صفحہ ۱۱۶۔ سورہ جمعہ پارہ نمبر ۲۸)

جمعہ، کتاب، سنت اور اجماع سے ثابت شدہ فریضہ محکمہ ہے، اس کا منکر کافر ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قولِ مبارک فاسعوا الی ذکر اللہ (اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ کر آؤ) سے نمازِ جمعہ یا (اس کا خطبہ مراد ہے اور خطبہ کا وجوب جمعہ کے وجوب کو مستلزم ہے جیسا کہ علماء نے کہا ہے اور تفاسیر میں یہ مذکور ہے کہ اس سے خطبہ اور نماز دونوں مراد ہیں کیونکہ ذکر اللہ کا لفظ دونوں کو شامل ہے اور دونوں پر صادق آتا ہے اور جمعہ ظہر کا خلیفہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت مصعبؓ بن عمیر کو مدینہ طیبہ بھیجا تھا تو آپؐ کو حکم دیا تھا کہ جب آفتاب دوپہر سے ڈھل پڑے تو لوگوں کے ساتھ نمازِ جمعہ پڑھنا۔
(اشعۃ اللمعات صفحہ ۶۱۶ جلد ۲)

Marfat.com

جمعہ کی وجہ تسمیہ

لفظِ ''جمعہ'' جو ہفتہ کے ایک دن کا نام ہے، فصیح زبان ولغت کے اعتبار سے جیم اور میم دونوں کے پیش کے ساتھ ہے، لیکن جیم کے پیش اور میم کے سکون کے ساتھ بھی مستعمل ہے۔

(مظاہر حق جدید ص۲۳۴ ج ۲)

جمعہ میں میم کا پیش مشہور ہے اور سکون بھی جائز ہے، بعض نے زبر بھی جائز کہا ہے اور بعض نے زیر بھی۔

ابنِ حزم وغیرہ کہتے ہیں کہ جمعہ اسلامی نام ہے اس سے پہلے عروبہ نام تھا، لیکن ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اسلام سے پہلے ہی اس کا نام جمعہ ہو چکا تھا، کعب بن لوی اس دن میں لوگوں کو جمع کر کے حرم کی تعظیم وغیرہ کا حکم اور آخری نبیؐ کے بارے میں آنے کی خبر دیا کرتے تھے۔ اور جمعہ کو اس لیے جمعہ کہتے ہیں کہ اس میں اجتماع ہوتا ہے یا اس لیے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے اعضاء کو جمع کر کے مکمل کر دیا گیا۔ یا اس لیے کہ اجزاء کو عدم سے نکال کر وجود میں جمع کیا گیا۔

(معارف مدنیہ ص۶۶ ج ۳)

بعض کا کہنا ہے کہ جمعہ اجتماع سے نکلا ہے جس سے مراد ہے حضرت آدم علیہ السلام کے قالب اور ان کی روح کا آپس میں جمع ہونا۔ یہ دونوں چالیس سال کی جدائی کے بعد آپس میں جمع ہوئے تھے اس لیے اس کا نام جمعہ ہوا۔

بعض کہتے ہیں کہ حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کے جمع ہونے کے باعث اس دن کا نام جمعہ ہوا، اس دن حضرت حواؑ حضرت آدمؑ کی پسلی سے پیدا ہوئیں۔

بعض اس کا نام جمعہ اس لیے بتاتے ہیں کہ اس روز شہر اور دیہات کے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں اور بعض کا کہنا ہے کہ اس روز قیامت ہوگی اور سب مخلوق اٹھائی جائیگی اس لیے اسے جمعہ کا دن کہا گیا۔ (غنیۃ الطالبین ص۴۶۵)

جتنے بھی عظیم واعظم امور ہیں وہ سب اسی دن میں ظاہر ہوئے، فرمایا گیا ''فیہ جمع طین آدم'' ۔ جمعہ کا دن، اس کا مادّہ ہے جمع جامعیت کی شان میں جمع موجود ہے، منتشر اجزاء کو ایک جگہ جمع کر دینا، بکھری ہوئی چیزوں کو ملا دینا، یہ ہے مادہ جمعہ کا تو جتنی بھی منتشر تھیں بڑی بڑی وہ جمع کی گئیں، اس دن میں، آدم علیہ السلام کی مٹی جو پوری زمین سے لی گئی وہ جمعہ کے دن ہی

Marfat.com

میں جمع کی گئی اوران کا پُتلہ بنایا گیا۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش، اور انکی مٹی جمع کرنا اور انکو دنیا میں اُتارنا جمعہ کے دن ہوا، قیامت بھی قائم ہوگی تو جمعہ کے دن ہوگی، جس میں اولین وآخرین جمع کیے جائیں گے، تو اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن میں جامعیت کا ایک مادّہ موجود ہے، مٹی بکھری ہوئی تھی آدم کی وہ جمع ہوگی یوم جمعہ میں، کمالات چھپے ہوئے تھے وہ جمع ہوکر نمایاں ہوگئے جمعہ کے دن آدم علیہ السلام کو اُتارا گیا، قیامت ہوگی تو کروڑوں اچھے اور بُرے انسان چھپے پڑے ہوں گے زمینوں میں لیکن اپنی قبروں سے اٹھ کر جمع ہونگے۔ میدانِ حشر میں جمع ہوں گے، جمعہ کے دن انھیں جمع کر دے گا، غرضیکہ جمعہ میں جامعیت کی شان موجود ہے۔ (فضائل یومِ جمعہ ص ۲۵)

حدیث سے جمعہ کا ثبوت

عن طارق بن شهاب قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الجمعة حق واحب على كل مسلم فى جماعة الاعلى اربعة عبد مملوك اوامرأة اوصبى اومريض۔

(رواہ ابوداؤد)

ترجمہ طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کی نماز جماعت کیساتھ ادا کرنا ہر مسلمان پر لازم اور واجب ہے۔ اس وجوب سے چار قسم کے آدمی مستثنیٰ ہیں! ایک غلام جو کسی کا مملوک ہو، دوسرے عورت، تیسرے لڑکا جو ابھی بالغ نہ ہوا ہو، چھوتھے مریض (بیمار)۔

(معارف الحدیث ص ۳۸۲ ج ۳)

جمعہ کی نماز میں دو رکعتیں جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

"صلوٰة الجمعة ركعتين تمام غير قصر على لسان نبيكم صلى الله عليه وسلم۔"

(رواہ احمد ونسائی وابن ماجہ)

(یعنی ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بموجب جمعہ کی نماز کی پوری دو رکعتیں ہیں اور یہ قصر نہیں ہے)۔

یہ نماز ہر مکلف اور قدرت رکھنے والے پر، جو نماز کی شرائط کو پورا کرتا ہو، فرضِ عین ہے۔ یہ ظہر کا بدل ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص جمعہ کی نماز نہیں پڑھ سکا تو اسے ظہر کی چار رکعت پڑھنا

Marfat.com

فرض ہے۔اس کا فرض ہونا کتاب (قرآن) اور سنت (حدیث) اور اجماع سے ثابت ہے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یایھا الذین امنوا اذا نودی للصلٰوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الٰی ذکر اللہ و ذرو البیع۔

(یعنی اے ایمان والو! جب نمازِ جمعہ کی اذان ہو جائے تو اللہ کی عبادت کے لیے چل پڑو اور خرید و فروخت بند کر دو)

اور حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

لقد ھمت ان امر رجل یصلی بالناس ثم احرق علی رجال یتخلفون عن الجمعۃ بیوتھم۔ (مسلم شریف)

(یعنی میرا جی چاہتا ہے کہ میں کسی شخص کو جو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتا ہو، حکم دوں کہ جو لوگ جمعہ کی نماز کو نہیں آتے، ان کے گھروں کو جلا دیا جائے) اور جمعہ کے فرضِ عین ہونے پر سب کا اجماع ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۵۹۹ ج ۱)

جمعہ کی نماز کی دو رکعتیں ہیں اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور جو سورت مناسب سمجھے پڑھے، دونوں رکعتوں میں قرأت زور سے کرے۔ (عالمگیری ص ۱۷ ج ۳)

جمعہ کے دن نمازِ جمعہ فرض ہے یا نمازِ ظہر

سوال: جمعہ کے روز فرضِ وقت جمعہ ہے یا ظہر اور جمعہ قصرِ ظہر ہے، یا کیا؟

جواب: صحیح یہ ہے کہ فرض وقتِ ظہر ہے اور جمعہ بدل ہے۔ جمعہ قصر ظہر نہیں ہے بلکہ اس اعتبار سے فرض مستقل ہے کہ اس سے ظہر ساقط ہو جاتی ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۲۷ ج ۵)

جمعہ کے چند فضائل

(۱) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمام دنوں سے بہتر جمعہ کا دن ہے اسی میں حضرت آدمؑ پیدا کیے گئے اور اسی دن جنت میں بھیجے گئے اور اسی دن جنت سے باہر لائے گئے اور قیامت کا وقوع بھی اسی دن ہوگا۔ (صحیح مسلم شریف)

(۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جمعے کا دن تمام دنوں کا سردار اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب دنوں سے بزرگ ہے اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس

کی عظمت ہے۔

(ابن ماجہ)

۳) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جمعے میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اگر کوئی مسلمان اس وقت اللہ تعالیٰ سے دعاء کرے تو ضرور قبول ہو۔

(صحیح بخاری و مسلم)

۴) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان جمعے کے دن یا شبِ جمعہ کو انتقال کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھتا ہے۔

(ترمذی)

۵) ہر روز دوپہر کے وقت دوزخ تیز کی جاتی ہے مگر جمعے کی برکت سے جمعے کے دن نہیں تیز کی جاتی۔

(احیاء العلوم)

۶) قیامت کے بعد جب اللہ تعالیٰ مستحقینِ جنت کو جنت میں اور دوزخ کے مستحقین کو دوزخ میں بھیج دے گا اور یہی دن وہاں بھی ہوں گے اگرچہ وہاں دن رات نہ ہوں گے، مگر اللہ تعالیٰ ان کو دن اور رات کی مقدار اور گھنٹوں کا شمار تعلیم فرمائیں گے۔ بس جب جمعہ کا دن آئے گا اور جس وقت مسلمان دنیا میں جمعے کی نماز کے لیے نکلتے تھے، ایک منادی آواز دے گا کہ اہلِ جنت مزید کے جنگل میں چلو، وہ ایسا جنگل ہے جس کا طول وعرض سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا، وہاں مشک کے ڈھیر ہوں گے، آسمان کے برابر بلند، انبیاء علیہم السلام نور کے منبروں پر بٹھلائے جائیں گے اور مؤمنین یاقوت کی کرسیوں پر۔ پھر جب سب لوگ اپنے اپنے مقام پر بیٹھ جائیں گے، حق تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا جس سے وہ مشک جو وہاں ڈھیر ہوگا اُڑے گا، وہ ہوا اس مُشک کو ان کے کپڑوں کے اندر لے جائے گی اور منہ میں اور بالوں میں لگائیگی وہ ہوا مُشک کے لگانے کا طریقہ اس عورت سے بھی زیادہ جانتی ہے جس کو تمام دنیا کی خوشبوئیں دی جائیں۔

پھر حق تعالیٰ عرش کے اٹھانے والے فرشتوں کو حکم فرمائے گا کہ عرش کو ان لوگوں کے درمیان میں لے جا کر رکھو، پھر ان لوگوں کو خطاب کر کے فرمائے گا اے میرے بندو! جو غیب پر ایمان لائے ہو، حالانکہ تم نے مجھ کو دیکھا نہ تھا اور میرے پیغمبروں کی تصدیق کی اور میرے حکم کی اطاعت کی، اب کچھ مجھ سے مانگو، یہ دن مزید یعنی زیادہ انعام کرنے کا ہے، سب لوگ ایک زبان کہیں گے کہ ہم تجھ سے خوش ہیں تو بھی ہم سے راضی ہو جا۔ حق تعالیٰ فرمائے کہ اے اہلِ جنت اگر میں تم سے راضی نہ ہوتا تو تم کو اپنی بہشت میں نہ رکھتا اور کچھ مانگو یہ دن مزید کا ہے۔

Marfat.com

پھر سب لوگ متفق ہو کر عرض کریں گے کہ اے پروردگار ہم کو اپنی صورتِ زیبا دکھا دے کہ ہم تیری مقدس ذات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں، پس حق سبحانہٗ پردے اُٹھا دے گا اور ان لوگوں پر ظاہر ہو جائے گا اور اپنے جمالِ جہاں آراء سے ان لوگوں کو گھیر لے گا، اگر اہلِ جنت کے لیے یہ حکم نہ ہو چکا ہوتا کہ یہ لوگ کبھی جلائے نہ جائیں تو بے شک وہ لوگ اس نور کی تاب نہ لاسکیں اور جل جائیں، پھر اُن سے فرمائے گا کہ اب اپنے اپنے مقام پر واپس جاؤ، اور اُن لوگوں کا حسن وجمال اس جمالِ حقیقی کے اثر سے زیادہ ہو جائے گا۔ یہ لوگ اپنی اپنی بیبیوں کے پاس آئیں گے، نہ بیبیاں ان کو دیکھیں گی اور نہ یہ بیبیوں کو، تھوڑی دیر بعد نور جو اُن کو چھپائے ہوئے تھے، ہٹ جائے گا، پھر یہ آپس میں ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔

ان کی بیویاں کہیں گی کہ جاتے وقت جیسی صورت تمہاری تھی وہ اب نہیں ہے، یہ لوگ جواب دیں گے کہ سب اس کا اثر ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنی ذاتِ مقدس کو ہم پر ظاہر کیا تھا اور ہم نے اس کے جمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ (شرح سفر السعادۃ)

(۷) رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایسا کوئی جانور نہیں جو جمعہ کے دن قیامت کے خوف سے نہ ڈرتا ہو، مگر افسوس! شیطان اور اولادِ آدم نہیں ڈرتے۔

(علم الفقہ ص ۴۰ وغنیۃ ص ۴۵۷)

جمعہ اور میدانِ مزید

حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اس شان سے کہ ایک آئینہ ان کے ہاتھ میں تھا اور اس آئینہ کے درمیان میں ایک نقطہ سیاہ تھا جو بالکل نمایاں تھا۔ آپؐ نے پوچھا ''اے جبریل یہ سیاہ نقطہ کیسا ہے اور یہ آئینہ کیا ہے؟''

جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ سیاہ نقطہ مزید ہے جس کے معنی زیادتی کے ہیں، آپؐ نے فرمایا کہ مزید کیا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ! یہ ایک میدان ہے جنت میں اور جنت کے بالائی حصہ یعنی سو جنتیں ہیں اوپر نیچے اور ہر جنت آسمان وزمین سے بڑی ہے، سب سے اوپر کا حصہ جو عرش کے نیچے ہے اس میں ایک میدان ہے جو بالکل سفید ہے، اس کی گھانس بھی سفید، درخت بھی سفید، غرض ہر چیز سفید اور شفاف ہے اور فرمایا کہ اتنا بڑا میدان ہے کہ ہزار ہا برس ہو گئے مجھے گھومتے ہوئے کہ اب تک پوری طرح اس میدانِ مزید کی آخری حد کو نہیں پا سکا ہوں۔ حضور

Marfat.com

ﷺ نے اس میدان کا عرض معلوم کیا تو حضرت جبریلؑ نے کہا کہ اس میدان میں (قیامت کے بعد جمعہ کے دن) دربارِ خداوندی منعقد ہوگا۔ اس میدانِ مزید میں (جمعہ کے روز) انبیاء علیہم السلام کے لیے منبر بچھائے جائیں گے، گول دائرے کی شکل میں نور کے منبر ہوں گے اور ہر نبی کے منبر کے پیچھے اس کی امت کی کرسیاں ہوں گی وہ پورا میدان بھر جائے گا۔ ان بیٹھنے والوں کی کرسیوں سے دنیا میں جتنا جس کو تعلق اپنے نبی اور دین سے تھا، اتنا ہی وہ قریب ہوگا منبرِ نبویؐ کے، اور وہ کرسیاں اس شان سے ہوں گی کہ ایک کے دیکھنے میں دوسرا حائل نہیں ہوگا۔

یہ جنت میں میدانِ مزید ہے اور ہر ہفتے (جمعہ) میں ایک بار اجتماع ہوگا۔

خطبہ شروع ہونے کے بعد تلاوتِ قرآن کریم بھی جائز نہیں، خطبہ شروع ہونے کے بعد درود شریف جیسی عبادت بھی جائز نہیں، خطبہ شروع ہونے کے بعد سب سے بڑا کام یہ ہے کہ اس وقت خطیب کو دیکھا جائے اور کان خطیب کی آواز کی طرف لگائے جائیں، جو زیادہ سے زیادہ خطیب کو دیکھنے کی عادت ڈالے گا میدانِ مزید میں زیادہ سے زیادہ اس کو حق تعالیٰ کا دیدار میسر ہوگا۔

(فضائل جمعۃ المبارک ص ۷)

نمازِ جمعہ کی حکمتیں

اللہ تعالیٰ کو نماز سے زیادہ کوئی عبادت پسند نہیں اور اسی واسطے کسی اور عبادت کی اس قدر سخت تاکید اور فضیلت شریعت میں وارد نہیں ہوئی اور اسی وجہ سے پروردگارِ عالم نے اس عبادت کو اپنے ان غیر متناہی انعامات کے ادائے شکر کے لیے جن کا سلسلہ ابتدائی پیدائش سے آخر وقت تک بلکہ موت کے بعد اور قبل پیدائش کے بھی منقطع نہیں ہوتا، ہر دن میں پانچ وقت مقرر فرمائے ہیں، اور جمعہ کے دن چونکہ تمام دنوں سے زیادہ نعمتیں فائض ہوئی ہیں، حتیٰ کہ حضرت آدم علیہ السلام جو انسانی نسل کے لیے اول ہیں، اسی دن پیدا کیے گئے۔ لہٰذا اس دن ایک خاص نماز کا حکم ہوا۔

جس قدر جماعت زیادہ ہوگئی اُسی قدر فوائد کا زیادہ ظہور ہوتا ہے اور یہ اس وقت ہی ممکن ہے کہ جب مختلف محلوں کے لوگ اس مقام کے اکثر باشندے ایک جگہ جمع ہو کر نماز پڑھیں اور ہر روز پانچوں وقت یہ کام تکلف کا باعث ہوتا، ان وجوہ سے شریعت نے ہفتے میں ایک دن ایسا مقرر فرمایا جس میں مختلف محلوں اور دوسرے علاقہ کے لوگ آپس میں جمع ہو کر اس عبادت کو ادا

Marfat.com

کریں اور چونکہ جمعے کا دن تمام دنوں میں افضل اور اشرف تھا لہٰذا یہ تخصیص اسی دن کے لیے کی گئی۔

حجۃ اللہ البالغہ میں شیخ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(۱) ایک مذہب میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں، جاہل بھی عالم بھی، لہٰذا یہ بڑی مصلحت کی بات ہے کہ سب لوگ جمع ہو کر ایک دوسرے کے سامنے اس عبادت کو ادا کریں کہ اگر کسی سے کچھ غلطی ہو جائے تو دوسرا اس کو بتا دے، تعلیم کر دے گویا اللہ کی عبادت ایک زیور ہوئی کہ تمام پرکھنے والے اُسے دیکھتے ہیں، جو خرابی اس میں ہوتی ہے بتلا دیتے ہیں اور جو عمدگی ہوتی ہے اُسے پسند کرتے ہیں، پس یہ ایک ذریعہ نماز تکمیل کا ہوگا۔

(۲) جو لوگ بے نمازی ہوں گے ان کا بھی حال کھل جائے گا اور اُن کے لیے وعظ و نصیحت کا موقع ملے گا۔

(۳) جماعت میں یہ بھی فائدہ ہے کہ تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کے حال پر اطلاع ہوتی رہے گی اور ایک دوسرے کے درد اور مصیبت میں شریک ہو سکیں گے جس سے دینی اخوت اور ایمانی محبت کا پورا اظہار و استحکام ہوگا، جو شریعت کا ایک بڑا مقصود ہے جس کی تاکید جا بجا قرآن عظیم اور احادیث صحیحہ میں بیان فرمائی گئی ہے۔

(۴) اس اُمت سے اللہ کا یہ مقصود ہے کہ اس کا کلمہ بلند ہو اور کلمۂ کفر پست ہو، اور زمین پر کوئی مذہب، اسلام کے مذہب پر غالب نہ رہے، اور یہ بات جب ہی ہو سکتی ہے کہ یہ طریقہ مقرر کیا جائے کہ تمام مسلمان عام و خاص اور چھوٹے و بڑے اپنی کسی بڑی مشہور عبادت کے لیے جمع ہوا کریں اور شان و شوکت اسلام کی ظاہر کریں، انھیں سب مصالح سے شریعت کی پوری توجہ جماعت کی طرف ہوئی اور اس کی ترغیب دی گئی اور اس کے چھوڑنے کی سخت ممانعت کی گئی۔

(۵) چند مسلمانوں کا مل کر اللہ کی عبادت کرنا اور اس سے دعاء مانگنا ایک عجیب خاصیت رکھتا ہے نزولِ رحمت اور قبولیت کے لیے۔ (علم الفقہ ص ۸۰ ج ۲)

(۶) روزانہ پانچوں وقت کی جماعت میں ایک محدود حلقہ یعنی ایک محلہ ہی کے مسلمان جمع ہو سکتے ہیں، اس لیے ہفتہ میں ایک دن ایسا رکھ دیا گیا ہے کہ جس میں پورے شہر اور مختلف محلوں کے مسلمان ایک خاص نماز کے لیے ایک بڑی مسجد میں جمع ہو جایا کریں، اور ایسے اجتماع کے لیے ظہر ہی کا وقت زیادہ موزوں ہو سکتا تھا، اس لیے وہ ہی وقت

رکھا گیا اور ظہر کی چار رکعت کے بجائے جمعہ کی نماز صرف دو رکعت رکھی گئی اور اس اجتماع کو تعلیمی و تربیتی لحاظ سے زیادہ مفید اور مؤثر بنانے کے لیے تخفیف شدہ دو رکعتوں کے بجائے خطبہ لازمی کر دیا گیا۔

اور اس کے لیے جمعہ ہی کا دن اس لیے مقرر کیا گیا کہ ہفتہ کے ساتھ دنوں میں سے وہی دن زیادہ عظمت و برکت والا ہے، جس طرح روزانہ آخر شب کی گھڑیوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت بندوں کی طرف زیادہ متوجہ ہوتی ہے اور جس طرح سال کی راتوں میں سے ایک رات (شبِ قدر) خاص الخاص درجہ میں برکتوں اور رحمتوں والی ہے اُسی طرح ہفتہ کے ساتھ دنوں میں سے جمعہ کا دن اللہ تعالیٰ کے الطاف وعنایات کا دن ہے اور اسی لیے اس میں بڑے بڑے، اہم واقعات اللہ کی طرف سے واقع ہوئے ہیں اور واقع ہونے والے ہیں۔ انہی خصوصیات کی وجہ سے اہم اور شاندار ہفتہ وار اجتماعی نماز کے لیے جمعہ کا دن مقرر کیا گیا۔

اور اس میں شرکت وحاضری کی سخت تاکید کی گئی، اور نماز سے پہلے غسل کرنے، اچھے صاف سُتھرے کپڑے پہننے اور اگر میسر ہو تو خوشبو بھی لگانے کی ترغیب بلکہ ایک درجہ میں تاکید کی گئی، تاکہ مسلمانوں کا یہ مقدس ہفتہ واری اجتماع توجہ الی اللہ اور ذکر ودعا کی باطنی وروحانی برکات کے علاوہ ظاہری حیثیت سے بھی پاکیزہ، خوش منظر، بارونق اور پُر بہار ہو اور مجمع کو فرشتوں کے پاک وصاف مجمع کے ساتھ زیادہ سے زیادہ مشابہت اور مناسبت ہو جائے۔

(معارف الحدیث جلد ۳ صفحہ ۳۷۶)

۷) جمعہ کے لفظ میں اجتماعیت کا مفہوم پایا جاتا ہے، نماز باجماعت کے لیے مسلمانوں کے جمع ہونے میں جو جو مصلحتیں اور فوائد ملحوظ ہیں اس سے کہیں زیادہ وسعت کے ساتھ وہ مقاصد جمعہ کی نماز میں ملحوظ ہیں۔ نمازِ پنجگانہ کی جماعت میں صرف ایک محلہ کے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ جمعہ میں پورے شہر اور قصبے کے تمام لوگ جمع ہوتے ہیں اور ہفتہ بھر کی اپنی روزمرہ زندگی کے لیے (خطبہ جمعہ سے) شرعی ہدایات لے کر جاتے ہیں۔

اللہ رب العزت کی طرف سے اس کائنات میں بہت سے بڑے بڑے کام جمعہ کے دن ظاہر ہوئے ہیں۔ اس لیے تکوینی اور تشریعی دونوں لحاظ سے یہ دن بہت قیمتی ہے اس لیے اس مبارک اجتماع کے لیے بھی اسی کا انتخاب بہت موزوں تھا۔ (الترغیب ص ۱۴۵ ج ۲)

۸) جماعت کے ذریعہ نماز اور توجہ الی اللہ کا ایک نورانی ماحول، ایک فریضہ کی ادائیگی

Marfat.com

پر ہر ایک کا دوسرے کے لیے گواہ ہونا، اس بہانے بستی اور محلہ کے افرادِ اُمت کا یک جا جمع ہونا اور ایک دوسرے سے ملنا، ایک حکمِ الٰہی پر تمام موجودین کا بیک وقت اور بیک آواز حرکت میں آنا اور ان جیسے بہت سے وہ فوائد ہیں جو جماعت کے علاوہ کسی اور طریقے سے حاصل نہیں ہو سکتے ہیں۔

(۹) نمازِ جمعہ کا مقصد یہ ہے کہ لوگ اپنے پروردگار کے آگے جھکنے کے لیے ایک ہی جگہ پر جمع ہوں، تا کہ ان کے درمیان اُلفت کا واسطہ مستحکم اور محبت کا رشتہ مضبوط ہو، اور ان کے دلوں میں مہربانی و مدارات کے جذبات جنم لیں اور بغض وحسد کے عوامل مُردہ ہو جائیں، اور سب لوگ ایک دوسرے کو مہربانی اور بھائی بندی کی نگاہ سے دیکھیں۔ جو لوگ قوت والے ہیں وہ کمزوروں کی اِمداد و اعانت کریں، جو صاحب مال ہیں وہ محتاجوں کے کام آئیں، جو بڑے ہیں وہ چھوٹوں پر شفقت کریں اور چھوٹے بڑوں کی عزت کریں۔ اور اُن سب کو احساس ہو کہ وہ ایک ہی خدا کے بندے ہیں۔ وہ خدا جو بے پروا تمام حمد وثنا (تعریفوں) کا مستحق ہے، اور زبردست، مختار اور عظمت بے حد کا مالک ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۶۱۵ ج ۱)

(۱۰) دنیا میں جمعہ لایا گیا تا کہ انسان تکمیلی طور پر جیسے اس کی چیزیں جمع ہوئی ہیں وہ اپنے ارادے سے جمعیت کی شان اپنے اندر پیدا کرے، یعنی جمع ہونا سیکھیں، لوگ قلوب کی یکسانی سیکھیں، قلوب کا میل میلاپ اور اتحاد سیکھیں، اختلاف سے بچیں، گروہ بندیوں سے بچیں اس کے لیے نمونہ بنا دیا گیا ہے جمعہ کو، شکل صورت مختلف، رنگ ونسل مختلف مگر سب آ کر جمع ہو جاتے ہیں جمعہ کے اندر، دیہات کے بھی، قصبوں کے بھی اور محلّوں کے لوگ بھی سب ایک جگہ ہزاروں اور بعض جگہ لاکھوں کی تعداد میں جمع ہوتے ہیں، باوجود اختلافِ مذاق ومزاج کے پھر ان میں وَحدَت پیدا ہو جاتی ہے، یہ جمعہ ہی کی برکت ہے، تو جب ہفتہ میں ایک دن جمع ہونا سیکھ لیا تو بقیہ ایام میں بھی ان کے لیے جمع ہونا آسان ہو جاتا ہے، ان میں محبت پیدا ہو جاتی ہے اجتماع کی۔

جمعہ کا دن اجتماعیت کی دعوت دیتا ہے کہ باہمی میل ملاپ اور محبت پیدا ہو باہمی یگانگت پیدا ہو، اتحادِ باہمی ہو، کاش مسجد سے باہر نکل کر بھی ہم بھائی بھائی بنیں، اسی طرح ہمارے قلوب میں یکسانی پیدا ہو جائے۔ (فضائل جمعۃ المبارک)

Marfat.com

(۱۱) تمام مسلمان پروردگار واحد کی عبادت کے لیے جمع ہوتے ہیں انھیں یہ بات فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ وہ باہم بھائی بھائی ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ جو بڑے ہیں وہ چھوٹوں پر رحم کریں، اور جو چھوٹے ہیں وہ اپنے بڑوں کی عزت کریں۔ جو امیر ہیں وہ غریبوں، مجبوروں کی حاجت روائی کریں، اور جو قوی ہیں وہ کمزوریوں کی اعانت کریں اور صحت منداشخاص مریضوں کی تیمارداری کریں، تاکہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات پر عمل ہو کہ:

''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، پس چاہئے کہ نہ اس پر ظلم کرے، نہ اسے نقصان پہنچائے۔''

''جو شخص ضرورت پڑنے پر اپنے بھائی کے کام آئے گا، اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پر اس کے کام آجائے گا۔''

''جس نے کسی مسلمان کی کوئی مشکل حل کردی، اللہ تعالیٰ قیامت کی مشکلات میں سے اس کی مشکل کو حل کردے گا۔''

''جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔''

(کتاب الفقہ ص ۲۷۹ ج ۱)

عرض کہ اگر نماز کی تمام خوبیوں کو بیان کیا جائے تو اس کے لیے ایک دفتر درکار ہوگا، لہٰذا اسی قدر پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دینِ حنیف پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین)

بڑی جماعت کا فائدہ

جماعت کے ذریعہ انسان میں اجتماعی شعور پیدا ہوتا ہے۔ ایک ہی صف میں عربی، عجمی، رومی، حبشی، امیر، مامور، غنی، مزدور، رئیس وغریب، آقا وغلام، شاہ وگدا سب کے سب کھڑے ہوتے ہیں، تو انسانی برادری اور عالمی اخوت کا تصور پیدا ہوتا ہے اور احترامِ آدمیت کا سبق ملتا ہے۔ ذات، پات، چھوت چھات، طبقاتی امتیاز، نسل ورنگ کی اونچ نیچ کے جراثیم سوسائٹی میں پیدا ہی نہیں ہونے پاتے اور جو ہوتے ہیں وہ ختم ہو جاتے ہیں، پھر یکساں طریقہ پر رکوع وسجدہ ودیگر افعالِ صلوٰۃ یعنی نماز کے دوسرے ارکان سے اس میں مزید اصلاح ہوتی ہے۔

Marfat.com

امام کی اقتداء کرنے سے انسان کے اندر اِطاعت امیر کا جذبہ پرورش پاتا ہے اور سبق ملتا ہے کہ پوری زندگی کسی امیر کی اطاعت میں بسر کرنی چاہیے۔

نفس کی سرکشی وانانیت میں کمی ہوتی ہے چونکہ صف میں ہر قسم کے آدمیوں کے ساتھ کھڑا ہونا پڑتا ہے، بعض لوگ ناپسندیدہ حالت میں یا لباس میں عمل کرتے بھی ہوتے ہیں، اس کو بھی برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح مزاج میں ضرورت سے زیادہ نفاست ونزاکت اور تانا شاہی کا مادہ ختم ہو جاتا ہے اور دوسرے کی ایذاؤں کو برداشت کرنے کا، نیز صبر کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، مزاج میں تواضع وانکساری پیدا ہوتی ہے۔

وقتِ مقررہ پر جماعت میں شریک ہونا ضروری ہوتا ہے، اس پابندی سے مزاج میں کسل اور سستی دور ہوتی ہے اور انسان کا نفس ڈسپلن، وقت کی پابندی اور چستی کا خوگر ہوتا ہے، دینی اور دنیوی امور باہمی تعاون واشتراک سے انجام دینے کی عادت اور مشق ہوتی ہے، سوسائٹی کے ہر طبقہ کے افراد کا ایک جگہ اجتماع ہوتا ہے عوام، صلحاء، علماء اولیاء، حکام سب ہی کی شرکت ہوتی ہے اور ایک دوسرے سے افادہ واستفادہ کا ایسا فیض جاری ہوتا ہے کہ سب ہی کو اس سے حصہ ملتا ہے اور فائدہ پہنچتا ہے۔ اسی موقع پر قرآنِ کریم کی آیات کے ذریعہ باری تعالیٰ کے ارشادات اور نصیحتیں ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے، ہمدردی، رحم وکرم، امر بالمعروف ونہی عن المنکر"، یعنی بھلائی کا حکم اور برائی سے روکنا وغیرہ کے بارے میں بار بار سننے کو ملتی ہیں۔ اس کے ذریعہ مزاج میں باہمی الفت ومحبت، تعاون وہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے اور بڑھتے رہتے ہیں۔ پھر ایسے اجتماع میں چونکہ بعض مقبول بندے بھی عموماً رہتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتیں ہوتی ہیں اور جن کی دعائیں بارگاہِ الٰہی میں جلد قبول ہوتی ہیں اس لیے ان کے طفیل میں دوسرے افراد بھی ان رحمتوں اور دعاؤں سے حصہ پا لیتے ہیں جیسا کہ دنیا میں کسی سے تعلق رکھنے والے کے ساتھ کوئی ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ہونے کی بناء پر اس کی بھی عزت وتکریم کی جاتی ہے۔

جماعت کے لیے ایک امام ضروری ہوتا ہے جس کے بارے میں ہدایت ہے کہ سب میں بہتر ہونا چاہیے اس لیے لوگ اپنے میں سے بہتر شخص کو چن کر امام بناتے ہیں۔ اس کے ذریعہ لوگوں میں صحیح آدمی کو منتخب کرنے کا نیز باہمی مشورہ سے معاملات طے کرنے کا سلیقہ اور جمہوریت کا ڈھنگ پیدا ہوتا ہے اور سبق ملتا ہے۔ (معارف مدنیہ ص ۴۵ ج ۲)

Marfat.com

جمعہ کا فیضِ عام

ہدایتوں کا سارا اجتماع جمعہ کے طفیل سے ہوا ہے، کیونکہ جمعہ ہی ذریعہ بنا ہے حضرت آدم علیہ السلام کو نیچے لانے کا، اور نیچے آئے تو اولاد پیدا ہوئی اور پیغمبریاں بھی ظاہر ہوئیں، نبوتیں بھی نمایاں ہوئیں، ولایتیں بھی نمایاں ہوئیں، علم وکمال نمایاں ہوئے پاکیزہ اخلاق بھی ظاہر ہوئے اور یہ سلسلہ چلا آرہا ہے، تو جمعہ کا دن جامع ہے ان تمام کمالات کا، سبب ہے ان کی جمعیت کا، تاکہ ہم اس سے فائدہ اٹھائیں۔

پس جمعہ ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ ایک جگہ جمع ہوں اور جمع ہونے کی صورت یہ ہے کہ منہ سب کا اللہ کی طرف ہو، استقبال کرو قبلہ کا، جب سب کا ایک رُخ ہوگا مجتمع ہو جاؤ گے، جب آمنے سامنے ہوں گے تب ٹکر پیدا ہوگی، جب سب کا رخ ایک طرف ہوگا ٹکراؤ کی کوئی وجہ نہیں۔

آپ میں سے جو حضرات حج کے لیے گئے ہیں وہ جانتے ہیں کہ طواف کرنے کی جگہ میں کئی لاکھ آدمی طواف کرتے ہیں۔

بیت اللہ شریف میں ایک مقام پر لاکھوں آدمی جمع ہوتے ہیں، مرد وعورت اور ہجوم کا کندھے سے کندھا ملتا ہے مگر لڑائی نہیں ہوتی، اس لیے کہ سب ایک ہی رخ میں گھومتے ہیں۔ اگر کچھ ادھر کو چلتے تو مڈبھیڑ ہو جاتی اور اچھا خاصا تصادم ہو جاتا، کیونکہ ایک رخ ہے اور لاکھوں افراد جمع ہیں اس لیے ان میں کوئی ٹکراؤ نہیں، تو جب آپ آئیں گے جامع مسجد میں تو سب کا رخ ایک ہی طرف ہوگا، یگانگت پیدا ہوگی، کوئی ٹکراؤ نہیں آپس میں۔ تو جب باہر جائیں گے تو کسی کا منہ دکان کی طرف، کسی کا دفتر وغیرہ کی طرف، کوئی دوسرے کے سامنے، اس میں تصادم، ٹکراؤ اور جھگڑے شروع ہوں گے۔ یہاں پر ظاہری طور پر، باطنی طور پر منہ اللہ کی طرف ہے لیکن منہ اگر خدا کی طرف نہ کیا جائے تو وہاں بھی وہی شکل پیدا ہو جائے گی، قلب اگر صحیح ہو جائے تو جمعہ کا دن بتلاتا ہے کہ جیسے تم ظاہر میں جمع ہو گئے ہو باطن میں بھی ہم نے تمہیں جمع کر دیا، اس لیے جب تم باہر جاؤ تو باطن کا رخ ایک طرف رکھو، اللہ سے لو لگائے رکھو تو تم میں تفریق پیدا نہیں ہوگی۔

بہر حال یومِ جمعہ امتحان بھی ہے کہ یہ امت کامیاب ہوئی، جمعہ یومِ جامعیت بھی ہے کہ جس نے تمام بکھری ہوئی چیزیں جمع کیں، جمعہ یومِ فضیلت بھی ہے جس میں انسانوں کو فضیلت ملی۔ جمعہ یومِ مزید بھی ہے کہ جس میں دربارِ خداوندی میں حاضری کی عادت پڑی اس

Marfat.com

لیے جمعہ کو انتہائی ذوق وشوق سے ادا کرنے کی ضرورت ہے، اور اذانِ جمعہ سے پہلے مسجد میں آ کر صفِ اولیٰ میں بیٹھنے کی ضرورت ہے تا کہ وہ فضائل وبرکات حاصل ہوں۔ (آمین)۔

(فضائل جمعۃ المبارک ص ۵۲)

جمعے کے آداب ومستحبات

(۱) ہر مسلمان کو چاہیے کہ جمعہ کا اہتمام جمعرات سے کرے، جمعرات کے دن عصر کے بعد استغفار وغیرہ زیادہ کرے اور اپنے پہننے کے کپڑے صاف کر کے رکھے اور خوشبو گھر میں رکھے نہ ہو تو اگر ممکن ہو تو اُسی دن لا کر رکھے تا کہ جمعہ کے دن پھر ان کاموں میں مشغول ہونا نہ پڑے، بزرگانِ سلف نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ جمعہ کا فائدہ اس شخص کو ملے گا جو اس کا منتظر رہتا ہو اور اس کا اہتمام جمعرات سے کرتا ہو، اور سب سے زیادہ بدنصیب وہ ہے جس کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ جمعہ کب ہے، یہاں تک کہ صبح کو لوگوں سے معلوم کرے کہ آج کون سا دن ہے؟ اور بعض بزرگ شبِ جمعہ کو زیادہ اہتمام کی غرض سے جامع مسجد ہی میں جا کر رہا کرتے تھے۔

(۲) دوسرا ادب یہ ہے کہ اگر مسجد میں جلدی جانا چاہتا ہے تو صبح ہی غسل کر لے، ورنہ تاخیر بہت بہتر ہے۔ اور آپ ﷺ نے جمعہ کے دن غسل کا حکم بڑی تاکید سے فرمایا ہے یہاں تک کہ کچھ علماء اس غسل کو فرض سمجھتے ہیں اور مدینہ طیبہ کے لوگ اگر کسی سے سخت کلامی کرنا چاہتے تو کہتے، تو اُس شخص سے بھی بدتر ہے جو جمعہ کو غسل نہ کرے۔ اگر کوئی شخص جمعہ کے دن ناپاک ہو۔ اور غسل کرے تو بہتر یہ ہے کہ جمعہ کے غسل کی نیت سے بھی مزید پانی اپنے اوپر ڈالے۔ اور اگر ایک غسل میں دونوں نیتیں یعنی پاکی حاصل کرنے اور ادائے سنت کرے تو بھی کافی ہے اور غسلِ جمعہ کی بھی فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

(۳) تیسرا ادب یہ ہے کہ آراستہ وپاکیزہ اور اچھی نیت کر کے مسجد میں آئے اور پاکیزگی کے یہ معنی ہیں کہ بال بنوائے، ناخن کٹوائے، مونچھوں کے بال کتروائے، اور آراستہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ سفید کپڑے پہنے، کیونکہ حق تعالیٰ سب کپڑوں سے زیادہ سفید کپڑوں کو پسند کرتا ہے۔ اور تعظیم اور عظمت کی نیت سے خوشبو ملے، تا کہ اس کے کپڑوں سے بدبو نہ آئے، اور کوئی اس سے رنجیدہ نہ ہو، اور غیبت نہ کرے۔

Marfat.com

④ چوتھا ادب یہ ہے کہ صبح ہی جامع مسجد میں پہنچے، اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ پہلے زمانہ میں لوگ چراغ لے کر مسجد میں جاتے تھے اور راستہ میں اتنی بھیڑ ہوتی تھی کہ مشکل سے گزر ہوتا تھا۔

⑤ ادب یہ ہے کہ اگر دیر سے جامع مسجد میں آئے تو لوگوں کی گردنوں پر پاؤں نہ رکھے، یعنی انھیں پھاندے نہیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص ایسا کرے گا تو قیامت کے دن اس کو پُل بنایا جائے گا اور لوگ اس پر سے گزریں گے۔

⑥ ادب یہ ہے کہ جو شخص نماز پڑھتا ہو، اس کے سامنے سے نہ گزرے۔ کیونکہ نمازی کے سامنے سے گزرنا ممنوع ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ نمازی کے سامنے سے گزرنے سے یہ بہتر ہے کہ آدمی خاک ہوکر برباد ہو جائے۔

⑦ ادب یہ ہے کہ پہلی صف میں جگہ ڈھونڈھے، اگر نہ پائے تو جتنا امام کے نزدیک ہوگا بہتر ہے کہ اس میں بڑی فضیلت ہے۔

⑧ ادب یہ ہے کہ جب خطبہ پڑھنے کے لیے خطیب بیٹھ جائے تو پھر کوئی نہ بولے، مؤذن کا جواب دینے اور خطبہ سننے میں مشغول ہو جائے، اگر کوئی شخص بات کرے تو اشارہ سے اُسے چپ کر دینا چاہئے زبان سے نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی خطبہ کے وقت دوسرے سے کہے کہ چپ رہ یا خطبہ سُن، اُس نے بے ہودہ کام کیا، اور جس نے اس وقت بے ہودہ بات کہی۔ اُسے جمعہ کا ثواب نہ ملے گا، اور اگر خطیب سے دور ہو، اور خطبہ سنائی نہ دے تو چپ رہنا چاہئے، جہاں لوگ باتیں کرتے ہوں، وہاں نہ بیٹھے۔

⑨ ادب یہ ہے کہ جب نمازِ جمعہ سے فارغ ہو، الحمد، قل ھو اللہ، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس، سات سات مرتبہ پڑھے، کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ان سورتوں کا پڑھنا اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک شیطان سے پناہ دے گا۔

⑩ ادب یہ ہے کہ عصر کی نماز تک مسجد میں رہے اور اگر مغرب کی نماز تک مسجد میں رہے تو بہت بہتر ہے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ اس بات میں ایک حج اور عمرہ کا ثواب ہے، اور اگر مسجد میں نہ رہ سکے اور گھر جائے تو چاہئے کہ خدا کی یاد سے غافل نہ رہے تاکہ وہ ایک بزرگ ساعت جو جمعہ کے دن ہوتی ہے اُسے غفلت میں نہ پائے اور اس کی

Marfat.com

فضیلت سے محروم نہ رہے۔ (کیمیائے سعادت از امام غزالیؒ ص ۱۶۲)

(۱۱) ادب یہ ہے کہ جمعہ کی نماز کے لیے پیدل جانے میں ہر قدم پر ایک سال کے روزہ رکھنے کا ثواب ملتا ہے۔ (ترمذی شریف)

(۱۲) ادب یہ ہے کہ: جمعہ کے دن مستحب یہ ہے کہ فجر کی نماز میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ آلم سجدہ اور ھل اَتٰی علی الانسان پڑھتے تھے۔ لہٰذا ان سورتوں کو جمعہ کے دن فجر کی نماز میں مستحب سمجھ کر کبھی کبھی پڑھا کرے اور کبھی کبھی چھوڑ بھی دیا کرے تاکہ عوام کو وجوب کا خیال نہ ہو۔

(۱۳) ادب یہ ہے کہ جمعہ کی نماز میں رسول اللہ ﷺ سورۂ جمعہ اور سورہ منافقون یا سبح اسم ربك الاعلٰی اور ھل اتاك حدیث الغاشیة پڑھتے تھے۔ یعنی کبھی آپؐ اوپر کی دونوں سورتیں اور کبھی یہ دونوں سورتیں پڑھتے تھے۔

(۱۴) ادب یہ ہے کہ جمعہ کے دن خواہ نماز سے پہلے یا بعد میں سورۂ کہف پڑھنے میں بہت بڑا ثواب ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جمعے کے دن جو کوئی سورۂ کہف پڑھے اس کے لیے عرش کے نیچے سے آسمان کے برابر ایک بلند نور ظاہر ہوگا، قیامت کے اندھیرے میں اس کے کام آئے گا اور اس جمعے سے پہلے تک جتنے گناہ اس سے ہوئے تھے وہ سب معاف ہو جائیں۔ (شرح سفر السعادت)

علماء نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں گناہِ صغیرہ (چھوٹے) مراد ہیں، اس لیے کہ گناہ کبیرہ (بڑے) بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔ واللہ اعلم وھو ارحم الراحمین۔

(۱۵) ادب یہ ہے کہ جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے میں بھی اور دنوں سے زیادہ ثواب ملتا ہے اسی لیے احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جمعہ کے دن درود شریف کی کثرت کرو۔

(بہشتی زیور ص ۷۷ ج ۱۱)

(۱۶) ادب یہ ہے کہ جمعہ کے روز دن اور رات کے اوقات میں سورۂ کہف کا پڑھنا مستحب ہے۔ لہٰذا جسے زبانی یاد ہو یا قرآن شریف سے دیکھ کر پڑھ سکے، اُس کے لیے اس کا پڑھنا سنت ہے۔

لیکن مسجد میں پڑھنے سے اگر گڑبڑ پیدا ہونے یا اونچی آواز سے قرآن پڑھنے اور ایسا کلام کرنے سے جس کی ممانعت آئی ہے، مسجد کے احترام میں فرق آنے کا اندیشہ ہو تو بالاتفاق

Marfat.com

جائز نہیں ہے (یعنی یا تو آہستہ پڑھے یا پھر گھر میں پڑھے)۔

(۱۷) ادب یہ ہے کہ جمعہ کے دن کثرت سے درود شریف پڑھنا اور کثرت سے دعائیں مانگنا مستحب ہے، کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ "جمعہ کے دن ایک وقت ایسا آتا ہے کہ کوئی مسلمان بندہ اللہ تعالیٰ سے جو دعا کرے وہ قبول ہو کر رہتی ہے۔" یہ فرماتے ہوئے آپؐ نے اپنے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا وہ بہت تھوڑا سا وقت ہوتا ہے۔

(۱۸) ادب یہ ہے کہ جمعہ کے مقام (جامع مسجد) پر جلدی پہنچنے کی کوشش کرنا بھی مستحب ہے۔ اور یہ حکم امام (وخطیب) کے لیے نہیں ہے۔ امام کا وقت سے پہلے پہنچنا مستحب نہیں ہے۔ جلدی کا کوئی مقررہ وقت نہیں ہے۔ اور چاہئے کہ اذان سے پہلے پہنچ جائیں اور یہ کہ کم وبیش (کم از کم) دو گھڑی پہلے ہی اطمینان کے ساتھ چلیں (یعنی جو فضائل آتے ہیں ان کو حاصل کرلیں)۔

(۱۹) ادب یہ ہے کہ اپنے آپ کو بہترین لباس سے ملبوس کرے یعنی اچھا لباس کپڑے پہنے، اور بہترین لباس وہ ہے جس کا رنگ سفید ہو، (مستحب ہے)۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ص ۶۴۴ ج ۱)

جمعہ کے لیے اوّل وقت جانے کی فضیلت

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِذا کان یوم الجمعۃ وقفت الملائکۃ علی باب المسجد یکتبون الاول فالاول ومثل المھجد کمثل الذی یھدی بدنۃً ثم کالذی بقرۃ ثم کبشاً ثم دجاجۃً ثم بیضۃ فاذاخرج الامام طودا صحفھم ویستمعون الذکر۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں، اور شروع میں آنے والوں کے نام یکے بعد دیگرے لکھتے ہیں، اور اول وقت دوپہر میں آنے والے کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو اللہ کی راہ میں اونٹ کی قربانی پیش کرتا ہے۔ پھر اس کے بعد دوسرے نمبر پر آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو گائے کی قربانی پیش کرتا ہے پھر اس کے بعد آنے والے کی مثال مینڈھا پیش کرنے والے کی سی، پھر اس کے بعد مرغی پیش کرنے والے کی، پھر اس کے بعد انڈا

Marfat.com

پیش کرنے والے کی، پھر جب امام خطبہ کے لیے منبر کی طرف جاتا ہے تو یہ فرشتے اپنے کاغذات (رجسٹر) بند کر لیتے ہیں اور خطبہ سننے میں شریک ہو جاتے ہیں۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم شریف)

تشریح حدیث کا اصل مقصود و مدعا جمعہ کے لیے اول وقت جانے کی ترغیب ہے، اور آگے پیچھے آنے والوں کے ثواب اور درجات کے فرق کو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف درجہ کی قربانیوں کی مثال دے کر واضح کیا ہے۔ (معارف الحدیث صفحہ ۳۸۹ جلد ۳)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ مضمون اپنے شاگردوں کے سامنے بیان فرمایا تو ان کے ایک شاگرد نے پوچھا کہ "امام کے خطبہ کے لیے نکل آنے کے بعد پہنچنے والوں کا جمعہ نہیں ہوتا؟"

فرمایا کہ "جمعہ تو ہو جائے گا لیکن یہ شخص رجسٹر میں درج ہونے والوں میں نہ آسکے گا۔"

ابن ماجہ کی حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے (ملاقات کے وقت) لوگ اسی ترتیب سے بیٹھائے جائیں گے جس ترتیب سے وہ جمعہ کی نماز میں آتے ہوں گے، سب سے قریب پہلا پھر دوسرا پھر تیسرا اور چوتھا بھی اللہ تعالیٰ سے دور نہیں ہے، یعنی بالترتیب بیٹھائے جائیں گے۔ (الترغیب والترہیب ص ۱۵۷ ج ۲۔ بحوالہ ابن ماجہ والطبرانی)

اگر دنیاوی کاروباری تاجر کو یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں مہینے میں قریبی جگہ میں ایک میلہ نمائش ہونے والی ہے جس میں اتنی آمدنی ہوگی کہ ایک روپے کے دس روپے بن جائیں گے بہت نفع ہوگا۔ تو بتاؤ کون بے وقوف ہے جو اس بہترین موقع کو چھوڑ دے گا؟ اگر بتانے والے نے تاریخ نہ بھی بتائی ہوگی تو کسی نہ کسی طرح وہ تاریخ کا پتہ لگائے گا اور اگر شبہ رہ جائے گا تو احتیاطاً وقت سے پہلے پہنچنے کی کوشش کرے گا۔

اسی طرح دنیاوی پروگراموں کے اندر ہر شریک ہونے والا یہ کوشش کرتا ہے کہ سب سے پہلے جلد سے جلد پہنچے اور سب سے آگے بیٹھے۔

اس لیے ہر مسلمان کو یہ شوق ہونا چاہیے کہ اپنے ہفتہ بھر کے کام دھندوں میں وہ عبادت اور توجہ الی اللہ کے لیے جتنا وقت نکالتا رہتا ہے جمعہ کے دن اس سے کچھ زیادہ ہی وقت نکالنے کی کوشش کر کے جلد سے اول وقت میں جمعہ کے لیے جامع مسجد میں پہنچ جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جب نمازیوں کی فہرست پیش ہو تو اس کا نام شروع ہی میں آجائے اور جب

Marfat.com

جائز نہیں ہے (یعنی یا تو آہستہ پڑھے یا پھر گھر میں پڑھے)۔

(۱۷) ادب یہ ہے کہ جمعہ کے دن کثرت سے درود شریف پڑھنا اور کثرت سے دعائیں مانگنا مستحب ہے، کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ ''جمعہ کے دن ایک وقت ایسا آتا ہے کہ کوئی مسلمان بندہ اللہ تعالیٰ سے جو دعا کرے وہ قبول ہو کر رہتی ہے۔'' یہ فرماتے ہوئے آپؐ نے اپنے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا وہ بہت تھوڑا سا وقت ہوتا ہے۔

(۱۸) ادب یہ ہے کہ جمعہ کے مقام (جامع مسجد) پر جلدی پہنچنے کی کوشش کرنا بھی مستحب ہے۔ اور یہ حکم امام (وخطیب) کے لیے نہیں ہے۔ امام کا وقت سے پہلے پہنچنا مستحب نہیں ہے۔ جلدی کا کوئی مقررہ وقت نہیں ہے۔ اور چاہیے کہ اذان سے پہلے پہنچ جائیں اور یہ کہ کم وبیش (کم ازکم) دو گھڑی پہلے ہی اطمینان کے ساتھ چلیں (یعنی جو فضائل آتے ہیں ان کو حاصل کرلیں)۔

(۱۹) ادب یہ ہے کہ اپنے آپ کو بہترین لباس سے ملبوس کرے یعنی اچھا لباس کپڑے پہنے، اور بہترین لباس وہ ہے جس کا رنگ سفید ہو، (مستحب ہے)۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ص ۶۴۴ ج ۱)

جمعہ کے لیے اوّل وقت جانے کی فضیلت

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم اذا كان يوم الجمعة وقفت الملائكة علٰى باب المسجد يكتبون الاول فالاول ومثل المهجد كمثل الذی يهدی بدنةً ثم كاالذی بقرة ثم كبشاً ثم دجاجةً ثم بيضة فاذاخرج الامام طودا صحفهم ويستمعون الذكر۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں، اور شروع میں آنے والوں کے نام یکے بعد دیگرے لکھتے ہیں، اور اول وقت دوپہر میں آنے والے کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو اللہ کی راہ میں اونٹ کی قربانی پیش کرتا ہے۔ پھر اس کے بعد دوسرے نمبر پر آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو گائے کی قربانی پیش کرتا ہے پھر اس کے بعد آنے والے کی مثال مینڈھا پیش کرنے والے کی سی، پھر اس کے بعد مرغی پیش کرنے والے کی، پھر اس کے بعد انڈا

Marfat.com

پیش کرنے والے کی، پھر جب امام خطبہ کے لیے منبر کی طرف جاتا ہے تو یہ فرشتے اپنے کاغذات (رجسٹر) بند کر لیتے ہیں اور خطبہ سننے میں شریک ہو جاتے ہیں۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم شریف)

تشریح حدیث کا اصل مقصود و مدّعا جمعہ کے لیے اول وقت جانے کی ترغیب ہے، اور آگے پیچھے آنے والوں کے ثواب اور درجات کے فرق کو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف درجہ کی قربانیوں کی مثال دے کر واضح کیا ہے۔ (معارف الحدیث صفحہ ۳۸۹ جلد ۳)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ مضمون اپنے شاگردوں کے سامنے بیان فرمایا تو ان کے ایک شاگرد نے پوچھا کہ ''امام کے خطبہ کے لیے نکل آنے کے بعد پہنچنے والوں کا جمعہ نہیں ہوتا؟''

فرمایا کہ ''جمعہ تو ہو جائے گا لیکن یہ شخص رجسٹر میں درج ہونے والوں میں نہ آسکے گا۔''

ابن ماجہ کی حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے (ملاقات کے وقت) لوگ اسی ترتیب سے بیٹھائے جائیں گے جس ترتیب سے وہ جمعہ کی نماز میں آتے ہوں گے، سب سے قریب پہلا پھر دوسرا پھر تیسرا اور چوتھا بھی اللہ تعالیٰ سے دور نہیں ہے، یعنی بالترتیب بیٹھائے جائیں گے۔ (الترغیب والترہیب ص ۱۵۷ ج ۲۔ بحوالہ ابن ماجہ والطبرانی)

اگر دنیاوی کاروباری تاجر کو یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں مہینے میں قریبی جگہ میں ایک میلہ نمائش ہونے والی ہے جس میں اتنی آمدنی ہوگی کہ ایک روپے کے دس روپے بن جائیں گے بہت نفع ہوگا۔ تو بتاؤ کون بے وقوف ہے جو اس بہترین موقع کو چھوڑ دے گا؟ اگر بتانے والے نے تاریخ نہ بھی بتائی ہوگی تو کسی نہ کسی طرح وہ تاریخ کا پتہ لگائے گا اور اگر شبہ رہ جائے گا تو احتیاطاً وقت سے پہلے پہنچنے کی کوشش کرے گا۔

اسی طرح دنیاوی پروگراموں کے اندر ہر شریک ہونے والا یہ کوشش کرتا ہے کہ سب سے پہلے جلد سے جلد پہنچے اور سب سے آگے بیٹھے۔

اس لیے ہر مسلمان کو یہ شوق ہونا چاہیے کہ اپنے ہفتہ بھر کے کام دھندوں میں وہ عبادت اور توجہ الی اللہ کے لیے جتنا وقت نکالتا رہتا ہے جمعہ کے دن اس سے کچھ زیادہ ہی وقت نکالنے کی کوشش کر کے جلد سے اول وقت میں جمعہ کے لیے جامع مسجد میں پہنچ جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جب نمازیوں کی فہرست پیش ہو تو اس کا نام شروع ہی میں آجائے اور جب

Marfat.com

قیامت کے دن جنت میں پہنچنے کے بعد جمعہ کے روز اللہ تعالیٰ کے دیدار کے لیے لوگوں کو اسی ترتیب سے بٹھایا جائے گا جس ترتیب سے وہ جمعہ کی نماز میں آ کر بیٹھتے ہوں گے، تاکہ ہم بھی اس ترتیب میں شامل ہوسکیں۔

جمعہ کے دن کی قدر و قیمت سے ناواقفیت کی وجہ سے ہم لوگ اسے بھی عام دنوں کی طرح گزار دیتے ہیں اور جو لوگ اس کی اہمیت سے واقف ہیں وہ خوب قدر کرتے ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ "یہود کو تمہارے اوپر جتنا حسد تمہیں جمعہ کا دن ملنے پر ہے اتنا کسی اور چیز پر نہیں۔ (الترغیب صفحہ ۳۲۸ جلد ا بحوالہ مسند احمد) (محمد رفعت قاسمی)

اگلے زمانے میں صبح کیوقت اور فجر کے بعد راستے اور گلیاں بھری ہوئی نظر آتی تھیں تو تمام لوگ سویرے سے جامع مسجد جاتے تھے اور سخت اژدہام (بھیڑ) ہوتا تھا، جیسے عیدین کے دنوں میں، پھر جب یہ طریقہ چھوڑ دیا گیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ پہلی بدعت ہے جو اسلام میں پیدا ہوئی۔ یہ لکھ کر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"کیوں شرم نہیں آتی مسلمانوں کو، یہود اور نصاریٰ سے کہ وہ لوگ اپنی عبادت کے دن، یعنی یہود سنیچر کو اور نصاریٰ اتوار کو اپنے عبادت خانوں اور گرجا گھروں میں کیسے سویرے جاتے ہیں اور دنیا کے طلب کرنے والے کتنے سویرے بازاروں میں خرید و فروخت کے لیے پہنچ جاتے ہیں، پس دین کے طلب کرنے والے پیش قدمی کیوں نہیں کرتے۔

درحقیقت مسلمانوں نے اس زمانہ میں اس مبارک دن کی قدر بالکل گھٹادی، ان کو یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ آج کون سا دن ہے اور اس کا کیا مرتبہ ہے۔ افسوس وہ دن جو کسی زمانہ میں مسلمانوں کے نزدیک عید سے بھی زیادہ تھی اور جس دن پر نبی کریم ﷺ کو فخر تھا اور جو دن پہلی اُمتوں کو نصیب نہ ہوا تھا، آج مسلمان کے ہاتھ سے اس کی ذلت اور ناقدری ہو رہی ہے، خدا تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو اس طرح ضائع کرنا سخت ناشکری ہے، جس کے وبال کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (علم الفقہ ص ۱۴۱ ج ۲)

جمعہ کے دن رحمت وقبولیت کی ایک خاص گھڑی

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان فی الجمعة لساعة

Marfat.com

لا یوافقها عبد مسلم یسأل الله فیها خیراً الا اعطاه ایاه۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہوتی ہے کہ اگر کسی مسلمان بندے کو حسنِ اتفاق سے اس گھڑی میں خیر اور بھلائی کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی توفیق مل جائے تو اللہ تعالیٰ اُس کو عطا ہی فرما دیتا ہے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح مطلب یہ ہے کہ جس طرح پورے سال میں رحمت وقبولیت کی ایک خاص رات (شبِ قدر) رکھی گئی ہے جس میں کسی بندے کو اگر توبہ استغفار اور دعا نصیب ہو جائے تو اس کی بڑی خوش نصیبی ہے اور اللہ تعالیٰ سے خاص قبولیت کی توقع ہے۔ اسی طرح ہر ہفتہ میں بھی جمعہ کے دن رحمت وقبولیت کی ایک خاص گھڑی ہوتی ہے اگر اُس میں بندے کو اللہ تعالیٰ سے دعاء کرنا اور مانگنا نصیب ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے کرم سے قبولیت کی اُمید ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے حضرت عبداللہ بن سلام اور کعب احبار رضی اللہ عنہم دونوں سے نقل کیا ہے کہ جمعہ کے دن کی اس ساعت (گھڑی) کی قبولیت کا ذکر تورات میں بھی ہے۔ جمعہ کے دن کی اس ساعتِ قبولیت کے وقت کی تعیین وتخصیص میں شارحینؒ حدیث نے بہت سے اقوال نقل کیے ہیں، ان میں سے دو ایسے ہیں جن کا ذکر صراحتًا یا اشارۃً بعض احادیث میں بھی ذکر ہے، صرف وہی یہاں نقل کیے جاتے ہیں:۔

① ایک قول یہ ہے کہ جس وقت امام خطبہ کے لیے منبر پر جائے، اس وقت سے لے کر نماز کے ختم ہونے تک جو وقت ہوتا ہے، بس یہی قبولیت کی گھڑی ہے۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ خطبہ اور نماز کا وقت ہی قبولیتِ دعاء کا خاص وقت ہے۔

② دوسرا قول یہ ہے کہ وہ گھڑی قبولیت کی عصر کے بعد سے لے کر غروبِ آفتاب تک کا وقفہ ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں دونوں قول ذکر فرما کر اپنا خیال یہ ظاہر فرمایا ہے کہ:۔

''ان دونوں باتوں کا مقصد بھی حتمی تعیین نہیں ہے، بلکہ منشاء صرف یہ ہے کہ خطبہ اور نماز کا وقت چونکہ بندگانِ خدا کی توبہ الی اللہ اور عبادت ودعاء کا خاص وقت ہے اس لیے اس کی اُمید کی جاسکتی ہے کہ وہ قبولیت کی گھڑی اسی وقت میں ہو۔

Marfat.com

اوراسی طرح چونکہ عصر کے بعد غروبِ آفتاب تک کا وقت نزولِ قضا کا وقت ہے اور وہ پورے دن کا نچوڑ ہے اس لیے اس وقت بھی توقع کی جاسکتی ہے کہ وقتِ قبولیت غالباً اس مبارک وقفہ میں ہو۔"

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ:

"جمعہ کے دن کی اس خاص قبولیت کی گھڑی کو اُسی طرح اور اسی مصلحت سے مبہم و پوشیدہ رکھا گیا ہے جس طرح اور جس مصلحت سے شب قدر کو مبہم رکھا گیا ہے، پھر جس طرح رمضان المبارک کے عشرۂ اخیرہ کی طاق راتوں کو اور خاص کر ستائیسویں شب کی طرف شب قدر کے بارے میں کچھ اشارات بعض حدیثوں میں کیے گئے ہیں۔ اسی طرح جمعہ کے دن کی اس قبولیت کی گھڑی کو نماز اور خطبہ کے وقت اور عصر سے مغرب تک کے وقفہ کے لیے بھی احادیث میں اشارات کیے گئے ہیں، تاکہ اللہ کے بندے کم از کم ان دو وقتوں میں توجہ الی اللہ اور دعاء کا خصوصیت سے اہتمام کریں۔"

(معارف الحدیث صفحہ ۳۸۲ جلد ۳)

حضرت فاطمہؓ کا طریقہ

ابونصرؒ نے اپنے والد سے، انھوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ جو مؤمن اس میں اللہ سے نیکی طلب کرے، اُسے عطا کی جاتی ہے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ کون سی گھڑی ہے؟ آپؐ نے فرمایا جب سورج کا آدھا حصہ غروب ہونے کو ہوتا ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دستور تھا کہ جمعہ کے دن اپنے غلام زیدؓ سے فرمایا کرتیں کہ تم کسی بلند پہاڑ کے ٹیلے پر چڑھو، جب سورج غورب ہونے کے قریب ہو تو مجھے اطلاع دو۔ چنانچہ زیدؓ اس پر عمل کیا کرتے تھے۔ وہ سورج غروب ہونے کے وقت اطلاع دیتے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اُسی وقت مسجد میں جاکر نماز ادا کرتیں۔ (غنیۃ الطالبین ص ۴۶۳)

جمعہ کے دن ایک قلیل ساعت ایسی ہوتی ہے کہ اس میں ہر دعاءِ خیر قبول ہوتی ہے، اس بارے میں پچاس کے قریب اقوال ہیں، بعض کے نزدیک صرف حضور ﷺ کے زمانہ میں یہ ساعت تھی، بعض کے نزدیک اب بھی باقی ہے اور بعض کے نزدیک سال میں ایک جمعہ میں ہوتی ہے، بعض کے نزدیک ہر جمعہ میں، بعض کے نزدیک تمام جمعہ میں دائر سائر ہے۔ بعض کے

Marfat.com

نزدیک بعدِ فجر یا بعدِ زوال یا بعدِ عصر یا خطبہ کے وقت ہوتی ہے۔ ان میں سے دو قول راجح اور قوی ہیں۔ ایک یہ کہ عصر کے بعد سے غروب تک۔ دوسرے امام کے خطبہ کے وقت سے لیکر نماز کے ختم تک۔ (معارف مدنیہ ص ۸۵ ج ۳)

تورات سے ثبوت

جمعہ کے دن ایک مقبول ساعت ایسی ہے کہ اس میں جو دعاء مانگی جائے تو وہ قبول ہوتی ہے، (اس کا ذکر تورات میں بھی ہے)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں کوہِ طور پر گیا، وہاں کعب احبار ملے (جو تورات کے بڑے عالم تھے) تو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی تو انہوں نے تورات کی عبارت (آیت پڑھ کر سنائی، تو میں نے حدیث شریف اور آیتِ تورات میں کوئی اختلاف نہ پایا، تورات کی عبارت کا مطلب یہ تھا کہ جمعہ کے دن میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اس میں کوئی مؤمن نماز پڑھ کر دعاء مانگے تو ہر نیک دعاء ضرور قبول ہوتی ہے۔

کعبؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھا کیا یہ ساعت ہر سال میں ہے، آپؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا ہر جمعہ میں ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ایسا ہی فرمایا ہے، یہ سن کر کعبؓ نے تھوڑی دیر کے لیے سر جھکائے رکھا، فکر اور تأمل کے بعد سر اٹھا کر کہا، آپؐ نے سچ فرمایا۔ آنحضرت ﷺ نے سچ فرمایا، جمعہ سب دنوں کا سردار ہے اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس دن حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اُتارا، اور اس دن قیامت برپا ہوگی، ساری مخلوق اسی کے انتظار میں رہتی ہے، کوئی شے اس دن سے غافل نہیں، مگر دو گروہ غافل رہتے ہیں، ایک جنات، دوسرے انسان۔ (غنیۃ الطالبین ص ۴۶۲)

جمعہ کے دن وہ مقبول گھڑی (ساعت) ہوتی ہے، اس وقت جو دعاء کرے گا قبول ہوگی۔ یہ ساعت کس وقت ہوتی ہے اس کا یقینی علم تو (خدا کے علاوہ) کسی کو نہیں۔ اہل علم نے مختلف قرائن سے کچھ اوقات سمجھے ہیں، ان میں سے جن کی تائید احادیثِ نبویہ سے ہوتی ہے وہ یہ دو ہیں۔

ایک وہ ساعت امام کے منبر پر پہنچنے کے بعد سے نماز کے ختم ہونے تک کے درمیان ہے۔

دوسرے وہ ساعت عصر کے بعد دن کی آخری گھڑیوں میں ہے۔

(مسلم شریف، ابوداؤد، والنسائی والحاکم)

Marfat.com

اگر زوال کے بعد سے نماز کے ختم ہونے تک اور عصر کی نماز کے بعد سے غروبِ آفتاب تک کا وقت اہتمام سے دعاء اور استغفار وغیرہ میں لگا دیا جائے تو اور بھی بہت سے اقوال کی رعایت ہو جاتی ہے۔

اور ہم نے اپنے اکابر اور مشائخ سلوک کو عصر سے مغرب تک کا خصوصیت سے اہتمام کرتے دیکھا ہے اور اکثر روایاتِ سے اس کی تائید ہوتی ہے محدثین اور ائمہ اسلام میں سے بھی اکثر کا رجحان اسی طرف ہے۔

اتنے سے وقت کا اپنے مشاغل سے فارغ کر کے خدا سے لو لگانے میں خرچ کر دینا کچھ بڑی بات نہیں ہے، ہم اپنی مشکلات کے لیے جہاں اور ہزاروں تدبیریں کرتے ہیں، یہ بھی دنیا اور آخرت کی کامیابیاں حاصل کرنے کا ایک بہترین راستہ ہے کہ خدائے کارساز سے ایسے مبارک وقت میں اپنی حاجتوں کے لیے دعاء مانگی جائے۔ (الترغیب ص ۱۴۹ ج ۲)

اسلام میں پہلا جمعہ

۲۳/۶۲۲ء کو رسول اللہ ﷺ مقام قباء میں پہنچے، اہلِ یثرب نے جب سے سنا تھا کہ آپؐ نے مکہ چھوڑ دیا ہے وہ صبح سے شام تک سرِ راہ انتظار میں بیٹھے رہتے تھے۔ آپ کے پہنچنے پر انہوں نے خیر مقدم کیا اور اکثر مسلمان ایسے تھے جنہوں نے ابھی تک آپ کو دیکھا نہیں تھا تو ان کو اللہ کے نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے دوست ابوبکر صدیقؓ کی شناخت میں اشتباہ ہو جاتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ ضرورت کو تاڑ گئے اور آپؐ کے سرِ مبارک پر سایہ کھڑے ہو گئے۔ اللہ کے رسولؐ پنجشنبہ تک یہاں ٹھہرنے اور اس سہ روزہ قیام میں سب سے پہلا کام یہاں یہ کیا کہ اللہ کے لیے ایک مسجد کی بنیاد رکھی ۱۲/ ربیع الاول ۱ ہجری کو جمعہ کا دن تھا، آپؐ قباء سے سوار ہو کر بنی سالم کے گھروں تک پہنچے تھے کہ جمعہ کا وقت ہو گیا، یہاں آپؐ نے سو آدمیوں کے ساتھ جمعہ پڑھا، یہ اسلام میں پہلا جمعہ تھا۔ (رحمۃ للعالمین ص ۹۱ جلد اول)

باب دوم

جمعہ کے دن کا غسل اور اسکی ابتداء

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حق علی کل مسلم ان یغتسل فی کل سبعۃ ایام یوماً یغسل فیہ راسہ وجسدہٗ۔ (بخاری ومسلم)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ" ہر مسلمان پر حق ہے (یعنی اس کے لیے ضروری ہے) کہ ہفتہ کے ساتھ دنوں میں سے ایک دن (یعنی جمعہ کے دن) غسل کرے، اس میں اپنے سر کے بالوں کو اور سارے جسم کو اچھی طرح دھوئے۔

(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح حدیث شریف میں جمعہ کے غسل کا تاکیدی حکم ہے اور صحیحین ہی کی ایک اور حدیث جو حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جمعہ کے غسل کے لیے "واجب" کا لفظ بھی آیا ہے لیکن اُمت کے اکثر ائمہ اور علماء شریعت کے نزدیک اس سے اصطلاحی وجوب مراد نہیں ہے بلکہ مقصد اس کا بھی وہ ہی تاکید ہے۔

اس مسئلہ کی پوری وضاحت حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ایک ارشاد سے ہوتی ہے جو انہوں نے بعض اہل عراق کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا۔

عراق کے بعض لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے سوال کیا کہ آپکے خیال میں جمعہ کے دن کا غسل واجب ہے یا نہیں؟

انہوں نے فرمایا میرے نزدیک واجب تو نہیں ہے لیکن اس میں بڑی طہارت و پاکیزگی ہے اور بڑی خیر ہے، اس کے لیے جو شخص اس دن غسل کرے، اور جو (کسی وجہ سے اس دن) غسل نہ کرے تو (وہ گنہگار نہیں ہوگا کیونکہ یہ غسل) اس پر واجب نہیں ہے۔

(اس کے بعد حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا) میں تمہیں بتاتا ہوں کہ جمعہ کے غسل کی شروعات کیسے ہوئی (واقعہ یوں ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں) مسلمان لوگ غریب اور محنت کش تھے، صوف (یعنی اونٹ، بھیڑ وغیرہ کے بالوں سے بنے ہوئے بہت موٹے کپڑے) پہنتے تھے، اور محنت و مزدوری میں اپنی پیٹھوں پر بوجھ لادتے تھے۔ اور ان کی مسجد (مسجدِ نبویؐ) بھی

Marfat.com

بہت تنگ تھی، اوراس کی چھت بہت نیچی تھی۔ اور ساری مسجد میں ایک چھپر کا سائبان تھا (جس کی وجہ سے اس میں انتہائی گرمی اور گھٹن رہتی تھی) پس رسول اللہ ﷺ ایک جمعہ کو جب کہ سخت گرمی کا دن تھا گھر سے مسجد میں تشریف لائے اور لوگوں کا یہ حال تھا کہ صوف کے موٹے موٹے کپڑوں میں ان کو پسینے چھوٹ رہے تھے اور ان سب چیزوں نے مل ملا کر مسجد کی فضا میں بدبو پیدا کر دی تھی جس سے سب کو تکلیف اور اذیّت ہو رہی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے جب یہ بدبو محسوس کی تو فرمایا:

یا ایها الناس اذا کان هٰذا الیوم فاغتسلوا ولیمس احد کم افضل ما یجد من دهنه وطیبه۔ اے لوگو! جب جمعہ کا یہ دن ہوا کرے تو تم لوگ غسل کیا کرو، اور جو اچھا خوشبودار تیل اور جو بہتر خوشبو جس کو دستیاب ہو وہ لگالیا کرے۔

(حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں) اس کے بعد خدا کے فضل سے فقر و فاقہ کا وہ دور ختم ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خوش حالی اور وسعت نصیب فرمائی، پھر صوف کے وہ کپڑے بھی نہیں رہے جن سے بدبو پیدا ہوتی تھی اور وہ محنت و مشقت بھی نہیں رہی، اور مسجد کی وہ تنگی بھی ختم ہو گئی اور اس کو وسیع کر لیا گیا، اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جمعہ کے دن لوگوں کے پسینہ وغیرہ سے جو بدبو مسجد کی فضا میں پیدا ہو جاتی تھی وہ بات نہیں رہی"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ اسلام کے ابتدائی دور میں اُس خاص حالت کی وجہ سے جمعہ کا غسل مسلمانوں کے لیے ضروری قرار دیا گیا تھا، اس کے بعد جب وہ حالات نہیں رہے تو اس کا حکم کا درجہ وہ تو نہیں رہا، لیکن بہر حال اس میں پاکیزگی ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور اب بھی اس میں خیر و ثواب ہے۔ یعنی اب وہ مسنون اور مستحب ہے۔

(معارف الحدیث ص ۹۲ ج ۳)

روایتوں سے جمعہ کے دن غسل کرنے کی اہمیت و تاکید معلوم ہوتی ہے، اور مقصد یہ ہے کہ غسل کرنے کا زیادہ سے زیادہ وقفہ ایک ہفتہ سے زیادہ نہ ہونا چاہئے، ابتداء اسلام میں جب مسلمان موٹا کھاتے اور موٹا پہنتے تھے اور محنت و مشقت کی زندگی بسر کرتے تھے اور مسجد کے تنگ ہونے کیوجہ سے پسینہ آ کر بدبو پھیل جاتی تھی، اس وقت آپؐ نے یہ ضروری قرار دیا تھا کہ جمعہ کے دن ہر شخص غسل کر کے آیا کرے، لیکن آج کے حالات میں اگرچہ وہ بات نہیں ہے اور جمعہ کے دن غسل نہ کرنے کیوجہ سے کوئی گناہ نہ ہوگا، لیکن نظافت اور پاکیزگی کا تقاضہ یہی ہے کہ جمعہ کے دن اہتمام سے غسل کیا جائے اور خوش بُو وغیرہ کا بھی بقدرِ وسعت خیال رکھا جائے۔ (الترغیب ص ۳۳۳ ج ۱)

Marfat.com

(۱) جمعہ کے دن غسل پہلے واجب تھا پھر منسوخ ہو گیا۔

(۲) اور یہ ان احکام میں سے ہے جن کی علت ختم ہو جانے کی وجہ سے وجوب خود بخود ختم ہو گیا جیسے مولفۃ القلوب۔

(۳) جمعہ کا غسل شروع ہی سے واجب نہ تھا بلکہ استحبابی حکم تھا۔

(۴) جمعہ کا غسل ان لوگوں کیلئے واجب تھا جن کی بدبو سے دوسروں کو تکلیف ہوتا تھا، اور یہ حکم ایسے لوگوں کیلئے اب بھی واجب ہے۔ (معارف مدنیہ ص ۷۰ ج ۳)

جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے لیے اُن لوگوں کو غسل کرنا سنت ہے جن پر نمازِ جمعہ واجب ہے۔ (مظاہر حق جدید ص ۴۸۰ ج ۱)

غسل کے فوائد

انسان نیند سے بیدار ہو کر اور پیشاب، پاخانہ وغیرہ سے فارغ ہو کر جب غسل یا وضو کر لیتا ہے تو اس کو ایک خاص قسم کا سُرُور وانبساط اور ایک عجیب قسم کی خوشی حاصل ہوتی ہے، شریعت کی اصطلاح میں اسی کیفیت کا نام پاکی اور اس کی کیفیت کے نہ ہونے کا نام ''حدث'' (ناپاکی) ہے۔

جسم اور روح کا آپس میں جو گہرا تعلق ہے اس کی مثال نہیں۔ ان دونوں میں سے جس پر بھی کوئی کیفیت طاری ہوگی دوسرے کا اس سے خود بخود قدرتی طور پر متاثر ہونا ضروری ہے۔ جسم کی صفائی اور پاکیزگی سے روح کو بھی لطافت ونظافت اور فرحت وتازگی حاصل ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ شریعت نے تمام اہم روحانی اعمال یعنی نماز، تلاوت اور طواف کے لیے طہارت کو ضروری قرار دیا ہے، تاکہ جسم کو روح دونوں جب خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوں اور فرشتوں کی مبارک اور روحانی محفل میں شریک ہوں تو فرحت وانبساط اور صفائی و پاکیزگی کے ساتھ شریک ہوں۔

(الترغیب ص ۳۳۴ ج ۱)

غسل کا وقت

جمعہ کے دن فجر کی نماز کے بعد غسل کرے، سر کے بالوں کو اور تمام بدن کو خوب صاف کرے، اگر کوئی شخص فجر کی نماز سے پہلے غسل کرے تو سنت ادا نہ ہوگی۔ (علم الفقہ ص ۱۴۱ ج ۲)

غسل کا وقت طلوعِ آفتاب کے بعد کا ہے، غسل کے بعد مسجد چلا جانا بہتر ہے، کیونکہ

Marfat.com

ایسا کرنے سے آدمی لغویت سے بچ جاتا ہے، جمعہ کی نماز تک طہارت قائم رکھنی چاہئے اللہ کی اطاعت کے لیے غسل کی نیت کرے۔ اگر جنبیت سے ہو، یا انزال ہو جائے تو پہلے وضو کرے پھر غسل کرے۔ وضو اور غسل سے جنابت کی طہارت (پاکی) اور جمعہ کی نماز کی نیت کرے تو پھر یہ دونوں جائز ہیں۔ اپنے بال اور ناخن بھی کٹوانے چاہئیں، بدبو کو بدن سے دور کر کے صاف کر دے۔

(غنیۃ ص ۴۵۸)

(مطلب یہ ہے کہ غسل ایسے وقت کیا جائے تو اسی غسل اور اس کے وضو سے نمازِ جمعہ پڑھی جاسکے اور بعض حضرات نے یہ کہا کہ جمعہ کا غسل دراصل جمعہ کے دن کی تعظیم و تکریم کے لیے ہے)۔

(محمد رفعت قاسمی)

ناپاکی کے غسل سے جمعہ کی سنت

سوال جمعہ کے دن غسل جنابت (ناپاکی) صبح کے وقت کیا تو کیا غسل مسنون پھر دوبارہ کرنا ہوگا، یا یہی غسل کافی ہے؟

جواب یہی کافی ہے، دوبارہ غسل کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ صفائی کا مقصد جمعرات کے دن غسل کرنے سے حاصل ہو جائے تو وہ بھی کافی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۱۴۱ ج ۴)

غسل کے فرائض

غسل میں ایک فرض ہے۔ تمام بدن کے ظاہری حصہ کا سر سے پاؤں تک دھونا اس طرح کہ بال برابر بھی جسم کا کوئی حصہ خشک نہ رہنے پائے۔

غسل کے واجبات

(۱) کلی کرنا (۲) ناک میں پانی لینا (۳) مردوں کو اپنے گندھے ہوئے بالوں کا کھول کر تر کرنا (۴) ناک کے اندر جو میل ناک کے لعاب سے جم جاتا ہے اس کو چھڑا کر اس کے نیچے کی سطح کا دھونا۔

غسل کی سنتیں

(۱) نیت کرنا یعنی دل میں قصد کرنا کہ میں نجاست سے پاک ہونے کے لیے اور خدا کی

Marfat.com

خوشنودی اور ثواب کے لیے نہاتا ہوں، نہ کہ بدن صاف کرنے کے لیے۔

(۲) پہلے دونوں ہاتھوں کا دھونا، پھر خاص حصہ کا دھونا، پھر نجاستِ حقیقہ کا دھونا اگر ہو، پھر پورا وضو اور اگر ایسی جگہ ہو جہاں پانی جمع رہتا ہو تو پیروں کو غسل کے بعد دوسری جگہ ہٹ کر دھونا، پھر تمام بدن پر پانی بہانا۔

(۳) بسم اللہ کا پڑھنا۔

(۴) مسواک کرنا۔

(۵) ہاتھوں پیروں کا اور ڈاڑھی کا تین مرتبہ خلال کرنا۔

(۶) بدن کو ملنا۔

(۷) بدن کو دھونا۔

(۸) تمام جسم پر تین مرتبہ پانی بہانا۔

غسل کے مستحبات

(۱) ایسی جگہ نہانا جہاں کسی نامحرم کی نظر نہ پہنچے، یا تہ بند وغیرہ باندھ کر نہانا۔

(۲) داہنی جانب کو بائیں جانب سے پہلے دھونا۔

(۳) سر کے داہنے حصہ کا پہلے خلال کرنا پھر بائیں حصہ کا۔

(۴) تمام بدن پر پانی اس ترتیب سے بہانا کہ پہلے سر پر پھر داہنے شانے پر پھر بائیں شانے پر۔

(۵) جو چیزیں وضو میں مستحب ہیں وہ غسل میں بھی مستحب ہیں لیکن قبلہ رُو ہونے اور دعا پڑھنے اور غسل کے بچے ہوئے پانی کا کھڑے ہوکر پینا بھی مستحب نہیں ہے

غسل کے مکروہات

(۱) بلاضرورت ایسی جگہ نہانا جہاں کسی غیر محرم کی نظر پہنچ سکے۔

(۲) برہنہ نہانے والے کو قبلہ رو ہونا۔

(۳) بے ضرورت کلام کرنا۔

(۴) جتنی چیزیں وضوء میں مکروہ ہیں وہ غسل میں بھی مکروہ ہیں۔

(علم الفقہ ص ۹۴ ج ۱، ص ۹۵ ج ۱)

Marfat.com

جمعہ کے دن خط و ناخن کا حکم

عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقلم اظفارہ ویقص شاربہ یوم الجمعۃ قبل ان یخرج الی الصلوٰۃ۔ (رواہ الطبرانی)

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن نماز کو جانے سے پہلے اپنے ناخن اور اپنی لبیں تراشا کرتے تھے۔ (معارف الحدیث صفحہ ۳۸۷ جلد ۳)

تشریح حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن غسل کر کے اور جتنا ہو سکے خوب پاکی وصفائی حاصل کرے اور اگر اس کے پاس تیل ہو تو اس میں سے تیل لگائے اور اپنے گھر میں خوشبو لگائے۔

خوب پاکی حاصل کرنے میں، سر کے بال بنوانا، زیرِ ناف کے بال صاف کرنا، لبیں ترشوانا اور ناخن کٹوانا بھی شامل ہے اور اپنے پاس کے تیل اور گھر میں سے خوشبو لگانے کا مطلب یہ ہے کہ جس کے پاس ہو وہ استعمال کر لے، اور نہ ہو تو ان چیزوں کا حاصل کرنا ضروری نہیں ہے۔
(الترغیب صفحہ ۱۵۳ جلد ۲)

جمعہ کے لیے اچھے کپڑوں کا اہتمام

عن عبد اللہ بن السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما علی احد کم ان وجد ان یتخذ ثوبین لیوم الجمعۃ سوٰی ثوبی مھنتہ۔ (ابن ماجہ)

ترجمہ حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تم میں سے کسی کے لیے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ اگر وسعت ہو تو وہ روزمرہ کے کام کاج کے وقت پہنے جانے والے کپڑوں کے علاوہ جمعہ کے دن کے لیے کپڑوں کا ایک خاص جوڑا بنا کے رکھ لے۔
(ابن ماجہ)

تشریح روزمرّہ پہنے جانے والے کپڑوں کے علاوہ کوئی خاص جوڑا بنا کے رکھنے میں شبہ ہو سکتا تھا کہ شاید یہ شانِ فقر و زہد کے خلاف اور ناپسندیدہ ہو۔ اس حدیث شریف میں دراصل اسی شبہ کو زائل کیا گیا ہے۔ اور آپ کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ جیسے دینی اجتماع کے لیے جو مسلمانوں کو ہفتہ واری عید ہے۔ چونکہ حسبِ استطاعت اچھا کپڑا پہننا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اس لیے اس کے واسطے

خاص جوڑا بنا کے رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (معارف الحدیث صفحہ ۳۸۸ جلد ۳)

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک خاص جوڑا تھا جو آپ جمعہ کے دن پہنا کرتے تھے، اور جب آپؐ نماز سے فارغ ہو کر تشریف لاتے تھے تو ہم اس کو تہہ کر کے رکھ دیتے تھے، اور وہ جوڑا پھر اگلے جمعہ ہی کو نکلتا تھا۔

(طبرانی)(معارف الحدیث صفحہ ۳۸۹ جلد ۳)

صاف لباس پہنے، سفید لباس بہتر ہے، سر پر پگڑی، بدن پر چادر اوڑھے، کیونکہ حدیث میں ایسا ہی آیا ہے، پگڑی باندھنے والوں کے لیے فرشتے دعاء کرتے ہیں، لباس میں اچھی طرح (اگر ہو تو) خوشبو لگائے۔ گھر سے جامع مسجد تک جاتے وقت عاجزی اور بُردباری اختیار کرے، دعاء پڑھے، استغفار کرے، آپؐ پر درود بھیجے، گھر سے نکلنے پر اللہ کی زیارت کی نیت کرے۔ ادائیگی فرض کے لیے اللہ تعالیٰ کے قرب کی نیت کرے، مسجد میں نفلی اعتکاف کرنے سے لے کر گھر واپس آنے تک، اللہ کے قرب کی نیت، ہر بری بات سے باز رہے، جمعہ کے دن آرام چھوڑ دے، زیادہ تعداد میں درود اور وظائف پڑھے، غرض اول وقت سے جمعہ کی نماز تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۴۵۸)

حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ سرتاج دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے، عمدہ لباس پہنے اور اگر میسر ہو تو خوشبو لگائے، پھر جمعہ میں آئے اور وہاں لوگوں کی گردنوں پر نہ پھلانگے، پھر جتنی اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر میں نماز لکھ رکھی ہو نماز پڑھے، اور جب امام (خطبہ کے لیے) چلے تو خاموشی اختیار کرے، یہاں تک کہ نماز سے فراغت حاصل کرے تو یہ اس جمعہ اور اس سے پہلے جمعہ کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔'' (مظاہر حق جدید ص ۲۵۵ جلد دوم)

Marfat.com

باب سوم

نمازِ جمعہ کے واجب ہونے کی شرطیں

حنفیہ کے نزدیک شرائط نماز کے علاوہ نمازِ جمعہ کی جو مزید شرائط ہیں ان کی دو قسمیں ہیں، شرائط وجوب اور شرائطِ صحت (یعنی جمعہ کے واجب ہونے کی شرطیں اور صحیح ہونے کی شرطیں) حنفیہ کے نزدیک جمعہ کے واجب ہونے کی شرطیں چھ ہیں:۔

(۱) مرد ہونا، چنانچہ عورت پر نمازِ جمعہ واجب نہیں، تاہم اگر عورت جمعہ کی نماز (مسجد میں) آ کر ادا کرلے تو نماز درست ہوگی اور ظہر کی قائم مقام ہوگی۔

(۲) آزاد ہونا، چنانچہ جو شخص کسی کا غلام یا مملوک ہو، اس پر جمعہ کی نماز واجب نہیں، اگر اس نے مسجد میں آ کر نمازِ جمعہ ادا کرلی تو درست ہوگی۔

(۳) صحت مند ہونا، لہٰذا ایسے مریض پر نمازِ جمعہ واجب نہیں ہے جسے جماعت میں حاضر ہونے کے لیے چل کر جانا نقصان دہ ہو۔ اگر کوئی شخص مسجد تک پیدل چلنے سے معذور ہو تو اس کے ذمہ سے جمعہ ساقط ہو جائے گا۔ اگرچہ کوئی سواری مریض کو لے جانے کے لیے دستیاب ہو جائے۔

لیکن نابینا شخص جسے بطورِ خود وہاں (جامع مسجد) تک جانا ممکن نہیں، اس کے ذمہ سے نمازِ جمعہ ساقط ہے۔ اگرچہ کوئی نیک آدمی اس کی رہنمائی رضا کارانہ، یا اس کی ہمت کے مطابق اجرت لے کر کرے۔

لیکن صاحبینؒ کہتے ہیں کہ اگر نابینا کے لیے جانا ممکن ہو، خواہ کوئی رضا کارانہ یا اُجرت پر جو وہ دے سکتا ہو، اس کی رہنمائی کرے تو اسے (نمازِ جمعہ کے لیے مسجد میں) جانا ضروری ہے، پس نابینا اشخاص کے لیے ان دونوں باتوں میں سے کسی پر عمل کرنا جائز ہے، ویسے زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ صاحبینؒ کے مسلک کی پیروی کی جائے۔ خاص کر اس لیے کہ نابینا کا جمعہ بالاتفاق صحیح ہے۔

(۴) مقیم ہونا، یعنی ایسے مقام پر رہائش کا ہونا جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہو، اس سے یہ مسئلہ بھی

Marfat.com

نکلتا ہے کہ مسافر پر نمازِ جمعہ واجب نہیں ہے، جب تک کہ پندرہ دن قیام کا (ایک جگہ) ارادہ نہ ہو۔

(امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ جمعہ اس شخص پر واجب ہے جو شہر میں رہتا ہو یا شہر کی فناء (حدودِ شہر) میں۔ فناء سے باہر رہنے والوں پر جمعہ کی شرکت واجب نہیں اور فناء کی کوئی حد مقرر نہیں بلکہ شہر کی ضروریات جہاں تک بھی پوری ہوتی ہوں وہاں تک کا علاقہ شہر میں داخل ہے۔)

(درس ترمذی ص ۲۶۶ ج ۲)

۵) نمازی کا عقل (ہوش وحواس) میں ہونا، لہٰذا مجنون پر یا جنون جیسا ہو، نمازِ جمعہ واجب نہیں ہے۔

۶) بالغ ہونا، لہٰذا نابالغ لڑکے پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

واضح ہو کہ یہاں پر عاقل و بالغ ہونے کی جو شرائط بتائی گئی ہیں ان سے یہ شبہ نہ ہونا چاہئے کہ یہ نمازِ جمعہ کے واجب ہونے کی شرطیں عام نماز کی شرطوں سے زائد (صرف نمازِ جمعہ کے لیے) ہیں۔ بات یہ ہے کہ حنفیہؒ کی متداول کتابوں میں شرائطِ نماز کا انحصار شرائط جواز اور شرائط صحت پر بتایا گیا ہے، (لہٰذا ان شرطوں کو شرائط وجوب کا ضروری قرار نہیں دیا گیا ہے)۔

ورنہ اس میں کوئی شک نہیں کہ بالغ ہونا نماز کے واجب ہونے کی شرائط میں ہے یہی حال قدرت رکھنے اور صحت مند ہونے کا ہے۔ چنانچہ مرض وغیرہ کے باعث مجبوری ہو تو نماز واجب نہیں ہے۔ پس جس نے عاقل، بالغ اور قادر ہونے کو نمازِ جمعہ کی شرطوں میں شمار نہیں کیا اس کا بے جا طور پر سبب ہے کہ ان شرطوں کا شمار نماز کی شرطوں میں پہلے ہی کیا جا چکا ہے۔

(کتاب الفقہ ص ۶۰۳ جلد اول)

از مؤلف تن دُرست ہونا جو بتایا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جو بھی مرض آدمی کو جامع مسجد تک پیدل جانے سے مانع ہو اسی مرض کا اعتبار ہے۔ بُڑھاپے کی وجہ سے اگر کوئی شخص کمزور ہو گیا ہو کہ مسجد تک نہ جا سکے یا نابینا (اندھا) ہو، یہ سب لوگ مریض سمجھے جائیں گے اور نمازِ جمعہ ان پر واجب نہ ہوگی۔

اور جماعت چھوڑنے کے جو شرعی (پندرہ عذر ہیں) ان سے خالی ہونا۔ اگر ان عذروں میں سے کوئی عذر ہو تو جمعہ کی نماز واجب نہ ہوگی مثلاً (۱) پانی بہت زور سے برستا ہو (۲) کسی مریض کی تیمارداری کرتا ہو۔ (۳) مسجد جانے میں کسی دشمن کا خوف ہو۔ یہ جو شرطیں بیان ہوئیں،

نمازِ جمعہ کے واجب ہونے کی تھیں۔

اگر کوئی شخص ان شرطوں کے نہ پائے جانے کے باوجود نمازِ جمعہ پڑھے تو اس کی نماز ہو جائے گی یعنی نمازِ ظہر کا فرض اسکے ذمہ سے اتر جائے گا، مثلاً کوئی مسافر یا کوئی عورت نمازِ جمعہ پڑھ لے، (یعنی اگر نمازِ جمعہ میں شریک ہو جائیں تو پھر ظہر کی نماز کی ضرورت نہیں ہے، فرض ان کے ذِمّے سے ادا ہو گیا ہے)۔

(علم الفقہ ص۱۴۵ ج۲)

حنفیہ اور تمام اماموں کا اس پر اتفاق ہے کہ جس شخص کو جمعہ کی نماز کے لیے جانے میں اپنے مال، آبرو یا جان کا خطرہ ہو، اس پر نمازِ جمعہ واجب نہیں، بشرطیکہ مال کا نقصان نا قابلِ برداشت ہو۔

(کتاب الفقہ ص۶۰ ج۱)

نمازِ جمعہ کے صحیح ہونے کی شرطیں

(۱) مصر یعنی شہر یا قصبہ۔ پس گاؤں یا جنگل میں نمازِ جمعہ درست نہیں، البتہ جس گاؤں کی آبادی قصبے کے برابر ہو مثلاً تین چار ہزار آدمی رہتے ہوں وہاں جمعہ درست ہے۔

(بہشتی زیور ص۸۱ حصہ۱۱)

گاؤں یا جنگل میں نمازِ جمعہ درست نہیں۔ہاں اگر کوئی گاؤں شہر سے اس قدر قریب ہو کہ وہاں سے نمازِ جمعہ پڑھنے کے لیے اگر کوئی شخص آئے تو دن ہی دن میں اپنے گھر واپس جا سکے (جمعہ تو اس پر واجب نہیں ہوتا، اگر آ جائے تو ثواب کا کام ہے)۔

مصر۔ فقہاء کی اصطلاح میں ایسے مقام کو کہتے ہیں جہاں ایسے مسلمان جن پر جمعہ واجب ہے اس قدر ہوں کہ اگر سب مل کر وہاں کی کسی بڑی مسجد میں جمع ہونا چاہیں تو اس مسجد میں ان سب کی گنجائش نہ ہو، اس مسجد سے مراد جامع مسجد نہیں ہے بلکہ پنج وقتی نماز کی مسجد مراد ہے۔

جس مقام میں یہ تعریف صادق (صحیح) ہو وہ مصر ہے اور جہاں نہ صادق ہو وہ قریہ (گاؤں) ہے۔

(علم الفقہ ص۱۴۶ ج۲ بحوالہ خزانۃ المفتین، بحر الرائق، مختصر وقایہ وغیرہ)

اول شہر کا ہونا، چنانچہ اہل قریہ (گاؤں والوں) پر جمعہ واجب نہیں ہے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے "لاجمعة ولاتشريق ولاصلاة فطر ولااضحىٰ الافى مصر جامع او مدينة عظيمة" (یعنی بڑی آبادی یا عظیم شہر کے سوا اور کہیں نہ جمعہ ہو سکتا ہے، نہ نمازِ تشریق اور نہ عید (یا بقرہ عید کی نماز)۔

Marfat.com

قریہ اور شہر میں فرق یہ ہے کہ شہر تو وہ آبادی ہے جہاں کے تمام مکلف مسلمان وہاں کی بڑی مسجد میں نہ سما سکیں، گو وہ کسی مسجد میں فی الواقع جمع نہ ہوئے ہوں۔ بیشتر فقہائے حنفیہ نے اسی بنیاد پر جمعہ کے بارے میں فتوے صادر کیے ہیں۔ (کتاب الفقہ ص ۶۰۴ ج ۱)

(۲) دارالاسلام ہونا۔ دارالحرب میں نمازِ جمعہ درست نہیں۔ دارالاسلام وہ مقام ہے جہاں بادشاہ مسلمان ہو، یا وہاں احکامِ اسلام جاری ہوں اور کافروں کی طرف سے کوئی مزاحمت احکامِ شرعیہ میں نہ ہوتی ہو، اور اہلِ اسلام وہاں امن وامان سے بلا اجازت کفار کے رہ سکتے ہوں، جہاں جہاں یہ باتیں نہ ہوں وہ دارالحرب ہے۔

(ہندوستان کو بعض لوگ دارالحرب قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ دارالحرب کی تعریف اس پر کسی طرح صادق نہیں آتی ہے۔ مولانا عبدالحی مرحوم کے فتویٰ میں کئی فتوے اس مسئلے کی تحقیق وتفصیل میں موجود ہیں جس میں انہوں نے فقہاء کی عبارتیں اس مضمون کی نقل کی ہیں کہ جو شہر آج کل کفار کے قبضے میں یعنی اکثریت غیر مسلموں کی ہے وہ تمام دارالاسلام ہیں، اس لیے کہ وہاں احکامِ اسلام جاری ہیں اور کفار کی طرف سے کوئی مزاحمت نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم۔ محمد رفعت قاسمی)۔

(۳) بادشاہِ اسلام یا اس کی طرف سے کسی حاکم کا موجود ہونا۔ ہاں جن مقامات پر کفار کا قبضہ ہو، اور وہاں کے قاضی اور حاکم سب کافر ہوں۔ وہاں یہ شرط نہیں، مثلاً ہمارے زمانہ میں ہندوستان کا یہی حال ہے، لہٰذا یہاں کے لیے یہ شرط نہیں، مسلمان خود ہی جمع ہو کر نماز پڑھ لیں، درست ہے۔ (ردالمختار)

(یہ شرط اس مصلحت سے کی گئی ہے کہ نمازِ جمعہ ایک بڑی جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے جس میں ہر قسم کے لوگ موجود ہوتے ہیں اور فتنہ وفساد کا بھی ڈر وخوف ہوتا ہے، لہٰذا اگر کوئی بادشاہ کی طرف سے موجود ہوگا تو اس کی روک تھام اور انتظام درست رہے گا، اسی وجہ سے بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ بادشاہ کا مسلمان ہونا بھی شرط نہیں ہے، یہ شرط صرف احتیاطی اور عقلی ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ امن وامان کے ساتھ جمعہ کا اجتماع ہو نہ یہ کہ بغیر اس کے شرعاً نماز صحیح ہو جائے گی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے فتح المنان میں ایسا ہی لکھا ہے۔ محمد رفعت قاسمی)۔

(۴) ظہر کا وقت۔ وقت ظہر سے پہلے اور اس کے بعد نمازِ جمعہ درست نہیں، یہاں تک کہ اگر نمازِ جمعہ پڑھنے کی حالت میں وقت جاتا رہے تو نماز فاسد ہو جائے گی، اگرچہ قعدۂ

Marfat.com

اخیرہ بقدر تشہد کے ہو چکا ہو، اور اسی وجہ سے نمازِ جمعہ کی قضا نہیں پڑھی جاتی۔

(علم الفقہ ص ۱۴۵ ج ۲)

(اداء جمعہ کی شرائط میں ایک ظہر کا وقت ہے، اگر جمعہ کی نماز میں ظہر کا وقت ختم ہو جائے تو جمعہ فاسد ہو جائے گا، اگر چہ بقدرِ تشہد قعدہ کرنے کے بعد ظہر کا وقت ختم ہوا تب بھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہی حکم ہے۔ جمعہ پڑھنے والے کے لیے جائز نہیں کہ اس پر ظہر کی نماز کی بنا کرے (یعنی جمعہ پڑھتے ہوئے نماز کا وقت ختم ہو گیا تو یہ دو رکعت فاسد ہو جائیں گی الگ سے چار رکعت ظہر پڑھے) اس لیے کہ دونوں نمازیں مختلف ہیں۔

مقتدی اگر جمعہ کی نماز میں سو جائے اور وقت نکلنے کے بعد بیدار ہو تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر امام کے فارغ ہونے کے بعد بیدار ہوا اور وقت بھی باقی ہے تو جمعہ پورا کرے۔

(عالمگیری ص ۶۸ ج ۳ کتاب الصلوٰۃ)

۵) خطبہ یعنی لوگوں کے سامنے اللہ کا ذکر کرنا، خوہ صرف سبحان اللہ یا الحمد للہ کہہ دیا جائے، اگر چہ صرف اسی قدر پر اکتفا کرنا سنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔

(درمختار وغیرہ)

۶) خطبے کا نماز سے پہلے ہونا، اگر نماز کے بعد خطبہ پڑھا جائے تو نماز نہ ہوگی۔

۷) خطبے کے وقت ظہر کے اندر ہونا، وقت آنے سے پہلے اگر خطبہ پڑھ لیا جائے تو نماز نہ ہوگی۔

۸) جماعت یعنی امام کے سوا کم سے کم تین آدمیوں کا شروع خطبہ سے نماز ختم ہونے تک موجود رہنا ہے گو وہ تین آدمی جو خطبے کے وقت تھے اور ہوں اور نماز کے وقت اور، مگر یہ تین آدمی ایسے ہوں جو امامت کر سکیں، اگر صرف عورت یا نابالغ لڑکے ہوں تو نماز نہ ہوگی۔

(بحر الرائق، بزازیہ، رد المختار)

اگر سجدہ کرنے سے پہلے لوگ چلے جائیں اور تین آدمیوں سے کم باقی رہ جائیں یا کوئی نہ رہے تو نماز فاسد ہو جائے گی، اگر سجدہ کرنے کے بعد چلے جائیں تو پھر کچھ حرج نہیں۔

(رد المختار وغیرہ)

کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ص ۶۲۰ جلد ا پر اس مسئلہ کی تفصیل اس طرح ہے:

''اہل جماعت کی تعداد جن سے نماز درست ہوتی ہے، امام کے علاوہ کم سے کم تین

Marfat.com

ہونی چاہئے، خواہ وہ خطبہ کے وقت موجود نہ ہوں۔ چنانچہ اگر ایک ہی شخص کے سامنے خطبہ پڑھا گیا اور وہ شخص نماز سے پہلے چلا گیا اور اس کے بعد تین اصحاب اور آ گئے، اور ان کے ساتھ نماز پڑھ لی گئی، تو خطبہ کو دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں نماز صحیح ہو جائے گی۔"

نمازی کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ سب مرد ہوں، قطع نظر اس کے کہ وہ غلام ہوں یا مریض یا مسافر ہوں یا ناخواندہ ہوں، یا ان میں بہرے ہوں۔ یہ تمام اشخاص نمازِ جمعہ کی صلاحیت رکھتے ہوں، ان کی یہ صلاحیت یا تو سب کی امامت کے لیے ہے یا انھیں جیسے ناخواندہ اور گونگوں کے لیے۔ جب کہ خطبہ کوئی اور شخص پڑھ دے، کیونکہ جمعہ کے امام کے لیے خطیب ہونے کی شرط نہیں ہے۔ پس (جب کہ ان میں امام بننے کی صلاحیت ہے تو) دوسرے کا مقتدی بننے کی صلاحیت ان میں بدرجۂ اولیٰ ہے۔ بخلاف بچوں اور عورتوں کے کہ صرف ان کی موجودگی سے نمازِ جمعہ کی جماعت صحیح نہ ہوگی، کیونکہ ان میں امام بننے کی صلاحیت نہیں ہے۔

(٩) عام اجازت کے ساتھ علی الاشتہار نمازِ جمعہ کا پڑھنا، کسی خاص مقام پر چھپ کر نمازِ جمعہ پڑھنا درست نہیں۔ اگر کسی ایسے مقام پر نمازِ جمعہ پڑھی جائے جہاں پر عام لوگوں کو آنے کی اجازت نہ ہو یا جامع مسجد کے دروازے بند کر لیے جائیں تو نماز نہ ہوگی۔

یہ شرائط جو بیان ہوئیں نماز کے صحیح ہونے کی تھیں، اگر کوئی شخص باوجود نہ پائے جانے ان شرائط کے نمازِ جمعہ پڑھے تو اس کی نماز نہ ہوگی یعنی ظہر کا فرض اس کے ذمہ سے نہ اُترے گا، نمازِ ظہر پھر اس کو پڑھنا ہوگی اور چونکہ یہ نماز نفل ہوگی اور نفل کا اس اہتمام سے پڑھنا مکروہ ہے۔ لہٰذا ایسی حالت میں نمازِ جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (ردالمختار، علم الفقہ از صفحہ ١٤٥ تا ١٤٧ جلد ٢)

عام اجازت ہونا بھی منجملہ شرائطِ صحت جمعہ ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ خود نماز پڑھنے والے کو روکنا وہاں مقصود نہ ہو، باقی اگر روک ٹوک کسی اور ضرورت سے ہو وہ عام اجازت میں مخل نہیں ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ٦١٤ ج ١)

ہندوستان میں نمازِ جمعہ

فقہاءِ حنفیہ نے تصریح کی ہے کہ جن شہروں میں کافروں کی حکومت ہو وہاں بھی مسلمان نمازِ جمعہ ادا کر سکتے ہیں۔ (کفایت المفتی ص ٢٠٤ جلد ٣)

ہندوستان کے شہروں اور قصبوں اور بڑے گاؤں میں جمعہ صحیح ہے، اور چھوٹے گاؤں

Marfat.com

میں درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۸ ج ۵ بحوالہ ردالمختار ص ۵۴۷ ج ۱)

جمعہ فرضِ قطعی ہے۔ اور ہندوستان اگر چہ دار الحرب ہو پھر بھی یہاں جمعہ قائم کرنا فرض ہے کیونکہ جمعہ قائم کرنے کی کوئی قانونی ممانعت نہیں ہے، پس یہاں جمعہ ادا کرنا چاہئے نہ کہ ظہر۔ کتبِ فتاویٰ فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ (کفایت المفتی صفحہ ۲۰۰ جلد ۳)

نمازِ جمعہ کے لیے بادشاہ کی شرط

سوال: ہندوستان میں شرائط جمعہ میں سے بادشاہ یا نائب بادشاہ وغیرہ مفقود ہیں اس لیے ہندوستان میں کسی جگہ بھی جمعہ درست نہیں ہونا چاہئے؟

جواب: یہ غلط ہے، اور کتب فقہ کی عبارات وتصریحات سے ناواقفیت کی وجہ سے ہے۔ یہ شرط وہاں ہے کہ بادشاہ اسلام کا ہو تو وہ خود امام جمعہ ہونا چاہئے، یا اس کا نائب یا جس کو بادشاہ نے اجازت دے رکھی ہو۔

اور جس جگہ بادشاہ اسلام کا نہ ہو یعنی مسلمان نہ ہو وہاں مسلمانوں کی آپس کی رضا مندی سے ہونا چاہئے۔ وہ جس کو جمعہ کا امام مقرر کرلیں وہ امامِ جمعہ ہو جاتا ہے اور نمازِ جمعہ وہاں واجب وادا ہو جاتی ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۴۱ ج ۵۔ بحوالہ ردالمختار باب الجمعہ ص ۵۴۷ ج ۱)

موجودہ زمانہ میں شرطِ بادشاہ کی جگہ مسلمانوں کا اتفاق کرلینا کافی سمجھا گیا ہے۔ اور اتفاق کے لیے مسجد کے نمازیوں کا اپنے امام پر اتفاق کافی ہے۔ کیونکہ بڑے شہروں میں متعدد جگہ مساجد میں جمعہ قائم ہوتا ہے اور تمام شہر یا اکثر شہر کے مسلمانوں کا اتفاق تمام ائمہ مساجد کے لیے نہ آسان اور نہ اس کی کوئی ضرورت ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۱۰ ج ۳)

قریہ کی تعریف

قریہ صغیرہ ہر وہ آبادی ہے جو قصبہ اور شہر نہ ہو۔ قصبہ بھی شہر ہی ہے۔ اگر چہ بڑا شہر نہیں۔ اور یہ عرفی شئے ہے، عرف میں جس کو شہر کہتے ہیں، شہر ہیں۔ جس کو قصبہ کہتے ہیں قصبہ ہے۔ اور جس کو گاؤں کہتے ہیں گاؤں ہے۔ بڑا گاؤں ہو یا چھوٹا۔

فقہاء نے مصر کی تعریف نہیں کی ہے علامات بتلائی ہیں، اور علامات ہر زمانہ میں بدلتی رہتی ہیں۔ اس لیے فقہاء کی عبارت میں اختلاف ہے۔

Marfat.com

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قصبات، مصر اور فناء مصر کے علاوہ قریہ میں (چھوٹے گاؤں میں) جمعہ عندالاحناف ادا نہیں ہوتا۔ جن حضرات علماء نے تعدادِ افراد لکھی ہے وہ تقریب ہے تحدید نہیں، تحدید وہی ہے جو صاحبِ مذہب سے منقول ہے۔

محمد یحییٰ قاسمی کان اللہ لہٗ صدر مفتی دارالعلوم حیدرآباد۔ ۳/ ذی قعدہ ۱۴۱۰ھ

بڑے گاؤں میں جمعہ جائز ہے اور اسکے فناء (حدود) میں بھی لیکن اس کے آس پاس جو چھوٹے گاؤں ہیں وہ اُس بڑے گاؤں کے فناء میں داخل نہیں بلکہ جداگانہ (الگ الگ) بستیاں ہیں۔ اسلیے وہاں جمعہ جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ فناء مصر وہ جگہ کہلاتی ہے جو مصالح مصر، مثلاً عیدگاہ، یا جانوروں کی چراگاہ وغیرہ کے لیے چھوڑی جاتی ہے۔ دوسری بستیاں فناء نہیں کہلا سکتی ہیں اور بڑے گاؤں اور قصبات میں جمعہ کا جواز اسی بات پر مبنی ہے کہ وہ مصر کے حکم میں ہیں۔ اور تعریف مشہور بڑے گاؤں کی یہ ہے کہ جس میں بازار اور گلی کوچے ہوں اور تمام ضروریات ہمیشہ وہاں ملتی ہوں۔ (جواہر الفقہ ص ۱۱۲ ج ۴)

گاؤں میں نمازِ جمعہ

حامداً و مصلیاً۔ حنفیہؒ کے نزدیک جمعہ کے لیے شہر یا قصبہ یا بڑا گاؤں ہونا شرط ہے۔ بڑا گاؤں وہ ہے جس میں گلی کوچے ہوں، بازار ہو، روزمرہ کی ضروریات ملتی ہوں، تین چار ہزار کی آبادی ہو۔ پھر ایسی بستی میں بہتر یہ ہے کہ جمعہ ایک ہی جگہ ہو، اگر ایک مسجد میں سب نمازی نہ آسکیں تو متعدد جگہ بھی درست ہے۔ اور جو بستی ایسی نہ ہو بلکہ چھوٹی ہو وہ چھوٹا گاؤں ہے، وہاں جمعہ درست نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۰۳ ج ۱)

حنفیہؒ کے نزدیک جمعہ کے لیے شہر یا قصبہ یا بڑا گاؤں ہونا ضروری ہے۔ بڑا گاؤں وہ ہے جو اپنی ضروریاتِ روزمرہ، ڈاک خانہ، شفاخانہ، مدرسہ، بازار وغیرہ کے لحاظ سے قصبہ کے مثل ہو، اور تین چار ہزار کی آبادی ہو، جو گاؤں ایسا نہیں ہے وہاں جمعہ جائز نہیں بلکہ روزانہ کی طرح جمعہ کے روز بھی ظہر کی نماز پڑھی جائے، اگر ایسی جگہ جمعہ پڑھیں گے تو وہ نمازِ نفل ہوگی۔ نفل کو فرض اعتقاد کرنا اور نفل پڑھ کر یہ عقیدہ رکھنا کہ فرض ادا ہوگیا نفل کے لیے اذان واقامت، جماعت علی سبیل التداعی۔ نفل نماز میں زور سے قرأت، نفل کے لیے خطبہ وغیرہ شرعی مفاسد ہیں۔ فرض کا ذمے باقی رہ جانا مستقل مفسدہ عظیمہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۱۴ ج ۲، بحوالہ ہدایہ ص ۱۴۸ ج ۱)

چھوٹے گاؤں میں جمعہ درست نہیں اور بڑے گاؤں میں صحیح اور قریہ کبیرہ (بڑے گاؤں) کی تعریف کچھ نہ کرنا اور قصبات کیساتھ اسکو بیان کرنا اس طرف مشیر ہے کہ مدار اس کا عرف پر ہے، اور اہلِ عرف قریہ صغیرہ (چھوٹا گاؤں) وقریہ کبیرہ (بڑا گاؤں) کے فرق کو جانتے ہیں اور یہ کہ بڑا گاؤں مثل قصبہ کے ہونا چاہئے۔ اسلیے یہاں کے علماء محققین نے یہ فرمایا ہے کہ جو گاؤں باعتبار آبادی کے قریب چھوٹے قصبہ کے ہو، اسمیں جمعہ صحیح ہوگا اور چھوٹے قصبہ میں ان اطراف میں تین چار ہزار آدمی ہوتے ہیں یا کم وبیش۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۵۱ ج ۵)

(آبادی کی مردم شماری کی بنیاد پر کئی سوالات موجود ہیں، ہر ایک کے جواب میں مفتی علامہ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ نے اس کا لحاظ رکھا ہے کہ وہ آبادی وہاں کے لوگوں کی نظر میں قصبہ یا بڑی آبادی کے طور پر مشہور ہے یا نہیں۔ پھر اس میں شہریت کی بُو پائی جاتی ہے یا نہیں، اگر یہ دونوں باتیں موجود ہوں تو وہاں جمعہ کی نماز جائز ہے ورنہ نہیں۔ محمد رفعت قاسمی)

بغیر گھروں کے بازار میں نمازِ جمعہ

سوال بعض دیہی علاقوں میں بازار ہیں مگر یہاں سکونت کسی کی نہیں۔ چند دیہاتوں کے درمیان بازار جو دن میں کھلا رہتا ہے اور رات میں سب لوگ اپنے اپنے گاؤں میں چلے جاتے ہیں۔ اِس مقام پر نمازِ جمعہ صحیح ہے یا نہیں؟

جواب ایسے مقام پر نمازِ جمعہ صحیح نہیں۔ نمازِ جمعہ کے صحیح ہونے کے لیے یہاں اتنے لوگوں کو مستقل سکونت شرط ہے جس کی آبادی کو عرفاً قریہ کہا جاسکے۔

رہائشی مکان آپس میں متصل ہوں اور ان کے درمیان کم از کم تین گلیاں ہوں جیسا کہ مصر کی تعریف میں ہے۔

علامہ طحطاویؒ نے فیصلہ فرمایا کہ بغیر اقامت (سکونت) کے قریہ کا وجود نہیں ہوسکتا اور اقامت (سکونت) بغیر گھروں کے معتبر نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ص ۱۳۵ ج ۴)

حضرت علیؓ کے قول کی وضاحت

حضرت علی کرم وجہہ کے قول میں لفظِ مصر (شہر) موجود تھا۔ اور شرائط مصر میں یہی قول حنفیہ کا ماٴخذ ہے۔ مصر اگرچہ عرف میں مشہور اور معلوم المراد لفظ تھا۔ مگر فقہائے حنفیہ نے اس کی

Marfat.com

تعریف بیان کی اور تعریفیں مختلف عبارتوں میں ہوئیں، اس لیے تعینِ مراد میں اختلاف ہوگیا۔ چونکہ بعض تعریفیں ایسی بھی تھیں جو قصبہ اور قریہ کبیرہ (بڑے گاؤں) پر صادق آتی تھیں، اس لیے فقہاء نے قصبات اور بڑے گاؤں کو مصر میں داخل کر دیا۔

مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ مصر اور قریہ کبیرہ کو شرعاً تین چیزیں قرار دے کر تینوں میں جمعہ جائز قرار دیا۔ بلکہ مطلب یہ تھا کہ چونکہ مصر کی تعریف قصبات اور قریاتِ کبیر (بڑے گاؤں) پر صادق آ گئی، اس لیے یہ تینوں شرعاً مصر قرار پائے اور جمعہ کے جواز کا حکم دیا گیا۔

اب یہ بات کہ حنفیہ کا اصل مذہب کیا ہے تو یہ بات صاف ہے کہ اصل مذہب جو متون میں منقول ہے وہ یہی ہے کہ جمعہ کے لیے مصر شرط ہے۔ پس جو مقام مصر قرار پائے گا وہاں جمعہ جائز ہوگا۔ (خواہ وہ عرف میں شہر کہلاتا ہو یا قصبہ یا بڑا گاؤں) (کفایت المفتی ص ۱۸۲ ج ۳)

کل آبادی مُراد ہے

سوال: قریہ کبیرہ چار ہزار آدمی کی آبادی کو لکھا ہے۔ مراد خانہ شماری ہے یا مردم شماری؟

جواب: مراد مردم شماری ہے یعنی سب آدمی رہنے والے اس گاؤں کے چھوٹے بڑے، مرد و عورت، ہندو مسلمان تین چار ہزار ہوں۔

پس جو ایسا گاؤں ہوگا وہ بڑا گاؤں ہے اور بڑے گاؤں میں فقہاء نے جمعہ فرض لکھا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۶۹ ج ۵ بحوالہ رد المختار باب الجمعہ ص ۷۴۸ ج ۱)

جو بلدہ (شہر) کہا جاتا ہے وہاں بلا شبہ جمعہ صحیح ہے۔ اور شہر ہونا آبادی کی کثرت کی وجہ سے ہوتا ہے، اگرچہ کفار آباد ہوں اور مسلمان کم ہوں۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۶۵ ج ۵)

بڑی بستی بمنزلہ شہر یا قصبہ کے ہے اگرچہ (اکثریت) آبادی مسلمانوں کی نہ ہو تو وہاں نماز جمعہ و عیدین کی صحیح ہے اور فرض ہے اور ادا ہو جاتی ہے اگرچہ جمعہ کی جماعت وغیرہ میں دس بارہ آدمی ہوں، اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک امام کے سوائے تین آدمی بھی ہوں تو جمعہ ہو جاتا ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ وہ جگہ جہاں جمعہ وغیرہ پڑھا جائے بڑی بستی ہو یا اس کے متعلقات میں سے ہو، کیونکہ بڑی بستی کے جنگل میں بھی نمازِ جمعہ و عیدین صحیح ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۰۹ ج ۵۔ بحوالہ رد المختار باب الجمعہ ص ۷۴۸ ج ۱)

فقہاء نے مردم شماری کی کوئی تعداد بیان نہیں کی ہے بلکہ صرف یہ بتایا ہے کہ شہر یا بڑی

Marfat.com

آبادی ہو جہاں ضروریات سے متعلق چیزیں ملتی ہوں۔ آبادی کا اندازہ بعد میں لگایا گیا ہے۔
صرف آبادی کا اندازہ تین چار ہزار لکھا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص۱۲۶ ج۵)
اور شہریت بھی ہو تو اس وقت آبادی بارہ تیرہ سو بھی کافی ہے۔ واللہ اعلم۔

غیر ممالک کے دیہات کا حکم

چھوٹے قریہ (گاؤں) میں نمازِ جمعہ وعیدین جائز نہیں اور جس قریہ میں مسلمان، یہود، نصاریٰ، ہنود، مجوسی وغیرہ تقریباً تین ہزار بستے ہوں وہ صغیر (چھوٹا گاؤں) نہیں وہاں جمعہ جائز ہے۔

اہلِ افریقہ کے عرف کے اندر چھوٹے بڑے گاؤں اور قریہ میں تمیز اور فرق اکثر یہی ہے کہ جس جگہ کچہری اور کورٹ قائم ہوتا ہے سب کی آبادی موافق عادت وطرز وبناوٹ نصاریٰ اس جگہ اور قرب وجوار واطراف میں تین ہزار نفوس کے ہوتی ہے وہ قریہ کبیرہ شمار کیا جاتا ہے۔
اور جس جگہ نہ کچہری اور نہ کورٹ ہو اور نہ نفوس کی مذکورہ تعداد ہو اُس کو عرف میں صغیرہ (چھوٹا گاؤں) سمجھا جاتا ہے۔

لہٰذا اوّل صورت میں جمعہ اُسی جگہ پر جائز ہے کہ جہاں کچہری اور کورٹ ہو، نیز اُس جگہ اور اس کے قرب وجوار اور اطراف میں تین ہزار آدمی بستے ہوں اور جہاں پر کورٹ بھی نہ ہو، اور نہ ڈھائی تین ہزار آدمیوں کی آبادی ہو، اُس جگہ جمعہ جائز نہیں ہے۔

(محمد مطیع اللہ ہزاروی سوتھ افریقہ جواہر الفقہ ص۱۲۹ جلد۴)

دو ملے ہوئے گاؤں کا حکم

سوال ایک بڑی بستی ہے جس کے دو حصہ ہیں اور ہر حصہ علیحدہ نام سے مشہور ہے اور دونوں بستیوں کی آبادی مجموعی طور پر چار پانچ ہزار آدمی کی ہے، اور باہم مکانات بھی ایسے ملے ہوئے ہیں کہ بلادقت پیدل جاسکتے ہیں اور احکام شرع کا اجراء بھی ماتحتِ گورنمنٹ رہ کر ہوتا ہے اور کھانے پینے کی اشیاء بھی ہر وقت ملتی ہیں اور ہر وقت ہر قسم کی ضروریات ملتی ہیں اور سرکاری دفاتر بھی ہیں، اس بستی میں جمعہ کی نماز درست ہے یا نہیں؟

جواب یہ تو ظاہر ہے کہ جمعہ کی صحت وعدمِ صحت کا مدار اجتماعِ شرائط وعدم پر ہے (یعنی اگر

Marfat.com

شرطیں ہوں گی تو جمعہ جائز ہوگا)۔

پس صورتِ مسئولہ میں جب کہ دو گاؤں علیحدہ علیحدہ نام کے ساتھ مشہور اور موسوم ہیں اور انفرادی طور پر کسی ایک صحتِ جمعہ کی صلاحیت نہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ خواہ مخواہ دونوں کو ایک فرض کر کے لزومِ جمعہ کا حکم لگایا جائے کیونکہ اس میں کچھ پوشیدہ نہیں کہ حضراتِ فقہاء نے دو مستقل بستیوں میں جمعہ کے صحیح ہونے اور نہ ہونے کا مدار فصل اور عدمِ فصل پر نہیں رکھا (یعنی دو چھوٹی بستیوں کے ملے ہوئے ہونے پر جمعہ کے جائز ہونے کا مدار نہیں ہے) بلکہ حقیقی مدار ہر ایک بستی کی صلاحیت وعدمِ صلاحیت پر ہے یعنی اگر ہر بستی میں جمعہ کے صحیح ہونے کی شرائط پائی جاتی ہیں تو جمعہ صحیح ہے ورنہ نہیں۔

حقیقت میں یہ بڑی اصولی غلطی ہے کہ صرف جمعہ کے شوق میں آبادیوں کو ایک بنانے میں پیمائش شروع ہو جاتی ہے۔ بات یہی ہے کہ جبکہ یہ دونوں گاؤں مستقل ناموں سے موسوم ہیں تو پھر احکامِ شرعیہ میں بھی اس کے استقلال کو پیش نظر رکھا جائے گا۔ البتہ اگر واقعی دو بستیاں نہیں ہیں بلکہ محلے ہیں، دونوں محلوں کو بحیثیت مجموعی کوئی دوسرا نام ہے تو پھر یہ صرف راستوں کا فاصلہ بھی جمعہ کے صحیح ہونے کیلئے مخل نہیں۔ لیکن اگر ایسا نہیں اور بظاہر نہیں ہے تو یقیناً ایسی بستیوں میں جمعہ صحیح نہ ہوگا۔ فرضیتِ جمعہ کے حامیوں کو اس پر بے محل اور غیر شرعی اصرار کی ضرورت نہیں۔

اصل یہ ہے کہ حنفیہؒ کے نزدیک جمعہ وعیدین کی نماز شہر یا ایسے بڑے گاؤں میں فرض اور صحیح ہوتی ہے جس میں بازار ہو۔ یا قصبہ میں صحیح ہوتی ہے اور اس بڑے قریہ میں ضروریات کی اشیاء مل سکتی ہوں۔ (شامی ص ۷۷۵ جلد اول، باب العیدین)

پس جب کہ ہر دو مذکورہ بستیوں میں سے کوئی ایسی بڑی نہیں ہے کہ اس میں شرطِ صحت جمعہ پائی جائے تو دونوں بستیوں کو ایک سمجھ کر جمعہ صحیح نہ ہوگا۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۲۵ جلد ۵ بحوالہ رد المختار باب الجمعہ ص ۷۴۸ جلد ۱)

گاؤں میں نمازِ جمعہ کیوں صحیح نہیں؟

سوال گاؤں میں جمعہ کی نماز کیوں صحیح نہیں؟

جواب ہر چیز کے کچھ اصول وقواعد ہوتے ہیں۔ ان اصول اور قواعد کے موافق عمل کیا جائے تب ہی وہ عمل صحیح ہوتا ہے ورنہ صحیح اور قابلِ قبول نہیں ہوتا۔

Marfat.com

مثلاً نابالغ لڑکا یا لڑکی اپنا نکاح خود نہیں کر سکتے، اگر کریں گے تو نکاح صحیح نہ ہوگا، اس لیے کہ اپنا نکاح کرنے کے لیے بالغ ہونا شرط ہے۔ نابالغ لڑکا طلاق دے تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ طلاق کے صحیح ہونے کیلئے بالغ کا طلاق دینا ضروری ہے۔ نابالغ لڑکا بالغوں کا امام نہیں بن سکتا اس لیے کہ امامت کے لیے بالغ ہونا شرط ہے۔

وقت سے پہلے نماز پڑھی جائے تو نماز صحیح نہ ہوگی، اسی طرح حج کی ادائیگی کے لیے ذی الحجہ کا ہونا، اور ارکان کی ادائیگی کے لیے جو جگہیں مقرر کی گئی ہیں وہاں جا کر ارکان ادا کرنا ضروری ہے، ورنہ فریضۂ حج ادا نہ ہوگا۔

اسی طرح نمازِ جمعہ کی صحت کے لیے شہر یا قصبہ ہونا شرط ہے، اس لیے کہ چھوٹے گاؤں میں جمعہ و عیدین جیسی اہم عبادتیں جو عظیم شعائرِ اسلام میں سے ہیں، ادا نہیں کیا جا سکتیں۔

دیکھئے میدانِ عرفات شہر میں داخل نہیں، اس لیے وہاں جمعہ کی نماز نہیں پڑھی جاتی، حالانکہ لاکھوں حجاج ہوتے ہیں وہ سب ظہر کے نماز پڑھتے ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۸۸ ج ۵)

اُمّت کا اِجماع

اُمت کا اجماع ہو گیا ہے کہ آیتِ قرآنی "وَ اِذَا نُودِیَ الخ" آیت اپنے عموم پر نہیں ہے بلکہ جمعہ کی نماز کے ساتھ اور ایسی بستی (جگہ) کے ساتھ خاص ہے جس کے باشندے گرمی اور سردی وغیرہ تمام موسموں میں وہاں رہتے ہوں لہٰذا وہ بستیاں جن میں لوگ ایک موسم میں رہتے ہوں اور دوسرے موسم وہاں سے منتقل ہو کر دوسری جگہ بس جاتے ہوں وہاں جمعہ کی نماز بالاتفاق درست نہیں، اسی طرح جنگل بیابان کشتی وغیرہ میں بھی جمعہ درست نہیں ہے۔

(معارف مدنیہ ص ۹۷ جلد ۳)

آبادی کم ہونے پر نمازِ جمعہ کا حکم

سوال جو جگہ پہلے شہر ہو، اور اب آبادی کم ہو کر دو ڈیڑھ ہزار کی ہو، اس میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب قریہ کبیرہ (بڑا گاؤں) جس میں بازار ہوں وہ مثل قصبہ کے ہوتا ہے اور مصر کی شان اس میں پائی جاتی ہے۔ پس جو بستی پہلے بڑا شہر ہو اور اب اس میں دو ڈیڑھ ہزار آدمی رہ گئے ہوں اور

Marfat.com

بازار ودوکانیں وغیرہ اس میں ہوں، اس میں جمعہ واجب ہے، وہ درحقیقت شہر ہے، اس میں جمعہ ہونے میں کچھ تردد معلوم نہیں ہوتا۔ اور قریہ کبیرہ کی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ مثل قصبہ کے معلوم ہوتا ہو۔ (فتاویٰ دارالعلوم صفحہ ۱۵۴ جلد ۵ بحوالہ ردالمختار صفحہ ۷۴۸ جلد اول)

اُجڑے ہوئے شہر میں نمازِ جُمعہ

سوال بستی شیخ پورہ جو کسی زمانہ میں بڑا بھاری شہر تھا، سکھوں نے اس کو لوٹا اور تباہ کیا، جس کی موجودہ حالت یہ ہے کہ کُل ساڑھے چار سو آدمی آباد ہیں۔ دو دو کانیں پرچون کی ہیں، نہ کوئی بازار ہے نہ کوئی ضروری چیز ملتی ہے۔

جواب فی الحال جب کہ آبادی شیخ پورہ کی کُل ساڑھے چار سو آدمیوں کی ہے یا فرض کرو اس سے کچھ زیادہ ہو، بازار وغیرہ وہاں نہیں ہے نہ ضروری اشیاء وہاں ملتی ہیں تو وہ موضع یقیناً چھوٹا گاؤں ہے جس میں فقہاء نے جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی لکھا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۰ جلد ۵ بحوالہ ردالمختار باب العیدین صفحہ ۷۷۵ جلد ا)

چھوٹے گاؤں میں مصلحتاً نمازِ جمعہ کا حکم

سوال چھوٹے گاؤں والوں کو جمعہ کی وقعت اور عظمت ہے، اس کے ادا کرنے سے پنجگانہ نماز کا بھی شوق رہتا ہے ورنہ کسل وسُستی ہو جاتی ہے اور یہاں تک کہ نماز بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ ایسے وقت پر حنفیہ کو مذہب شافعی پر عمل کر کے گاؤں میں جمعہ قائم کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب دوسرے مجتہد کے قول پر عمل کرنا یا تو اس وقت جائز ہے جب اپنے مذہب کے مکروہ کا ارتکاب لازم نہ آئے اور یا موضع ضرورت میں جائز ہے اور ظاہر ہے کہ جمعہ میں نہ تو کوئی ضرورت ہے۔ اور جو مصلحتیں لکھی ہیں یہ ضرورت کی حد کو نہیں پہنچتیں کیونکہ ضرورت کی حقیقت یہ ہے کہ اس کے بغیر ضرر لاحق ہونے لگے اور ضرر سے مراد حرج اور تنگی اور مشقت ہے۔ سو یہ امور متحقق نہیں اور جمعہ پڑھنے سے اپنے مذہب کے چند مکروہات کا ارتکاب بھی لازم آتا ہے۔

(۱) نفل کی جماعت (۲) دن میں نفل نماز میں زور سے قرأت کرنا (۳) غیر لازم کا التزام (۴) ظہر کی جماعت کے فرض کا چھوڑنا (۵) اگر کوئی ظہر نہ پڑھے تو فریضہ کا چھوڑنا حرام اور فسق ہے۔

Marfat.com

اور یہ بھی معلوم ہے کہ مصر (شہر) شرائطِ جوازِ جمعہ سے ہے اور شرائط وجوب سے نہیں۔ یہ احتمال بھی دفع ہو گیا کہ اگر واجب نہیں تو جائز ہو جائے گا، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں جمعہ پڑھنا حنفیہؒ کے نزدیک ممنوع اور ناجائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۶۴۱ ج ۱)

اور حنفیہؒ کو بمذہب دیگر ائمہ اس مسئلہ میں عمل کرنے کی فقہاء نے اجازت نہیں دی اور ہم لوگ پابند ہیں اس امر کے کہ جس جگہ اور جس مسئلہ میں ہمارے فقہاء نے فتویٰ غیر کے مذہب پر دے دیا ہے اس پر عمل کیا جائے گا ورنہ نہیں۔

زوجہ مفقود الخبر (جس عورت کا شوہر لاپتہ ہو) کے بارے میں فقہاء حنفیہؒ نے فتویٰ امام مالکؒ کے مذہب پر دے دیا ہے، اس پر عمل کیا جائے گا۔ اسی طرح جس مسئلہ میں تصریح فقہاء کی ہے وہاں عمل کر سکتے ہیں اور جس جگہ تصریح ان حضرات کی نہیں ہے وہاں عمل نہیں کر سکتے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۴ جلد ۵)

حنفیہؒ کو امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کرنی چاہیے، اپنے امام کے مذہب کے موافق قریہ صغیرہ (چھوٹے گاؤں) میں جمعہ نہ پڑھنا چاہیے، ظہر باجماعت ادا کرنی چاہیے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۶۵ جلد ۵)

امام اعظمؒ کے نزدیک نمازِ جمعہ شہروں اور قصبات ہی میں ادا ہو سکتی ہے، اور ایسے بڑے گاؤں میں جو مثل قصبات کے ہوں ان میں بھی جائز ہے جیسا کہ علامہ شامیؒ نے تصریح فرمائی ہے۔ اس کے علاوہ چھوٹے گاؤں میں جمعہ ہرگز جائز نہیں اور کسی کا یہ کہنا بالکل صحیح نہیں کہ اس بہانہ سے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ مسلمان تو احکامِ شرعیہ کے مامور ہیں حدودِ مذہب کے اندر لوگوں کو نماز کے لیے جمع کرنا چاہیے۔

اگر وہ کسی ایسی صورت میں جمع ہوں جو شرعاً جائز نہ ہو تو ایسے اجتماع ہی سے کیا فائدہ ہے جب نمازِ جمعہ چھوٹے گاؤں میں ادا نہیں ہوگی تو پھر ایسی نماز کے لیے اگر جمع ہو بھی گئے اور پڑھ بھی لی تو کیا فائدہ؟

اس لیے مسلمانوں کو تو فتوے پر عمل کرنا چاہیے، جس کی قسمت میں نماز اور عبادت لکھی ہے اور جس کو خدا کا خوف ہے وہ پھر بھی پڑھے گا، اور جو بدقسمت نہ پڑھے تو اس کا فکر کسی کے ذمہ نہیں، وہ اپنی قبر کا خود سامان کرے گا۔ (جواہر الفقہ ص ۱۱۳ ج ۴)

شہر کے نواح میں کام کرنا عذر نہیں ہے

سوال: اگر کاشتکاران وغیرہ آبادی سے ایک ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر کام کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ جنگل سے آبادی میں آنے اور نمازِ جمعہ میں شریک ہونے سے ہمارا کام بند ہو جاتا ہے کیا یہ عذر ان کا معتبر ہے یا نہیں؟

جواب: یہ عذر جمعہ کو چھوڑنا شہر کے رہنے والے کاشتکاران وغیرہ کو جو اسی شہر میں جنگل میں مشغول ہیں، نہیں ہوسکتا۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۹۹ جلد ۵ بحوالہ ردالمختار باب الجمعہ صفحہ ۷۶۲ جلد اول)

نمازِ جمعہ کا چھوڑنا گناہ ہے

سوال: اگر کوئی شخص ڈاک خانہ کا ملازم ہو اور ملازمت کی وجہ سے جمعہ نہ پڑھ سکتا ہو تو اس موقعہ پر جمعہ چھوڑنے سے کچھ گناہ تو نہیں، اگر چہ مسجد بالکل قریب ہو؟

جواب: ایسی حالت میں جمعہ فرض ہوگا، جمعہ کا چھوڑنا سخت گناہ ہے اور کبیرہ گناہ ہے اور جمعہ چھوڑنے پر حدیثوں میں وعید شدید آئی ہے۔ ایک حدیث میں یہ مضمون ہے کہ ”جو لوگ جمعہ چھوڑتے ہیں ان کو چاہئے کہ وہ جمعہ چھوڑنے سے باز آئیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا۔ پھر وہ غافلین میں سے ہو جائیں گے“۔

پس جہاں تک ہوسکے کوشش کرنی چاہئے کہ شہر اور قصبہ میں رہتے ہوئے جمعہ نہ چھوٹے، اور اگر کبھی اتفاقاً مجبوری کی وجہ سے ترک ہوگیا تو ظہر کی نماز پڑھ لینی چاہئے اور جمعہ کے چھوٹنے سے توبہ کر لینی چاہئے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۹۲ جلد ۵ بحوالہ مسلم شریف باب وفصل اول ص ۱۲۱ جلد اول)

جمعہ کا چھوڑنا نوکری کی مجبوری کی وجہ سے جائز نہیں ہے باقی اگر جمعہ نہ پڑھ سکے تو پھر اسی کو ظہر کی نماز پڑھنی چاہئے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۳۱ ج ۵ بحوالہ ردالمختار باب الجمعہ ص ۷۴۲ ج ۱)

جمعہ کے دن محلہ کی مسجد بند کرنا

نماز پنجگانہ کے لیے محلہ کی مسجد میں مَردوں کو حاضری کا حکم تاکیدی ہے۔ اہلِ محلہ کے حق میں محلہ کی مسجد از روئے ثواب، جامع مسجد کے برابر ہے۔ شرعی عذر کے بغیر اس کے چھوڑنے کی اجازت نہیں، ایک ہی نمازی ہو تب بھی وہیں نماز پڑھے، البتہ نمازِ جمعہ کے لیے محلہ کی مسجد بند

Marfat.com

کر کے جامع مسجد میں جانے کی اجازت ہے، ایک مسجد میں نمازی نہیں سما سکتے ہیں یا مسجد دُور ہونے کی وجہ سے وہاں پہنچنے میں لوگوں کو تکلیف ہوتی ہو تو ایک سے زائد مسجدوں میں نمازِ جمعہ کا انتظام کر سکتے ہیں۔ عذر کے بغیر محلہ کی مسجد میں جمعہ پڑھنے کا انتظام کرنے سے شریعت کا مقصد اور مصلحت اور اسلامی شان و شوکت ختم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں محلہ کی مسجد کو نمازِ جمعہ کے وقت بند کر کے جامع مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جانے میں مسجد کے احترام میں کچھ خلل نہ آئے گا۔

جس طرح عید کی نماز کے لیے جامع مسجد بند کر کے عید گاہ میں جانے سے جامع مسجد کے احترام میں کچھ خلل نہیں آتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس سے اسلامی شان و شوکت میں اضافہ ہوتا ہے اور بڑی فضیلت کے حقدار ہوتے ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۵۳ ج ۱)

جامع مسجد میں ثواب کی زیادتی

سوال مجموعہ خطبہ میں لکھا ہوا ہے کہ جامع مسجد میں ایک رکعت کا ثواب پانچ سو رکعت کی برابر ہے، یہ ثواب صرف فرض کی جماعتِ اولیٰ کے ساتھ مخصوص ہے یا سنت اور نفل میں بھی یہی ثواب ہے جبکہ وہ جامع مسجد میں پڑھے؟

جواب یہ ثواب صرف نمازِ فرض کی جماعتِ اولیٰ کے ساتھ مخصوص ہے، نمازِ سنت اور نفل میں نہیں، ان کو گھروں میں پڑھنا افضل ہے، اور یہی آنحضرت ﷺ کا دائمی عمل اور حکم تھا۔ اگر نوافل میں بھی یہی گراں قدر ثواب ہوتا، آپ گھر میں نہ پڑھتے اور نہ حکم کرتے۔ اور یہ مضمون حدیث کا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۵۷ جلد ۵)

جمعہ کی نماز کے لیے جامع مسجد ضروری نہیں

بے شک نمازِ جمعہ کے لیے جامع مسجد کا ہونا شرط نہیں ہے۔ شہر کی دوسری مسجد میں یا شہر کی میدان میں بھی جمعہ ہو سکتا ہے مگر جمعہ کے لیے یہ شرط ہے کہ شہر یا قصبہ ہونا چاہئے اور بڑا گاؤں جو قصبہ کے مثل ہو وہ بھی اس حکم میں ہے چھوٹے گاؤں میں حنفیہ کے نزدیک جمعہ درست نہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۴۸ جلد ۵)

کمرہ مسجد کا حکم نہیں رکھتا اور مسجد شرعی وہ نہیں ہے لیکن جمعہ اور جماعت کمرہ میں درست

ہے (بشرطیکہ عام اجازت ہو) کیونکہ جماعت اور جمعہ کے لیے مسجد ہونا شرط نہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۱۷ جلد ۵)

ہاں مکان میں بھی نمازِ جمعہ ہو سکتی ہے جبکہ کسی کی روک ٹوک نہ ہو، مگر ہمیشہ مکان میں ہی نمازِ جمعہ قائم کرنا اور مسجد کو معطل کرنا نہیں چاہئے۔ (کفایت المفتی ص ۱۸۶ ج ۳)

جامع مسجد کے بجائے محلّہ کی مسجد میں نمازِ جمعہ

ایک شہر میں نمازِ جمعہ چند جگہ بھی صحیح مذہب کے موافق صحیح ہے، جیسا کہ دُرِّ مختار باب الجمعہ ص ۷۵۵ جلد اول وغیرہ پر ہے۔ لیکن بلا وجہ جامع مسجد کو چھوڑنا اچھا نہیں ہے البتہ اگر کسی فتنہ وغیرہ کا اندیشہ ہو تو خیر ورنہ جہاں تک ہو سکے جمعہ ایک جگہ جامع مسجد میں ہونا اچھا ہے اور موجب ثوابِ عظیم ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۶۳ جلد ۵)

ایک آبادی میں باری باری نمازِ جمعہ

سوال ہمارے قصبہ میں تین مسجدیں ہیں اور ہر مسجد میں نمازِ جمعہ علیحدہ علیحدہ ہوتی ہے اب چند ماہ سے یہ کر لیا کہ ایک جمعہ کی نماز قدیم مسجد میں اور آئندہ جمعہ کی نماز دوسری مسجد میں ہو، چنانچہ باری باری سے جمعہ کی نماز ہوتی ہے۔ یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

جواب نمازِ جمعہ ہر ایک مسجد میں صحیح ہے اور یہ صورت جو سوال میں درج ہے کہ ایک دفعہ جمعہ ایک مسجد میں ہو اور دوسرا جمعہ دوسری مسجد میں اور تیسرا جمعہ تیسری مسجد میں۔ یہ بھی دراصل درست ہے اور نماز صحیح ہوتی ہے مگر بہتر یہ ہے کہ جو مسجد ان میں سے بڑی ہو اور یا قدیم ہو، اس میں جمعہ قائم کیا جائے اور اس کو جامع مسجد قرار دیا جائے کیونکہ یہ صورت تناوب کی جو سوال میں درج ہے پسندیدہ نہیں ہے اور اس میں بوئے نفسانیت معلوم ہوتی ہے۔

درمختار باب الجمعہ ص ۷۴۸ جلد اول سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے لیے خاص جامع مسجد موضوع ہے۔ اگرچہ دوسری مساجد میں بھی جمعہ صحیح ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۷۵ ج ۵)

جس گاؤں میں جمعہ کی اذان پہنچے

سوال ایک گاؤں شہر سے ایک میل سوا میل کے فاصلہ پر ہے، اذان کی آواز آتی ہے، گاؤں والوں پر شہر میں آ کر جمعہ پڑھنا فرض ہے یا نہ؟

Marfat.com

جواب: جمعہ گاؤں والوں پر فرض نہیں ہے، اگر چہ وہ گاؤں شہر کے قریب ہو، اور اذان کی آواز بھی آتی ہو۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۶۰ جلد ۵۔ بحوالہ عالمگیری کشوری باب الجمعہ صفحہ ۱۴۳ جلد ۱)

گاؤں والوں کا شہر میں جا کر جمعہ پڑھنا

گاؤں والوں کو شہر جا کر جمعہ پڑھنا ضروری نہیں ہے چاہے کتنا ہی نزدیک ہو، ہاں اگر بسہولت کوئی شخص جا سکے تو شہر میں جا کر جمعہ پڑھنا ثواب کا کام ہے اور اگر نہ جائیں تو کچھ گناہ نہیں ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مدینہ طیبہ کے قرب وجوار میں دیہات تھے، وہاں کے سب لوگ ہمیشہ مسجدِ نبویؐ میں جمعہ پڑھنے نہ آتے تھے بلکہ کبھی کوئی اور کبھی کوئی آتا، یعنی جس کو فرصت ہوئی اور دل چاہا وہ آجاتا تھا اور جس کو موقع نہ ملا وہ نہ آتا تھا۔ پس اب بھی یہی حکم ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۹۶ جلد ۵ بحوالہ عالمگیری مصری باب الجمعہ ص ۱۳۶ ج ۱)

جمعہ کی نماز متعدد مساجد میں ہونا

شریعتِ اسلامیہ کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو یکجا ہو کر عبادت کا شوق ہو، لہٰذا اس میں شک نہیں کہ بلا ضرورت متعدد مسجدوں میں (جمعہ کی نماز) ہونے سے یہ اعلیٰ مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس طرح مسلمان مختلف مسجدوں میں بٹ جاتے ہیں۔ اجتماع کے مفاد سے بے خبر رہتے ہیں۔ ان کے دل خالقِ کائنات کی عظمت سے جس کی عبادت کے لیے خشوع وخضوع کے ساتھ سب لوگ اکٹھے ہوتے ہیں متاثر نہیں ہوتے۔

(مسئلہ یہ ہے کہ) جس مقامات میں جمعہ کی نماز درست ہے ان کے متعدد ہونے میں (اگر ضرورت ہو تو) کوئی حرج نہیں ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۶۱۵ جلد ۱)

بہتر یہ ہے کہ جمعہ کی نماز ایک مقام میں ایک ہی مسجد میں سب لوگ جمع ہو کر پڑھیں اگر چہ ایک مقام کی متعدد مسجدوں میں بھی نمازِ جمعہ جائز ہے۔ (علم الفقہ ص ۱۵۳ ج ۲ بحوالہ بحر الرائق)

بہتر یہ ہے کہ جمعہ ایک جگہ جامع مسجد یعنی بڑی مسجد میں ہو، اگر ایک مسجد میں سب نمازی جمعہ کے نہ آسکیں تو دوسری مسجد میں جمعہ کر لیں۔ الغرض ایک شہر وقصبہ میں چند جگہ جمعہ جائز ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ اگر کچھ دقت نہ ہو تو ایک جگہ پڑھیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم صفحہ ۱۳۵ جلد ۵)

Marfat.com

میدان میں نمازِ جمعہ

مسئلہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صحتِ جمعہ کے لیے مسجد شرط نہیں ہے، بلکہ میدان کے اندر بھی نمازِ جمعہ درست ہے بشرطیکہ شہر (جہاں جمعہ جائز ہو) سے اس کا فاصلہ ایک فرسخ سے زیادہ نہ ہو۔ ایک فرسخ یعنی تین میل کی مسافت ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۶۱۹ و ص ۶۰۳ جلد اول)۔

(مطلب یہ ہے کہ حدودِ شہر (یعنی جس جگہ جمعہ کی نماز جائز ہے) میں ہو تو میدان وغیرہ میں بھی نمازِ جمعہ جائز ہے۔ (محمد رفعت قاسمی)

نزدیک والی مسجد میں نمازِ جمعہ

سوال اکثر ملازم ہیں جو جامع مسجد تک نہیں پہنچ سکتے (ملازمت، ڈیوٹی کی وجہ سے) نزدیک کی مسجد میں جمع ہو سکتے ہیں، ایسے لوگوں کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب ایسے لوگ قریب کی مسجد میں جمعہ پڑھ لیں۔ الغرض جمعہ ایک شہر وقصبہ میں چند جگہ جائز ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ اگر کچھ دقت نہ ہو تو ایک جگہ ہی پڑھیں۔ (فتاویٰ دار العلوم صفحہ ۱۳۵ جلد ۵)

کارخانہ میں نمازِ جمعہ

سوال کارخانہ کے ملازم کو صرف ایک گھنٹہ کی اجازت خورد ونوش کے لیے ملتی ہے اور جامع مسجد بہت فاصلہ پر ہے، کھانا اور نمازِ جمعہ سے فراغت دُشوار ہے، اگر کارخانہ میں نمازِ جمعہ ادا کی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب اگر وہ کارخانہ اس شہر کے متعلقات میں سے ہے جس میں جامع مسجد ہے یعنی فناءِ شہر (حدودِ شہر) میں واقع ہے جیسا کہ شہر سے باہر کوٹھیاں اور کارخانے اسی شہر کے متعلقات ہوتے ہیں تو ایسی حالت میں چند آدمی مل کر نمازِ جمعہ اسی کارخانہ میں ادا کر سکتے ہیں کیونکہ نمازِ جمعہ جیسا کہ شہر میں صحیح ہوتی ہے اسی طرح شہر کے متعلقات بیرونِ شہر میں بھی صحیح ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۹۷ جلد ۵ بحوالہ عالمگیری مصری ص ۱۳۵ جلد اول)

کوٹھی اور حکام کے بنگلہ کے ملازمین اسی طرح کارخانہ کے ملازمین اور چھاونی والے (جب انھیں اجازت نہ ملے) کوٹھی کارخانہ اور چھاونی میں بلا تردد نمازِ جمعہ پڑھ سکتے ہیں۔

(امداد الفتاویٰ حاشیہ جدید ص ۶۱۲ جلد اول)

اگر یہ شہر (جہاں جمعہ کی نماز جائز ہو) اس کی حدود میں سے ہو تو جمعہ اس میں صحیح ہے۔ اور یہاں سے کسی کو باہر جانے کی اجازت نہ ہونا تو مضر نہیں لیکن یہ دیکھنا چاہئے کہ اس حد کے اندر باہر والے بھی آ سکتے ہیں یا نہیں، اگر آ سکتے ہیں تو بلاتردد جمعہ جائز ہے۔ عام اجازت بھی شرائطِ صحتِ جمعہ سے ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ خود نمازِ جمعہ پڑھنے والے کو روکنا مقصود نہ ہو، باقی اگر روک ٹوک کسی اور ضرورت سے ہو وہ عام اجازت میں مخل نہیں۔

(امداد الفتاویٰ ص ۶۱۱ و ص ۶۱۴ جلد اول)

جہاز میں نمازِ جمعہ

سوال ہم لوگ گزشتہ کل جمعرات کو جہاز میں سوار ہوئے ہیں، آج جمعہ کا دن ہے، اب ہمارے ساتھ بمبی کے حجاج ہیں اور جہاز ابھی بمبی میں کسٹم (گودی) میں ہے تو یہ لوگ جمعہ ادا کریں یا ظہر؟ اسی طرح قصر کریں یا پوری؟

جواب جہاز جب تک بمبی گودی میں کھڑا رہے اس وقت تک بمبی والے نماز پوری ادا کریں، یہ لوگ ابھی اپنے وطن کی حد (احاطہ) میں ہیں جس کی بناء پر مقیم ہیں مسافر نہیں ہیں۔

البتہ ان پر نمازِ جمعہ نہیں ہے کہ جمعہ کے لیے ''اِذنِ عام'' (بلارکاوٹ) ضروری ہے جب جہاز والے شہر میں نہیں جا سکتے اور شہر والے جہاز میں نہیں آ سکتے تو ''اذنِ عام'' کی شرط مفقود ہے، اس لیے جمعہ کی نماز ان پر لازم نہیں۔ جیسے اپنے شہر کے جیل خانہ میں جو قیدی ہیں ان پر جمعہ کی نماز لازم نہیں کیونکہ جیل خانہ میں جانے کی عام اجازت نہیں ہے وہ ظہر کی نماز الگ الگ پڑھیں گے۔

اسی طرح بمبی کے حُجاج بھی ظہر کی نماز علیحدہ علیحدہ پڑھ لیں جماعت نہ کریں کیونکہ ایسے لوگوں کے لیے ظہر کی جماعت کرنا شہر میں مکروہ ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۵۹ جلد ۳)

جیل خانہ میں نمازِ جمعہ

قیدی اور اَسیر پر جمعہ فرض نہیں ہے لیکن اگر موقع اس کو جمعہ میں شریک ہونے کا مل جائے تو نمازِ ظہر اس کے ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے اور جمعہ کی فرضیت کے لیے اور جمعہ کی شرائط میں سے ہے عاقل و بالغ ہونا اور تندرست و آزاد ہونا اور بینا ہونا، اور قید میں نہ ہونا وغیرہ۔

Marfat.com

پس اگر کوئی شخص قیدی ہے اور جمعہ سے روکا جاتا ہے تو اس پر جمعہ فرض نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۰۸ جلد ۵ بحوالہ ردالمختار باب الجمعہ ص ۶۲ ۷ جلد اوّل)

جیل خانہ میں نمازِ جمعہ کرنا جائز ہے بشرطیکہ نمازِ جمعہ شریک ہونے کا اِذن عام یعنی بلا روک ٹوک عام اجازت ہو تو جائز ہے۔ (محمد رفعت قاسمی)

باغ و جنگل میں نمازِ جمعہ

اگر وہ جنگل، میدان یا باغ شہر کے متعلق یا متصل (قریب) ہو کہ فناءِ مصر (شہر کی حدود) میں داخل ہو تو جمعہ وہاں ہوسکتا ہے، اور امام صاحب کے نزدیک امام کے سوا تین مقتدی جمعہ کے لیے ہونے ضروری ہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۶۰، ج ۵، بحوالہ عالمگیری کشوری (باب الجمعہ ص ۱۴۳ جلد اول)

چھوٹے گاؤں اور جنگل میں جہاں کچھ آبادی نہ ہو، جمعہ کی نماز نہیں ہوتی، البتہ وہ جنگل قریب شہر یا قصبہ سے ہو کر وہ فناءِ مصر اس کی حدود میں داخل ہو تو اس میں جمعہ ہوسکتا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۵۱ جلد ۵ بحوالہ ردالمختار باب الجمعہ ص ۴۸ ۷ جلد اول)

قصبہ کے حدود میں نمازِ جمعہ

اگر قصبہ کے حدود میں نمازِ جمعہ پڑھیں تو صحیح ہے، اور جو دیہات قصبہ سے ملے ہوئے ہیں ان میں جائز نہیں ہے۔ اور مراد حدودِ قصبہ سے فناءِ شہر ہے جس میں قصبہ کے کاروبار ہوتے ہیں، جیسے چراگاہ اور قبرستان وغیرہ۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۳ جلد ۵ بحوالہ ردالمختار ص ۴۹ ۷ جلد اول)

فناءِ مصر وہ مقام ہے جو شہر سے باہر مگر متصل (قریب ملا ہوا) اور شہر کی بعض ضروریات اس مقام سے بہم پہنچتی ہوں۔ (کفایت المفتی ص ۱۸۶ جلد ۳)

فناءِ مصر یعنی شہر کی حدود کے لیے میلوں کی تعداد معتبر نہیں ہے، بلکہ فناءِ مصر وہ ہے جو مصالح مصر کے لیے اور کارہائے مصر کے لیے مہیا ہو۔ جیسے قبرستان، اصطبل و چراگاہیں اور چھاؤنیاں وغیرہ۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۴ جلد ۵ بحوالہ ردالمختار ص ۴۹ ۷ جلد اول)

فناءِ مصر (حدودِ شہر) وہ مقام ہے جو شہر کی ضروریات کے لیے متعین ہو، مثلاً قبرستان، کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ، گھوڑ دوڑ، یا جنگی مشق یا فوجی اجتماع وغیرہ کے لیے میدان، ہوائی اڈہ اور ریلوے اسٹیشن وغیرہ۔ اور فناء کا شہر سے اتصال ضروری نہیں ہے اور نہ ہی اس کی مسافت اور

Marfat.com

وسعت کی کوئی تحدید ہے بلکہ شہر کی حیثیت کے مطابق اس کی فناء مختلف ہوا کرتی ہیں۔

(احسن الفتاویٰ ص ۱۲۳ ج ۱ بحوالہ ردالمختار ص ۷۴۹ ج ۱)

قلعہ میں نمازِ جمعہ

سوال قلعہ کے میگزین میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس دلیل سے اس قلعہ میں بلاٹکٹ کے کوئی بھی نہیں جاسکتا، نزدیک امام ابوحنیفہؒ کے جو حکم ہو اُس سے مطلع فرمائیں اور جگہ کے علماء عدمِ جواز پر ہیں۔

جواب اقول وباللّٰہ التوفیق۔ اس مسئلہ کے متعلق روایۃ درمختار وردالمختار یہ ہے:۔ والسابع الإذن العام من الایام ویحصل بفتح ابواب الجامع للواردین کافی ولایضر غلق باب القلعة لعدوٍّ او العادة قدیمه۔

(حوالہ ردالمختار علیٰ حاشیۃ الدرالمختار ص ۷۶۲ ج اوص ۷۶۳ ج ا باب الجمعۃ قلعہ)

پس عبارۃ مذکورہ سے صاحب بصیرۃ کو اتنی بات معلوم ہوسکتی ہے کہ اگر قلعہ کا دروازہ بسبب عادۃ مستمرہ (عام طور پر) بند رہتا ہے اور قلعہ کے اندر رہنے والوں کو شرکتِ جمعہ (جمعہ میں شرکت کرنے کی اجازت) ہے تو قلعہ کے اندر جمعہ صحیح ہے خصوصاً جب کہ علت عدم جواز فی الحصن (قلعہ کے اندر جمعہ کے جائز نہ ہونے کا سبب) جو کہ تفویتِ جمعہ (نمازِ جمعہ کا چھوٹ جانا، فوت ہوجانا) قلعہ سے باہر والوں کے لیے پائی نہیں جاتی ہو کیونکہ قلعہ سے باہر شہر میں چند جگہ جمعہ درست ہے۔ اور حسب روایت مفتی بہا ایک شہر میں چند جگہوں پر جمعہ درست ہے۔ وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلق علی المذاهب وعلیه الفتوی۔

(تفصیل کے لیے فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۰۶ جلد ۵)

اگر پہلے سے نمازِ جمعہ قائم ہے تو بند نہ کریں

حنفی مذہب کے موافق دیہات (گاؤں) میں جمعہ صحیح نہیں ہوتا۔ اسلیے اگر کسی گاؤں میں پہلے سے جمعہ قائم نہیں ہے تو وہاں جمعہ قائم نہ کرنا چاہیے، کیونکہ حنفی مذہب کے موافق اس میں جمعہ صحیح نہ ہوگا۔ اور فرضِ ظہر جمعہ پڑھنے سے ساقط نہ ہوگا، لیکن اگر وہاں قدیم الایام سے جمعہ قائم ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں یا یہ کہ اسلامی حکومت میں مسلم بادشاہ کے حکم سے قائم ہوا تھا تو حنفی مذہب کی رو سے بھی وہاں جمعہ صحیح ہوتا ہے، اسلیے بند کرنا درست نہیں، یا یہ کہ بادشاہِ اسلام

کے حکم سے قائم ہونا ثابت نہیں یا یہ معلوم ہے کہ مسلمانوں نے خود قائم کیا تھا مگر ایک زمانہ دراز سے پڑھا جاتا ہے۔

اس صورت میں حنفی مذہب کے اصول کے موافق تو اسے بند کرنا چاہئے یعنی بند کرنا ضروری ہے لیکن چونکہ عرصہ دراز کے قائم شدہ جمعہ کو بند کرنے میں جو فتنے اور مفاسد پیدا ہوتے ہیں ان کے لحاظ سے اس مسئلے میں حنفیہ کو شوافع کے مذہب پر عمل کر لینا جائز ہے اور جبکہ شوافع کے مذہب پر عمل کر کے جمعہ پڑھیں گے تو ظہر ساقط نہ ہونے کے کوئی معنی نہیں۔

مسئلہ مجتہد فیہ ہے اور مفاسد لازمہ عمل بمذہب الغیر کے لیے وجہ جواز ہیں۔

(کفایت المفتی ص ۱۹۴ جلد ۳)

حضرت حاجی امداداللہ قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ جہاں نمازِ جمعہ کا سلسلہ جاری ہو وہاں اس کو روکنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جہاں پر جمعہ (کی نماز پہلے سے) ہوتی چلی آ رہی ہو وہاں اس کو بند کرنے میں بہت سے مفاسد کا اندیشہ ہے۔ اس لیے وہاں اس مسئلہ میں امام شافعیؒ کے قول پر عمل کرنا جائز ہے، اس کو روکنے کی کوشش نہ کرنی چاہئے۔ جو شخص وہاں جمعہ پڑھے گا اس کا جمعہ صحیح ہوگا، اور احتیاطِ ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں، (یعنی جمعہ کی نماز کے مشکوک ہونے کی وجہ سے بعد جمعہ چار رکعت ظہر کی پڑھ لیتے ہیں، اس کی بھی ضرورت نہیں)۔ (معارف مدنیہ ص ۸۲ ج ۳)

پچاس آدمیوں میں نمازِ جمعہ

سوال حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کا قول "حجۃ اللہ البالغہ" میں قابلِ عمل ہے یا نہیں، وہ یہ کہ جس قریہ میں پچاس آدمی مرد مسلمان ہوں اس میں نمازِ جمعہ درست ہے یا نہیں؟

جواب یہ حنفیہؒ کا مذہب نہیں، حنفیہ کو اپنے مذہب کی فقہ کی کتابوں کے موافق عمل کرنا چاہئے۔ حضرات محققینؒ کے کلام سے حجت نہ لانا چاہئے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۵۵ ج ۵)

جمعۃ الوداع کی جماعت عیدگاہ میں

سوال نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے جامع مسجد میں اس قدر وسعت نہیں جو تمام نمازیوں کے

Marfat.com

لیے کافی ہو، اگر عیدگاہ میں نمازِ جمعہ پڑھی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب بصورتِ موجودہ نماز عیدگاہ میں درست ہے اور یہ بھی مسئلہ ہے کہ شہر میں چند مسجدوں میں جمعہ صحیح ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۰۰ جلد ۵)

جمعۃ الوداع کے لیے سفر کرنا

سوال عام لوگ اپنے گاؤں کی مساجد کو چھوڑ کر آخیر جمعہ رمضان المبارک میں جامع مسجد دہلی میں جاتے ہیں، کیا ان کو زیادہ ثواب ملتا ہے؟

جواب اس کی کچھ ضرورت نہیں، جامع مسجد میں اگرچہ ثواب زیادہ ہے لیکن اپنے محلہ اور اپنے گاؤں (جہاں پر جمعہ جائز ہو) کی مسجد کا بھی حق ہے، اس کو نہ چھوڑنا چاہیے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۲۳ جلد ۵۔ بحوالہ درمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ ص ۶۱۷ جلد اول)

اگر اس قصد سے کہ فلاں جگہ کی مسجد میں ثواب زیادہ ہوگا، سفر کر کے جائے تو سوائے تین مساجد کے (بیت المقدس، مسجد حرام، مسجد نبویؐ)۔ ایسا کرنا واقعی جائز نہیں۔ اور حدیث سے ثابت ہے۔ بالخصوص جمعۃ الوداع پڑھنے کے لیے دہلی وغیرہ جانا۔ یہ تو بہت سے مفاسد پر مشتمل ہے، اول تو جمعۃ الوداع کو ایسی اہمیت دینا جو دوسرے جمعات میں نہ سمجھی جائے، یہ ایک خودساختہ خیال اور بدعت ہے۔ دوم اس کام کے لیے سفر کرنا فضول خرچی ہے۔ سوم حدیث کے خلاف ہے۔ چہارم بسا اوقات روزہ میں بھی سفر کی وجہ سے خلل آتا ہے۔ وغیر ذٰلک۔ (جواہر الفقہ ص ۱۲۱ جلد ۴)

جمعۃ الوداع میں قضاء عمری پڑھنا

سوال رمضان شریف کے آخری جمعہ میں قضائے عمری بارہ رکعت باجماعت پڑھتے ہیں، اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب یہ قضائے عمری کی نماز بے اصل ہے اور جماعت سے پڑھنا ناجائز ہے۔

(کفایت المفتی ص ۳۳۸ جلد ۳)

رمضان شریف میں آخری جمعہ میں قضاء عمری بطریق مخصوص پڑھنا ثابت نہیں ہے شامی میں ہے کہ امام صاحب کی طرف اس کو منسوب کرنا صحیح نہیں ہے اور فخر الاسلام اور قاضی خاں سے اس کی کراہت نقل کی ہے، لہٰذا اس کو چھوڑنا چاہیے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۴۶ جلد ۴۔ بحوالہ درمختار ص ۶۵۳ جلد اول)

Marfat.com

(مطلب یہ ہے کہ قضائے عمری کیلئے جماعت اور رمضان شریف کے آخری جمعہ کو خاص کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ جسوقت چاہے بلا جماعت پڑھ لیا کریں۔ مرتب محمد رفعت قاسمی)

عید و جمعہ کا اجتماع

سوال عید اور جمعہ اگر ایک دن میں جمع ہو جائیں تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ جمعہ نہ پڑھا جائے اور صحیح مسلم کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ یہ بات کہاں تک صحیح ہے۔ نمازِ جمعہ پڑھنی چاہئے یا نہیں؟

جواب اس حدیث کو مسلم شریف میں تلاش کیا مگر پتہ نہیں چلا، بے شک ابوداؤد شریف میں عبداللہ بن زبیرؓ کا فعل نقل کیا گیا ہے۔ مگر ذرا غور کرنا چاہئے کہ ایک صحابیؓ کے فعل سے نبی کریم ﷺ کے قول اور فعل کو چھوڑ دینا خلافِ انصاف ہے۔ حضرتؐ کے زمانہ میں بھی یہ اتفاق پیش آیا مگر آپؐ نے جمعہ ادا کیا اور آپؐ نے گاؤں کے لوگوں کو کہدیا کہ ''تم جانا چاہو تو چلے جاؤ ہم جمعہ ادا کریں گے''۔

ابوداؤد وغیرہ میں موجود ہے اور عبداللہ بن زبیرؓ کے فعل کی علماء نے تاویل کی ہے لہٰذا جمعہ ضرور ادا کرنا چاہئے، دوسری بات یہ ہے کہ جمعہ کی نماز قرآن شریف سے ثابت ہے اس کو ایک صحابیؓ کے فعل سے ترک کر دینا یا تخصیص کرنا عقلِ سلیم کا کام نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۴۵ جلد ۵)

اور آپ ﷺ کا فرمان گاؤں والوں سے کہ ''تم جانا چاہو تو چلے جاؤ ہم جمعہ ادا کریں گے''۔ یہ اس لیے تھا کہ گاؤں والے عید میں صبح ہی سے شریک ہو گئے تھے اور ان پر جمعہ واجب نہیں ہے اگر پڑھ لیں گے تو جمعہ صحیح تو ہو جائے گا یعنی ظہر کی نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں، لیکن جمعہ تک انتظار کرنا وہ بھی عید کے دن؟ اس لیے آپؐ نے اجازت صرف گاؤں والوں کو دی تھی۔ (واللہ اعلم) محمد رفعت قاسمی عفا اللہ عنہ۔

نمازِ جمعہ میں قنوتِ نازلہ پڑھنا

سوال جمعہ میں قنوتِ نازلہ کا (حوادث کے وقت عام طور پر حنفیہؒ کے نزدیک فجر کی نماز میں پڑھی جاتی ہے) جمعہ میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب بعض روایات کے موافق جن میں تمام جہری (زور سے قرأت پڑھی جانے والی) نمازوں میں قنوتِ نازلہ پڑھنے کو جائز لکھا ہے، جمعہ کی نماز میں بھی درست ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۹۵ جلد ۴۔ بحوالہ ردالمحتار باب الوتر والنوافل ص ۶۲۸ جلد اول)

قنوتِ نازلہ کے مسنون ہونے میں چاروں امام متفق ہیں۔ پانچوں نمازوں میں جائز ہے مگر جہری نمازوں میں (یعنی جن نمازوں میں قرأت زور سے ہوتی ہے) متعدد اور اکثر سلف سے ہونا ثابت ہے۔ (کفایت المفتی ص ۴۰۳ جلد ۳)

نمازِ جمعہ میں لقمہ دینا

سوال نمازِ جمعہ یا کسی اور فرض نماز میں امام اگر کوئی سورت غلط پڑھے یا پڑھتے ہوئے بھول کر خاموش کھڑا ہو جائے تو کیا مقتدی امام کو صحیح بتا سکتا ہے اور نماز میں مقتدی کے بتانے سے فرق تو نہیں آئے گا؟

جواب امام کو لقمہ دینے میں اور بتلانے میں جلدی کرنا مکروہ ہے جیسا کہ امام کے لیے یہ مکروہ ہے کہ وہ مقتدی کو لقمہ دینے پر مجبور کرے، بلکہ بہتر یہ ہے کہ اگر واجب قرأت نہ کی ہو تو دوسری آیت کی طرف منتقل ہو جائے۔ بہر حال لقمہ دینے سے نماز میں کچھ نقص نہیں آتا ہے۔

(عزیز الفتاویٰ قدیم۔ فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۸۲ جلد ۷)

نمازِ جمعہ میں سجدۂ سہو

جماعت وہ بڑی نہ ہو اور گڑ بڑ کا خوف نہ ہو تو جمعہ وعیدین میں بھی سجدۂ سہو کر لیا جائے۔ البتہ کثرتِ جماعت کی وجہ سے گڑ بڑ کا خوف ہو تو سجدۂ سہو ترک کر دینا مباح ہے۔

(کفایت المفتی ص ۳۷۲ جلد ۳)

عیدین اور جمعہ کی نماز میں جبکہ مقتدیوں کی بہت بڑی جماعت شریکِ نماز ہو اور سجدۂ سہو کرنے سے تلبّس کا قوی اندیشہ ہو، سجدۂ سہو نہ کرنا اولیٰ ہے تاکہ نماز اختلال و انتشار سے محفوظ رہے۔ (کفایت المفتی ص ۳۷۴ جلد ۳)

مذہب مختار متاخرین یہ ہے کہ جمعہ وعیدین میں جبکہ مجمع زیادہ ہو سجدۂ سہو نہ کرے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۱۴ جلد ۴۔ بحوالہ درمختار باب سجود السہو ص ۷۰۱ جلد ۱)

Marfat.com

جمعہ اور عید کی نماز میں اگر واجب ترک ہو جائے یا فرض میں تاخیر ہو جائے تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۱۲۷ جلد ۷)

نمازِ جمعہ میں اگر امام کو سہو جائے اور اژدہام اس قدر ہو کہ مقتدیوں کو معلوم نہ ہو سکے کہ یہ سلام ختمِ نماز کا ہے یا سجدۂ سہو کے لیے ہے اور اس سے مقتدیوں کو تشویش پیدا ہو جائے تو امام کو سجدۂ سہو نہیں کرنا چاہیے۔ اگر اژدحام اس قدر نہ ہو بلکہ امام سمجھتا ہے کہ مقتدیوں کو تشویش نہ ہوگی۔ اور سب کو بسہولت معلوم ہو جائے گا کہ یہ سلام سجدۂ سہو کے لیے ہے، تو امام کو سجدۂ سہو کرنا چاہیے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۶ جلد ۷ بحوالہ مراقی الفلاح ص ۲۷۹)

جمعہ کے دن احتیاط الظہر

سوال بعض لوگ نمازِ جمعہ (کی نوافل وسنت) کے بعد چار رکعت احتیاط الظہر بھی پڑھتے ہیں۔ شرع حکم کیا ہے؟

جواب احتیاط الظہر پڑھنا جائز نہیں۔ کیونکہ بلادِ ہندوستان میں مذہب مفتی بہ کے موافق شہروں میں جمعہ جائز ہے۔ پس احتیاط الظہر کے کوئی معنی نہیں اور یہی راجح ہے۔

(کفایت المفتی ص ۲۱۷ جلد ۳)

احتیاط الظہر جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے نہ فرض ہے نہ سنت، بلکہ بعض فقہاء نے اس وجہ سے کہ جمعہ کی بعض شرطوں میں شبہ تھا۔ محض احتیاط کے طور پر استحباباً یہ حکم دیا تھا کہ ظہر کی نماز احتیاطاً پڑھ لی جائے۔ اور ظاہر ہے کہ احتیاط وہاں متصور ہو سکتی ہے جہاں شک وشبہ ہو۔ متعدد مساجد میں جمعہ ایک شہر میں، یا مسلم بادشاہ کا نہ ہونا، یا شہر کے تعین میں جو اختلاف پیدا ہوا ہے وہ فقہاء کرامؒ کے فیصلے سے طے ہو گیا، یعنی متعدد مساجد میں جمعہ ہونا، ایک ہی شہر میں جائز ہے اور مسلم بادشاہ کا ہونا شرط نہیں ہے اور حدِ مصر میں اختلاف تھا اس میں امام ابو حنیفہؒ کی تعریف صحیح ہے۔

پس جب ان مسئلوں میں قوتِ دلیل سے وہی جانب راجح اور متعین ہو گی جس میں جمعہ کی صحت یقینی ہے۔ تو اب احتیاط الظہر کے باقی رہنے کی کوئی وجہ نہیں۔

شہر اور قصبہ میں جمعہ کی نماز درست ہے اور صرف جمعہ کی فرض ہے اور چونکہ بقول صحیح اور مفتی بہ جمعہ پڑھنا ہندوستان کے شہروں اور قصبوں میں جائز ہے اس لیے احتیاط الظہر کی

Marfat.com

ضرورت نہیں۔ اور چونکہ اکثر عوام کے لیے احتیاط الظہر (یعنی جمعہ کی نماز کے بعد چار رکعت ظہر کی نماز اسلیے پڑھنا ہوسکتا ہے کہ جمعہ کی فرضیت ادا نہ ہوئی ہو) موجب فسادِ عقیدہ ہے۔ (یعنی عقیدہ خراب ہو جائے گا) اسلیے احتیاط الظہر کا فتویٰ دینا جائز نہیں۔ البتہ (چھوٹے) گاؤں میں جمعہ کی نماز جائز نہیں۔ دیہات میں ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنی چاہیے۔

(کفایت المفتی ص ۱۷۰ وص ۱۷۱ جلد ۳)

نمازِ جمعہ نہ پانے والوں کے لیے حکم

سوال اگر چند آدمی جمعہ کی جماعت نہ پائیں تو ظہر کی نماز باجماعت پڑھیں یا علیحدہ علیحدہ؟

جواب علیٰحدہ علیٰحدہ ظہر پڑھیں جماعت سے نہ پڑھیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۸۲ جلد ۵)

اور یہی حکم مسافروں کیلیے، یعنی اگر جمعہ کے روز چند مسافر جمع ہو جائیں تو انکے لیے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۶۳۹ جلد ۱)

جن مساجد میں جمعہ (دیر میں) ہوتا ہے اگر ان میں سے کسی مسجد میں جمعہ مل سکے تو وہاں پڑھ لیں اور اگر ان میں سے نہ ملے تو الگ الگ ظہر کی نماز پڑھیں، نئی جگہ جمعہ نہ کریں۔

(امداد الفتاویٰ ص ۶۵۴ جلد ، بحوالہ درمختار ص ۸۵۶ جلد اول)

صاحبِ ترتیب کے لیے نمازِ جمعہ

اگر صاحب ترتیب ہے تو پہلے فجر کی قضاء پڑھے، اسکے بعد جمعہ مل جائے تو بہتر ہے ورنہ ظہر کی نماز پڑھے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۲۲ جلد ۴، بحوالہ ردالمختار ص ۶۸۱ جلد ۱)

دیہات میں شہری کی نمازِ جمعہ کا حکم

سوال (۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:-

شہر کا رہنے والا ملازمت یا کاروبار کے سلسلے میں روزانہ دیہات میں آمدورفت کرتا ہے۔ اپنا کام چھوڑ کر شہر میں نمازِ جمعہ کے لیے حاضر ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

(۲) شہری کسان جس کا کھیت فناءِ مصر سے باہر ہو اس کے لیے نمازِ جمعہ کا کیا حکم ہے۔ مدلل جواب سے ممنون فرمادیں۔

جواب (۱) شہر کا رہنے والا جب بسلسلۂ ملازمت یا کاروبار ایسے دیہات میں ہو جس

Marfat.com

دیہات میں نمازِ جمعہ پڑھنا جائز نہ ہو تو اس کو نمازِ جمعہ ادا کرنے کے لیے شہر میں حاضر ہونا ضروری نہیں ہے۔ باقی اگر کوئی شخص آسانی سے اپنا انتظام کر کے جمعہ کے لیے شہر میں آجائے تو یہ اعلیٰ بات ہوگی۔

(۲) شہری کسان کا بھی جس کا کھیت فناءِ مصر سے باہر ہو یعنی ایسی جگہ ہو جہاں پر ادائے جمعہ کا حکم متوجہ نہیں یعنی وہاں جمعہ پڑھنا جائز نہ ہو تو اس کو بھی نمازِ جمعہ ادا کرنے کے لیے شہر میں آنا ضروری نہیں رہے گا۔ اور اس کا بھی وہی حکم ہے جو نمبر ا کے جواب میں مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (کتبہ العبد نظام الدین غفرلہ، مفتی دارالعلوم دیوبند) (۱۹-۴-۱۴۱۱ھ)

نوٹ شہری پر نمازِ جمعہ کا حکم متوجہ اس وقت ہوتا ہے جب وقت نماز جمعہ شہر میں ہوتے ہوئے باہر جائے اب اس کے بعد باہر جانا ہو تو پھر جمعہ پڑھنے کے لیے شہر میں آنا پڑے گا ورنہ نہیں۔

(کمافی الراقی مع الطحاوی ص ۳۷۶)

احقر نے یہ سوال دستی اپنے محترم استاذ صاحب کی خدمت میں پیش کر کے معلوم کیا ہے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

Marfat.com

باب چہارم

جمعہ کے دن فجر میں قرأتِ مسنونہ

سوال کیا جمعہ کے دن فجر میں سورۂ الٓمٓ سجدہ اور سورۂ دھر پڑھنا مسنون ہے؟

جواب احادیث میں بے شک ایسا آیا ہے لیکن حنفیہؒ اس کو بعض اوقات پر محمول کرتے ہیں اور مواظبت (پابندی کرنا) اس کیساتھ پسند نہیں کرتے کیونکہ وہ تعین سورت کو کسی بھی نماز کے لیے منع کرتے ہیں لہٰذا کبھی کبھی ایسا کرلے تو کچھ حرج نہیں، دوام اس پر نہ کرے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۱۷ جلد ۲ بحوالہ رد المختار ص ۵۰۸ جلد اول)

فجر کی نماز میں جمعہ کے دن پہلی رکعت میں سورہ الٓمٓ سجدہ اور دوسری رکعت میں سورۂ دہر پڑھنا فی نفسہ مستحب ہے۔ لیکن اس پر مداومت مکروہ ہے (مستقل پابندی کرنا) تاکہ عوام اس کو واجب نہ سمجھنے لگیں۔

آج کل ائمہ مساجد نے اس مستحب امر کو بالکل ہی ترک کر رکھا ہے، یہ غفلت ہے۔ اس کی اصلاح ضروری ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۸۱ جلد ۳)

یہ سورتیں گاہے گاہے پڑھنا مسنون اور مستحب ہے۔ سنتِ مؤکدہ نہیں ہے۔ لہٰذا اس پر مداومت نہ کرے کہ عوام اس کو واجب اور سنت مؤکدہ نہ سمجھ لیں۔

درمختار میں ہے کہ خاص سورتوں کو مقرر کرلینا، جیسے یہ مقرر کرلینا کہ جمعہ کے روز صبح کی نماز میں سورۂ سجدہ اور سورۂ ھل اتٰی (سورۂ دہر) کو پڑھے، یہ مکروہ ہے، مستحب یہ ہے کہ کبھی کبھی ان کو بھی پڑھ لیا کرے، شامی میں ہے کہ نمازوں میں آنحضرت ﷺ سے جو سورتیں پڑھنی ثابت ہیں، کبھی کبھی برکت اور ثواب کی نیت سے ان کا پڑھنا مستحب ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۵۹ جلد سوم)

جمعہ کے علاوہ اور دنوں میں کوئی خاص عذر نہ ہو تو طوالِ مفصل (سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک) کی سورتوں میں سے دو سورتیں پڑھی جائیں، آیات کی تعداد کے اعتبار سے خواہ ان کی تعداد چالیس آیتوں سے کم ہو یا زائد، مقتدیوں کا خیال کرتے ہوئے طوال مفصل کی چھوٹی سورتیں پڑھی جائیں، اگر طویل سورت پڑھے تب بھی مقتدیوں کا خیال کرے اور چالیس سے

Marfat.com

ساٹھ آیتوں پر اکتفا کرے، لیکن رعایت ہر حال میں مقتدیوں کی ضروری ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۶۰ جلد ۶)

جمعہ کے دن صلوٰۃ التسبیح

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اپنے چچا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب سے فرمایا اے عباس! اے میرے محترم چچا! کیا میں آپ کی خدمت میں ایک گراں قدر عطیہ اور ایک قیمتی تحفہ پیش کروں؟ کیا میں آپ کو خاص بات بتاؤں؟ کیا میں آپ کے دس کام اور آپ کی دس خدمتیں کروں (یعنی آپ کو ایک ایسا عمل بتاؤں جس سے آپ کو دس عظیم الشان منفعتیں حاصل ہوں، وہ ایسا عمل ہے کہ) جب آپ اس کو کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے سارے گناہ معاف فرمادے گا، اگلے اور پچھلے بھی، پرانے بھی اور نئے بھی، بھول چوک سے ہونے والے بھی، اور دانستہ ہونے والے بھی، صغیرہ بھی اور کبیرہ بھی، ڈھکے چھپے بھی، اور علانیہ ہونے والے بھی، (وہ عمل نماز التسبیح ہے)۔ (میرے چچا) اگر آپ سے ہوسکے تو روزانہ یہ نماز پڑھا کریں اور اگر روزانہ نہ پڑھ سکیں تو ہر جمعہ کے دن پڑھ لیا کریں، اور اگر آپ یہ بھی نہ کرسکیں تو سال میں ایک دفعہ پڑھ لیا کریں اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو کم از کم زندگی میں ایک بار ہی پڑھ لیں۔ (ابوداؤد و ابنِ ماجہ)

اِس نماز میں ایک خاص نکتہ ہے

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نمازِ تسبیح کے بارے میں ایک خاص نکتہ لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے نمازوں میں (خاص کر) نفلی نمازوں میں) بہت سے اَذکار اور دعائیں ثابت ہیں۔

اللہ کے جو بندے ان اذکار اور دعاؤں پر قابو یافتہ نہیں ہیں کہ اپنی نمازوں میں ان کو پوری طرح شامل کرسکیں اور اس وجہ سے ان اَذکار و دعوت والی کامل ترین نماز سے وہ بدنصیب رہتے ہیں اُن کے لیے یہی صلوٰۃ التسبیح اس کامل ترین نماز کے قائم مقام ہوجاتی ہے، کیونکہ اس میں اللہ کے ذکر اور تسبیح وتحمید کی بہت بڑی مقدار شامل کردی گئی ہے۔ اور چونکہ ایک ہی کلمہ بار بار پڑھا جاتا ہے اس لیے عوام کو اس نماز کا پڑھنا مشکل نہیں ہے۔

Marfat.com

صلوٰۃ التسبیح کی خاص تاثیر

نماز کے ذریعہ گناہوں کے معاف ہونے اور معصیات کے گندے اثرات کے زائل ہونے کا ذکر تو اصولی طور پر قرآن شریف میں فرمایا گیا:۔اقم الصلوۃ طر فی النھار وزلفاً من اللیل ان الحسنٰت یذھبن السیئات" (سورۃ ھود، پارہ نمبر ۱۲)

لیکن اس تاثیر میں "صلوٰۃ التسبیح" کا جو خاص مقام اور درجہ ہے وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث میں پوری صراحت کے ساتھ ذکر کر دیا گیا ہے، یعنی اس کی برکت سے بندہ کے اگلے، پچھلے، پرانے، نئے، دانستہ، نادانستہ، صغیرہ، کبیرہ، پوشیدہ، علانیہ، سارے ہی گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔

اور ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک صحابی (حضرت عبداللہ بن عمرؓ) کو "صلوٰۃ التسبیح" کی تلقین کرنے کے بعد اُن سے فرمایا:۔

"فانك لو كنت اعظم اهل الارض ذنباً غفرلك بذالك۔"

یعنی تم اگر بالفرض دنیا کے سب سے بڑے گنہگار ہو گئے تو بھی اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرما دے گا۔ (معارف الحدیث ص ۳۷۳ جلد ۳)

بعض محققین کا قول ہے کہ اس قدر فضیلت معلوم ہو جانے کے بعد بھی اگر کوئی شخص اس نماز کو نہ پڑھے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ دین کی کچھ عزت نہیں کرتا۔ (شامی، علم الفقہ صفحہ ۴۹ جلد دوم)

صلوٰۃ التسبیح کا ثواب عام ہے

سوال: صلوٰۃ التسبیح کا ثواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا کہ اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا، کیا اور اُمتی کو بھی ایسا ہی ثواب ملے گا یا نہیں؟

جواب: حدیث شریف میں ہے "انما الاعمال بالنیات" (مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان)۔ پس مدار ثواب کا نیت پر ہے۔ اگر لوجہ اللہ خالص نیت سے کوئی شخص پڑھے گا، ثواب بھی اسی قدر ملے گا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو جو تعلیم فرمائی تھی، وہ ان کی خصوصیت نہ تھی جیسے آپؐ کی دیگر ادعیہ (دعاؤں) اور اعمال کی تعلیم و بشارتِ ثواب عام تھی۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۱۳ جلد ۴)

Marfat.com

صلوٰۃ التسبیح کی جماعت

جماعت نوافل کی خواہ صلوٰۃ التسبیح ہو یا کوئی دوسرے نوافل اگر بتداعی ہو (یعنی اگر باقاعدہ اہتمام کے ساتھ دو افراد سے زائد ہوں) مکروہ ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۱۳ جلد ۴۔ بحوالہ رد المختار ص ۶۶۳ جلد اول باب الوتر النوافل)

تعلیم کی غرض سے جماعت کرنا

سوال: رمضان شریف کے آخری جمعہ میں صلوٰۃ التسبیح با جماعت پڑھائی جاتی ہے اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟ امام صاحب کہتے ہیں کہ جاہل لوگ صلوٰۃ التسبیح نہیں پڑھ سکتے، لہٰذا ان کو امام کی متابعت میں ثواب مل جائے گا۔

جواب: اسکی کچھ اصل نہیں ہے۔ اس سے نماز فوت شدہ نمازوں کا کفارہ نہیں ہوتا یہ خیال غلط ہے، اور امام کا خیال بھی غلط ہے۔ بدعت کا ارتکاب اس خیال سے درست نہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۱۴ جلد ۴)

نماز میں ہاتھ کی کیفیت

سوال: صلوٰۃ التسبیح کے قومہ میں ہاتھ باندھے رکھے یا کھلے رکھے؟

جواب: کھلے رکھنا ہی معمول یہ ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۱۴ جلد ۴)

نماز کا طریقہ

صلوٰۃ التسبیح کی چار رکعتیں نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں، بہتر ہے کہ چاروں ایک سلام سے پڑھی جائیں، اگر دو سلام سے پڑھی جائیں تب بھی درست ہے۔ یعنی ایک ساتھ چار رکعتیں بھی پڑھ سکتے ہیں اور دو دو رکعت کر کے بھی پڑھ سکتے ہیں۔

ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ تسبیح (سبحان اللہ) کہنا چاہئے پوری نماز میں تین سو مرتبہ۔

نماز صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ نیت کرے:۔ نویت اَن اصلّی اربع رکعات صلوٰۃ التسبیح۔ یا اُردو میں یوں کہے "میں نے یہ ارادہ کیا کہ چار رکعت صلوٰۃ التسبیح پڑھوں، (یا دل میں خیال کر لے زبان سے کہنا بھی ضروری نہیں ہے) تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ

Marfat.com

باندھ لے اور سبحانك اللّٰھم پوری پڑھ کر پندرہ مرتبہ (بغیر ہاتھ چھوڑے) کہے سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر پھر اعوذ باللّٰہ اور بسم اللّٰہ پڑھ کر الحمد شریف اور اس کے ساتھ اور سورت پڑھے، اس کے بعد دس مرتبہ وہی تسبیح پڑھے پھر رکوع سے اٹھ کر سمع اللّٰہ لمن حمدہ اور ربنا لك الحمد کے بعد دس بار وہی تسبیح پڑھے پھر سجدۂ میں جائے اور دونوں سجدوں میں سبحان ربی الاعلیٰ کے بعد اور سجدوں کے درمیان میں دس دس مرتبہ وہی تسبیح پڑھے۔ پھر دوسری رکعت میں الحمد شریف سے پہلے پندرہ مرتبہ اور بعد الحمد اور دوسری سورت کے دس مرتبہ اور رکوع اور قومے اور دونوں سجدوں اور ان کے درمیان میں دس دس مرتبہ اسی تسبیح کو پڑھے اسی طرح تیسری اور چوتھی رکعت میں بھی پڑھے۔

ایک دوسری روایت میں اس طرح بھی آیا ہے کہ سبحانك اللّٰھم کے بعد اس تسبیح کو نہ پڑھے بلکہ الحمد اور سورت کے بعد پندرہ مرتبہ اور دوسرے سجدے کے بعد بیٹھ کر دس مرتبہ اسی طرح دوسری رکعت میں بھی الحمد اور سورت کے بعد دس مرتبہ اور التحیات کے بعد دس مرتبہ پھر اسی طرح تیسری رکعت میں بھی اور چوتھی رکعت میں بھی درود شریف کے بعد دس مرتبہ باقی تسبیحیں بدستور پڑھے یہ دونوں طریقے ترمذی شریف میں مذکور ہیں۔ اختیار ہے کہ ان دونوں روایتوں میں سے جس روایت کو چاہے اختیار کرے اور بہتر ہے کہ کبھی اُس روایت کے موافق عمل کرے اور کبھی اس روایت کے، تاکہ دونوں روایتوں پر عمل ہو جائے۔ (شامی)

تسبیح کے شمار کا طریقہ

اس نماز کی تسبیحیں چونکہ ایک خاص عدد کے لحاظ سے پڑھی جاتی ہیں یعنی قیام (کھڑے ہونے) کی حالت میں پچیس یا پندرہ مرتبہ اور باقی حالتوں میں دس دس مرتبہ، اس لیے اس کی تسبیحوں کے شمار کی ضرورت ہوگی اور اگر خیال ان کی گنتی کی طرف رہے گا تو نماز میں خشوع نہ ہوگا لہٰذا فقہاء نے لکھا ہے کہ ان کے گننے (شمار) کے لیے کوئی علامت مقرر کر دے مثلاً ایک دفعہ کہہ چکے تو اپنے ہاتھ کی ایک انگلی کو دبا لے، پھر دوسری کو، اسی طرح تیسری، چوتھی، پانچویں کو جب چھٹا عدد پورا ہو جائے تو دوسرے ہاتھ کی پانچوں انگلیاں یکے بعد دیگرے اسی طرح دبائے، اس طرح پورے دس عدد ہو جائیں گے۔ انگلیوں کے پوروں پر نہ گننا چاہئے۔ اگر کوئی شخص صرف اپنے خیال میں عدد یاد رکھ سکے بشرطیکہ پورا خیال اسی طرف نہ ہو جائے تو اور بھی بہتر ہے۔ (شامی، علم الفقہ ص ۵ جلد ۲)

ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ تسبیح (سبحان اللّٰہ والحمدللّٰہ ولاالٰہ الاﷲ واللّٰہ اکبر) ہونی چاہئے اس سے کم نہ ہونی چاہئے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۴۲ جلد ۱)

اگر نمازِ تسبیح میں بھول ہو جائے؟

اگر بھولے سے کسی مقام کی تسبیحیں چھوٹ جائیں تو اُن کو اُس دوسرے مقام میں ادا کر لے جو پہلے سے ملا ہوا ہو۔ بشرطیکہ یہ دوسرا مقام ایسا نہ ہو جس میں دوگنی تسبیحیں پڑھنے سے اس کے بڑھ جانے کا خوف ہو، اور اس کا بڑھ جانا پہلے مقام سے منع ہو، مثلاً قومے کا رکوع سے بڑھا دینا منع ہے۔ پس رکوع کی چھوٹی ہوئی تکبیریں قومہ میں نہ ادا کی جائیں بلکہ پہلے سجدے میں اور اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیانی نشست کا سجدوں سے بڑھا دینا منع ہے لہٰذا پہلے سجدے کی چھوٹی ہوئی تکبیریں درمیان میں ادا کی جائیں بلکہ دوسرے سجدے میں۔ (علم الفقہ ص ۵۰ جلد ۲)

صلوٰۃ التسبیح میں اگر کسی موقع کی تسبیح بھول کر دوسرے رکن میں پڑھے لیکن رکوع میں اگر تسبیح رہ گئی ہے تو قومہ میں نہ پڑھے بلکہ پہلے سجدہ میں پڑھے، اسی طرح سجدہ کی فوت شدہ تسبیح جلسہ (دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے) میں نہیں بلکہ دوسرے سجدہ میں پڑھے کیونکہ قومہ (رکوع کے بعد) اور جلسہ مختصر رکن ہیں، ان میں پڑھے گا تو طوالت ہو جائے گی جو اُن کی وضع کے خلاف ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۴۲ جلد اول)

جمعہ کے دن آپ ﷺ پر درود شریف

حضرت ابو ہریرہؓ حضورِ اکرم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ''مجھ پر درود پڑھنا پل صراط پر گزرنے کے وقت نور ہے اور جو شخص جمعہ کے دِن اسی ۸۰ دفعہ مجھ پر درود بھیجے، اس کے اسی سال کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے''۔

اور ایک اور حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللّٰہ عنہ میں یہ نقل کیا گیا ہے کہ ''جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے اُٹھنے سے پہلے اسی مرتبہ یہ درود شریف پڑھے:۔ اللّٰھم صل علی محمدن النّبیّ الامّیّ وعلی اٰلہ وسلم تسلیماً۔ اس کے اَسّی سال کے گناہ معاف ہوں گے اور اسی سال کی عبادت کا ثواب اس کے لیے لکھا جائیگا۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص سات جمعوں تک ہر جمعہ کو سات مرتبہ اس درود شریف کو پڑھے تو اس کے لیے میری شفاعت واجب ہے:۔ اللّٰھم صل علی محمد

Marfat.com

وعلى ال محمد صلوة تكون لك رضاً ولحقه اداء و اعطه الوسيلة والمقام المحمود الذى وعدته واجزه عنّاماهو اهله واجره عنامن افضل ماجزيت نبياً عن امته وصل على جميع اخوانه من النبيين والصالحين ياارحم الراحمين۔

کثرتِ درود سے زیارت ہوسکتی ہے

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہٗ تحریر فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ لذیذ تر اور شیریں تر خاصیت درود شریف کی یہ ہے کہ اس کی بدولت عشاق کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دولتِ زیارت نصیب ہوئی ہے۔

بعض درودوں کو بالخصوص بزرگوں نے آزمایا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ شب جمعہ میں دو رکعت نماز نفل پڑھے اور ہر رکعت میں گیارہ بار آیت الکرسی اور گیارہ بار قل ھواللہ احد پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد سو مرتبہ یہ درود شریف پڑھے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ تین جمعے نہ گزرنے پائیں گے کہ زیارتِ حبیب نصیب ہوگی۔ وہ درود شریف یہ ہے:

اللّٰهم صل على محمدن النبى الامى و اله واصحابه وسلم۔

فائدہ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوجانا بڑی سعادت ہے لیکن قابلِ لحاظ بات وہی ہے جو مولانا تھانویؒ نے تحریر فرمائی ہے کہ جس کو بیداری میں یہ شرف حاصل نہیں ہوسکا اس کے لیے بجائے اس کے خواب میں زیارت سے مشرف ہوجانا سرمایہ تسلی اور فی نفسہٖ ایک نعمتِ عظمیٰ اور دولتِ کبریٰ ہے اور اس سعادت میں اکتساب کا عمل دخل نہیں ہے محض فضلِ خداوندی ہے ہزاروں کی عمریں اس حسرت میں ختم ہوگئیں۔ البتہ غالب یہ ہے کہ کثرتِ درود شریف وکمالِ اتباع سنت وغلبۂ محبت پر اس کا ترتب ہوجاتا ہے لیکن چونکہ لازمی وضروری نہیں اس لیے اس کے نہ ہونے سے مغموم ومحزون نہ ہونا چاہئے کہ بعض کے لیے اس میں حکمت اور رحمت ہے۔ سچے عاشق کو محبوب کی رضا سے کام ہے خواہ وصل ہو تب، ہجر ہو تب۔

(فضائلِ درود شریف ص ۵۳)

جمعہ کے دن کا خاص وظیفہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کا ارشاد ہے ”جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر اَسی مرتبہ درود پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے اَسی سال کے گناہ معاف کردے گا“۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ پر کس طرح درود بھیجا جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس طرح:۔ ”اللّٰھم صل علی محمد عبدك ورسولك النبی الامی۔“

ایک اور روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو، اس لیے کہ اس دن میری اُمت کا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے، لہٰذا جو شخص مجھ پر کثرت سے درود بھیجے گا وہ قیامت کے دن میرے زیادہ قریب ہوگا“۔ (غنیۃ ص ۴۶۴)۔

حضرت اَوس بن اَوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جمعہ کا دن افضل ترین دنوں میں سے ہے، اسی دن آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی، اسی دن وفات ہوئی، اسی میں قیامت کا صور پھونکا جائے گا، اور اسی (دن جمعہ) میں موت اور فنا کی بے ہوشی اور بے حسی ساری مخلوق پر طاری ہوگی۔ لہٰذا تم لوگ جمعہ کے دن مجھ پر درود کی کثرت کیا کرو، کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے اور پیش ہوتا رہے گا“۔

صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے وفات فرما جانے کے بعد) ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش ہوگا، آپ کا جسمِ مبارک تو قبر میں ریزہ ریزہ ہوچکا ہوگا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کی جسموں کو زمین پر حرام کردیا ہے۔ (یعنی موت کے بعد ان کے اَجسام قبروں میں بالکل صحیح سالم رہتے ہیں، ان میں کوئی تغیر پیدا نہیں کرسکتی)۔ (سنن ابوداؤد، نسائی، ابنِ ماجہ)

تشریح اس حدیث شریف میں بھی جمعہ کے دن واقع ہونے والے اہم اور غیر معمولی واقعات کا ذکر کرکے جمعہ کی اہمیت وفضیلت بیان کی گئی ہے، اور مزید فرمایا گیا ہے کہ اس مبارک اور محترم دن میں درود شریف زیادہ پڑھنا چاہئے۔ گویا جس طرح رمضان المبارک کا خاص وظیفہ تلاوتِ قرآن پاک ہے اور اس کو رمضان المبارک سے خاص مناسبت ہے، اور جس طرح سفرِ حج کا خاص وظیفہ لبیك اللّٰھم لبیك الخ ہے، اسی طرح جمعہ کے مبارک دن کا خاص وظیفہ اس حدیث شریف کی رو سے درود شریف ہے، جمعہ کے دن خصوصیت سے اسکی کثرت کرنی چاہئے۔

(معارف الحدیث ص ۳۷۹ ج ۳)

جمعہ کے دن کی سورتیں

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ حضور پُرنور صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کی رات میں سورۂ یٰسین اور سورۂ حٰم الدُّخان پڑھے تو قیامت میں بخشا ہوا اُٹھے گا۔ جو شخص سورۂ کہف پڑھے، وہ اس طرح ہے گویا اس نے خدا کی راہ میں دس ہزار دینار صدقہ دیئے۔ جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن سورۂ انعام، سورۂ کہف، سورۂ طٰہٰ سورۂ مُلک کے ساتھ چار رکعت نماز (نفل) پڑھنی مستحب ہے۔ اگر قرآن شریف اچھی طرح یاد نہیں تو جتنا پڑھ سکتا ہے پڑھ لے، اگر قرآن بخوبی یاد ہو تو جمعہ کے دن پورا قرآن پڑھے۔ اگر سارے دن میں قرآن ختم نہ کر سکے تو جمعہ کی رات کو بھی ساتھ شامل کر لے اور دن رات میں قرآن ختم کر دے، مگر دن میں ختم کر دے تو زیادہ اچھا ہے ورنہ مغرب کی دو رکعتوں تک ختم کر لے اور رات بھی ملا لے تو صبح کی دو رکعت تک ختم کرے اگر یہ کر سکے کہ جمعہ کی اذان اور اقامت کے درمیان ختم کرے تو زیادہ افضل ہے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۴۶۵)

افضل قرأت

اگر جمعہ کے دن دس یا بیس یا اس سے زیادہ رکعتوں میں ہزار مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے تو یہ قرآن ختم کرنے سے زیادہ افضل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جمعہ کے روز ہزار بار درود شریف بھیجنا مستحب ہے، اسی طرح ایک ہزار بار تسبیح پڑھنا مستحب ہے۔ تسبیح کے چار کلمے یہ ہیں:

سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر۔ (غنیۃ ص ۴۶۵)

سورۂ کہف کی خصوصیات

سورۂ کہف کی فضیلت کا بیان خصوصاً اس کی اول و آخر دس آیتوں کی فضیلت (خاص ہے) یہ سورت فتنۂ دجّال سے محفوظ رکھنے والی ہے۔

مُسند احمد میں ہے کہ ایک صحابیؓ نے اس سورت کی تلاوت شروع کی، ان کے گھر میں ایک جانور تھا، اُس نے اُچھلنا کُودنا شروع کر دیا۔ صحابیؓ نے جب غور سے دیکھا تو ان کو سائبان کی طرح ایک بادل نظر پڑا جس نے اُن پر سایہ کر رکھا تھا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا "پڑھتے رہو یہ وہ سکینہ ہے جو خدا کی طرف سے قرآن کی تلاوت پر نازل ہوتا ہے۔"

مُسند احمد میں ہے کہ اس سورۂ کہف کا اول و آخر پڑھ لے، اس کے لیے اس کے پاؤں سے سر تک نور ہوگا اور جو اس پوری سورت کو پڑھے اُسے زمین سے آسمان تک نور ملے گا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جمعہ کے دن جو شخص سورۂ کہف پڑھ لے اس کے پیر کے تلوؤں سے لے کر آسمان کی بلندی تک نور ملے گا جو قیامت کے دن روشن ہوگا اور دوسرے جمعہ تک اس کے سارے گناہ معاف ہوجائیں گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے سورۂ کہف جمعہ کے دن پڑھ لی اسکے پاس سے لے کر بیت اللہ شریف تک نورانیت ہوجاتی ہے۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے جس نے سورۂ کہف جمعہ کو پڑھی اس کے لیے دو جمعہ کے درمیان تک نور کی روشنی رہتی ہے۔

جو شخص جمعہ کے دن کہف کی تلاوت کریگا وہ آٹھ دن تک ہر قسم کی فتنوں سے محفوظ رہے گا، یہاں تک کہ اگر دجال بھی اس عرصہ میں نکلے تو وہ اس سے بھی بچا دیا جائیگا۔

معارف القرآن جلد پنجم صفحہ ۱۱۴ پر ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورۂ کہف پوری کی پوری ایک وقت میں نازل ہوئی، اور ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ آئے، جس سے اس سورت کی عظمت وشان ظاہر ہوتی ہے۔

(تفسیر ابنِ کثیر پارہ پندرہ سورۂ کہف ص ۸۲)

سورۂ کہف بلند آواز سے

سوال جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے مسجد میں سورۂ کہف بلند آواز سے پڑھنا کیسا ہے؟

جواب سورۂ کہف کا جمعہ کے دن پڑھنا مستحب ہے لیکن ایسا جہر (بلند آواز) نہ کرے کہ دوسرے پڑھنے والوں کے ساتھ آوازیں نہ ٹکرائیں۔ اسی وجہ سے فقہاء نے چند لوگوں کو ایک جگہ قرآن شریف بلند آواز سے پڑھنے سے منع کیا ہے کہ یہ آیت وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰن الآیت یعنی جب قرآن شریف پڑھا جائے تو خاموش رہو اور سنو" کے منافی ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۳۰ جلد ۵)

بلاشبہ جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھنے کی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ مسجد میں اذان کے بعد زور سے پڑھی جائے۔ جمعہ کے دن یا شب میں اپنے گھر میں یا مسجد میں تنہا آہستہ آہستہ پڑھنے سے بھی فضیلت حاصل ہوتی ہے بلکہ دن یا شب کے شروع حصہ میں پڑھ لینا افضل ہے۔ (شامی ص ۷۷۳ جلد اول)

Marfat.com

پس یہ صورت کہ مسجد میں اذان کے بعد اجتماعی طور پر بلند آواز سے سورۂ کہف پڑھی جائے اس کی پابندی کی جائے، دوسروں کی عبادت اور وظیفہ میں خلل نہ ڈالا جائے، اس ہنگامہ اور فتنہ کی کیا ضرورت ہے پھر اس کو مسنون سمجھ کر اس پر مواظبت کرنا جہالت ہے، اس کا ترک کرنا ضروری ہے۔

پس سب سے بہتر تو یہ ہے کہ گھر میں پڑھ لے اور اگر مسجد میں پڑھنا ہو تو اس طرح تنہا آہستہ پڑھے کہ دوسرے کی عبادت وغیرہ میں خلل نہ ہو۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۴۸ ج ۱)

(جمعہ کے دن میں ذکر اللہ اور دعاء تلاوت اور درود شریف وغیرہ میں خوب کوشش کرے، کیا بعید ہے کہ اس مشغولیت میں وہ مقبولیت کی گھڑی آجائے جس کا ذکر احادیث میں مذکور ہے اور اس کی یہ عبادت اور دعاء قبول ہو جائے۔ خاص کر ہر جمعہ کو سورۂ کہف (جو پندرہویں پارہ کے نصف پر ہے) پابندی کے ساتھ تلاوت کرنی چاہئیے کیونکہ اس سورت کو جمعہ کے دن کے ساتھ قوی مناسبت ہے اس لیے کہ اسی دن میں قیامت قائم ہوگی اور سورۂ کہف میں اصحابِ کہف کا تین سو نو برس تک سونے اور پھر جاگنے کا تذکرہ ہے۔ اور احادیث میں اور بھی کافی فضائل آئے ہیں۔ محمد رفعت قاسمی)

جمعہ کے دن صدقہ کرنا

جمعہ کے دن کثرت سے صدقہ خیرات کرے، جمعہ کے دن صدقے کا دوہرا اجر ملتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اس شخص کو صدقہ نہ دیا جائے جو امام کے خطبہ کے دوران مانگنا شروع کر دے یا امام کا خطبہ سننے کے بجائے بولتا رہے، ایسے شخص کو صدقہ دینا مکروہ ہے۔

حاصل یہ ہے کہ جمعہ کے دن وظائف بکثرت پڑھے اور خیرات بھی کثرت سے کرے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو اس سے بہترین اوقات میں بہترین کام لیتا ہے۔ اور جب کسی بندے سے ناراض ہوتا ہے تو اچھے اوقات میں برے کام لیتا ہے تاکہ اس کے یہ اعمال بدترین اور دردناک عذاب کا سبب بن جائیں۔ (احیاء العلوم ص ۲۴۹ جلد دوم)

کیا جمعہ کی چھٹی ہونی چاہئیے؟

سوال ہمارے یہاں مسلمان جمعہ کی فضیلت و غسل و نماز کے لیے فجر سے نمازِ جمعہ کے بعد

Marfat.com

تک اپنی دوکانوں کو بندر کھتے ہیں۔کیا یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے بلکہ حرام ہے کیونکہ اس میں عیسائیوں کی مشابہت ہوتی ہے۔وہ لوگ بھی اتوار کے دن اپنی دوکانیں بندر کھتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ قرآن شریف میں سورۂ جمعہ میں آیت "اِذانودی للصلوٰة الآیت میں فرمایا گیا کہ جب اذانِ جمعہ ہوتو کاروبار بند کردو۔کیاان کا یہ کہنا صحیح ہے؟

جواب: جمعہ کے روز اذانِ جمعہ سے پہلے تجارت اور تمام کاروبار کرنا جائز ہے۔جمعہ کی اذان سے پہلے کوئی کام ممنوع نہیں۔پس اگر کاروبار بند کرنے والے اس خیال سے دوکانیں اور کاروبار بند کریں کہ جمعہ کی نماز سے پہلے ان چیزوں میں مشغول رکھنا ناجائز اور گناہ سمجھتے ہوں تو بے شک یہ خیال ناجائز اور بدعت ہے کیونکہ ایک مباحِ شرعی کو مکروہ یا حرام سمجھنا خود مذموم اور بدعت ہے۔ لیکن اگر وہ جمعہ کی اذان سے پہلے کاروبار کو ناجائز نہ سمجھتے ہوں بلکہ باوجود جائز اور حلال سمجھنے کے محض انتظامِ ضروریاتِ نماز کے خیال سے دوکانیں بندرکھیں۔کیونکہ غسل وغیرہ کے لیے اور نمازِ جمعہ میں تبکیر یعنی جلدی سے حاضری کے واسطے اس صورت میں آسانی ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ موجبِ اُجر ہے۔

اوراس صورت میں یہ خیال کہ اس میں اہل کتاب کی مشابہت ہے اس لیے ناجائز ہونا چاہئے صحیح نہیں ہے۔کیونکہ کاروبار بندرکھنا عیسائیوں کے یہاں تمام دن کے لیے ہوتا ہے اور مسلمانوں کا صرف نماز تک اور دوسرے یہ کہ وہ اس کو مذہبی سمجھتے ہیں اور مسلمان صرف آسانی کے لیے ایسا کرتے ہیں۔تیسرے نفسِ مشابہت کسی فعل میں ممنوع نہیں۔ بلکہ جو مشابہت امرِ مذموم میں ہو یا بقصد مشابہت ہو اور امرِ مختص میں ہو وہ مذموم ہے۔اور یہاں ایسا نہیں ہے۔اور آیتِ قرآنی سے اذان کے بعد کاروبار کا عدمِ جواز ثابت ہوتا ہے، وہ اس صورت میں بھی بحالہ باقی ہے اور اس سے پہلے کے لیے کاروبار کرنے کا آیت میں حکم نہیں ہے کہ نہ کرنے کی صورت میں اس کی خلاف ورزی ہو۔

اذانِ جمعہ ہونے کے بعد خرید وفروخت کرنا منع ہے، اس سے پہلے جائز اور پھر نماز کے بعد بھی جائز۔

(کفایت المفتی ص ۲۴۷ جلد ۳)

جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے پہلے دوکان کھولنا، تجارت کرنا، اذان اول سے پہلے تک جائز ہے۔

(کفایت المفتی ص ۲۴۷ جلد ۳)

Marfat.com

اس لیے کوئی ایسا قاعدہ مقرر کرنا جس میں کسی کو زبردستی ایک مشروع کام سے روکا جائے درست نہیں ہے۔ ہاں اگر سب لوگ بالاتفاق نماز سے پہلے دوکانیں بند رکھنا منظور کرلیں تو جائز ہے ان کی اپنی مرضی پر منحصر ہے، جبر واکراہ نہ ہونا چاہیے۔ (کفایت المفتی ص ۲۳۸ ج ۳)

جمعہ کے دن کھانا کس وقت کھایا جائے؟

سوال جمعہ کے دن اذانِ اول کے بعد کھانا جبکہ خطبہ میں پہنچ سکتا ہے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب اگر کھانے کی رغبت غالب ہو اور نماز سے فراغت تک کھانا بے لذت ہوجانے کا خطرہ ہو تو کھانا کھا سکتا ہے۔ بشرطیکہ جمعہ وخطبہ کے فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

(احسن الفتاوی ص ۱۱۷ جلد ۴ بحوالہ درمختار ص ۷۷۲ جلد اول)

احادیث کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ جلدی پڑھا جاتا تھا، اور دوپہر کا کھانا اور قیلولہ (یعنی لیٹنا، سونا، آرام کرنا) جمعہ کی نماز کے بعد میں ہوتا تھا۔ یعنی جمعہ اول وقت میں پڑھا جاتا تھا۔ کھانا اور قیلولہ بعد میں کیا جاتا تھا۔ (معارف مدنیہ ص ۸۴ جلد ۳)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ ساعدی انصاری ہیں، مشہور صحابی ہیں۔ قول مشہور کے مطابق مدینہ طیبہ میں جس صحابیؓ کی وفات سب سے آخر ہوئی وہ یہی ہیں، چنانچہ آپؓ ۹۱ھ میں فوت ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے وقت آپؓ پندرہ سال کے تھے۔ یہ صحابی فرماتے ہیں: "ما کنا نقیل ولا نتغدّی الا بعد الجمعة "۔ یعنی ہم لوگ قیلولہ نہ کرتے اور نہ صبح کا کھانا کھاتے مگر جمعہ پڑھنے کے بعد۔ (بخاری ومسلم)

قیلولہ دوپہر کی نیند اور دوپہر کے آرام کو کہتے ہیں۔ (اشعۃ اللمعات ص ۶۳۸ جلد ۲)

درمختار ص ۸۶۰ جلد اول میں ہے کہ ہر وہ عمل (کام) جس میں مشغول ہونے میں جمعہ کی تیاری میں خلل پڑے وہ حکمِ بیع میں ہے۔ (یعنی خرید وفروخت ناجائز ہوجاتا ہے، اذان کے بعد تو اس ہی طرح ہر وہ کام جو جمعہ کی تیاری میں مخل ہونا جائز ہوجائے گا۔

صحابیؓ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ نمازِ جمعہ کے لیے اول وقت میں پہنچنا فوت نہ ہو جائے، اس لیے نمازِ جمعہ سے پہلے نہ کھانا کھاتے نہ قیلولہ آرام کرتے تھے۔ (محمد رفعت قاسمی)۔

جمعہ کے دن خرید وفروخت کا حکم

وَذَرُوا البیع ط یعنی چھوڑ دو بیع (فروخت کرنے کو) صرف بیع کہنے پر اکتفاء کیا گیا۔

Marfat.com

اور مراد بیع وشراء ہے (یعنی خرید وفروخت) دونوں ہیں۔ وجہ اکتفاء کی یہ ہے کہ ایک کے چھوٹنے سے دوسرا خود بخود چھوٹ جائے گا، جب کوئی فروخت کرنے والا فروخت نہ کرے گا تو خریدنے والے کے لیے خریدنے کا راستہ ہی نہ رہے گا۔

مسئلہ اس میں اشارہ اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ اذانِ جمعہ کے بعد خرید اور فروخت کو اس آیت نے حرام کر دیا ہے اس پر عمل کرنا تو بیچنے والوں اور خریداروں سب پر فرض ہے مگر اس کا عملی انتظام اس طرح کیا جائے کہ دوکانیں بند کر دی جائیں تو خریداری خود بخود بند ہو جائے گی۔

اس میں حکمت یہ ہے کہ گاہکوں اور خریداروں کی تو کوئی حد وشمار نہیں ہوتی، اُن سب کے روکنے کا انتظام آسان نہیں۔ فروخت کرنے والے دوکان دار متعین اور محدود ہوتے ہیں، اُن کو فروخت سے روک دیا جائے تو سب خرید سے خود رُک جائیں گے۔ اس لیے ذروا البیع میں صرف بیع چھوڑ دینے کے حکم پر اکتفاء کیا گیا۔ (معارف القرآن ص۱۲ جلد۸)

جمعہ کے دن گاؤں میں خرید وفروخت

سوال جن جگہوں میں جمعہ جائز نہیں وہاں جمعہ کے دن ظہر کی اذان کے بعد خرید وفروخت بند کرنا کیا ضروری ہے؟

جواب جن جگہوں میں جمعہ جائز نہیں، ایسی جگہوں میں ظہر کی اذان کے بعد خرید وفروخت میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ جمعہ کے دن اذان کے بعد خرید وفروخت کے مکروہ ہونے کی علت (وجہ) خطبہ کا سننا ہے اور یہ علت ظہر میں مفقود ہے (نہیں پائی جاتی)۔ (کفایت المفتی ص۲۳۶ ج۳)

خرید وفروخت کس وقت ناجائز ہے؟

سوال جمعہ کی اذانِ اول کے بعد خرید وفروخت اور دوسرے کام ناجائز ہو جاتے ہیں اگر کئی مسجدوں میں مختلف وقتوں میں اذان سنائی دے تو خرید وفروخت وغیرہ کس وقت ناجائز ہوگی؟ سب سے پہلی اذان پر یا آخر پر؟

جواب اس سے متعلق کوئی صریح جزئیہ نہیں ملتا، اس لیے کہ پہلے زمانہ میں پورے شہر میں صرف ایک ہی جگہ جمعہ ہوتا تھا۔ لہٰذا اس کو عام نمازوں کی اذان پر قیاس کیا جائے گا، عام اذان کے جواب کے لیے پہلی اذان کا اعتبار ہے، اور جواب کے لیے محلہ کی اذان کا اعتبار ہے، اس

Marfat.com

سے ثابت ہوا کہ وجوبِ سعی الی الجمعۃ و کراہت بیع میں یعنی جمعہ کی تیاری اور خرید وفروخت کی کراہت میں واجب محلّہ کی اذان معتبر ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۱۱۸ جلد ۴)

جمعہ کی پہلی اذان سے جمعہ کی تیاری واجب ہوتی ہے اور بیع یعنی خرید وفروخت ممنوع ہو جاتی ہے اور یہ کہ جب سعی الی الجمعہ فوت نہ ہو تو بیع درست ہے (یعنی جمعہ کی تیاری میں فرق نہ آئے اور جمعہ فوت نہ ہو تو بیع درست ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۹ ج ۵)

(یعنی جس مسجد میں جمعہ ادا کرے گا اسی کی اذان پر خرید وفروخت کا اعتبار کیا جائے گا۔ (مرتب محمد رفعت قاسمی)

مسافر کے لیے خرید وفروخت

سوال جمعہ کے دن اذان کے بعد مسافر کے لیے خرید وفروخت جائز ہے یا نہیں؟

جواب فی نفسہٖ جائز ہے مگر تہمت سے بچنے کے لیے احتراز واجب ہے۔ کسی کو کیا معلوم کہ یہ مسافر ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۱۱۷ جلد ۴)

جمعہ کی طرف جاتے ہوئے خرید وفروخت

سوال جمعہ کی اذان کے بعد نمازِ جمعہ کے لیے جاتے ہوئے راستہ میں رُکے بغیر چلتے چلتے کسی قسم کا کوئی سودا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب اس میں اختلاف ہے عدمِ جواز ارجح واحوط ہے۔ (یعنی خرید وفروخت نہ کرنا ہی بہتر اور مناسب ہے)۔ (احسن الفتاویٰ ص ۱۱۸ جلد ۴)

جمعہ کے دِن عام کاروبار

جمعہ کے دن جملہ کاروبار خرید وفروخت وغیرہ اذانِ اول تک جائز ہے اور اس کے بعد مکروہ تحریمی ہے۔

پس اذان کے ہوتے ہی جملہ کاروبار چھوڑ کر جمعہ کے لیے حاضر ہونا چاہیے، اذانِ اول سے پہلے اہل پیشہ اپنا پیشہ اور دوکانداران خرید وفروخت کریں تو اس میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں ہے۔ اسی طرح نمازِ جمعہ سے فراغت کے بعد بھی کاروبار وغیرہ میں لگ سکتے ہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۷۷ جلد ۵ بحوالہ رد المحتار باب الجمعہ ص ۷۷۰ ج ۱)

Marfat.com

احادیث میں جمعہ کی دن کی اور جمعہ کی نماز کی بہت ہی فضیلت بیان کی گئی ہے، یہ عید کے دن کے مثل ہے بلکہ اس سے بھی افضل ہے۔ لہٰذا بہتر تو یہ ہے کہ صبح ہی سے جمعہ کی تیاری میں مشغول ہو جائے، جلد سے جلد غسل کرے، عمدہ سے عمدہ کپڑے جو اس کے پاس ہوں پہنے، اگر ہو تو خوشبو لگائے، سورۂ کہف پڑھے اور جتنی جلدی ہو سکے اذان سے پہلے ہی جامع مسجد میں پہنچ کر نوافل، صلوٰۃ التسبیح، تلاوتِ قرآن، ذکر و اذکار اور درود شریف پڑھنے میں مشغول رہے تو بڑی فضیلت کا مستحق ہوگا۔ بہت سی احادیث فضیلت کی ہیں، پھر نمازِ جمعہ سے فارغ ہو کر کھانا کھائے اور اس کے بعد دوکان، کاروبار وغیرہ کھولے۔

اگر اس پر عمل کرنا اور صبح ہی سے دوکان بند کرنا مشکل ہو تو اذانِ اول سے اتنی دیر پہلے دوکان بند کر دی جائے کہ سنت کے موافق غسل کر کے کپڑے پہن کر خوشبو لگا کر اذانِ اول کے وقت جامع مسجد پہنچ جائے۔ جمعہ کے دن کی جتنی عظمت کرو گے اور سنت کے موافق نمازِ جمعہ کا جتنا اہتمام کرو گے، اسی کے موافق برکات سے نوازے جاؤ گے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۸۶ جلد ۵ بحوالہ درمختار مع شامی ص ۷۷۰ جلد ۱)

کیا جمعہ کے دِن مرنے والے سے سوال ہوتا ہے؟

سوال: مشہور ہے کہ جو شخص جمعہ یا شبِ جمعہ میں مرجائے تو سوال و جواب سے محفوظ رہتا ہے۔ اور بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ جمعہ گزرنے کے بعد سوال و جواب ہوگا۔ یا قیامت تک سوال و جواب ملتوی رہتا ہے؟

جواب: شامی میں لکھا ہے کہ آٹھ آدمیوں سے قبر میں سوال نہیں ہوگا، منجملہ ان میں وہ شخص بھی ہے جو جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرے۔ اور کچھ تفصیل نہیں لکھی۔ ظاہر یہ ہے کہ اُس سے قیامت تک سوال نہ ہوگا۔ (عزیز الفتاویٰ فتاویٰ قدیم دارالعلوم ص ۱۱۹ ج ۷)

مطلب یہ ہے کہ کسی خوش قسمت مسلمان کا جمعہ کے روز یا جمعہ کی شب میں انتقال ہو جانا درحقیقت اس کی سعادت اور آخرت کی بھلائی کی دلیل ہے، کیونکہ جمعہ کی مبارک و مقدس ساعتوں میں مرنے والا شخص اللہ تعالیٰ کی بے پناہ رحمتوں اور اس کی نعمتوں سے نوازا جاتا ہے چنانچہ جمعہ میں انتقال کرنے والے مسلمانوں کے حق میں بہت زیادہ بشارتیں منقول ہیں۔

مثلاً ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جو مسلمان جمعہ کے دن مرتا ہے اس کو عذاب قبر سے نجات دیا جاتا ہے اور قیامت کے دن اس حال میں (میدانِ حشر میں) آئے گا کہ اُس کے اوپر شہیدوں کی مہر ہوگی۔''

آپؐ نے فرمایا:۔ ''جو جمعہ کے دن مرتا ہے اس کے لیے شہید کا اُجر وثواب لکھا جاتا ہے اور وہ قبر کے فتنہ سے بچایا جاتا ہے''۔

اسی طرح ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ ''جس مسلمان مرد و عورت کا انتقال جمعہ کے روز یا جمعہ کی شب میں ہوتا ہے اور اُسے فتنۂ قبر اور عذاب قبر سے بچایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی ملاقات اس حال میں ہوتی ہے کہ قیامت کے دن اس سے کوئی محاسبہ نہیں ہوگا، کیونکہ اس کے ساتھ گواہ ہوں گے جو اُس کی سعادت و بھلائی کی گواہی دیں گے یا اس پر شہداء کی مہر ہوگی۔'' (مظاہر حق جدید ص ۲۴۶ ج ۲)

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کے دن وفات پاتا ہے جو کچھ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے یہاں ہے پردہ اُٹھ کر اس کے سامنے منکشف ہو جاتا ہے کیونکہ جمعہ کے دن جہنم کو دھونکایا نہیں جاتا اور اس کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور مؤکل دوزخ اس دن وہ کام نہیں کرتے جو باقی دنوں میں کیا کرتے ہیں۔

پس حق تعالیٰ نے اپنے کسی بندہ کی روح قبض کی اور اس کی روح کا قبض ہونا جمعہ کے دن آپڑا تو یہ اُس شخص کے خوش نصیب ہونے اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ ہونے کی دلیل ہے

اور اس دن (جمعہ) میں اُس کا قبضِ روح ہوگا جس کا خوش نصیب ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک لکھا ہوا ہے۔ لہٰذا اس کو قبر کے فتنہ سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ فتنۂ قبر کی وجہ سے منافق کو مؤمن سے متمیز کرنا ہے۔ (اور وہ اس شخص کے لیے جمعہ کے دن موت آنے سے حاصل ہوگیا)۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیثیں جو (جمعہ کے دن مرنے والے سے) سوالِ منکر و نکیر ہونے پر دلالت کر رہی ہیں، سوالِ قبر والی پہلی حدیثوں کے معارض نہیں ہیں ان کے لیے مخصوص ہیں اور بیان کرتی ہیں کہ کسی سے قبر میں نہ سوال ہوگا اور نہ امتحان۔

اور کون ہے جس پر سوال جاری ہوگا اور وہ ان خطرات و ہول کو جھیلے گا اور یہ سب باتیں جن میں نہ قیاس کو دخل ہے نہ عقل و فکر کی گنجائش، بجز اس کے کہ سچے پیغمبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو تسلیم کیا جائے اور گردن جھکالی جائے۔ (الجواہر الزواہر صفحہ ۱۸۸ باب نمازِ جمعہ کا بیان)

Marfat.com

شبِ جمعہ میں دفن کی فضیلت

سوال: اگر کوئی شخص جمعرات کے دن فوت ہو مگر اس کو دفن جمعہ کی شب کو کیا گیا تو کیا اس کو عذابِ قبر معاف ہے؟

جواب: یہ وعدہ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں موت پر ہے، دفن پر نہیں، البتہ عذاب قبر چونکہ دفن کے بعد شروع ہوتا ہے اور میت پر شبِ جمعہ سے حشر تک عذاب قبر مرتفع ہو جاتا ہے، اس لیے ایسا شخص عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا۔ (احسن الفتاویٰ ص۱۹۹ ج۴)

نمازِ جنازہ کو جمعہ تک مؤخر کرنا

میت کو محض اس لیے (اس عقیدہ سے روکے رکھنا کہ جمعہ میں نمازِ جنازہ کا زیادہ ثواب ہے) دیر تک روکے رکھنا مکروہ ہے۔ مستحب اور افضل یہ ہے کہ اس کے دفن میں جلدی کی جائے اگر ایسے وقت انتقال ہوا ہے کہ اس کے دفن کرنے میں جمعہ کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے تو پھر نمازِ جمعہ تک مؤخر کر دیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص۳۷۳ جلد۲۔ بحوالہ طحطاوی ص۳۳۲)

نمازِ جنازہ مُقدّم کرنا

پہلے نمازِ جنازہ پڑھیں، سنتیں بعد میں پڑھیں۔ بعض نے سنتوں کی تقدیم کا حکم دیا ہے۔ (دونوں طرح جائز ہے)۔ (فتاویٰ محمودیہ ص۳۷۴ جلد۲۔ بحوالہ شامی ص۵۸۰ ج۱)

جمعہ کے دن والدین کی قبر پر جانا

عن محمد بن النعمان یرفع الحدیث الی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال من زارقبر ابویه اواحدهما فی کل جمعة غفرله و کتب برا۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان مرسلاً۔ مشکوٰۃ ص۱۰۴)

حضرت محمد بن النعمان رضی اللہ عنہ حدیث کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ ”جو شخص اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر پر جمعہ کے دن جائے گا تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی اور اس کا شمار ماں باپ کے فرماں برداروں میں ہوگا۔ (بیہقی شعب الایمان بحوالہ مشکوٰۃ ص۱۰۴)

Marfat.com

مقصد کے اعتبار سے قبروں پر جانے کی کئی قسمیں ہیں: (۱) محض موت کو یاد کرنے اور آخرت کی طرف توجہ کے لیے اس مقصد کے تحت صرف قبروں کو دیکھ لینا ہی کافی ہے خواہ قبر کسی کی بھی ہو، یہ ضروری نہیں کہ صاحبِ قبر کے بارہ میں یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ وہ کون تھا اور کیسا تھا؟ (۲) دعاء مغفرت اور ایصالِ ثواب وغیرہ کے لیے، یہ ہر مسلمان کے لیے مسنون ہے۔ (۳) حصولِ برکت وسعادت کی خاطر۔ اس مقصد کے تحت اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کی مزارات کی زیارت کی جاتی ہے۔ (۴) عزیز دوست کے ادائے حق کے لیے، یعنی کسی اپنے عزیز مثلاً والدین یا دوست کی قبر پر اس مقصد کے تحت جانا کہ وہاں پہنچ کر ان کے لیے دعاء مغفرت وایصالِ ثواب کرنا کہ اپنے اوپر ان کا حق ہے چنانچہ حدیثِ ابونعیم میں منقول ہے کہ جو شخص اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت جمعہ کے روز کرے تو اس کا یہ فعل حج کے برابر ہوتا ہے۔ دوسرے دنوں کی بہ نسبت جمعہ کے روز خصوصاً دن کے ابتدائی حصہ میں قبر پر جانا افضل ہے۔ نیز منقول ہے اس روز میت کو زیادہ علم ادراک دیا جاتا اور صاحب قبر قبر پر آنے والوں کو زیادہ پہچانتا ہے۔ (مظاہر حق جدید ص ۲۷۷ ج ۲)

Marfat.com

بابِ پنجم

اِمام وخطیب کی تقرری کا حق

اگر مسجد کا بانی معلوم ہو اور موجودہ ہو تو امام اور مؤذن اور متولی مقرر کرنے اور مرمت وغیرہ کرانے کا اختیار خود بانی کو ہے۔ (قاضی خاں ص ۶۵ جلد ا و فتاویٰ ہندیہ ص ۱۱۷ ج ا)

لیکن اگر بانی معلوم وموجود نہ ہو تو اس نے اگر کسی کو متولی بنا کر اختیاراتِ مذکورہ اُسے دیئے ہوں تو اس کو امام کی تقرری وغیرہ کا اختیار ہوگا۔ اور اگر بانی مسجد نے کسی کو متولی مقرر نہ کیا ہو تو متولی مقرر کرنے کا اختیار قاضی یعنی حاکمِ اسلام کو ہے۔ وہ جسے مناسب سمجھے متولی مقرر کرے۔

(الہندیہ ص ۴۲۸ جلد ۳)

لیکن جس جگہ حاکمِ اسلام نہ ہو تو پھر اہلِ مسجد قائم مقام قاضی کے ہیں وہ متولی مقرر کرسکتے ہیں اور اسی طرح امام ومؤذن کے منصب کے اختیار رکھتے ہیں۔

(قاضی خاں ص ۳۴۲ جلد ۳ ہندیہ)

لیکن بانی یا متولی یا اہلِ مسجد کا اختیار اسی وقت راجح ہوگا کہ لائق شخص مستحقِ امامت کو امام مقرر کریں ورنہ اگر بانی یا متولی کسی غیر مستحق کو امام بنانا چاہے اور اہلِ مسجد کسی لائق شخص کو تو اہلِ مسجد کا حق اداراجح ہوگا۔ (قاضی خاں ص ۳۳۸ ج ۳ و فتح القدیر ص ۳۳۹ ج ۸ مصری)

اور اگر مسجد والے کسی کو امام مقرر کرنے میں دو فریق ہو جائیں تو جس فریق کا تجویز کردہ امام زیادہ لائق ہو وہ راجح ہوگا اور اگر دونوں فریق کے امام لائق ہوں تو بڑے فریق کا امام راجح ہوگا۔ (کفایت المفتی ص ۳۴ جلد ۳ بحوالہ عالمگیری ص ۸۸ جلد اول)

اِمام جامع مسجد کے فرائض

امام اپنے منصب کے لحاظ سے صرف نماز پڑھانے کا ذمہ دار ہے۔ البتہ اگر امام سے وعظ یا تعلیمِ طلباء وغیرہ ہی کی شرط کرلی جائے اور وہ منظور کرلے تو اس کی ذمہ داری بھی اس پر عائد ہوگی۔ ضروری ہے کہ امام سے ایسے کاموں کے لیے شرط نہ کیا جائے جو اس کی حیثیتِ امامت اور

Marfat.com

وقعت کے خلاف ہوں۔ مؤذن سے اگر مسجد کی خدمت کی شرط کی گئی ہو تو وہ ذمہ دار ہوگا کہ شرائط کے موافق کام پورا کرے۔ (کفایت المفتی ص ۴۶ جلد ۳)

خطیب و امام کیسا ہو؟

امام پوری جماعت کی نماز کا ذمہ دار اور اللہ تعالیٰ کے سامنے گویا ان سب کا نمائندہ ہوتا ہے۔ اس لیے ظاہر ہے کہ جس معاملہ میں وہ نمائندگی کر رہا ہے یعنی نماز، اس میں وہ اور سب لوگوں سے بہتر ہونا چاہئے۔ اور چونکہ وہ نبی کریم ﷺ کا نائب ہے، اس لیے اس کی زندگی نبی کریمؐ کی زندگی سے جس قدر مشابہ ہوگی اور اتباعِ سنت میں وہ جتنا بڑھا ہوا ہوگا اسی قدر وہ اس منصب کا اہل ہوگا۔ ہر امام کو اپنی ذمہ داری کا احساس پوری طرح رہنا چاہئے، اگر امام ان صفات کا حامل ہے تو اس ثواب کا مستحق ہوگا (جس کی بشارت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے) ورنہ وہ اس کے وبال کا بھی ذمہ دار ہے۔ (ترغیب ص ۴۰ جلد ۲)

امامت کا مقصد

نماز جب جماعت کے ساتھ ادا کرنی ضروری ہے تو اس کے لیے امام بھی ضروری ہے وہ تمام اہم فوائد جو پاکی، نظامِ مساجد، جماعت وغیرہ کے ذریعہ پیدا کرنے مقصود ہیں کسی ایسے امام کی رہنمائی میں ہی وجود میں آسکتے ہیں جو ان کو سمجھتا ہو اور دوسروں کی ترتیب اور رہنمائی کر سکتا ہو۔

اس لیے امام مقرر کرنے کا شریعت کا صرف یہ مقصد نہیں کہ دو یا چار رکعت پڑھا دے بلکہ یہ بھی ہے کہ وہ ان تمام امور کو بروئے کار لانے کی ذمہ داری لے جو اِس پورے نظام سے مقصود ہیں۔ چنانچہ مساجد، جماعت اور نماز کی ساخت ہی ایسی رکھی گئی ہے کہ مقتدی اور امام دونوں مذکورہ بالا اصول کے ماننے پر مجبور ہوتے ہیں۔ گویا امام کو معلم، مُربی، مشیر، اور رہنما ہونے کا اور مقتدیوں کو اس کے منصب کے تسلیم کرنے کا ذہنی تصور ہی نہیں دیا گیا بلکہ ساتھ ساتھ اس کی کچھ عملی مشق بھی کرادی جاتی ہے تاکہ اس طرح یہ دونوں (امام و مقتدی) گروہ اسی طرح دیگر امور میں بھی کام کرنے کا عادی ہو جائیں۔

آپ دیکھتے ہیں کہ شروع سے آخر تک نماز میں جس طرح امام افعال ادا کرتا ہے، مقتدیوں کو اسی طرح ادا کرنا ضروری ہے، نماز سے پہلے صفیں سیدھی کرانے کا امام کو حکم دیا گیا ہے، نماز کے بعد تسبیحات اور دعائیں امام کی رہ نمائی میں ہی ہوتی ہیں۔

غرضیکہ نماز کے اندر ہی نہیں نماز کے باہر بھی امام کی رہ نمائی تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی اور نظامِ مسجد نیز امامت کے بارے میں آپ کا طرزِ عمل دیکھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ زندگی کے تمام انفرادی و اجتماعی شعبوں کی تعلیم و تربیت واصلاح کا مرکز مسجد تھی امام اس کا نگراں رہ نما اور ذمہ دار تھا۔ (معارف مدنیہ ص ۴۸ ج ۲)

امامت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت ہے

درحقیقت ایک لحاظ سے امامت کا منصب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حلقہ میں نیابت کا مقام ہے، ظاہر ہے اتنے اہم منصب اور ذمہ داری کو انجام دینے کے لیے خواہ وہ کتنے ہی محدود حلقہ اور قلیل طبقہ کے لیے کیوں نہ ہو۔ ایسے علم، سمجھ اور دین رکھنے والے بے چین افراد کی ضرورت ہے جو اس منصب کے فرائض کو سمجھ کر کسی نہ کسی حد تک انجام دینے کی اہلیت رکھتے ہوں اور کم از کم اپنے حلقہ ہی میں اس اُسوۂ حسنہ پر عمل کریں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام عمر پوری دنیا کے لیے پیش فرماتے رہے۔

خلاصہ یہ کہ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں رہے خود امامت فرماتے رہے جب آپ رخصت ہونے لگے تو صحابہ کرامؓ میں سے سب سے زیادہ عالم و افضل شخص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم دیا، اسی طرح ان کے بعد ہوتا رہا کہ جو شخص سب سے زیادہ علم و فضل والا ہوتا اُسی کو امام اور اُسی کو امیر بنایا جاتا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ امامت سے مقصود یہ ہے کہ دینی، دنیوی، انفرادی و اجتماعی امور میں امام مقتدیوں کی پیشوائی و رہ نمائی کے فرائض کو سمجھ کر انجام دے۔ اس لیے جتنا زیادہ علم و فضل والا ہوگا، اتنا ہی صحیح طریقہ سے فرائض کو سمجھ کر انجام دے سکے گا، اور دوسرے لوگ بھی آسانی سے اس کی رہ نمائی کر سکیں گے۔ اسی وجہ سے ایسا امام مقرر کرنے سے منع کیا گیا ہے جس کی وجہ سے جماعت میں شرکت سے لوگوں کو رکاوٹ و کراہت یا نفرت ہو، یا اس کی امام کی بات لوگوں پر اثر انداز نہ ہو سکے، چنانچہ فاسق،

Marfat.com

بدکار، گمراہ، مبتدع اور اسی قسم کے دوسرے افراد کی امامت کو مکروہ وممنوع قرار دیا گیا ہے کیونکہ اسی صورت میں وہ فوائد حاصل نہ ہوسکیں گے جو امامت سے مقصود ہیں۔

صحیح قسم کے امام ہوں تو محلہ وار بچوں کی تعلیم وتربیت، تعلیم بالغان، شبینہ مدارس، عورتوں کی تربیت، تبلیغ وغیرہ کا انتظام ان کی رہنمائی میں بڑی خوبی سے انجام پذیر ہوسکتا ہے۔ اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ائمہ مساجد کی تنخواہوں کا اور ان سے سلوک واحترام کا ایسا معیار رکھا جائے کہ اہل اور قابل افراد اس بار کو سنبھالنے پر بخوشی آمادہ ہوسکیں۔ امام کو محلہ کا رہنما وپیشوا سمجھا جائے اور وہی کام اس سے لیا جائے جو اس کے لیے مناسب ہو، اور جس سے پورے محلہ کی اصلاح ہو خصوصاً قرآن شریف، حدیث شریف کا ترجمہ، دینیات، حکایات اور فضائل کی کتابوں کا کسی نماز کے بعد پڑھا جانا، نیز محلہ میں گشت کرنا تو نہایت ضروری اور بنیادی کام ہے، جس کے کامیاب ہونے کے بعد دوسرے بہت سے فوائد بھی حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ (معارف مدنیہ صفحہ ۴۹ جلد دوم)

جمعہ کی نماز پر اُجرت

سوال: عیدین یا جمعہ کی نماز کی اُجرت لے کر نماز پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اَمامت پر اُجرت لینا فقہاءؒ نے جائز لکھا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۲۵ جلد ۵ بحوالہ ردالمختار، کتاب الاجارہ ص ۵ جلد پنجم)

مقررہ امام کا تنخواہ دار ہونا ضروری نہیں

سوال: ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ جب تک امام تنخواہ دار مقرر نہ ہو جمعہ ادا نہیں ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جو امام بلا تنخواہ نماز پڑھاتے ہیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟ کیونکہ ہمارے امام صاحب تنخواہ نہیں لیتے ہیں۔

جواب: امام مقرر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جس کو کہہ دیا جائے کہ نمازِ جمعہ پڑھادو، وہ جمعہ پڑھا سکتا ہے اور نمازِ جمعہ اس کے پیچھے صحیح ہے۔ تنخواہ دار ہونا امام کا ضروری نہیں بلکہ تنخواہ نہ لینے والا امام زیادہ مستحق امامت کا ہے، اس کے پیچھے بلاشبہ نمازِ جمعہ وغیرہ صحیح ہے۔ جو امام صاحب نمازِ جمعہ وغیرہ بلا تنخواہ پڑھاتے تھے، ان کے پیچھے بھی جمعہ کی نماز صحیح ہے۔ غرض یہ ہے کہ جیسا اور

Marfat.com

نمازوں کا حکم ہے کہ جو شخص لائق امامت کے ہو وہ امام ہو جاتا ہے اور اس کے پیچھے نماز صحیح ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۳۰ ج ۵)

خطیب نہ آئے تو کیا حکم ہے؟

سوال نمازِ جمعہ میں وقتِ مقررہ پر نہ خطیب صاحب حاضر ہوئے اور نہ نائب خطیب ہی آئے۔ انتظار کے بعد دوسرے شخص کو خطبہ اور نماز پڑھانے کا حکم کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب حکم دے سکتے ہیں اور دوسرا شخص نماز پڑھا سکتا ہے اور وہ نماز صحیح ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۳۱ جلد پنجم)

کیا مسافر جمعہ میں امام ہو سکتا ہے؟

سوال کیا مسافر جمعہ کی نماز میں امام بنایا جا سکتا ہے؟

جواب مسافر امام جمعہ ہو سکتا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۸۹ جلد ۴۔ بحوالہ ھدایہ ص ۱۵۲ جلد اول)

مسافر جمعہ کی نماز پڑھ سکتا ہے اور پڑھا سکتا ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۷۵ جلد پنجم بحوالہ شامی ص ۷۶۷ جلد اول)

نابینا کی امامت

سوال کیا نابینا شخص امام جمعہ ہو سکتا ہے؟

جواب حامداً ومصلیاً۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اندھے پر جمعہ فرض نہیں۔ صاحبینؒ کے نزدیک فرض ہے بشرطیکہ اس کو جامع مسجد تک لے جانے والے موجود ہوں۔ اندھا چونکہ اکثر طہارت کا اہتمام نہیں کر سکتا اور نجاست سے نہیں بچ سکتا اس لیے اس کی امامت ہر نماز میں مکروہ ہے البتہ اگر وہ سب سے افضل ہے اور طہارت کا اہتمام کرتا ہے اور نجاست سے بچتا ہے تو اس کی امامت مکروہ نہیں اور جمعہ میں بھی اس کی امامت کا یہی حکم ہے۔

اندھے میں امامت کی اہلیت موجود ہے (کراہت عارضی کی وجہ سے) جمعہ کی فرضیت حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تخفیفاً ساقط ہے۔ پس جب عوارض نہ ہوں تو اس کی امامت بلا کراہت جائز ہے، اور جس وقت عوارض پائے جائیں تو مکروہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۱ جلد ۷)

اِمامت سے متعلق چند مسائل

مسئلہ امام کو فجر کی دونوں رکعتوں میں اور مغرب وعشاء کی پہلی دو رکعتوں میں خواہ قضاء ہوں یا اداء اور جمعہ وعیدین اور تراویح کی نماز میں اور رمضان المبارک میں وتر کی نماز میں بلند آواز سے قرأت کرنا واجب ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ ص ۱۰ اجلد اول)

مسئلہ امام کو نماز میں زیادہ بڑی سورتیں پڑھنا جو مقدارِ مسنون سے بھی زیادہ ہوں یا رکوع سجدے وغیرہ میں بہت زیادہ دیر تک رہنا مکروہ تحریمی ہے۔ بلکہ امام کو چاہئے کہ اپنے مقتدیوں کی حاجت وضرورت اور ضعف وغیرہ کا خیال رکھے جو سب سے زیادہ صاحبِ ضرورت ہو اُس کی رعایت کر کے قرأت وغیرہ کرے بلکہ زیادہ ضرورت کے وقت مقدارِ مسنون سے بھی کم قرأت کرنا بہتر ہے تاکہ لوگوں کا حرج نہ ہو جو قلت جماعت کا سبب ہو جائے۔

(بہشتی زیور ص ۵۷ جلد ۱۱۔ بحوالہ طحطاوی مع مراقی الفلاح ص ۱۶۵)

مسئلہ امام کو سلام بلند آواز سے کہنا سنت ہے اور امام کو اپنے سلام میں اپنے تمام مقتدیوں کی نیت کرنا خواہ مرد ہوں یا عورت یا لڑکے ہوں اور ساتھ رہنے والے فرشتوں کی نیت کرنا اور مقتدیوں کو اپنے ساتھ نماز پڑھنے والوں کی اور ساتھ رہنے والے فرشتوں کی اور اگر امام داہنی طرف ہو تو داہنے سلام میں اور بائیں طرف ہو تو بائیں سلام میں اور اگر سامنے ہو تو دونوں سلاموں میں امام کی بھی نیت کرنا ست ہے۔

(بہشتی زیور ص ۱۷ جلد ۱۱۔ بحوالہ فتاویٰ ہندیہ ص ۴۷ جلد اول)

مسئلہ نماز کی حالت میں اپنے امام کے علاوہ کسی کو لقمہ دینا یعنی قرآن شریف کے غلط پڑھنے پر آگاہ کرنا مفسدِ نماز ہے۔

مسئلہ صحیح یہ ہے کہ مقتدی اگر اپنے امام کو لقمہ دے تو نماز فاسد نہ ہوگی خواہ امام بقدرِ ضرورت قرأت کر چکا ہو یا نہیں۔ قدر ضرورت سے وہ مقدار ضرورت کی مقصود ہے جو مسنون ہے البتہ ایسی صورت میں امام کے لیے بہتر یہ ہے کہ رکوع کردے، مقتدیوں کو لقمہ دینے پر مجبور نہ کرے (ایسا مجبور کرنا مکروہ ہے) اور مقتدیوں کو چاہئے کہ جب تک شدید ضرورت پیش نہ آئے لقمہ نہ دیں (یہ بھی مکروہ ہے) اور ضرورتِ شدید سے مراد یہ ہے کہ مثلاً امام غلط پڑھ کر آگے پڑھنا چاہتا ہو یا رکوع نہ کرتا ہو یا سکوت کر کے کھڑا ہو جائے۔ اور اگر بلا ضرورتِ شدیدہ بھی بتلا دیا تب بھی

Marfat.com

نماز فاسد نہ ہوگی۔

مسئلہ مقتدی اگر کسی دوسرے شخص کا پڑھنا سن کر یا قرآن شریف میں دیکھ کر امام کو لقمہ دے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر امام لقمہ لے لے گا تو اس کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔

مسئلہ اگر امام حدث کے بعد (یعنی وضو ٹوٹنے کے بعد) بغیر خلیفہ بنائے ہوئے مسجد سے باہر نکل گیا تو مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔

مسئلہ اگر امام نے کسی ایسے شخص کو خلیفہ کر دیا جس میں امامت کی صلاحیت نہیں مثلاً کسی مجنون یا نابالغ بچے کو یا کسی عورت کو تو سب کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (نماز میں خلیفہ بنانے کے مسائل تفصیل کے ساتھ دیکھنا ہوں تو احقر کی کتاب "مکمل و مدلل مسائلِ امامت" کے صفحہ ۲۰۲ سے صفحہ ۲۱۱ تک دیکھیں)

مسئلہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے، ہاں اگر محراب سے باہر کھڑا ہو اور سجدہ محراب میں ہو تو مکروہ نہیں۔

مسئلہ صرف امام کے بے ضرورت کسی اونچے مقام پر کھڑا ہونا جس کی بلندی ایک ہاتھ یا اس سے زیادہ ہو، مکروہ تنزیہی ہے۔ اگر امام کے ساتھ چند مقتدی بھی ہوں، تو مکروہ نہیں ہے۔ اگر امام کے ساتھ صرف ایک مقتدی ہو تو مکروہ ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اگر ایک ہاتھ سے کم ہو اور سرسری نظر سے اس کی اونچائی ممتاز معلوم ہوتی ہو تب بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ سب مقتدیوں کو امام سے بے ضرورت کسی اونچے مقام پر کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے، ہاں اگر کوئی ضرورت ہو مثلاً جماعت زیادہ ہو اور جگہ کفایت نہ کرتی ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ یا بعض مقتدی امام کے برابر ہوں اور بعض اونچی جگہ ہوں تب بھی جائز ہے۔

مسئلہ مقتدی کو جبکہ امام قیام میں قرأت کر رہا ہو کوئی دعاء وغیرہ یا قرآن مجید پڑھنا خواہ وہ فاتحہ ہو یا اور کوئی سورت ہو، مکروہ تحریمی ہے۔ (بہشتی زیور ص ۶۶ جلد ۱۱ بحوالہ کبیری ص ۴۸)

مسئلہ ایک شخص جمعہ کی نماز پڑھائے، دوسرا خطبہ پڑھے، جائز ہے بشرطیکہ نماز پڑھانے والا خطبہ میں حاضر ہوا ہو، خواہ کل میں یا بعض میں۔ (احسن الفتاویٰ ص ۱۱۱ ج ۴)

مسئلہ اقامت سے پہلے امام کے لیے مختصر طور پر کوئی مسئلہ بتانا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر جائز ہے، طویل وعظ جائز نہیں ہے۔ (ردالمختار ص ۷۰۷ جلد اول)

مسئلہ تین مرتبہ تسبیح رکوع و سجود سے سنت تسبیح ادا ہو جاتی ہے، فرائض میں تخفیف کا حکم ہے اس

Marfat.com

لیے برعایت مقتدیان زیادہ تطویل نہ کرنی چاہیے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۵۷ جلد دوم)

مستحب یہ ہے کہ امام پانچ بار تسبیح پڑھے۔ اگر تین بار کہے تو اس طرح کہے کہ مقتدیوں کو تین بار تسبیح کہنے کا موقع مل جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۷۱ ج ۴ بحوالہ شامی ۳۶۲ ج ۱)

مسئلہ خطیب کے لیے یہ شرط قرار دی گئی ہے کہ اس کے اندر امامتِ جمعہ کی اہلیت ہو۔ نیز خطیب کے لیے مسنون ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اقتداء کے خیال سے منبر پر خطبہ پڑھے۔ مستحب یہ ہے کہ خطیب اونچی آواز کے ساتھ خطبہ پڑھے اور دوسرے خطبہ کے اندر اول خطبہ کے اعتبار سے جہر (بلند آواز) کے ہونا چاہیے، دوسرے خطبہ کی ابتداء اس طرح کرے کہ الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ الخ مستحسن ہے کہ خطبہ کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ مبارک کیا جائے اور آپ کے دونوں چچاؤں اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا جائے۔ خطبہ میں مسلسل یہ معمول چلا آتا ہے۔

مسئلہ خطیب کے لیے خطبہ کے دوران گفتگو باعثِ کراہت ہے مگر امر بالمعروف درست ہے۔ خطیب کے علاوہ دوسرے شخص کو چاہیے کہ نماز نہ پڑھائے۔

مسئلہ خطبہ پڑھنے کے بعد اگر امام کا وضو جاتا رہا اور وہ کسی دوسرے کو اپنا قائم مقام بنادے، اگر وہ قائم مقام خطبہ میں موجود تھا تو درست ہے، اگر وہ خطبہ کے وقت موجود نہ تھا تو درست نہیں ہے۔ اگر نماز کی ابتداء کرنے کے بعد وضو جاتا رہا تو کسی کو بھی قائم مقام بنانا درست ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری کتاب الصلوٰۃ ص ۶۴ جلد اول)

مسئلہ امام ثناء پڑھ کر قرأت شروع کردے، مقتدیوں کی ثناء (سبحانک اللّٰھم الخ) کا انتظار نہ کرے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۶۴ جلد ۲)

بغیر عمامہ کے نماز مکروہ نہیں ہے

شرح منیہ کبیری میں ہے کہ بلا عمامہ کے نماز مکروہ نہیں ہے۔ البتہ عمامہ کا ہونا مستحب ہے اور عمامہ نہ ہونے کی صورت میں باوجود میسر ہونے کے ترکِ استحباب ہے۔ لیکن علامہ شامیؒ کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ مکروہ تنزیہی بھی نہ کہنا چاہیے، البتہ عمامہ کی وجہ سے زیادتی ثواب ہونا مسلم ہے جیسا کہ جملہ مستحباب کے اداء میں زیادتی ثواب ہے لیکن ان کے ترک (چھوڑنے)

میں کراہت نہیں جیسے صلوٰۃ ضحیٰ وغیرہ (چاشت وغیرہ کی نماز)۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۲۱ جلد ۴ بحوالہ غنیۃ المستملی ص ۳۴۷ ورد المختار ص ۵۱۱ جلد اول)

(۱) عمامہ مستحب ہے۔ (۲) عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا، بطورِ عادت ثابت ہے نہ کہ بطورِ عبادت۔ (۳) عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا اولیٰ اور مستحب ہے۔ (۴) بغیر عمامہ بھی نماز مکروہ نہیں ہے۔ (۵) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا عمامہ بھی نماز ثابت ہے۔ (۶) امرِ واجب کا سا معاملہ امرِ مستحب کے ساتھ کرنا ناجائز ہے۔ (۷) جن شہروں میں بلا عمامہ کے معزز مجالس میں جانا عار کی بات ہو، وہاں نماز بلا عمامہ مکروہ ہے۔ (۸) کبھی کبھی مستحب کے مقابلہ میں رخصت یعنی محض مباح پر بھی عمل کرنا چاہئے خاص کر ایسی جگہ جہاں مستحب پر اصرار کیا جاتا ہو کہ اس سے مندوب کراہت کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے فساد پر آمادہ ہونا تو بڑی جہالت اور گناہ ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۵۶ جلد ۷)

عمامہ کے ساتھ نماز افضل ہے اور اس میں ثواب زیادہ ہے۔ لیکن بغیر عمامہ کے نماز پڑھنا یا نماز پڑھانا بھی جائز ہے یعنی اس میں کوئی کراہت نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ باندھنے کے متعلق عادۃً یا عبادۃً کا سوال بے کار ہے کیونکہ عمامہ کی فضیلت اور زیادتی اجر نماز مع العمامہ میں کلام نہیں ہو سکتا۔ لوگوں کا انکار اس بناء پر کہ ترکِ عمامہ کو مکروہ سمجھتے ہیں تو غلط ہے۔ اور اگر فضیلت حاصل کرنے کے لیے ہے تو مضائقہ نہیں، مگر اس کے لیے لازم ہے عمامہ نہ باندھنے پر امام کو برا نہ کہیں اور نہ اس کو مجبور کریں کہ عمامہ ضرور باندھے۔ امام کو بھی فضیلت کے لیے عمامہ باندھ کر نماز پڑھانے میں اعتراض نہ ہونا چاہئے۔ اور بیانِ جواز کے لیے کبھی بغیر عمامہ کے نماز پڑھادے تو مقتدیوں کو اعتراض نہ کرنا چاہئے۔ (کفایت المفتی ص ۵۵ جلد ۳)

جگہ کی تنگی کی وجہ سے امام کیساتھ

سوال جمعہ کے دن اگر دو آدمی (امام صاحب کے ساتھ) محراب کے اندر کھڑے ہو جائیں؟

جواب اگر جگہ کی تنگی ہو تو ایسی صورت میں جائز ہے اور اگر جگہ ہو تو امام کے ساتھ کھڑا نہ ہونا چاہئے۔ (کفایت المفتی ص ۲۱۷ جلد ۳)

Marfat.com

نمازِ جمعہ میں عورتوں کی شرکت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں عورتیں مسجد میں آ کر نمازیں ادا کیا کرتی تھیں، مسجد میں عورتوں کی حاضری پر کسی قسم کی کوئی روک ٹوک نہیں تھی، جماعت سے نماز ادا کرنے کیلئے کلیۃً آزاد تھیں۔

لیکن اسی زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ "عورتوں کے لیے مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے گھروں میں نماز پڑھیں اور گھر کے کھلے صحن میں نماز پڑھنے سے کہیں زیادہ بہتر یہ ہے کہ کوٹھری کے کسی گوشہ میں نماز پڑھیں" (الحدیث)

مردوں کی نماز جس طرح مسجد میں صحیح ہو جاتی ہے اسی طرح گھر میں بلاشبہ صحیح ہو جاتی ہے۔ لیکن مرد کی وہ نماز نسبتاً افضل اور اعلیٰ قرار دی گئی ہے جو مسجد میں ادا کی جائے اور گھر ادا کی جانے والی نماز کو ثواب کے لحاظ سے ناقص قرار دیا گیا ہے اگرچہ اس کی ادائیگی وصحت میں کوئی نقص موجود نہ ہو، کیونکہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا تاکیدی فرمان تھا کہ نماز باجماعت مسجد میں آ کر ادا کی جائے لہٰذا اس حکم اور تاکید سے روگردانی کرنے کے بعد جو نماز بغیر کسی عذر شرعی کے گھر میں پڑھی جائے خواہ وہ نماز خشوع وخضوع اپنے اندر کیوں نہ رکھتی ہو، اس کو ثواب کے اعتبار سے ناقص ہی کہیں گے اگرچہ بظاہر کوئی نقص محسوس نہ ہوتا ہو۔

اسی طرح عورتوں کی نماز مسجد میں بھی درست ہو جاتی ہے اور گھر میں بھی لیکن عورتوں کی اس نماز کو افضل اور اعلیٰ متصور کیا گیا ہے جو گھر اور گھر کی کوٹھری میں ادا کی جائے۔ عورتوں کا گھروں سے نکل کر مسجدوں میں جا کر نماز پڑھنے کو افضل اور ارفع قرار نہیں دیا جائے گا، کیونکہ جو عمل رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک افضل نہیں ہے وہ خدا کے نزدیک بھی یقیناً غیر افضل ہی ہوگا۔

عورت فی نفسہٖ فتنہ نہیں ہوتی اور مرد بھی فی نفسہٖ بدکار نہیں ہوا کرتا، لیکن مرد عورت کا صنفی تعلق ایک دوسرے کی طرف کششِ فطری ہے، جب موانع نہ ہوں اور مواقع میسر آ جائیں اور عورت ومرد یکجا اور مجتمع ہو جاتے ہیں تو فتنے اور خرابیاں بالکل اسی طرح اُبلنے لگتے ہیں جس طرح برسات کے زمانہ میں حشرات الارض یعنی کیڑے مکوڑے نمودار ہوا کرتے ہیں۔ یا خود

Marfat.com

رو ہریائی وغیرہ۔

آج ہر جگہ عورت و مرد کی اجتماعیت عام ہے، صرف ایک مسجد و عیدگاہ ہی ایسی جگہ ہیں جہاں صرف مرد نظر آتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ یہ اجتماعیت ابھی تک فتنوں اور خرابیوں کی غلاظت سے پاک ہیں۔

یہ صحابہ و صحابیات رضی اللہ عنہم کا دور نہیں جن کی خواہشات اور فطری تحریکات پر خدا ترسی اور خوفِ آخرت غالب تھا وہ مساجد میں کیا بازاروں میں بھی کبھی کسی نامحرم کی طرف نظر بھر کر دیکھنے کا گناہ نہیں کر سکتے تھے۔ ان کے دل آئینوں کی طرح بالکل صاف تھے۔ اور ہمارے زمانے میں اکثر و بیشتر مسلمان خوفِ خدا اور خوفِ آخرت سے بے گانہ نظر آتے ہیں۔ ہمارے آئینہ قلوب پر تو نفس پرستی کا زنگ چڑھا ہوا ہے ہمارے زمانے کے مرد اور عورتوں میں حیا اور خدا ترسی کا فقدان ظاہر و باہر ہے، اسے باور کرنے کے لیے کسی احتیاج کی ضرورت نہیں۔

عورتوں کو مردوں کے پیچھے اور مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں، البتہ مصلحت اور دور اندیشی کا تقاضا یہ ہے کہ عورتیں مسجدوں میں آنے سے گریز کریں اور گھروں سے باہر نکل کر ان مصلحتوں کا خون کرنے پر نہ اُتر جائیں جن کا خون کرنے کے بعد خرابیوں اور بدکاریوں کی ولادت ناگزیر ہے۔

اسلام نے عورتوں پر جمعہ اور عیدین کی نماز فرض قرار نہ دے کر ان کے لیے سہولت اور آسانی پیدا کی تھی، اب عورتوں کا جمعہ و عیدین وغیرہ میں شرکت کرنا اپنے اوپر خود مشکلات اور دشواریوں کو تسلط کرنے کے مصداق ہے۔

وعظ و تبلیغ کی مجلسیں گھروں کے اندر بھی منعقد ہو سکتی ہیں، یہ کیا ضروری ہے کہ مرد اور عورت مل جل کر تقریر سنیں۔ کیونکہ اسلام نے ہدایت کی ہے کہ نگاہ پست رکھی جائے اور اجنبی عورت پر بلاوجہ نگاہ نہ ڈالی جائے۔ اگر ایسا کیا جائے گا تو اس کے نتائج ہمارے سامنے ہیں۔

(احقر محمد رفعت قاسمی عفا اللہ عنہ)

شرکت کی شرعی حیثیت

مرد ہونا جمعہ کے واجب ہونے کی شرط ہے۔ لہٰذا عورت پر جمعہ واجب نہیں ہے، لیکن

Marfat.com

اگر ظہر کی بجائے (عورت جمعہ کی نماز میں شریک ہو) جمعہ کی نماز پڑھ لی ہے تو جمعہ صحیح ہوگا۔ یعنی ظہر کے قائم مقام ہو جائے گی۔

اب سوال یہ ہے کہ آیا عورت کے لیے جمعہ کی نماز کو جانا بہتر ہے یا اپنے گھر میں ظہر کی نماز پڑھ لینا بہتر ہے؟

حنفیہؒ کے نزدیک بہتر یہی ہے کہ عورت اپنے گھر میں ظہر کی نماز ادا کرے، خواہ عورت عمر رسیدہ ہو یا جوان، کیونکہ ان کے لیے جماعت مشروع نہیں ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۶۱۴ ج ۱)

عورتوں کو جمعہ کی نماز میں شرکت کی تلقین وترغیب اس حدیث کے خلاف ہے کہ ابو عمرو شیبانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ جمعہ کے روز عورتوں کو مسجد سے باہر نکالتے تھے اور فرماتے تھے کہ اپنے گھروں کو جاؤ یہ تمہارے لیے بہتر ہے یعنی عورتوں کیلئے گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں جانے اور جمعہ پڑھنے سے بہتر ہے

صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں ان کا یہ طرزِ عمل تھا۔ پھر آج فتنہ وفساد کے زمانہ میں اس کے خلاف مسجد میں آنے کی ترغیب دینا ظاہر ہے کہ غلط ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۴۵ جلد سوم)

عورتوں کے لیے احتیاط اور پردہ کی زیادہ ضرورت ہے، اور جلبِ نفع سے دفع مضرت مقدم ہے۔ اس لیے فقہاء نے عورتوں کو جماعت وجمعہ وعیدین اور وعظ کی مجالس میں شامل ہونے کو مکروہ فرمایا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۱۵ ج ۵ بحوالہ درمختار ص ۵۲۹ ج ۱)

مریض کا حکم

جس مریض کو پیدل چل کر نمازِ جمعہ پہنچنا ضرر رساں ہو تو اس کے ذمہ سے نمازِ جمعہ ساقط ہو جاتی ہے یعنی اگر ایسی معذوری ہو تو نماز ساقط ہو جاتی ہے اگر چہ کوئی ایسا شخص دستیاب ہو سکے جو اس کو اٹھا کر لے جائے۔ جس مریض کو نماز کے لیے جانا نقصان دہ ہو اُس پر واجب نہیں ہے، اگر چہ سواری پر جا سکے یا کوئی اُٹھا کر لے جائے۔

البتہ اگر جانے کی قدرت ہے یا قابلِ برداشت اُجرت دے کر جا سکتا ہے تو ایسے شخص پر جمعہ واجب ہے اور اَپاہج آدمی کا حکم بھی مریض ہی کی طرح ہے۔ نیز یہ کہ نمازی بینا ہو، اندھے پر جمعہ واجب نہیں اگر چہ کوئی رہبر مل سکے۔

Marfat.com

نہایت شدید گرمی یا سردی یا بارش اور کیچڑ ہو، یا بے گناہ پکڑے جانے کا یا اس طرح کسی اور بات کا خطرہ ہو (بشرطیکہ کوئی مظلوم ہو، ظالم نہ ہو) اور یا مال کے نقصان یا عزت یا جان کا خطرہ ہو، (ان تمام صورتوں میں جمعہ واجب نہیں ہے) لیکن (مال کے نقصان کی صورت میں) جمعہ اُس حال میں واجب رہے گا جبکہ قابل برداشت نقصان مال کا اندیشہ ہو۔

(کتاب الفقہ ص ۶۱۲ جلد ا)

بیمار کے حکم میں تیماردار بھی ہے۔ (رکنِ دین ص ۱۳۴)

اگر کوئی مریض اپنے گھر ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد مرض میں کمی پائے اور جمعہ کیلئے جائے اور جمعہ پڑھے تو اسکی ظہر کی نماز نفل بن جائیگی۔ (عالمگیری ص ۷ جلد ۳)

جُذامی سے جمعہ اور جماعت ساقط اور معاف ہے، اسی وجہ سے کہ وہ مسجد میں نہ آئے۔ پس جذامی (کوڑھ کا مریض) کو چاہئے کہ جماعت میں شریک نہ ہو۔ اور جو لوگ جذامی شخص سے علیحدہ رہیں اور احتراز کریں ان پر کچھ ملامت نہیں ہے اس لیے کہ جذامی سے بھاگنے اور بچنے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۶۵ جلد ۳ بحوالہ درمختار احکام المسجد ص ۶۱۹ جلد اول)

دیہاتی کے لیے نمازِ جمعہ کا حکم

مسئلہ دیہاتی جب شہر میں داخل ہو اور جمعہ کے دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو اس پر جمعہ لازم ہو جائے گا، اس لیے کہ اس دن وہ بھی شہر کے رہنے والوں کے حکم میں ہے، لیکن اگر یہ نیت ہو کہ وہ جمعہ کا وقت داخل ہونے سے پہلے یا بعد میں چلا جائے گا تو اس پر جمعہ واجب نہ ہوگا، لیکن اگر جمعہ پڑھ لے گا تو اجر پائے گا۔

دیہاتی اور جنگل کے رہنے والے جن پر جمعہ واجب نہیں ہے، ان کے لیے جائز ہے کہ جمعہ کے دن ظہر کی نماز جماعت واذان اور اقامت سے ادا کریں۔

(فتاویٰ عالمگیری کتاب الصلوٰۃ ص ۶۶ جلد ۳)

شہر کے قرب وجوار کے دیہات والوں کو جمعہ کیلئے شہر میں آنا ضروری نہیں ہے اور نہ آنے سے وہ گنہگار نہ ہوں گے (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۶۴ جلد ۵ بحوالہ ردالمختار باب الجمعہ ص ۶۲ ۷ جلد ا)

مسافر کے لیے نمازِ جمعہ کا حکم

مسافر اگر جمعہ کے دن شہر میں نماز پڑھیں، تو الگ الگ نماز پڑھیں، یہی حکم شہر والوں

Marfat.com

کا ہے اگران سے جمعہ فوت ہوجائے (یعنی جمعہ کی جماعت نہ ملے تو الگ الگ نمازِ ظہر پڑھیں) قیدی اور مریضوں کا بھی یہی حکم ہے، ان کے لیے جماعت مکروہ ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری کتاب الصلوٰۃ ص ۶۶ جلد ۳)

مریض، مسافر اور قیدیوں کو امام کے جمعہ سے فارغ ہونے تک ظہر کی نماز میں تاخیر کرنا مستحب ہے، اگر تاخیر نہ کی تو صحیح قول کے مطابق ان کی نماز مکروہ (تنزیہی) ہوگی۔

اگر ظہر کی نماز ادا کر چکا، پھر جمعہ کے لیئے چلا، اگر امام کے ساتھ جمعہ مل گیا تو ظہر کی نماز باطل ہوجائے گی، خواہ معذور ہو، جیسے مسافر، مریض یا غلام یا غیر معذور ہو، اور اگر جمعہ نہ ملا تو تو دیکھا جائے گا کہ اگر یہ شخص اس وقت گھر سے نکلا تھا جب امام نماز سے فارغ ہو چکا تھا تو بالا جماع ظہر کی نماز باطل نہ ہوگی، اور اگر گھر سے نکلتے وقت امام نماز میں تھا اور اس کے پہنچنے سے پہلے فارغ ہوگیا تو اس کی نمازِ ظہر باطل ہوجائے گی۔

اور اگر وہ شخص گھر سے جمعہ کے ارادہ سے نہیں نکلا تو بالا جماع ظہر کی نماز باطل نہ ہوگی۔

اور اگر جمعہ کے ارادہ سے نکلا اور اسی وقت امام فارغ ہوا، تو ظہر کی نماز باطل نہ ہوگی۔

اگر ظہر کی نماز اپنے گھر میں ادا کی۔ پھر نمازِ جمعہ کی طرف نکلا اور ابھی تک امام نے جمعہ نہیں پڑھا، لیکن دور ہونے کی وجہ سے اس کو جمعہ ملنے کی توقع نہیں ہے تو اس کی ظہر کی نماز باطل ہو جائے گی، اور اگر جمعہ کی طرف نکلا اور ابھی تک امام نے کسی عذر کی بناء پر، یا بلا عذر نماز نہ پڑھی تو اس کی ظہر کی نماز کے باطل ہونے میں اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ باطل نہیں ہوتی، اگر جمعہ کی طرف نکلا اور لوگوں نے جمعہ شروع کر دیا تھا، لیکن وہ لوگ جمعہ کی نماز پوری ہونے سے پہلے کسی حادثہ کی وجہ سے نکل گئے تو اس میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ نمازِ ظہر اس کی باطل ہوجائے گی۔

جمعہ کے واسطے چلنے میں معتبر یہ ہے کہ اپنے گھر سے جدا ہوجائے اور اس سے پہلے صحیح قول کے مطابق ظہر باطل نہیں ہوتی۔

اگر ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد مسجد میں بیٹھا ہوا ہو تو بالاتفاق یہ حکم ہے کہ جب تک امام کیساتھ جمعہ کی نماز شروع نہ کرے ظہر کی نماز باطل نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۷ ج ۳)

جمعہ کے دن پہلی اذان ہونے کے بعد، نماز پڑھنے سے پہلے (سفر کیلئے) نکلنا، بقولِ صحیح مکروہ ہے، ہاں زوال سے پہلے سفر کیلئے جانا مکروہ نہیں ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۶۳۹ ج ۱)

Marfat.com

معذورین کے لیے نمازِ جمعہ کا حکم

مسئلہ شہر میں معذور لوگ جیسے قیدی اور مسافر یا غیر معذور اگر امام کے نمازِ جمعہ سے فارغ ہونے سے پہلے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھیں تو مکروہ ہے، اور جمعہ کے بعد شہر والے جو کسی وجہ سے نمازِ جمعہ میں نہ حاضر ہو سکے، اگر ظہر کی نمازِ جماعت سے پڑھیں تو مکروہ ہے، دیہات والوں کے لیے اذان واقامت سے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔

(عالمگیری کتاب الصلوٰۃ ص ۱۷ جلد ۳)

ضعیف کے لیے نمازِ جمعہ کا حکم

کوئی بوڑھا شخص بہت کمزور وضعیف ہو تو اس کا حکم مریض کا سا ہی ہوگا، اور اس پر جمعہ کا وجوب نہ ہوگا (اگر پڑھ لے تو ظہر کا قائم مقام ہوگا یعنی ظہر کی نماز کی ضرورت نہیں) اسی طرح اگر بڑے زور وشور کی بارش ہو رہی ہو یا کوئی آدمی ظالم بادشاہ کے ڈر سے روپوش ہو گیا تو جمعہ کے ساقط ہونے کا حکم ہوگا۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۶۰ جلد اول کتاب الصلوٰۃ)

غلام کے لیے نمازِ جمعہ کا حکم

آقا غلام کو نمازِ جمعہ اور نمازِ عیدین سے روک سکتا ہے۔ مکاتب یعنی وہ غلام جس نے اپنے مالک سے طے شدہ رقم کی ادائیگی پر حلقہ غلامی سے آزادی کا معاملہ کیا ہو، اس غلام پر جمعہ کا وجوب ہوتا ہے۔ اسی طرح جس غلام کا بعض حصہ آزاد ہو گیا ہو، اور بقیہ کی آزادی کی کوشش میں ہو تو اس پر بھی جمعہ کا وجوب ہوگا۔

اور عَبدِ ماذون (یعنی وہ غلام جسے اپنے مالک کی طرف سے خرید وفروخت وغیرہ کے معاملات میں اجازت نامہ حاصل ہو) وہ غلام جو روزانہ مالک کو کچھ دیا کرتا ہو ان پر نمازِ جمعہ کا وجوب نہ ہوگا۔ جامع مسجد کے دروازہ پر جانور کی حفاظت کی خاطر مالک کی طرف سے مقرر کردہ غلام کو نمازِ جمعہ پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ اس میں مختلف رائیں ہیں، زیادہ صحیح قول کے مطابق اگر جانور کی نگہداشت میں خلل پیدا نہ ہوتا ہو تو جمعہ کی نماز پڑھنی چاہیے۔ جمعہ کا وجوب جس پر نہ ہو اگر وہ نمازِ جمعہ پڑھ لے تو اس کا اس وقت کا فرض ادا ہو گیا۔ (فتاویٰ عالمگیری کتاب الصلوٰۃ ص ۶۱ جلد اول)

Marfat.com

نوکر کے لیے نمازِ جمعہ کا حکم

غلام کو اگر اس کا مالک اجازت دیدے تو بھی غلام کو اختیار ہے چاہے نمازِ جمعہ پڑھے یا نہ پڑھے۔ برخلاف مزدور کے کہ اس پر جمعہ واجب ہے، اور مزدور کی مزدوری ساقط ہو جائے گی، یعنی اگر مسجد اتنی دور ہے کہ آنے جانے میں ایک پہر لگتا ہو تو اس دن کی اُجرت اور مزدور کی مزدوری کی اجرت کے حساب سے چوتھائی اجرت کاٹ دی جائے گی اس کا مطالبہ مالک سے مزدور نہیں کرسکتا ہے، اور اگر مسجد اتنی دور نہیں ہے تو مزدوری ساقط نہیں ہوسکتی (یعنی نہیں کاٹی جائے گی)۔ (رکنِ دین ص ۱۳۴)

شہر میں جمعہ ادا کرنے والے کا حکم

ہدایت: حامداً و مصلیاً۔ جس شخص پر جمعہ فرض نہیں خواہ گاؤں میں رہنے کی وجہ سے خواہ بیماری وغیرہ کی وجہ سے، وہ اگر ایسی جگہ جمعہ پڑھ لے کہ جہاں جمعہ صحیح ہوتا ہے تو اس کو جمعہ پڑھنے کا ثواب ملے گا اور اس کے ذمہ سے فریضہ ادا ہو جائے گا خواہ وہ امام ہو یا مقتدی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ پڑھنے کے لیے کئی کئی کوس گاؤں سے نمبروار اور بعض حضرات مدینہ شریف میں آیا کرتے تھے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۹۶ جلد ۲ بحوالہ ابوداؤد شریف ص ۱۶۴ جلد اول)

دیہاتی معتکف کے لیے نمازِ جمعہ کا حکم

ہدایت: حامداً و مصلیاً۔ اعتکاف کیلئے شہر یا شرائطِ جمعہ کا پایا جانا ضروری نہیں بلکہ وہ ہر جگہ شہر ہو یا گاؤں مسنون علی الکفایہ ہے، البتہ مسجد ایسی ہو جسمیں جماعت ہوتی ہو۔

گاؤں والے پر نہ جمعہ فرض ہے نہ سنتِ مؤکدہ، لہٰذا اسکو جمعہ کیلئے شہر میں آنا جائز نہیں، اگر آئے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائیگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۹۹ ج ۷)

گاؤں میں جمعہ پڑھنے والے کا حکم

چھوٹے گاؤں میں نمازِ جمعہ ادا کرنے سے ظہر ساقط نہیں ہوتی (یعنی ظہر کی نماز کا فریضہ ادا نہیں ہوتا) اور ایسا کرنا یعنی چھوٹے گاؤں میں نمازِ جمعہ ادا کرنا درمختار میں مکروہ تحریمی لکھا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۵۲ جلد ۵ بحوالہ درمختار باب الجمعہ ص ۷۴۸ جلد اول)

پنجگانہ نماز نہ پڑھنے والے کا حکم

سوال جو لوگ پنجگانہ نماز نہیں پڑھتے صرف نمازِ جمعہ ادا کرتے ہیں، ان کی نمازِ جمعہ کیا صحیح ہوگی؟

جواب نمازِ جمعہ بلاشبہ صحیح ہے اگر چہ وہ شخص بڑا گنہگار ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم صفحہ ۷۵ جلد ۵ بحوالہ ہدایہ باب قضاء الفوائت ص ۱۳۸ جلد اول)

نمازِ جمعہ سے غیر حاضر رہنے والے کا حکم

سوال جس شخص پر نمازِ جمعہ واجب ہے اور وہ بلا عذر نمازِ جمعہ سے غیر حاضر رہا تو اُس کے لیے نمازِ ظہر جمعہ کی نماز سے پہلے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب حنفیہؒ کے نزدیک ایسا عذر نہ ہونے کے باوجود، جو نمازِ جمعہ کی حاضری سے مانع ہو، اگر کسی نے نمازِ جمعہ ہونے سے پہلے ظہر کی نماز پڑھی تو اس نماز کا صحیح ہونا اس بات پر موقوف ہوگا کہ اُس نے ارادۂ نمازِ جمعہ سے انحراف کیا ہو۔ یہ نماز (ظہر) اگر چہ صحیح ہو جائے گی لیکن اُس کا جمعہ کو چھوڑنا فعلِ حرام ہی متصور ہوگا۔

اگر ارادۂ نمازِ جمعہ سے انحراف نہیں تھا بلکہ (ظہر پڑھنے کے بعد) جمعہ کے لیے چل پڑا اور امام نمازِ جمعہ سے فارغ ہوا تھا تو وہ ظہر گھر سے نکلتے ہی باطل ہو جائے گی اور وہ ظہر نفلی نماز ہو جائے گی۔ اس پر واجب ہے کہ امام کے ساتھ نمازِ جمعہ میں شامل ہو جائے۔

اگر جماعت نہ پاسکا تو ظہر کی نماز دوبارہ پڑھے۔ ہاں اگر (اس وقت روانہ ہوا کہ) امام نماز ختم کر چکا تھا تو اس سے نمازِ ظہر باطل نہ ہوگی۔ یہی مسئلہ اس صورت میں ہے کہ جب کہ امام کے نماز سے فارغ ہوتے ہی چل پڑا ہو یا اقامتِ جمعہ سے پہلے چلا ہو۔

البتہ کوئی شخص ایسا ہے جس پر نمازِ جمعہ واجب ہی نہیں ہے۔ مثلاً مریض وغیرہ تو اس کیلئے (جمعہ کے بجائے) ظہر کی نماز پڑھ لینا درست ہے، اگر چہ امام جمعہ کی نماز پڑھ رہا ہو، اگر معذوری دور ہو جانے کی توقع ہو تو نمازِ ظہر میں تاخیر کرنا مستحب ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۶۴۱ جلد اول)

معذورین کے لیے جماعت کا حکم

شہر میں معذورین کے لیے نمازِ ظہر کی جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اس لیے الگ

Marfat.com

الگ نمازِ (ظہر) پڑھیں، اور تنہا میں بھی اذان واقامت نہ کہیں۔

جس شخص کی نمازِ جمعہ کسی معذوری سے یا بلا عذر رہ گئی ہو، اُسے شہر کے اندر ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے۔ ہاں اہلِ بادیہ (یعنی صحرانشین) جس کی موجودگی سے جمعہ کی شرائط پوری نہیں ہوتیں، جمعہ کے روز ظہر کی نماز جماعت سے پڑھیں تو جائز ہے کیونکہ ایسے اشخاص کے لیے جمعہ کا دن ایسا ہی ہے جیسے اَور دن ہوتے ہیں۔ (کتاب الفقہ صفحہ ۶۴۲ جلد اول)

عورتیں نمازِ ظہر جمعہ سے قبل پڑھ سکتی ہیں

سوال عوام میں مشہور ہے کہ جب تک جمعہ کی نماز ختم نہ ہو جائے عورتیں گھروں میں ظہر کی نماز نہ پڑھیں، کیا اس کی شرعاً کوئی اصل ہے؟

جواب اس کی کوئی اصل نہیں، غلط ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۱۲۹ جلد ۴)

(یعنی نمازِ ظہر جمعہ کی جماعت سے قبل بھی پڑھ سکتی ہیں کیونکہ جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا ہے۔ رفعت)

باب ششم

بغیر کسی عذر کے نمازِ جمعہ چھوڑنا

عن ابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ ان النبی صلیٰ اللّٰہ علیہ وسلم قال لقوم یتخلفون عن الجمعة لقد هممت أن امر رجلا یصلی بالناس ثم أحرق علی رجال یتخلفون عن الجمعة بیوتهم۔ (مسلم شریف والحاکم)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں کے بارے میں جو جمعہ کی نماز میں نہیں آتے یہ فرمایا کہ "میرے دل میں آتا ہے کہ میں کسی کو نماز پڑھانے کے لیے کہہ جاؤں اور ان لوگوں کے گھروں میں جو جمعہ میں نہیں آتے اُن آدمیوں سمیت آگ لگادوں"۔

تشریح انسان جو بھی بھلائی اور نیکی کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کرتا ہے، جب توفیقِ الٰہی شامل ہوتی ہے تب انسان اپنی خداداد صلاحیتوں اور قوتِ عمل کو کام میں لاکر نیک کام انجام دیتا ہے۔

اس فرمانِ نبوی کا منشاء یہ ہے کہ جو لوگ بار بار مسلسل یہ غفلت اور کوتاہی کرتے رہتے ہیں وہ رفتہ رفتہ اس صلاحیت اور استحقاق سے محروم کر دیئے جاتے ہیں جس کی وجہ سے توفیقِ الٰہی شامل حال ہوتی ہے اور جس کی بناء پر کسی نیکی کا کرنا آسان ہوتا ہے۔

اگر انسان خود اپنے ہاتھوں سے اپنے آئینہ قلب پر غفلت وتاریکی کے پردے اس قدر تہ بہ تہ لگالے کہ توفیقِ الٰہی کی شعاع سے روشن ہونے کی صلاحیت ہی ختم ہوجائے تو غلطی وقصور خود انسان ہی کے علاوہ اور کس کا ہے؟ (الترغیب ص ۱۵۱ جلد ۲)

خدا کی پناہ! کس قدر وعید ہے اور کتنا غصہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں پر جو بغیر کسی مجبوری کے جمعہ کی نماز سے رک جاتے ہیں، اور ارشاد کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک مجسم رحمت وشفقت نبی کی زبان مبارک سے یہ الفاظ ادا ہو رہے ہیں جس کی

Marfat.com

مسلمانوں سے شفقت ومحبت کی تعریف اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ان الفاظ میں کی: بالمؤمنین رؤف رحیم O (التوبہ آیت ۱۲۸)

مسلمان تو مسلمان، خود اپنی جان کے دشمن کافروں کے لیے جو نبیؐ بددعاء گوارا نہ کرے، ایسے رحیم نبیؐ نے اتنے سخت الفاظ یقیناً بہت ہی زیادہ غصہ اور ناپسندیدگی کی وجہ سے فرمائے ہیں۔ (الترغیب ص ۲۷ جلد ۲)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس نے تین جمعے سُستی کی بناء پر بلاعذر چھوڑے، اللہ تعالیٰ اس کے قلب پر مہر لگا دیتے ہیں۔''

تشریحات اگر کوئی اہانت وتحقیر کے طور پر جمعہ چھوڑتا ہے تو کافر ہو جائے گا اور اگر بلاعذر سستی اور لاپرواہی کی بناء پر چھوڑتا ہے تو فاسق اور سخت گنہگار ہوگا، اگر تین جمعے مسلسل چھوڑ دیئے تو اس کے قلب پر مہر لگا دی جائے گی جیسے منافقین کے قلوب پر مہر لگا دی گئی تھی۔ یا یہ مراد ہے کہ اس کے دل سے خیر کی صلاحیت ختم ہو جائے، نعوذ باللہ۔ دوسری احادیث میں اس سے بھی زیادہ سخت وعیدیں مذکور ہیں۔ (معارف مدنیہ ص ۲۷ ج ۳)

نمازِ جمعہ کا وقت

جمعہ کا وہی وقت ہے جو ظہر کا ہے۔ یعنی آفتاب ڈھلنے سے اس وقت تک کہ ہر شے کا سایہ ظلِ استواء یعنی زوال کے علاوہ دوگنا ہو جائے۔

نمازِ جمعہ کے وقت کا ثبوت اس حدیث شریف سے ہوتا ہے جو امام بخاریؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جبکہ سورج ڈھل جاتا تھا۔

نیز امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے اخراج کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ کنا نجمع مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِذا زالت الشمس ثم نرجع نتبع الفی (الظل)۔ یعنی جب سورج ڈھل جاتا تھا تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکٹھے ہوتے اور سایہ کو دیکھنے میں لگ جاتے تھے۔ (کتاب الفقہ ص ۵۹۹ جلد اول)

Marfat.com

جمعہ کا وقت معلوم کرنے کا طریقہ

نمازِ جمعہ کا وقت ہی وقت ہے جو ظہر کا ہے، یعنی آفتاب ڈھلنے سے اس وقت تک کہ ہر شے کا سایہ ظلِ استواء (یعنی زوال) کے علاوہ دوگنا ہو جائے اس کی تفصیل اوقات نماز کے بیان ص ۲۹۰ جلد اول میں اس طرح ہے۔ظہر کا وقت سورج کا زوال شروع ہوتے ہی آ جاتا ہے یعنی سورج جس وقت بھی وسطِ آسمان سے جُھکا اسی وقت ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک کہ ہر چیز کا سایہ اس کی بلندی کے برابر نہ ہو جائے۔اس کو جاننے اور سمجھنے کے لیے چاہئے کہ ایک سیدھی لکڑی یا ایسی ہی کوئی اور چیز دوپہر سے پہلے زمین پر سیدھی گاڑ دی جائے۔قدرتی طور پر اس کا سایہ ہوگا اور وہ سایہ آہستہ آہستہ کم ہوتا چلا جائے گا یہاں تک کہ وہ سایہ بہت تھوڑا رہ جائے گا۔اس وقت سایہ (کا گھٹنا) ٹھہر جائے گا اب اگر کچھ بھی سایہ باقی ہے تو جہاں تک وہ سایہ ہے اس پر نشان لگا دیا جائے، اگر سایہ بالکل نہ ہو تو جہاں لکڑی گڑی ہے وہ ہی نشان ہے۔یہ کیفیت استوائی علاقوں میں ہوتی ہے (جہاں دوپہر کو سایہ بالکل چھپ جاتا ہے) غرض جہاں پر (دوپہر کے وقت) سایہ ٹھہر جائے (یعنی کم سے کم ہو) وہی استواء کا وقت ہے۔اب پھر سایہ بڑھنے لگے تو جان لینا چاہئے کہ سورج ڈھلنے لگا، یعنی آسمان کے وسط سے جھک گیا۔یہیں سے ظہر (اور جمعہ) کا وقت شروع ہوتا ہے۔جب لکڑی کا سایہ علاوہ اس سایہ کے جو استواء کے وقت تھا لکڑی کی لمبائی کے برابر ہو جائے تو ظہر کا وقت ختم ہو جائے گا۔

(کتاب الفقہ صفحہ ۵۹۹ جلد اول)

نمازِ جمعہ کا مستحب وقت

جمعہ کی نماز کا وقت بھی وہ ہی ہے جو ظہر کی نماز کا ہے صرف اس قدر فرق ہے کہ ظہر کی نماز گرمیوں میں کچھ تاخیر کر کے پڑھنا بہتر ہے خواہ گرمی کی شدت ہو یا نہ ہو، اور سردیوں کے زمانہ میں جلد پڑھنا مستحب ہے۔اور جمعہ کی نماز ہمیشہ اول وقت پڑھنا سنت ہے۔جمہور کا یہی قول ہے۔

(بہشتی زیور ص ۱۲ جلد ۱۱ بحوالہ عالمگیری ص ۱۴۶ ج ۱ و ص ۵۲ ج ۱)

حنفیہ کا صحیح: ب یہ ہے کہ جمعہ میں تعجیل (جلدی کرنا) مستحب ہے، تاخیر جو کہ ظہر کی

Marfat.com

نماز میں موسم گرما میں مستحب ہے، وہ جمعہ میں نہیں ہے۔ بلکہ جمعہ کو جلد ادا کرنا مستحب ہے اور احادیث سے بھی جمعہ کی تعجیل (جلدی) ہی ثابت ہوتی ہے۔ پس اگر زوال کے بعد مثلاً ساڑھے بارہ بجے اذانِ جمعہ ہونا چاہئے، پھر دس پندرہ منٹ بعد خطبہ اور اس کے بعد نماز ہونی چاہئے، مثلاً ایک بجے تک یہ سب کام ہو جائیں یا کسیقدر کم وبیشی ہو۔ ایسے امور میں امام کو خود اوقاتِ مستحبہ کی رعایت کرنی چاہئے۔ متولی وغیرہ کی ہدایت پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے اور متولی کو ہدایات دینے کی حاجت بھی نہیں ہے۔ جو اوقات نمازوں کے مستحب ہیں امام خود ان کی رعایت رکھے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۲ جلد ۵ بحوالہ شامی ص ۲۴۵ جلد اول)

کیا ڈھائی بجے تک جمعہ کا وقت ہے؟

جمعہ کا وقت مثل ظہر کے ہے زوالِ آفتاب کے بعد شروع ہوتا ہے اور ایک مثل یا دو مثل تک علیٰ اختلاف القولین باقی رہتا ہے۔ لیکن جمعہ جلدی پڑھنا مستحب اور بہتر ہے مثلاً ساڑھے بارہ بجے اگر زوالِ آفتاب شروع ہوتا ہے تو ایک بجے تک یا کچھ کم وبیش جمعہ کی نماز ادا کر لینی چاہئے۔

لیکن ڈھائی بجے تک بھی وقت رہتا ہے۔ البتہ قصداً اس قدر تاخیر پسندیدہ اور مشروع نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۱ جلد ۲ بحوالہ رد المختار ص ۳۴۰ جلد اول)

پونے چار بجے، جمعہ ثابت نہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز زوال کے بعد متصل یعنی فوراً پڑھتے تھے، یعنی زیادہ تاخیر نہیں فرماتے تھے، سردی کے موسم میں زوال کے بعد متصل (فوراً) نماز پڑھنا اولیٰ اور افضل ہے اور گرمی کے موسم میں زوال کے بعد ایک گھنٹہ یا ڈیڑھ گھنٹہ کی تاخیر کرنے میں مضائقہ نہیں، مگر پونے چار بجے جمعہ کی نماز پڑھنا کسی طرح ثابت نہیں۔ (کفایت المفتی ص ۲۸ جلد ۳)

جماعت کے بغیر نمازِ جمعہ درست نہیں

اس اَمر پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ جمعہ کی نماز بغیر جماعت، کے درست نہیں ہے لہٰذا اگر نمازِ جمعہ تنہا پڑھی گئی تو صحیح نہ ہوگی اور حنفیہؒ کے نزدیک جماعت کے لیے یہ شرط ہے کہ امام کے

Marfat.com

علاوہ کم از کم تین اشخاص ہوں، گو وہ سب خطبہ میں موجود نہ ہوں۔ اس کے جمعہ نہیں ہوسکتا۔

(کتاب الفقہ ص ۶۰۶ و ص ۶۱۸ جلد اول)

جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں جماعت شرط ہے یعنی یہ نماز تنہا صحیح نہیں ہوتی ہیں اور پنجوقتی نمازوں میں جماعت واجب ہے بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو۔ اور تراویح میں سنتِ مؤکدہ ہے اگرچہ ایک قرآن شریف جماعت کے ساتھ ہوچکا ہو، اور اسی طرح نمازِ کسوف کے لیے اور رمضان کے وتر میں جماعت مستحب ہے اور رمضان کے علاوہ وتر میں جماعت مکروہ تنزیہی ہے۔ یعنی جبکہ پابندی کی جائے اگر پابندی نہ کی جائے بلکہ کبھی کبھی دو تین آدمی جماعت سے پڑھ لیں تو مکروہ نہیں، اور نمازِ خسوف میں اور تمام نوافل میں جبکہ نوافل اس اہتمام سے ادا کی جائیں جس اہتمام سے فرائض کی جماعت ہوتی ہے تو مکروہ تحریمی ہے۔

(بہشتی زیور ص ۵۴ جلد ۱۱ بحوالہ فتاویٰ ہندیہ ص ۴۶ و طحطاوی ص ۱۶۶)

نمازِ جمعہ کے لیے کب چلنا چاہئے؟

جس شخص پر جمعہ کی نماز واجب ہے اسے چاہئے کہ خطیب کے سامنے کہی جانے والی اذان سنتے ہی (نماز جمعہ کے لیے) چل پڑے اور اس وقت خرید و فروخت حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

"یا ایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلٰوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الٰی ذکر اللہ وذروا البیع"۔

غرض اللہ تعالیٰ نے اذان کی آواز پر نماز کے لیے چل پڑنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس اذان کے سوا اور کوئی اذان لوگوں کو معلوم نہ تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے جاتے تھے تو آپؐ کے سامنے مؤذن اذان دیتا تھا۔

(بخاری و ابوداؤد)

نسائی اور ترمذی میں اسی طرح روایت آئی ہے۔ اور جب لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک اور اذان کا (جو کہ زوال کے بعد ہوتی ہے) اضافہ کیا۔ کیونکہ جماعت کثیر ہوگئی تو دوسری اذان کا حاضرین کی جماعت کے خیال سے اضافہ کیا گیا، لہٰذا جب

ہجوم زیادہ ہو تو ان سب کو نماز کے وقت سے آگاہ کرنا مطلوب ہوتا ہے۔ (یاد رہے کہ) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اُن مجتہدین کبار صحابہؓ میں سے تھے جو دین کے اصولوں کو جانتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو نقل فرماتے تھے۔

واضح ہو کہ تین امام اس پر متفق ہیں کہ جو لوگ جمعہ کی نماز کے مکلف ہیں اُن پر واجب ہے کہ اس اذان کو سنتے ہی جو خطیب کے سامنے دی جاتی ہے، نماز کے لیے چل پڑیں کیونکہ قرآنِ کریم میں جس اذان کا ذکر ہے اس سے یہی مراد ہے۔ حنفیہؒ کو اس سے اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ سورج ڈھلنے کے بعد جمعہ کے روز جو اذان دی جاتی ہے اس کو سنتے ہی نماز کو چل پڑنا واجب ہے۔ کیونکہ وہ اذان مشروع ہے اور آیت کا مفہوم عام ہے، لہٰذا اسی اذان کو جو خطیب کے سامنے دی جاتی ہے اس حکم کو خاص نہیں کیا جاسکتا ہے جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں۔

رہا خرید و فروخت کا معاملہ اس مسئلہ پر حنفیہؒ اور شافعیہ متفق ہیں کہ جمعہ کی اذان کے بعد یہ معاملہ حرام ہو جاتا ہے اگرچہ معاملہ بذاتِ خود صحیح ہے۔ البتہ اذان سے شافعیہؒ وہ اذان مراد لیتے ہیں جو خطیب کے سامنے دی جاتی ہے۔ اور حنفیہؒ اس سے وہ اذان مراد لیتے ہیں جو اس سے پہلے (زوال کے بعد) کہی جاتی ہے۔ اس وقت سے لے کر نماز کے ختم ہونے تک یہ امور ممنوع ہیں۔

یہ حکم اس کے لیے ہے جس پر نمازِ جمعہ واجب ہے لیکن جن پر نمازِ جمعہ واجب نہیں ہے ان کو نماز کے لیے جانا بھی واجب نہیں ہے اور نہ خرید و فروخت حرام ہے۔

اگر معاملہ کرنے والوں میں سے ایک شخص ایسا ہے (جس پر نمازِ جمعہ واجب ہے) اور دوسرا (شخص ایسا ہے جس پر نمازِ جمعہ واجب) نہیں ہے تو خرید و فروخت دونوں پر حرام ہے اس لیے کہ جس پر نمازِ جمعہ واجب نہیں ہے اس نے گناہ کے کام میں اس کی اعانت کی جس پر نماز واجب تھی۔

اختلاف کا فائدہ!

ان تفصیلات سے یہ معلوم ہوا کہ اذان سے پہلے، مذکورہ اختلافِ مسالک کے ساتھ نہ نماز کے لیے سعی کرنا واجب ہے اور نہ خرید و فروخت حرام ہے، البتہ اس شخص کو نماز کے لیے سعی کرنا (تیاری کرنا) واجب ہے، جس کا مکان اتنے فاصلہ پر ہو کہ نمازی وہاں سے چل کر ادائے

Marfat.com

نمازِ فرض کے لیے شامل جماعت ہوسکتا ہو۔ (کتاب الفقہ ص ۶۰۲ جلد اول)

نمازِ جمعہ کے لیے دوڑنا

جمعہ کی نماز کے لیے تیز چلنا اور مسجد کی طرف دوڑنا نہ ہمارے نزدیک اور نہ عامۂ فقہاء کے نزدیک واجب نہیں ہے۔ اس کے مستحب ہونے میں اختلاف ہے، زیادہ صحیح یہ ہے کہ اطمینان اور سکون اور وقار کے ساتھ چلنا چاہیے۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۷۱ ج ۲)

مسجد میں جوتے رکھنے کا طریقہ

اگر کوئی ایسی جگہ ہو جہاں جوتیاں رکھی جاسکیں تو جوتوں کا مسجد میں لے جانا مناسب نہیں اور نہ ہو تو مسجد میں لے جانے میں مضائقہ نہیں۔ لیکن اس طرح رکھے کہ مسجد ملوث (خراب) نہ ہو۔ (کفایت المفتی ص ۱۵۰ جلد ۳)

مسجد میں پہنچ کر کسی کو تکلیف نہ دینا

عن عبداللہ بن بسرؓ قال جاء رجل یتخطیٰ رقاب الناس یوم الجمعة والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجلس فقد آذیت وانیت۔

(ابوداؤد)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا (مسجد میں) آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بیٹھ جاؤ، تم نے دیر بھی کی اور نمازیوں کو بھی ستایا۔"

تشریح جمعہ کے دن مجمع کو چیرتے ہوئے گزرنے اور گردنیں پھلانگنے کے ممانعت متعدد حدیثوں میں آئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے اہتمام کے سلسلہ میں اس حدیث کے اندر کسی کو تکلیف نہ دے، یہ بات خاص طور پر اس لیے ارشاد فرمائی کہ جمعہ کے دن مسجدوں میں دوسرے دنوں کی بہ نسبت مجمع زیادہ ہوتا ہے اور بعد میں پہنچنے والے بسا اوقات کاندھوں پر سے پھلانگتے، پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگوں کے کاندھوں کا سہارا لیتے اور بوجھ دیتے، کپڑوں کو روندتے ہوئے آگے بڑھنے کی کوشش کیا کرتے ہیں جس سے لوگوں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے، اسی

طرح صفِ اول کے ''نادان شوقین'' پہلے سے تو آتے نہیں اور عین وقت پر پہنچ کر صفوں کو چیرتے پھاڑتے پہلی صف میں پہنچتے ہیں، چنانچہ متعدد احادیث میں کاندھوں پر سے پھلانگ کر جانے پر صراحۃً نکیر آئی ہے، اس لیے کہ بعض حساس طبیعتوں پر تو ان حرکتوں کا اتنا اثر ہوتا ہے کہ پوری نماز میں اس کی وجہ سے بے لطفی سی رہتی ہے۔ (الترغیب ص۳۳۲ ج۱)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جس نے صفِ اول اس خیال سے چھوڑ دی کہ کسی کو تکلیف پہنچے گی، تو اللہ تعالیٰ اس کا اَجر بڑھا کر صفِ اول ہی کے برابر کر دے گا''۔

صفِ اول کا ثواب حاصل کرنے اور خالی جگہ کو پُر کرنے کے خیال سے بعض لوگ پہلی صف میں گھسنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے بعض اوقات خود اس شخص کو بھی پریشانی ہوتی ہے اور دوسرے لوگ بھی پریشان ہوتے ہیں، اس لیے گھسنے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ آرام سے کھڑے ہونے کے قابل جگہ ہے بھی یا نہیں؟ اگر جگہ تنگ ہے تو پیچھے ہی کھڑا رہنا بہتر ہے، اور جب اگلی صف کے شوق کے باوجود جذبہ یہ ہے کہ کسی کو تکلیف نہ پہنچے تو اللہ تعالیٰ اس جذبہ کی قدر کرتے ہوئے پچھلی صف میں بھی اگلی صف کا ثواب عنایت فرمائے گا۔

(الترغیب ص۱۵ ج۱ و ص۱۵۷ ج۲)

جمعہ کے دن لوگوں کی گردنوں پر سے گزرنا

عن معاذ بن انسؓ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من تخطی رقاب الناس یوم الجمعة اتخذ جسراً الٰی جهنم۔

ترجمہ حضرت معاذ ابن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص جمعہ کے دن لوگوں کی گردنوں پر سے گزر کر جائے گا اس کو جہنم کے راستہ میں پل بنایا جائے گا''۔

اور مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دوزخ کے راستہ میں ڈال دیا جائے گا جس کو روندتے ہوئے لوگ گزریں گے، اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ وہ (گردنوں کو پھلانگنے والا) دوزخ میں جائے گا۔ (معارف مدنیہ ص۹۳ جلد۳)

Marfat.com

جمعہ کے روز مسجد میں آنے والوں کیلئے مناسب نہیں کہ ایک دوسرے کو روندتے ہوئے داخل ہو، امام یا مؤذن کو بھی ایسے راستہ سے گزرنا چاہئے کہ اسکے گزرنے سے لوگوں کو تکلیف نہ ہو، اگر اگلی صفوں میں جگہ خالی ہو تو وہاں چلے جانے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہاں جانے سے لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔ (غنیۃ الطالبین ص ۴۶۰)

ضرورت کے وقت صفیں چیر کر جانے کا حکم

سوال امام ومؤذن جامع مسجد وعیدگاہ کے اگر امور متعلقہ ضروریہ متعلق نماز کی وجہ سے اول وقت منبر اور مصلے پر نہ جاسکیں بلکہ بعد میں نمازیوں کی صفوف کو چیر کر اور گردنوں کے پھلانگ کر مصلے پر جانا درست ہے یا نہیں؟

جواب درمختار میں ہے اگر کسی کو ایذا نہ ہو تو پھلانگنا درست ہے، خصوصاً بضرورت مذکور امام ومؤذن کو آگے جانا صفوف کو چیر کر درست ہے۔الا ان لا یجد الافرجۃ امامہ فتخطی الیھا للضرورۃ۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۵۵ ج ۵ بحوالہ ردالمختار باب صلاۃ عیدین ص ۷۷۵ جلد اول)

(کیونکہ یہاں پر ضرورت ہے کہ امام وغیرہ کا پہنچنا ضرورت ہے۔محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ حنفیہؒ کے نزدیک جمعہ کے روز (مسجد میں) صفوں کے پھلانگنے میں کوئی مضائقہ نہیں، بشرطیکہ یہ دونوں باتیں ملحوظ رہیں:۔ایک تو یہ کہ اس سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے، یعنی گزرنے اور پھلانگنے سے کسی کا لباس کچلا نہ جائے اور نہ کسی کے بدن پر رگڑ لگے۔دوم یہ کہ اس وقت تک امام صاحب نے خطبہ شروع نہ کیا ہو۔ یہ نہ ہو تو یہ عمل مکروہ تحریمی ہے۔اس حکم میں اسی صورت سے مستثنیٰ (الگ ہے) کہ جہاں پھلانگ کر جانا ضروری ہو جائے مثلاً یہ کہ بغیر پھلانگے بیٹھنے کی جگہ دستیاب نہ ہو سکے، اس صورت میں (پھلانگ کر جانا) مطلقاً مباح ہے۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ص ۶۳۸ جلد ا)

نمازِ جمعہ میں جگہ روکنے کا حکم

شامی ص ۶۲۰ جلد اول میں ہے کہ اگر کوئی شخص خطبہ سے پہلے آکر مسجد میں بیٹھا اور پھر کسی ضرورت کی وجہ سے مثلاً وضو وغیرہ کے لیے وہاں سے اٹھا اور اس جگہ اپنا کپڑا رکھ کر گیا تو وہ مستحق ہے اس جگہ کا۔

Marfat.com

پس اگر کوئی دوسرا شخص بیٹھ جائے تو وہ اس کو اٹھا سکتا ہے، بغیر اس حالت مذکورہ کے کسی جگہ رومال وغیرہ رکھنا اور قبضہ کرنا اچھا نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۵۱ ج ۳)

ایک رسم یہ ہے کہ اکثر لوگ عیدین یا جمعہ میں یا اور نمازوں میں پہلے سے خود یا کسی نوکر، خادم، دوست آشنا کی معرفت مسجد میں اپنا کپڑا یا تسبیح جگہ روکنے کے لیے رکھ دیتے ہیں اور آزادی و بے فکری سے جب دل چاہتا ہے تشریف لے جاتے ہیں۔ سو یہ بات بالکل شریعت کے خلاف ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ ہم حضورؐ کے لیے منیٰ میں پہلے خیمہ وغیرہ لگا دیں؟ آپؐ نے فرمایا، کیونکہ وہاں ٹھہرنے کا استحقاق اس کو حاصل ہے جو پہلے پہنچ جائے۔

البتہ کسی جگہ جب آدمی بیٹھ گیا اور نماز ہونے تک بیٹھے رہنے کا ارادہ کر لیا، اگر اتفاقاً درمیان میں عارضی طور پر اٹھنا پڑے۔ مثلاً وضو ٹوٹ گیا، کھنکارنے (ناک وغیرہ صاف کرنے) گیا، اس وقت یہی شخص اس جگہ کا مستحق ہے۔ دوسرے شخص کو وہاں بیٹھنا جائز نہیں ہے۔ ایک حدیث شریف اس مضمون کی بھی آئی ہے۔ (اصلاح الرسوم ص ۱۶۵)

جو شخص نماز کی صف میں پہلے سے بیٹھا ہو، اس کو ہرگز نہ اُٹھایا جائے اور نہ ہی دوسرے آدمی کی جگہ بیٹھنا چاہئے کیونکہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے کہ:

"اپنے بھائی کو بیٹھنے کے لیے اس کی جگہ سے نہ اٹھاؤ"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا دستور تھا کہ کوئی شخص اپنی جگہ سے اُٹھ کر چلا جاتا تو آپؓ کبھی اس کی جگہ نہ بیٹھا کرتے تھے۔ (غنیۃ ص ۴۶۰)

نمازِ جمعہ میں بیٹھنے کا ایک غلط طریقہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن خطبہ کے دوران "احتباء" سے منع فرمایا ہے، اور احتباء کے معنی یہ ہیں کہ گھٹنوں کو کھڑا کر کے پیٹ سے ملا لیا جائے، کمر اور ٹانگوں کو ایک کپڑے سے باندھ لیا جائے، یا ہاتھوں سے حلقہ بنا لیا جائے، اس کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ آرام کا سبب ہوتا ہے جس کی وجہ سے نیند آنے کا احتمال ہے، نیز وضو ٹوٹنے کا اندیشہ بھی ہوتا ہے

Marfat.com

اوراس سے خطبہ کے سننے میں خلل پڑتا ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ خطبہ نماز کے حکم میں ہے جو چیز بھی نماز کی حالت میں ناپسند ہے وہ خطبہ میں بھی ناپسند ہے، تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ بعض کے نزدیک ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ متکبرین کا طریقہ ہے۔ (معارف مدنیہ ص ۹۴ جلد ۳)

"حتباء" یک خاص نشست بیٹھنے کے یک مخصوص طریقے کو کہتے ہیں جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اُکڑوں بیٹھ کر کپڑے یا ہاتھوں کے ذریعے دونوں گھٹنے پیٹ کے ساتھ ملالی جاتی ہیں۔

خطبہ کے وقت اس طرح بیٹھنے منع فرمایا گیا کیونکہ ایسی حالت میں نیند آ جاتی ہے جس کی وجہ خطبہ کی سماعت نہیں ہوسکتی بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اس طرح بیٹھنے والا غنودگی کے عالم میں یک پہلو پر گر جاتا ہے یا بیٹھے ہی بیٹھے اس کی ضو ٹوٹ جاتی ہے اور اس کو احساس بھی نہیں ہوتا ہے۔ (مظاہر حق جدید ص ۲۵۷ ج ۲)

جمعہ میں اُونگھنے کا حکم

عن ابن عمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا نعس احدکم یوم الجمعة فلیتحول عن مجلس ذالك۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب کوئی جمعہ کے روز اُونگھنے لگے تو وہ اپنی مجلس (جگہ) بدل دینی چاہئے۔

خطبہ میں نیند آنے کے وقت یک جگہ سے دوسری جگہ بدلنے میں حکمت یہ ہے کہ نیند اور کسل سُستی دور ہو جائے اور خطبہ کے ثواب سے محرومی نہ ہو۔ (معارف مدنیہ ص ۱۰۱ جلد ۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کی حالت میں اُونگھنے لگے تو اسے چاہئے کہ سو رہے یہاں تک کہ نیند جاتی رہے کیونکہ جب تم میں کوئی اُونگھتا ہو نماز پڑھتا ہے تو نیند کے غلبہ کی وجہ سے اسے یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ مغفرت کا طالب ہو مگر (اونگھنے کی وجہ سے) اپنے نفس کے لیے (اس کی زبان سے) بددعا نکل جائے۔ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ نیند کے غلبہ اور اونگھنے کی حالت میں نماز نہ پڑھی

Marfat.com

جائے۔ مثال کے طور پر اس کو یوں سمجھئے کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور اس پر نیند کا غلبہ ہے اور وہ اُونگھ رہا ہے جس کی وجہ سے اس کے دل و دماغ اور زبان پر غفلت و سُستی کا قبضہ ہے اب وہ اس حالت میں کہنا چاہتا ہے کہ:

اللّٰھم اغفرلی   اے اللہ! میری مغفرت فرما۔

مگر نیند کی غفلت سے اس کی زبان سے یہ الفاظ نکل رہے ہیں:

اللّٰھم اعفرلی   اے اللہ! مجھے خاک آلودہ کردے۔

دیکھئے نیند کی غفلت نے صرف (غین) کے نقطے کے فرق سے کیا گُل کھلا دیا ہے، کہاں تو اپنی مغفرت اور آخرت میں اپنی عزت اور کامیابی کی دعاء مانگنا چاہتا تھا اور کہاں اپنے نفس کے لیے بددعاء کے الفاظ نکل رہے ہیں۔ اسی لیے نیند اور اُونگھ کا جب غلبہ ہو تو نماز نہ پڑھنی چاہیئے۔

(مظاہر حق جدید ص ۱۶۲ جلد دوم)

Marfat.com

باب ہفتم

جمعہ کی اذان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں دو اذانیں تھیں۔ ایک جب امام نکل آتا تھا اور دوسری نماز شروع کرنے کے وقت جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو انھوں نے تیسری اذان کا اضافہ کیا۔

تشریح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ جمعہ کے لیے زوال سے پہلے ہی آ جاتے تھے، اور جو لوگ رہ جاتے تھے وہ اذان سن کر (خطبہ کی) پہنچ جاتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں آبادی بہت بڑھ گئی تھی۔ اس کی وجہ سے لوگوں کو جمع ہونے میں دشواری ہوتی تھی، اس لیے انھوں نے ایک اذان جمعہ میں بڑھادی تو سب لوگ جمعہ ہو جائیں۔ یہ اذان مشروعیت کے اعتبار سے تیسری ہے لیکن فضیلت کے اعتبار سے پہلی ہے۔

دوم۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فارغ البالی زیادہ ہوگئی تھی، جب فارغ البالی آتی ہے تو اپنے لوازم بھی ساتھ لاتی ہے، اس کے لوازم میں ایک تکاسل وسستی بھی ہے، اس لیے اس زمانہ میں لوگوں کے مزاج وغیرہ میں تھوڑی سی تبدیلی آ گئی تھی، اس لیے حضرت عثمانؓ نے تیسری اذان کا اضافہ کیا۔

اس کا اضافہ اگرچہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں ہوا، لیکن اس کو بدعت نہیں کہا جاسکتا کیونکہ یہ تیسرے خلیفۃ المسلمینؓ کے اجتہاد سے ثابت ہوا، پھر اس پر صحابہ کرامؓ کا اتفاق ہوگیا، کیونکہ اس پر کسی کا انکار واختلاف نہیں ہوا ہے۔

اور ائمہ مجتہدین امام ابوحنیفہؒ وامام شافعیؒ کے موافق ایک وقت میں متعدد مؤذن اور کئی اذانوں کی اجازت ہے، اس کو کوئی بدعت نہیں کہتا، پس صحابہ خصوصاً خلفاء راشدین کا اجتہاد بدرجۂ اولیٰ بدعت قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔

اور اس وجہ سے بھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک "علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین۔

اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ خلفاء راشدین کا جاری کردہ طریقہ اگرچہ

Marfat.com

نبوتؐ کے زمانہ میں نہ ہو، پھر بھی وہ سنت ہے، بدعت نہیں۔ لہٰذا اس پر عمل کیا جانا چاہیے۔ دوم یہ کہ ان کی سنت حقیقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، لیکن اس کا ظہور ان کے زمانہ میں ہوا ہے، بہرصورت اس کو بدعت نہیں کہا جا سکتا۔

محققینؒ کے نزدیک خلفاء راشدینؓ کا مقام مجتہدین سے بڑھا ہوا ہے، آپؐ کے بعد خلفاء راشدینؓ کا درجہ ہے اور ان کے بعد مجتہدین کا درجہ ہے، لہٰذا جن کاموں میں مجتہدین کے لیے اجتہاد کی گنجائش نہیں ان میں خلفاء راشدینؓ کو کوئی فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے، کیونکہ کسی مجتہد کی پے روی تمام اُمت پر لازم نہیں کی گئی، لیکن حدیث میں خلفاء راشدین کی پیروی تمام اُمت پر ضروری کر دی گئی ہے، اور اس کی وہی حیثیت قرار دی گئی ہے جو سنتِ نبویؐ کی ہے، یہ اس کی واضح دلیل ہے کہ خلفاء راشدین کا درجہ مجتہدین سے اُوپر ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جمعہ میں لوگوں کی تعداد کم ہوتی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتظار فرماتے تھے، اور کئی مؤذن یا اعلان کرنے والے اذان دیتے یا اعلان کرتے تھے تا کہ لوگ آ جائیں، اس کے بعد خطبہ ہوتا تھا۔

اس حدیث سے بھی حضرت عثمانؓ کے فعل کی تائید ہوتی ہے، کہ اگر ایک اذان اور مؤذن کافی نہ ہو تو متعدد اذانیں جائز ہیں۔ پہلی اذانیں غائبین کی اطلاع کے لیے ہے اس لیے مسجد سے باہر خارجِ مسجد ایسی جگہ ہونی چاہیے جہاں سے دور تک آواز جا سکے، اور دوسری اذان حاضرین کی اطلاع کے لیے اس لیے خطیب کے سامنے مسجد ہی میں ہونی چاہیے۔

(معارف مدنیہ ص ۹۶ ج ۳)

جمعہ کی اذان زوال کے وقت

وقت سے پہلے اذان درست نہیں ہے، اس لیے فقہاء لوٹانے کا حکم فرماتے ہیں اور جمعہ کا وقت ظہر کی طرح زوال کے بعد شروع ہوتا ہے، لہٰذا جمعہ کی اذان زوال کے بعد ہونی چاہیے۔ زوال سے پہلے درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۹۶ جلد دوم بحوالہ رد المختار ص ۳۴۰ جلد اول)

جمعہ میں تثویب

سوال: بعض شہروں میں ایسا کرتے ہیں کہ اول نماز جمعہ کے لیے اذان، اس کے دو مرتبہ

با آواز بلند "الصلوٰۃ" کہہ کر پکارتے ہیں اور پھر اس کے بعد خطبہ کی اذان ہوتی ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب یہ تثویب ہے جو کہ مختلف فیہ ہے اور احادیث میں اس پر بدعت کا اطلاق کیا گیا ہے، اور بعض فقہاء نے اس کو جائز فرمایا ہے اور امام ابویوسفؒ اس تثویب (نماز کی اطلاع کرنے) کو خاص قاضی اور مفتی وغیرہ کے لیے جائز رکھتے ہیں، اور اسی کو قاضی خانؒ نے اختیار کیا ہے۔ پس اَحوط ترک ہے، (احتیاط اسی میں ہے کہ نہ کیا جائے)۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۹۱ جلد ۲ بحوالہ ہدایہ ص ۸۴ جلد اول باب الاذان)

تثویب کیا ہے؟

شریعت نے مسجد سے باہر لوگوں کو نماز کی اطلاع دینے کے لیے اذان مقرر فرمائی ہے اور جو لوگ مسجد کے اندر موجود ہیں ان کے لیے اقامت۔

اب اس سلسلہ میں عام کوتاہی یہ رائج ہے کہ اذان کے بعد بھی لوگوں کو مختلف طریقوں سے نماز کیلئے بلایا جاتا ہے جسکو دینی زبان میں تثویب کہا جاتا ہے۔ اسکی دو قسمیں ہیں:۔

ایک مسنون۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اذانِ فجر میں "الصلوٰۃ خیر من النوم۔ کا اضافہ کیا جائے، جیسا کہ اذانِ فجر میں معمول ہے۔

دوسری مکروہ۔ اس سے مراد اذان کے بعد نماز کے لیے بلانے کا وہ معروف طریقہ ہے جیسے لوگ اپنے اپنے حالات کے مطابق اختیار کریں، چنانچہ ہر زمانے میں اس کی صورتیں مختلف رہی ہیں۔ آج کل بھی اس کی چند صورتیں رائج ہیں۔ مثلاً:۔

بعض جگہ اس مقصد کے لیے اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام ہوتا ہے۔

بعض جگہ وعظ وتقریر شروع کر دی جاتی ہے، خواہ بذریعہ ٹیپ ریکارڈ ہی ہو۔ بعض جگہ حمد ونعت اور مختلف اشعار بلند آواز سے پڑھ کر متوجہ کیا جاتا ہے۔ بعض جگہ صاف صاف اعلان ہوتا ہے کہ بھائیو! جماعت تیار ہے نماز کے لیے تشریف لے آؤ"۔ وغیرہ وغیرہ۔

یاد رکھئے! قولِ راجح کے مطابق یہ دوسری قسم اور اس کی مختلف صورتیں اور طریقے مکروہ ہیں، ان سے بچنا چاہئے۔ جتنا دین سے ثابت ہے اس سے آگے بڑھنا دین میں اضافہ ہے۔ جو درست نہیں ہے۔

Marfat.com

ایک کوتاہی یہ ہے کہ جمعہ کے دن خطبے کی اذان کا اکثر نمازی جواب دیتے ہیں، اور اذان کے بعد باقاعدہ دعاءِ وسیلہ بھی پڑھا کرتے ہیں۔ حالانکہ جمعے کے دن خطبے کی اذان کا زبان سے جواب نہیں دینا چاہئے اور دعاء وسیلہ بھی زبان سے پڑھنا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح بہت سے لوگ خطبہ کی اذان میں یا خطبہ کے دوران جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اِسمِ گرامی سنتے ہیں تو زبان سے درود شریف پڑھتے ہیں، یہ بھی درست نہیں ہے۔ اگر اذان کا جواب دینا ہو یا دعاء وسیلہ یا درود شریف پڑھنا ہو تو دل دل میں پڑھنا چاہئے۔

(درمختار۔ القول المتین فی الاقامت والتاذین ص ۴۶)

جمعہ کی پہلی اذان کس جگہ دی جائے؟

مسجد کے اندر اور مسجد کے باہر اذان دینا برابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اب تک جاری ہے، خطبہ کی اذان مسجد میں ہوتی ہے۔ اور باقی نمازوں کی اذان مسجد سے باہر اور مسجد کے اندر جائز ہے، اور منارہ پر اذان کا ہونا فقہاء نے مشروع لکھا ہے، اور ظاہر ہے کہ منارہ مسجد سے خارج ہوتا ہے، اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۹۸ جلد ۲ بحوالہ غنیۃ المستملی ص ۵۲۰)

سوائے خطبہ کی اذان کے باقی پنجگانہ نمازوں کے لیے اذان کسی بلند جگہ پر کہنا افضل ہے اور مسجد سے خارج بہتر ہے، اگرچہ مسجد میں بھی جائز ہے چنانچہ خطبہ جمعہ کی اذان مسجد میں پیش منبر ہونا اس کی دلیل کافی ہے۔ اور بلند جگہ ہونا اذان کا اس لیے مشروع ہے کہ آواز دور تک پہنچ جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں اذانِ پنجگانہ مسجد سے خارج ہوتی تھی اور وجہ یہی تھی کہ بلند جگہ پر کہنے کی وجہ سے بعض مکانات متصل مسجد کی چھت پر اذان ہوتی تھی، پس اس زمانہ خیر کے اس فعل سے اذانِ پنجگانہ مسجد سے خارج ہونا افضل معلوم ہوا۔ لیکن ممانعت مسجد میں اذان کہنے سے بھی نہیں ہے اور کوئی وجہ بھی ممانعت کی نہیں ہے کہ مسجد اللہ کے ذکر کیلئے بنائی گئی ہے، اور اذان بھی ذکر اللہ ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۰۰ جلد ۲ بحوالہ سورۂ بقرہ رکوع ۱۴)

کلمہ "محمد رسول اللہ" سن کر انگوٹھوں کو آنکھوں پر لگانا

سوال اذان میں اشھد ان محمدا رسول اللہ پر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانے کا کیا حکم ہے؟

جواب علامہ شامیؒ نے قہستانی وغیرہ کے حوالہ سے تقبیل (چومنے) کا استحباب نقل کرنے کے

Marfat.com

بعد جراحی سے نقل کیا ہے کہ کسی حدیث سے اسکا ثبوت نہیں، لہٰذا اسکی سنیت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

اور چونکہ عوام اس کو سنت سے بھی بڑھ کر ضروری سمجھ کر تارک تقبیل (یعنی محمد رسول اللہ پر انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں کو نہ لگانے والے) کو ملامت کرتے ہیں، لہٰذا اس کا چھوڑنا ضروری ہوگیا۔ (احسن الفتاویٰ ص ۳۷۹ جلد اول)

بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ اشهد ان محمد رسول اللہ سن کر قرة عيني بك يارسول اللہ" کہنا مستحب ہے، اور بعض روایات اس بارہ میں نقل کی ہیں جو ثابت نہیں ہیں اور قول وفعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے یہ عمل منقول نہیں ہے۔ پس اس کو نہ کرنا اور چھوڑ دینا زیادہ احتیاط رکھتا ہے۔

اذان کے وقت جو کلمات منقول ہیں ان کو معمول بہ بنانا چاہیے۔ دین میں زیادتی نہ کرے۔ اس سوال کے متعلق یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ بعض احادیث موقوفہ بھی اس باب میں آئی ہیں۔ قطع نظر صحتِ سند کے اس میں دو امر قابل لحاظ ہیں۔ ایک یہ کہ ان روایات میں یہ عمل بطورِ علاج وحفاظت آنکھ دکھنے کے مرض کے آیا ہے، جو ایک امرِ دنیوی ہے۔ اس میں کوئی فضیلت وغیرہ یا ثواب نہیں، اور اب لوگ اس کو ثواب وتعظیم نبوی کہ امرِ دینی ہے سمجھ کر کرتے ہیں اور تداوی (علاج) کو عبادت سمجھنا بدعت ہے اس لیے یہ اس اعتقاد سے بدعت ہوگا۔ دوم یہ کہ کرنے والے اس کا التزام عملی واعتقادی کرتے ہیں اور نہ کرنے والے کو مطعون سمجھتے ہیں۔ فقط کتبہ اشرف علی تھانوی۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۲۶ جلد دوم)

سنت سمجھ کر یہ فعل کرنا صحیح نہیں ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں اکثر لوگ اس کو سنت سمجھ کر کرتے ہیں اور نہ کرنے والے کو مطعون کرتے ہیں اس لیے اب اس کو (یعنی انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگانے کو) علمائے محققین نے متروک قرار دیا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۹۰ ج ۲)

اذانِ اوّل کے بعد دینی کام کرنا

سوال جمعہ کی پہلی اذان کے بعد دینی کتب کا مطالعہ کرنا یا مسائل وحدیث کا لکھنا کیسا ہے؟

جواب جمعہ کے دن پہلی اذان کے بعد جمعہ کی تیاری کے سوا کوئی کام بھی جائز نہیں، خواہ وہ دینی کام ہی کیوں نہ ہوں۔ (احسن الفتاویٰ ص ۱۴۱ جلد ۴ بحوالہ ردالمحتار ص ۷۷۰ جلد ۱)

(یہ جب ہے کہ اگر خطبہ میں شریک نہ ہوسکے اور پورا خطبہ سننے کو نہ مل سکے۔ رفعت)

اذانِ جمعہ کے بعد غیر مسلم کو دوکان پر بٹھانا

سوال: جمعہ کی اذان سے پہلے میں مسجد چلا جاتا ہوں مگر دوکان کھلی رہتی ہے، غیر مسلم ملازم مال فروخت کرتا ہے، کیا اس میں کوئی قباحت ہے؟

جواب: غیر مسلم ملازم جس پر اذانِ جمعہ سن کر تیاری واجب نہیں ہے، وہ آپ کی دوکان کھلی رکھے تو ناجائز نہیں ہے۔

لیکن احتیاط اور جمعہ کی فضیلت کا تقاضہ یہ ہے کہ اذانِ اول کے ساتھ دوکان بند کر دی جائے، تاکہ غافل قسم کے لوگوں کو اس سے غلط فہمی نہ ہو۔ دوکان بند رکھنے میں جمعہ کے دن کی عظمت اور شان و شوکت میں اضافہ ہوگا، مدارسِ اسلامیہ بھی بند رہتے ہیں، تو اگر ایک گھنٹہ دوکان بند رہے گی تو کیا نقصان ہو جائے گا۔ ذٰلکم خیرلکم ان کنتم تعلمون○

(سورہ جمعہ پارہ ۲۸، فتاویٰ رحیمیہ ص۲۹ جلد پنجم)

پہلی اذان کے بعد اِمام کہاں بیٹھے؟

امام کے لیے مستحب و مسنون یہ ہے کہ خطبہ سے پہلے اپنے کمرہ میں رہے، اگر کمرہ نہ ہو تو منبر کے دائیں طرف کسی مخصوص جگہ میں بیٹھے، یا جہاں سکون ہو وہیں سنت وغیرہ پڑھے اور خطبہ کے وقت منبر پر آئے۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم عین خطبہ کے وقت اپنے حجرۂ مبارک سے (جو منبر کے دائیں جانب تھا) نکل کر منبر پر تشریف لاتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی یہی عمل تھا۔

روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے زمانہ مبارک میں حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہم خطبہ سے پہلے منبر کے قریب وعظ فرماتے تھے، جب امیر المؤمنین خطبہ کے لیے اپنے کمرہ سے نکلتے تھے تو فوراً وعظ بند کر دیتے۔

(مستدرک حاکم ص۱۰۸ و ۲۸۸، جلد اول)

اسی لیے فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہما تحریر فرماتے ہیں کہ خطیب کیلئے مسنون یہ ہے کہ منبر کے دائیں جانب حجرہ (کمرہ) میں بیٹھے (درمختار) اگر حجرہ نہ ہو تو اس طرف کے کونے میں بیٹھے،

Marfat.com

اگر دائیں جانب سکون کی جگہ نہ ہو تو جہاں سکون ہو وہاں بیٹھے۔ خطیب کیلئے خطبہ سے پہلے کی سنتیں محراب میں پڑھنا مکروہ ہے۔ (شامی ص ۷۶۰ جلد اول)

دوسری اذان کا مسجد میں ہونے کا ثبوت

سوال ابوداؤد میں حدیث ہے: کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ سے ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ کی دوسری اذان بھی مسجد سے باہر ہونا چاہئے، علاوہ ازیں مسجد کے اندر اذان کی کراہت کا بھی یہ تقاضا ہے، اس کے باوجود اذان منبر کے قریب ہونے کا عام دستور کیوں ہے؟

جواب "بین یدی" قریب کے معنٰی میں استعمال ہوتا ہے، یہ معنٰی اس قدر معروف اور متبادر ہیں کہ اس کے لیے دلیل کی ضرورت نہیں۔

حاصل یہ کہ یہ اذان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کے قریب ہوتی تھی، اور سامنے کی طرف مسجد کا دروازہ بھی قریب ہی تھا کیونکہ اول تو مسجد ہی زیادہ وسیع نہ تھی اور پھر یہ کہ دروازہ بھی صحن کا نہ تھا بلکہ مسقف (چھپا ہوا) حصہ تھا، اس لیے کہ مسجد کے صحن میں احاطہ نہیں تھا جس میں دروازہ ہوتا۔

بالفرض اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ اذان مسجد سے باہر ہوتی تھی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اُس وقت جمعہ کے لیے صرف یہی ایک اذان تھی، اس لیے آواز پہنچانے کی خاطر مسجد سے باہر ہوتی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب اذانِ اول کا اضافہ ہوا تو اذانِ ثانی میں غائبین تک آواز پہنچانے کی ضرورت نہیں رہی بلکہ اس سے مقصد صرف تنبیہ حاضرین رہ گیا، چونکہ حاضرین مسجد کے اندر ہیں اس لیے ان کی خاطر اذان بھی مسجد کے اندر متعین کر دی گئی۔

حدیث مذکور میں بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نص ہیں کہ اذان بین یدی الخطیب (خطیب کے سامنے اذان) کا توارث وتعامل خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اگر یہ الفاظ حدیث سے نہ بھی ثابت ہوتے تو بھی امت کا عمل متوارث ہی اس کے ثبوت پر دلیل ہے۔

(احسن الفتاویٰ جلد ۴ ص ۱۲۶ بحوالہ مفردات ص ۱۴۲ جلد اول وعمدۃ القاری ص ۳۵۸ جلد ۲ واعلاء السنن ص ۴۹ جلد ۸)

اس اذان کا حال اقامت کی طرح ہے یعنی یہ حاضرین مسجد کی اطلاع کے لیے ہے کہ

Marfat.com

اب خطبہ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ نفل، تسبیح، تلاوت ختم کر دو۔

پس یہ اذان خطیب کے مقابل پہلی صف میں یا نمازیوں کی قلت و کثرت (کمی وزیادتی) کے اعتبار سے جس میں مناسب ہو کہ سب تک آواز پہنچ جائے، مسجد ہی میں دی جائے، یہ ہی متوارث ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۵۸ جلد ۲)

خطبہ کی اذان مسجد میں کیوں ہوتی ہے؟

جواب اذان کے معنیٰ لغت میں اعلام کے اور اصطلاح شرع میں اعلام مخصوص کے ہیں جس کو شرع میں اذان کہتے ہیں۔ (شامی ص ۳۹۷ جلد اول) (اعلام کے معنی اطلاع عام کے ہیں)

اذان کی وجہ مشروعیت کتب احادیث سے اسی قدر ثابت ہے کہ نمازیوں کو اوقاتِ نماز کی اطلاع ہو جائے اور مسجد میں حاضر ہو کر باجماعت نماز ادا کریں۔

اذان کے کلمات پر اگر غور کریں تو یہ صرف ذکر اللہ ہے یا ذکر اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے ان کلماتِ اذان کو نہ مسجد سے کسی قسم کی منافات نہ خارج مسجد سے خاص مناسبت بلکہ بظاہر تو معاملہ برعکس معلوم ہوتا ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک کہ "مساجد کی بناء نماز و ذکر اللہ کے لیے ہے۔"

لیکن چونکہ اذان سے مقصود اعلام اور اطلاع عام ہے اس لیے بلند جگہ پر اذان دینا اولیٰ ہوا، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بلند مقام پر اذان دینے کا اہتمام تھا لیکن مسجد یا خارج مسجد کا کوئی التزام نہ تھا۔ آپؐ کے زمانہ مقدس میں دونوں جگہ اذان دینا ثابت ہے۔

(دیکھئے شامی ص ۴۰۲ جلد اول)

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسجدِ نبویؐ کی تعمیر سے پیشتر اُمِ زید کے مکان پر جو متصل مسجد تھا اذان ہوتی رہی اور مسجد کی تعمیر کے بعد مسجد کی چھت پر ہونے لگی اور چھت پر اذان کے لیے کچھ اور بلندی بھی کر دی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مسجد کے اندر ہی اذان سیکھی۔ سب سے پہلی اذان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مسجد میں ہی ہوئی ہے۔ آپؐ کے زمانہ میں اذان مسجد اور مسجد کی چھت پر ہوئی اور ظاہر ہے کہ مسجد کی چھت جملہ احکام میں مسجد کے حکم میں ہے۔

الغرض چونکہ اذان اطلاع عام کے لیے ہے اس لیے بلند جگہ پر ہو تو زیادہ مناسب ہے خواہ مسجد میں ہو یا خارجِ مسجد۔ فقہاءؒ نے جو اذان کو مسجد میں مکروہ یا نامناسب فرمایا ہے، یہی

Marfat.com

مطلب ہے کہ اذان میں اعلان تام ہونا چاہئے۔ مسجد میں اذان دینے سے اعلام (طلاع عام) کافی نہ ہوگا۔ لہٰذا مسجد کی کسی اونچی جگہ پر یا خارجِ مسجد میں ہونی چاہئے۔

میرے خیالِ ناقص میں تو یہ بات نہیں آتی کہ فقہاءؒ نفسِ اذان کو مسجد میں مکروہ فرمائیں کیونکہ اذان دنیا کی باتیں نہیں ہیں، لہو ولعب نہیں ہاں اذان سے جو غرض ہے وہ پست جگہ کہنے سے ناقص رہتی ہے اس لیے مناسب نہیں ہے۔

اذانِ خطبۂ جمعہ (مسجد کے اندر کیوں ہوتی ہے؟) غور سے سنیئے، اذان خطبہ کو اور اذانوں سے بچند وجوہ امتیاز ہے، تمام احادیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک ہی اذان جمعہ کے لیے ہوتی تھی جبکہ حضور منبر پر جلوہ افروز ہوتے تھے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پہلے کے لیے یہی ایک اذان تھی، اسی سے اطلاع وقت نہ اسی سے جمعہ کی تیاری اور خطبہ سننے کے لیے حاضر ہونا، اور اسی ہی اذان سے بیع وشراء یعنی کاروبار کو چھوڑ کر نماز کیلئے حاضری تھی۔ اور پھر کیا وجہ ہے کہ پنج وقتہ اذانوں میں تو بلند جگہ پر ہونے کا اہتمام ہو اور اس میں نہ ہو

میرے نزدیک تو جمعہ کی اذان اور بھی زیادہ ہونا چاہئے کیونکہ اور اذانوں سے تو اطلاع وقت ہی مقصود ہے۔ اور اس اذان سے علاوہ اطلاع عام کے وجوب سعی وترکِ بیع وشراء بھی متعلق ہے۔ (جمعہ کی تیاری اور کاروبار بند کرنا) مگر چونکہ اس اذان کا خطیب کے سامنے ہونا مسنون ہے لہٰذا اِدھر اُدھر منارہ پر تو ہو نہیں سکتی، دروازہ مسجد کا عادۃً مسقف حصہ کے در کے سامنے ہوتا ہے اور اُسی پر اذان ہوتی ہو تو اطلاع عام بھی کامل اور محاذات خطیب بھی حاصل۔

ایک امتیاز اس اذان کو اور اذانوں سے یہ بھی ہے کہ اس اذان سے علاوہ اطلاع غیر حاضرین مسجد کو بھی اطلاع کرنی تھی کہ آپ منبر پر تشریف فرما ہو گئے ہیں کہ نماز وکلام ترک کرو اور خطبہ سننے کے لیے متوجہ ہو جاؤ کہ "اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام" منشاء ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر تشریف لانے کے وقت یہ اذان ہوتی تھی ورنہ مثل اور اذانوں کے پہلے کیوں نہ ہوتی۔ (فتاویٰ دار العلوم قدیم عزیز الفتاویٰ ص ۵۷ جلد دوم)

خطبہ کی اذان کے دو مقصد ہیں

خطبۂ جمعہ کی اذان سے دو اطلاع عام مقصود ہیں (۱) اطلاع غیر حاضرین کہ کاروبار

Marfat.com

چھوڑ کر مسجد میں آ جائیں۔ (۲) دوسری اطلاع ان کے لیے ہے جو مسجد میں ہیں کہ نماز وکلام وغیرہ ترک کر کے خاموش رہو۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخینؓ کے زمانہ تک جمعہ کے لیے ایک ہی اذان رہی جس سے دونوں کام ہوتے رہے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مدینہ طیبہ کی آبادی وسیع ہوگئی اور یہ اذان اطلاع عام کے لیے کافی نہ ہوئی تو حضرت عثمانؓ نے اس اذان سے پہلے ایک اور اذان ''زوراء'' پر جو مسجد سے قریب بازار میں ایک بلند مقام تھا بڑھائی، چونکہ اس اذان کی زیادتی صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں ہوئی لہٰذا اس اذانِ اول پر اجماع ہوگیا اور یہ اذان بھی سنت ہوگئی۔ حسب ارشاد ''عیلکم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدین۔''

اور جو احکام اذان خطبہ سے متعلق تھے اکثر اس سے متعلق ہوگئے اور اطلاع عام جو غیر حاضرین کے لیے تھا اس سے حاصل ہوگیا، اکثر فقہاء کا یہی مذہب ہے کہ جو اذان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بڑھائی گئی تھی، اس سے متعلق ہوگئے اور اس اذان سے جو منبر کے سامنے ہوتی تھی نہیں رہے۔ اس اذانِ اول سے اطلاع عام ہو چکی اور اذانِ خطبہ کا کام یہ اذانِ اول دے چکی گویا یہ اذانِ اول امور بالا میں اذانِ خطبہ کے قائم مقام ہوگی۔ اذانِ خطبہ کے متعلق کیا رہا، ہی اطلاع حاضرین مسجد کو کہ امام منبر پر آگئے نماز وبات چیت ترک کرو اور خطبہ سننے کے لیے مستعد ہو جاؤ۔ اذانِ خطبہ سے اطلاع کامل مقصود نہیں رہی بلکہ یہ کام اس کا نائب اذانِ اول سے حاصل ہوگیا اور اذانِ خطبہ سے آس پاس والوں کو اور حاضرین مسجد کو اطلاع مقصود رہ گئی، اور یہ بات پہلے بتائی جا چکی کہ اذان کا بلند جگہ پر ہونا صرف اطلاعِ عام ہی کے لیے تھا اور جب اذانِ خطبہ سے یہ اعلام (اطلاع) نہیں رہا تو فرمائیے کہ یہ اذان مسجد میں کیوں مکروہ ہو؟، حالانکہ کلماتِ اذان میں عبادت ذکر اللہ مسجد کے مناسب ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ اور جملہ فقہاء کے زمانہ میں اذانِ خطبہ منبر کے پاس ہوتی تھی اور آج تک تمام عرب وعجم کے شہروں میں توارث چلا آتا ہے۔

اطلاعِ عام کا کام اذانِ اول سے حاصل ہوگیا تو اذانِ خطبہ کو بلند مقام پر مسجد یا خارجِ مسجد میں کہنے کی کوئی ضرورت نہ سمجھ کر منبر کے سامنے منتقل کر دیا اور اسی پر اُمت کا عملدرآمد چلا آ رہا ہے۔ خلفاء راشدین کے زمانہ سے توارث اس کا اس طرح ثابت ہے تو اس کی سنت ہونے میں کیا شبہ رہا اور ہم مقلدین کے لیے یہ ہی دلیل کافی ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم قدیم عزیز الفتاویٰ ص ۵۸ جلد دوم)

جمعہ کی دوسری اذان اقامت کی طرح ہے

اذان دو مقاصد کے لیے کہی جاتی ہے۔

① عام اور غائبین لوگوں کے لیے۔

② خاص حاضرین کے لیے، پہلی اذان عام اعلان ہے تا کہ غائبین مطلع ہوں۔ یہ اذان مسجد میں کہنا مکروہ ہے اور دوسری اذان جو خطیب کے سامنے کہی جاتی ہے اور اقامت جو نماز کے وقت کہی جاتی ہے، یہ دونوں خاص حاضرین کے لیے ہیں ان کا مسجد میں کہنا ہرگز مکروہ نہیں۔

مراقی الفلاح ص ۱۰۳ میں دوسری اذان کو جو خطبہ کے وقت منبر کے پاس خطیب کے سامنے دی جاتی ہے اس کو اقامت کی مانند قرار دیا ہے، جس طرح اقامت مسجد میں اور عموماً صف اول میں دی جاتی ہے اور اس کو کوئی مکروہ نہیں کہتا، اسی طرح یہ اذان بھی مسجد میں خطیب کے سامنے کہی جاتی ہے اور سلف وخلف کا یہی معمول اور طریقہ چلا آ رہا ہے۔ دونوں (اذان واقامت) کا مقصد ایک ہی ہے، یعنی حاضرین کو متوجہ اور مطلع کرنا، غائبین سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۵۷ جلد ۵ بحوالہ عینی شرح ہدایہ ص ۱۱۴)

کیا دوسری اذان پہلی صف میں ہونا ضروری ہے؟

پہلی صف کی قید تو کہیں نہیں ملتی، البتہ کتب فقہ کے الفاظ "امام المنبر عند المنبر" اور بین یدی المنبر" سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اذان منبر کے سامنے اور قریب ہونا چاہئے۔ منبر سے قریب ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ صفِ اول ہی میں ہو۔

(احسن الفتاویٰ ص ۲۶؛ جلد ۴، بحوالہ جامع الرموز ص ۱۸ جلد ۱)

لازم نہیں کہ خطبہ کی اذان منبر کے پاس کہی جائے بلکہ منبر سے دور امام کے سامنے دو چار صفوں کے بعد یا تمام صفوں کے بعد بھی کہنی جائز ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۲۵ ج ۲)

اذانِ ثانی کے جواب کا حکم

سوال: جمعہ کی اذان ثانی کا جواب دینا اور اذان کے بعد دعاء پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: حامداً ومصلیاً۔ زبان سے نہ جواب دے نہ دعاء پڑھے بلکہ دل سے جواب دے،

Marfat.com

دل میں ہی دعاء پڑھے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۸ ج ۷ بحوالہ در مختار ص ۲۱۵ ج ۱)

زبان سے جواب (خطبہ کی اذان کا) جائز نہیں البتہ دل دل میں دینا بہتر ہے۔

(امداد المفتین ص ۲۲۰ ج ۲)

جمعہ کی دوسری اذان کے بعد دعاء

سوال جمعہ کی دوسری اذان کے بعد دعاء پڑھنا کیسا ہے؟

جواب حامداً و مصلیاً۔ علماء کی بڑی جماعت زبان سے اذان کے جواب کو واجب کہتی ہے۔ لیکن در مختار میں منع کیا ہے اور یہ ممانعت صاحب دُرِ مختار کے نزدیک بھی متفقہ ہے۔

(در مختار ص ۲۱۵ جلد اول)

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر درود شریف پڑھنا واجب ہے لیکن خطبہ کی حالت میں نامِ مبارک بلکہ صیغۂ امر سن کر بھی یہ حکم نہیں ہے۔ در مختار میں ہے کہ جس وقت آپؐ کا نامِ مبارک خطبہ میں سنے تو زور سے درود نہ پڑھے بلکہ دل دل میں پڑھے اور اسی پر متفقہ فتویٰ ہے۔ (در مختار ص ۸۵۷ جلد اول)

اور اذان منبر پر بیٹھنے کے بعد ہوتی ہے، پس جزئیاتِ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ دعاء دل میں مانگ لی جائے زبان سے نہ مانگی جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۹ ج ۷)

اذانِ ثانیہ کے بعد دعائے اذان نہیں پڑھنی چاہئے۔ لیکن اگر کوئی شخص دل ہی دل میں بغیر ہاتھ اُٹھائے امام کے خطبہ شروع کرنے سے پہلے پڑھ لے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، اگرچہ نہ پڑھنا ہی بہتر ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۲۰ جلد سوم)

اِقامت کہنے کا افضل طریقہ

امام کے پیچھے محاذاۃ میں کھڑے ہو کر تکبیر کہنے کا تعامل ہے اس لیے یہی افضل ہوگا البتہ حسبِ ضرورت اور حسبِ موقع جس طرف اور جس موقع پر مکبّر کھڑا ہو کر تکبیر کہے درست ہے، شرعی ضرورت کے بغیر اِدھر اُدھر کنارے پر کھڑے ہو کر تکبیر کہنے کی عادت خلافِ اولیٰ ہوگی مگر تکبیر قابلِ اعادہ نہ ہوگی۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۳۵ جلد ۴)

نمازی کم ہوں اور صفِ اول میں تکبیر کہنے سے سب کو آواز پہنچتی ہو تو تکبیر (اقامت)

Marfat.com

صفِ اول میں کہنا بہتر ہے، ہاں اگر سب کو آواز نہ پہنچے اور درمیان کی کسی صف میں تکبیر کہی جائے کہ جس کی وجہ سے آگے پیچھے سب نمازی سن سکیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۹۱ جلد چہارم)

کیا دوسرا شخص اقامت کہہ سکتا ہے؟

سوال کیا دوسرا شخص اقامت کہہ سکتا ہے؟

جواب بے شک افضل یہی ہے کہ جو اذان کہے وہی اقامت کہے، اقامت کا حق مؤذن کو ہے، البتہ مؤذن کی غیر حاضری میں یا اس کی اجازت سے کوئی دوسرا تکبیر کہے تو بغیر حرج اور بلا کراہت جائز ہے اس میں نمازِ مغرب کی کوئی خصوصیت نہیں۔

حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلۂ صداء کے ایک صاحب کو جن کا نام زیادؓ بن حارث تھا، صبح کے وقت اذان پڑھنے کا حکم دیا، حضرت زیاد نے اذان پڑھی۔ جب تکبیر کا وقت ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے تکبیر پڑھنے کا ارادہ کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدائی نے (حضرت زیادؓ نے) اذان پڑھی تھی، جو اذان پڑھیں وہی تکبیر پڑھیں۔

(ترمذی ص ۲۸ جلد ۱)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان پڑھنے والے ہی کو تکبیر پڑھنے کا حق ہے لیکن یہ حق لازمی ہے یا استحبابی یا اختیاری؟ اس کی تشریح دوسری حدیثوں سے ہوتی ہے۔ مثلاً ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حضرتِ بلالؓ نے اذان پڑھی اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے تکبیر پڑھی۔ (شرح معانی الآثار ص ۸۵ جلد اول)

دوسری روایت میں ہے کہ بارہا ایسا ہوا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان پڑھی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی یا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان پڑھی اور حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے تکبیر پڑھی۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۴۱۹ جلد اول)

اسی بناء پر حنفی علماء فقہاء رحمہم اللہ کا اجماع ہے کہ مؤذن دوسرے شخص کے اقامت کہنے سے ناراض نہ ہو تو بلا کراہت جائز ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ افضل یہی ہے کہ جو اذان کہے وہی اقامت بھی کہے، اگر

Marfat.com

کسی نے اذان دی اور دوسرے نے اقامت کہی، اگر مؤذن حاضر نہ ہو تو بلا کراہت جائز ہے اگر حاضر ہو اور دوسرے کے اقامت کہنے سے ناراض ہوتا ہو تو مکروہ ہے، اگر راضی ہو تو ہمارے نزدیک مکروہ نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۵۴ جلد اول)

امام کے مصلے پر آنے سے پہلے تکبیر جائز ہے بشرطیکہ امام مصلے کے قریب ہو تاکہ فصل مزید لازم نہ آئے، مگر بہتر یہ ہے کہ آنے کے بعد تکبیر ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۰ جلد ۷)

جمعہ کی تکبیر کہنے کا حق

سوال جمعہ کے روز اذانِ اول ایک شخص نے کہی اور اذانِ جمعہ منبر کے سامنے کی دوسرے نے۔ تو تکبیر کہنا کس کا حق ہے؟

جواب دونوں میں جو چاہے تکبیر کہدے، تب بھی کچھ حرج نہیں ہے۔ اور اگر اذان یا تکبیر غلط کہے تو اسے لوٹا لی جائے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۲۰ ج ۲ بحوالہ بحر الرائق ص ۲۷۰ ج ۱)

حیّ علی الصلوٰۃ کے وقت کھڑا ہونا

سوال ہمارے یہاں اقامت کی یہ صورت ہے کہ مؤذن تنہا کھڑا ہو کر اقامت صلوٰۃ شروع کرتا ہے، تمام مصلّی بیٹھے رہتے ہیں حی علی الصلوٰۃ پر امام اور مقتدی سب کھڑے ہوتے ہیں اور قد قامت الصلوٰۃ پر امام نیت باندھتا ہے، شرعی حکم کیا ہے؟

جواب حامدًا و مصلّیًا۔ طحطاوی علی الدر المختار جلد اول ص ۲۱۵ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح کے وقت قوم کا کھڑا ہونا صرف آداب میں سے ہے، واجبات میں سے نہیں کہ اس کے ترک پر گناہ ہو، اور یہ بھی اس وقت ہے کہ امام مصلّے پر یا اس کے قریب پہلے سے موجود ہو، اگر امام وہاں موجود نہ ہو بلکہ کسی دوسری جگہ سے سامنے سے آئے۔ تو جس وقت امام پر نظر پڑے اسی وقت سب کو کھڑا ہونا چاہئے۔ اگر مصلّے کے سامنے نہیں ہے بلکہ مقتدیوں میں ہو کر دوسری جانب سے یعنی پیچھے سے آئے تو جس صف میں پہنچ جائے وہ صف کھڑی ہوتی جائے یہاں تک کہ مصلے پر پہنچنے کے وقت تک سب صفیں کھڑی ہو جائیں۔

نیز حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح کے وقت کی تعیین اس لیے ہے کہ اس کے بعد تک بیٹھے رہنا نہیں چاہئے۔ یہ مطلب نہیں کہ اس سے پہلے کھڑا ہونا منع ہے۔ امام کو قد قامت

الصلوٰۃ کے وقت نماز شروع کردینا بھی واجب نہیں، پس اگر تکبیر ختم ہونے کا انتظار کیا اور ختم ہونے پر امام نے نماز شروع کی تو بالاتفاق اس میں کوئی گناہ نہیں بلکہ بہت سے فقہاء نے اسی کو اختیار فرمایا ہے پس ان چیزوں پر اتنا تشدد کرنا مسائل سے ناواقفیت کی دلیل ہے، اس تشدد سے روکنا واجب ہے۔ نہ مقتدیوں کو ابتداء اقامت میں کھڑا ہونا گناہ ہے کہ اس کو جبراً اٹھایا جائے۔ نہ امام کو قد قامت الصلوٰۃ کے وقت نماز شروع کرنا واجب ہے کہ ختم کے انتظار کو گناہ کہا جائے۔ جو چیز بالاتفاق مستحب ہو اس کے ساتھ واجب کا سا معاملہ کرنا بھی ناجائز ہے۔ ہر شئے کو اس کی حد پر رکھنا چاہئے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۲ جلد ۷)

مکبّر کا اونچی آواز سے تکبیر کہنا

تبلیغ کا تعلق تکبیر کے مسائل سے ہے۔ تبلیغ سے مراد یہ ہے کہ مقتدیوں میں سے کوئی شخص امام کے ساتھ اپنی آواز بھی (تکبیرات میں) بلند کرے، تاکہ دوسرے مقتدیوں تک امام کی تکبیر پہنچائی جاسکے۔

ایسا کرنا جائز ہے، بشرطیکہ تکبیر کہنے والا جب تکبیر تحریمہ کے لیے آواز بلند کرے تو ساتھ ہی ساتھ نماز کی نیت باندھنے کا ارادہ ہو۔ اگر محض دوسروں تک آواز پہنچانے کی نیت ہو تو یہ نماز میں شامل ہونا نہ ہوگا۔

اگر تکبیر تحریمہ کے ساتھ مکبر اپنی آواز دوسروں تک پہنچانے کا ارادہ کرے یعنی نماز میں داخل ہونے اور آواز سنانے دونوں چیزوں کی نیت ہو تو مضائقہ نہیں ہے (دونوں اُمور کی نیت کرنے میں)۔ (کتاب الفقہ ص ۱۰۴ جلد اول)

جو تکبیرات کا اعلان کرتا ہے اس کی پیروی اسی حالت میں درست ہوگی جبکہ تکبیر تحریمہ کی غرض محض اطلاع دینا ہو کیونکہ اگر صرف اعلانِ تکبیر مقصود ہو (یعنی نماز میں شامل ہونے کی نیت نہ ہو تو) اس کی خود نماز باطل ہوگی لہٰذا جو اس کی اقتداء (پیروی) کریگا اس کی نماز بھی باطل ہوگی۔ (کتاب الفقہ ص ۶۶۳ جلد اول)

مکبّر کہاں کھڑا ہو؟

شرعاً اس میں کوئی تحدید نہیں ہے یعنی اقامت (اور مکبر) کیلئے شرعاً کوئی جگہ خاص

Marfat.com

امام کے پیچھے یا دائیں یا بائیں معین نہیں ہے، حسبِ ضرورت جس طرف اور جس موقع پر مکبر کھڑا ہو کر تکبیر کہے درست ہے۔ اور فقہاء کا اقامت کیلئے کوئی جگہ معین نہ کرنا ہی دلیل ہے عدم تعین وعدم تحدید کی۔ کسی فقہ کی کتاب میں دائیں بائیں یا خاص امام کے پیچھے مکبر کیلئے تخصیص نہیں کی گئی اور جو کچھ عوام میں مشہور ہے کہ اذان بائیں جانب اور تکبیر داہنی جانب ہو یہ بے اصل ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۸۶ جلد ۲)

مکبر کے لیے اجازت ضروری نہیں ہے

سوال جمعہ وعیدین میں امام کی اجازت کے بغیر تکبیر پکار کر رکوع وسجدہ میں کہنا تاکہ نمازیوں کو سہولت ہو جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ امام صاحب کہتے ہیں کہ بغیر اجازت امام کے تکبیر پکارنے سے مکبّر کی نماز نہیں ہوتی، صحیح کیا ہے؟

جواب نمازیوں کی سہولت اور اطلاع کے لیے تکبیر پکار کر کہنا درست ہے، اس میں امام کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ اس امام مذکورہ کا قول غلط ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۵۰ ج ۵)

توجہ دِلانے پر تکبیر کہنا

سوال جس وقت نماز شروع ہوئی اس وقت مکبّر کی ضرورت نہیں تھی، اس لیے تکبیر نہیں کہی، ایک رکعت ہونے کے بعد کسی نے پیچھے سے کہا امام صاحب کی آواز نہیں آرہی ہے اس پر کوئی شخص تکبیر کہنا شروع کر دے تو کیا حکم ہے؟

جواب کسی نے کہا ''آواز نہیں آرہی ہے'' اس پر کسی شخص کو خیال آیا واقعی مکبّر کی ضرورت ہے اور اپنے اس خیال سے تکبیر کہنا شروع کر دے تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی وہ اپنے خیال پر عمل کر رہا ہے کہ جس طرح سے کوئی شخص باہر سے نمازی کو لقمہ دے اور نمازی کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اور اپنی یاد پر صلاح کر لے تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۵۲ جلد ۶)

آج کل کے برقیاتی دور میں یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ گئی ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز امام کی آواز کی نقل ہے اور اس کا چربہ نہیں ہے بلکہ بعینہٖ امام کی وہی آواز ہے جو اس کی زبان سے نکلتی ہے۔ اس لیے اب علماء کرام کا متفقہ فتویٰ لاؤڈ اسپیکر کے جواز پر ہے۔ لیکن لاؤڈ اسپیکر پر اعتماد کرتے ہوئے بڑی جماعت (جمعہ وعیدین میں) مکبرین کا انتظام نہیں کیا جاتا، حالانکہ اکثر یہ

Marfat.com

بات پیش آجاتی ہے کہ نماز میں لائٹ چلی گئی یا مائک خراب ہوگیا، جس کی وجہ سے مجمع کو پریشانی لاحق ہوجاتی ہے اور دور کے افراد ایک دوسرے کو دیکھ کر ہی اپنی نماز قائم کرتے ہیں۔

اس لیے ایسے مواقع پر شروع ہی سے مکبّرین (تکبیرات کہنے والوں) کا تعین ضرور کر لیا جائے یا ازخود بعض حضرات اس خدمت کو انجام دے لیں کیونکہ اس میں امام وغیرہ کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے، تا کہ اجتماع باعثِ تشویش نہ ہو۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

Marfat.com

باب ہشتم

سُنّت ونوافل کے فوائد

رات اور دن میں پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں جو اسلام کا عظیم الشان رکن اور آدمی کے ایمان کی علامت ہیں، جن کا مضبوطی سے پکڑے رہنا اور ان کی پابندی کرنا سب سے بڑا فریضہ ہے۔

ان کے علاوہ جو فرائض کہ آگے پیچھے یا دوسرے اوقات میں کچھ سنتیں اور نوافل پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے، وہ درحقیقت فرائض کی حفاظت کے لیے باڑھ یا حفاظتی دیوار کے درجہ میں ہیں، جو شخص فرائض کے ساتھ سنت ونوافل کی بھی پابندی کرتا ہے اور وہ یہ جانتا ہے کہ فرائض کی کیا اہمیت ہے اور ان کا کیا درجہ ہے، تو اس شخص سے اس بات کا بالکل اندیشہ نہیں ہے کہ اس سے کبھی فرائض ترک ہوسکتے ہیں۔ جو مالی اپنے باغ کے کناروں پر کھڑے ہوئے باڑھ کے درختوں تک بھی کسی جانور کو نہ پہنچنے دے کیا اس سے اس بات کا اندیشہ ہے کہ کوئی جانور اس کے باغ میں گھس آئے گا؟

باغ کی باڑھ پر کوئی قیمتی درخت نہیں لگایا جاتا، اور ملک کی سرحدوں پر ملک کا قیمتی سرمایہ نہیں رکھا جاتا بلکہ ایسی جگہوں پر وہ چیزیں رکھی جاتی ہیں اگر ان پر کوئی آفت حفاظت کے باوجود بھی آجائے تو زیادہ نقصان نہ ہو، اور تھوڑے نقصان کے بعد ہی فوراً قابو پالیا جائے۔

بالکل یہی صورت نفل نمازوں اور تمام نفل عبادات کی ہے کہ ہر فریضہ اسلامی کے ساتھ شریعت نے اسی جیسی کچھ نفل عبادتیں بھی رکھی ہیں اور ان کے کرنے کی بھی ترغیب دی ہے۔ اب اگر حالات کی گردش سے نفس اور شیطان کے حملوں سے آدمی کے عبادتی نظام پر کچھ زوال شروع ہوگا تو پہلی زد ان نفل عبادتوں پر ہی آئے گی اور ایک دو نفل عبادت کچھ دن کے لیے چھوٹ جائے گی لیکن چونکہ مومن ان نوافل کو بھی کسی نہ کسی درجہ میں پابندی کے ساتھ بناہتا ہے اس لیے اس کی قوتِ ایمانی اس زوال اور پستی کو گوارا نہ کرے گی اور اس کا ضمیر اس کو ملامت کرے گا اور آخر اس کو تنبہ ہوگا اور چونکے قبل اس کے کہ اس کے فرائض پر کوئی خراب اثر پڑے وہ پھر سنن ونوافل

Marfat.com

اورِ مستحباب کی پابندی شروع کردیگا۔

یہی وہ حکمت ہے جس کے تحت فرض نمازوں کے ساتھ نفل نمازیں اور فرض روزوں کے ساتھ نفل روزے اور فرض زکوٰۃ کے ساتھ صدقاتِ نافلہ اور فریضۂ حج کے ساتھ نفل حج اور عمروں کی ترغیب دی گئی ہے۔

اس کے علاوہ نفل عبادتوں کی ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان کا دل ان کی وجہ سے عادی ہو جاتا ہے اور پھر ان جیسی فرض عبادتیں اس پر شاق نہیں گزرتیں۔

اسی طرح فرض عبادتوں میں آدمی سے جو کچھ کوتاہی رہ جاتی ہے، نوافل کے ذریعے ان کی تلافی کردی جاتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں نفل عبادتوں کے اس خاص فائدہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ پھر بھی انسانِ بشر ہے کوتاہیاں کچھ نہ کچھ ہو ہی جاتی ہیں، اس کوتاہی اور خامی کی تلافی کے لیے نوافل وسنن کا بھی کچھ ذخیرہ جمع رکھنا چاہئے۔ (الترغیب ص ۴۵ وص ۷۷ جلد دوم)

سُنّت ونوافل کی حکمتیں

شب وروز میں پانچ نمازیں تو فرض کی گئی ہیں اور وہ گویا اسلام کا رکن رکین اور لازمۂ ایمان ہیں، ان کے علاوہ ان ہی کے آگے پیچھے اور دوسرے اوقات میں بھی کچھ رکعتیں پڑھنے کی ترغیب وتعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، پھر ان میں سے جن کے لیے آپؐ نے تاکیدی الفاظ فرمائے تھے یا دوسروں کو ترغیب دینے کے ساتھ جن کا آپؐ نے عملاً بہت زیادہ اہتمام فرمایا، اُن کو عرفِ عام میں ''سنت'' کہا جاتا ہے اور ان کے ماسوا کو ''نوافل''۔

(نوافل کے اصل معنی زوائد کے ہیں اور حدیثوں میں فرض نمازوں کے علاوہ باقی سب نمازوں کو ''نوافل'' کہا گیا ہے)۔

پھر جن سنتوں یا نفلوں کو فرضوں سے پہلے پڑھنے کی تعلیم دی گئی ہے، بظاہر اُن کی خاص حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ فرض نماز جو اللہ تعالیٰ کے دربارِ عالی کی خاص الخاص حضوری ہے (اور اسی وجہ سے وہ اجتماعی طور پر مسجد میں ادا کی جاتی ہے) اس میں مشغول ہونے سے پہلے انفرادی طور پر دو چار رکعتیں پڑھ کر دل کو اس دربار سے آشنا اور مانوس کرلیا جائے، اور ملأ اعلیٰ سے ایک قرب اور مناسبت پیدا کرلی جائے۔

اور جن سنتوں یا نفلوں کو فرضوں کے بعد پڑھنے کی تعلیم دی گئی ہے، اُن کی حکمت

Marfat.com

اور مصلحت بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ فرض نماز کی ادائیگی میں جو قصور وکمی رہ گئی ہو اس کا کچھ تدارک بعد والی ان سنتوں اور نفلوں سے ہو جائے۔

فرضوں کے آگے یا پیچھے والے سنن ونوافل کے علاوہ جن نوافل کی مستقل حیثیت ہے مثلاً دن میں چاشت اور رات میں تہجد، یہ دراصل تقرُّب الی اللہ کے خاص طالبین کے لیے ترقی اور تخصص کا مخصوص نصاب ہے۔ (معارف الحدیث ص ۳۲۰ جلد ۳)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ''قیامت کے دن بندوں کے اعمال میں سے سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اور ان کی نماز جانچی جائے گی، پس اگر وہ ٹھیک نکلی تو بندہ فلاح یاب اور کامیاب ہو جائے گا، اور اگر وہ خراب نکلی تو بندہ ناکام ونامراد رہ جائے گا، پھر اگر اس کے فرائض میں کَسر ہوئی تو ربّ کریم فرمائے گا کہ دیکھو کیا میرے بندے کے ذخیرۂ اعمال میں فرائض کے علاوہ کچھ نیکیاں (سنتیں اور نوافل) ہیں؟۔ تاکہ اُن سے اُس کے فرائض کی کمی کسر پوری ہو سکے، پھر نماز کے علاوہ باقی اعمال کا حساب بھی اسی طرح ہوگا۔ (جامع ترمذی سنن نسائی)

تشریح سنن ونوافل کی افادیت اور اہمیت کے لیے تنہا یہ حدیث کافی ہے۔

(معارف الحدیث ص ۳۷۴ ج ۳)

جمعہ کی سنتوں کی نیت

سوال جمعہ سے قبل اور بعد والی سنتیں جمعہ کی کہلائیں گی یا ظہر کی۔ زید عالم ہے کہتا ہے کہ یہ ظہر کی ہیں، جمعہ کے صرف دو فرض ہیں، شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب جمعہ اور ظہر کی علیحدہ مستقل سنتیں مذکور ہیں، البتہ ان کی نیت میں ظہر یا جمعہ کا ذکر کرنا ضروری نہیں ہے، سب سنتوں اور نفلوں کا یہی قاعدہ ہے کہ اُن میں وقت کی نیت کی ضرورت نہیں۔

(احسن الفتاویٰ ص ۴۸۷ جلد ۳ بحوالہ ردالمحتار ص ۶۳۰ ج ۱)

سنتوں اور نفلوں میں وقت کا نام لینے کی ضرورت نہیں۔ اور ''سنت رسول اللہ کی'' یہ لفظ کہنے کی بھی ضرورت نہیں، صرف یہ کہنا چاہیے کہ ''نیت کی میں نے دو رکعت (یا چار) نمازِ سنت واسطے اللہ کے''۔ (کفایت المفتی ص ۲۶۷ جلد ۳)

جمعہ کی سنتوں کی تعداد

عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یر کع قبل الجمعۃ اربعاً وبعدھا اربعاً۔ (طبرانی)

ترجمہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھتے اور جمعہ کے بعد چار رکعت۔

تشریح کتب حدیث میں نمازِ جمعہ کے بعد کی سنتوں کے بارے میں جو روایات ہیں ان میں دو رکعت کا بھی ذکر ہے، چار کا بھی اور چھ کا بھی۔ امام ترمذیؒ نے خود حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ وہ جمعہ کے بعد چھ رکعت پڑھتے تھے۔

(معارف الحدیث ص ۳۹۴ جلد ۳)

جمعہ کی پہلی اذان کے بعد خطبہ کی اذان سے پہلے چار رکعت سنت پڑھے، یہ سنتیں مؤکدہ ہیں۔ پھر خطبہ کے بعد دو رکعت فرض امام کے ساتھ جمعہ کی پڑھے، پھر چار رکعت سنت پڑھے۔ یہ سنتیں بھی مؤکدہ ہیں۔ پھر دو رکعت سنت پڑھے، یہ دو رکعت بھی بعض حضرات کے نزدیک مؤکدہ ہیں۔ (بہشتی زیور ص ۷۹ جلد ۱۱)

جمعہ کے بعد چار رکعتیں جو احتیاط الظہر کی نیت سے پڑھتے ہیں یہ صحیح نہیں ہیں نمازِ جمعہ کے بعد جو نماز پڑھی جائے وہ سنت یا نفل کی نیت سے پڑھی جائے۔ ظہر کی نماز کی نیت یا ارادہ نہ ہو۔

اب سوال یہ باقی رہتا ہے کہ جمعہ کے بعد سنتوں کی کتنی رکعتیں ہیں۔ اسکا جواب یہ ہے کہ تعداد رکعت میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک صرف چار رکعتیں ہیں۔ اور بعض کے نزدیک صرف دو۔ اور فقہاء نے دونوں قولوں کو جمع کر کے چھ رکعتیں اس لیے بتائی ہیں کہ چار والوں کا قول بھی پورا ہو جائے اور دو والوں کا بھی۔

اس سے آپ کی سمجھ میں یہ بات آجائے گی کہ یہ چھ رکعتیں خالص سنت کے ارادہ سے پڑھنی چاہئیں اور اگر کوئی صرف چار رکعت پڑھ لے تو وہ بھی قابلِ گرفت نہیں ہے اور جو صرف دو پڑھ لے وہ بھی ملامت کا مستحق نہیں ہے اور جو چھ رکعتیں پڑھے، وہ افضل و اَولیٰ پر عمل کرنے والا ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۷۱ جلد ۳)

Marfat.com

فقہاء حنفیہ" جمعہ کے بعد چار رکعت سنتِ مؤکدہ لکھتے ہیں اور بعض روایات میں چھ رکعت آتی ہیں۔ لہٰذا احتیاط یہ ہے کہ چھ رکعت (جمعہ کے بعد) پڑھیں ورنہ چار ضرور پڑھیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۶۹ جلد ۵)

شرح وقایہ باب الوتر والنوافل ص ۲۰۰ جلد اول میں ہے کہ ظہر و جمعہ سے پہلے اور بعد میں چار رکعتیں ایک سلام کے ساتھ ہیں یعنی چاروں رکعتیں ایک ساتھ ہیں، دو، دو کر کے نہیں ہیں۔ (محمد رفعت قاسمی غفا اللہ عنہ)

جمعہ کی نماز کی کیفیت اس طرح ہے:۔ اول چار رکعت سنت پھر دو فرض جمعہ کے امام کے ساتھ، پھر چار رکعت سنت جمعہ کے بعد پڑھے اور اگر دو رکعت بعد چار رکعت سنت کے پڑھے یعنی کل چھ رکعت سنت بعد جمعہ کے پڑھے تو یہ اچھا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۱۸ جلد ۴)

جمعہ کے بعد کی سنتیں

سوال جمعہ کے بعد جو چھ سنتیں ہیں یہ ظہر کی سنتیں ہیں یا جمعہ کی؟

جواب یہ جمعہ کی سنتیں ہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۳۶ جلد پنجم)

جمعہ کی سنتوں کے لیے مؤذن کا آواز دینا

سوال (۱) ہمارے یہاں جمعہ کی سنت پڑھنے کے لیے مسجدوں میں مؤذن بلند آواز سے کہتا ہے "الصلوٰۃ سنت قبل الجمعۃ الصلوٰۃ رحکم اللہ۔"

اس کے کہے بغیر لوگ جمعہ کی پہلی سنتیں نہیں پڑھتے، اگر بغیر پکارے مؤذن کے سنت و جمعہ وغیرہ پڑھ لے تو کیا غیر مقلد وغیرہ بن جاتا ہے؟

(۲) کیا تھویب (نماز کے لیے آواز لگانا) وہ نمازوں کے لیے مخصوص ہے یا جمعہ کی سنت کے لیے بھی؟

جواب (۱) صلوٰۃ سنت قبل الجمعہ پکارنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے بلکہ جس وقت زوال ہو جائے اور اذانِ اول جمعہ کی ہو جائے، نمازیوں کو چاہئے کہ خود سنت جمعہ سے پہلے کی ادا کر لیں اور جب سنتوں کا وقت (بعد زوال) ہو جائے تو بغیر پکارے صلوٰۃ سنت قبل الجمعہ الخ کے اگر کوئی شخص سنت قبل الجمعہ پڑھ لے گا سنت ادا ہو جائے گی۔ اور اس سے غیر مقلد وغیرہ

Marfat.com

نہیں بنتا یہ جاہلوں کے خیالات ہیں۔

(۲) تثویب جس کو بعض فقہاء نے بعض نمازوں میں بعض اشخاص کے لیے منتخب فرمایا تھا وہ فرائض کے ساتھ مخصوص ہے اور تثویب بھی۔ (بعض نماز میں بعض اشخاص کو پکارنے کے لیے اور آواز لگانا) متروک (چھوڑنا) ہے خلاف سنت ہونے کے، اس لیے کہ صحابہؓ نے اس پر انکار فرمایا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ۱۲۸ جلد دوم بحوالہ ہدایہ باب الاذان ص ۸۴ جلد اول)

نمازِ جمعہ سے پہلے "الصلوٰۃ قبل الجمعۃ" پکارنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مبارک زمانہ میں نہیں تھا اور نہ ائمہ مجتہدینؒ نے اس کا حکم دیا۔ اس لیے کہ رواج سنت کے خلاف ہے۔ اس کو چھوڑنا لازم ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۴۳ جلد ۳)

بیٹھنے سے پہلے سنت پڑھ سکتے ہیں

سوال جمعہ میں اگر کوئی شخص جائے تو پہلے کچھ دیر بیٹھ کر سنت وغیرہ پڑھنا چاہیے یا فوراً جانے کے ساتھ ہی سنت وغیرہ پڑھنا چاہیے؟

جواب حدیث شریف میں ہے: اِذَا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین قبل أن یجلس۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۶۸ جلد اول باب المساجد)

اس کا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی شخص تم میں سے مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھے اور یہ دو رکعت تحیۃ المسجد ہیں جو کہ مستحب ہیں۔

بہر حال اس سے یہ معلوم ہوا مسجد میں جا کر بیٹھنے سے پہلے نوافل یا سنتیں پڑھنی چاہئیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۸۳ جلد ۵)

بغیر سنتوں کے فرض ادا کرنا

سوال جو امام فرضوں سے پہلے کی سنتیں ادا نہ کرے اور نماز کے لیے کھڑے ہو جائے اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب اس کے پیچھے نماز تو ہو جاتی ہے۔ مگر اُسے ایسا بلا ضرورت کے کرنا نہیں چاہیے۔

(کفایت المفتی ص ۸۴ جلد ۳)

Marfat.com

جمعہ کی سنت کے لیے اذان کا انتظار

سوال ہمارے یہاں اکثر اصحاب جمعہ کے لیے مسجد میں آ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ جب ایک بجتا ہے تو اذانِ جمعہ ہوتی ہے، اسکے بعد سنت کے لیے اٹھتے ہیں، کیا حکم ہے؟

جواب سنتوں کو اذانِ (جمعہ) کے لیے مؤخر نہیں کرنا چاہئے۔ زوال کے بعد مسجد میں آنے والے آتے ہی سنتیں پڑھ لیں بلکہ بیٹھنے سے پہلے سنتوں کو شروع کر دینا چاہئے یہی مسنون ہے۔

(کفایت المفتی ص ۲۱۶ جلد ۳)

سنت پڑھنے کے واسطے اذان کا انتظار ضروری نہیں ہے۔ جمعہ اور ظہر اور فجر کی سنتیں اذان سے پہلے پڑھی جا سکتی ہیں۔ (کفایت المفتی ص ۲۶۷ جلد ۳)

(یعنی سنت وقت ہونے پر پڑھ سکتے ہیں، اذان کا انتظار ضروری نہیں ہے۔ محمد رفعت قاسمی عفا اللہ عنہ)

جمعہ کے دن زوال کے وقت نفل

سوال جمعہ کے دن کے نصف النہار (زوال) کے وقت نفل نماز درست ہے یا نہیں؟

جواب امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کے موافق صحیح نہیں ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ صحیح کہتے ہیں، لیکن احوط قول امامِ اعظمؒ کا ہے۔ یعنی جمعہ کے دن بھی زوال کے وقت نفل نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے) عین زوال کے وقت قرأتِ قرآن (قرآن مجید کا پڑھنا) جائز ہے، اور نوافل امام ابو حنیفہؒ کے مذہب میں ناجائز ہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۷۱ ج ۲، و ص ۷۳ ج ۲ بحوالہ درمختار کتاب الصلوٰۃ ص ۳۴۸ جلد اول)

جمعہ کی پہلی سنت زوال کے وقت

سوال جمعہ کی سنتیں نصف النہار (زوال) میں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب نہیں پڑھ سکتے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۷۲ جلد ۲ بحوالہ درمختار ص ۳۴۰ ج ۱)

اگر پہلی سنتیں رہ جائیں تو کس وقت پڑھے؟

سوال جمعہ کی نماز سے پہلے جو چار سنتیں ہیں وہ رہ گئیں اور نمازِ جمعہ کا خطبہ شروع ہو گیا، ان

چار رکعتوں کو کس وقت پڑھے؟

جواب: خطبہ شروع ہو جانے کے بعد سنتیں نہ پڑھے، نمازِ جمعہ کے بعد پڑھے۔ دوسرے خطبہ کے وقت بھی نہ پڑھے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۵۵ جلد ۵)

جو سنتیں جمعہ کے اول پڑھی جاتی ہیں، اگر ان کو نہ پڑھ سکا تو جمعہ کی نماز کے بعد پڑھے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۰۳ جلد ۴۔ بحوالہ ردالمختار باب ادراک الفریضہ ص ۶۷ ج ۱)

سنّت خطبہ کے وقت پڑھنا کیسا ہے؟

حنفیؒ مذہب میں خطبہ کے وقت نماز پڑھنی مکروہ ہے۔ اس میں پہلے خطبہ اور دوسرے خطبہ کا حکم ایک ہے یعنی جس وقت سے خطبہ شروع ہو بلکہ امام کے خطبہ کے لیے منبر پر جانے کے لیے اُٹھے، اس وقت سے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں جن لوگوں نے کہ امام کے اُٹھنے سے پہلے سنت یا نفل یا کسی نماز کی نیت باندھ رکھی ہے وہ اپنی نماز پوری کرلیں۔ اور کوئی شخص امام کے اُٹھنے کے بعد سنت یا نفل کی نیت نہ باندھے۔ یہ حنفی مذہب ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۴۳ جلد ۳)

ایسی حالت میں سنتیں شروع کرنا جائز نہیں بلکہ جب خطیب منبر پر جانے کے لیے اُٹھے اسی وقت سے ہر قسم کی نماز اور کلام ناجائز ہے۔ البتہ اس سے قبل (خطبہ) سنتیں شروع کر چکا ہو تو دو رکعت پر سلام پھیر دے، اور اگر تیسری رکعت شروع کر چکا ہو تو چاروں رکعت پوری کرے۔ خطبہ کی حالت میں سنت شروع کرنا گناہ ہے، توبہ کرنے بعد میں اعادہ کرے۔

(احسن الفتاویٰ ص ۱۲۱ جلد ۴)

پہلے کونسی سنت پڑھے؟

سوال: (۱) جمعہ کی چار سنت اگر کسی کی رہ گئیں تو فرض کے بعد اس کو ادا کرے یا اس سنت کو پہلے ادا کرے جو فرض کے بعد پڑھی جاتی ہیں؟

(۲) اسی طرح ظہر کی سنتوں کا کیا حکم ہے؟

جواب: (۱) جمعہ سے پہلے کی چار رکعتیں نماز کے بعد پڑھ لے، اور اگر چاہے انھیں پہلے پڑھے یا بعد والی پہلے پڑھے دونوں طرح جائز ہیں۔

(۲) یہ بھی دونوں طرح جائز ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۶۸ جلد ۳)

Marfat.com

سنت اور نفل نماز کی نیت میں تعین وقت کی ضرورت نہیں، اس لیے فرض کے بعد مطلقاً آٹھ رکعات پڑھ لینا کافی ہے، پہلے اور بعد کی تعین کی ضرورت نہیں، اگر تعین ہی کرنا چاہے تو پہلے بعد والی کی نیت کرے اور پھر پہلی کی۔ (احسن الفتاویٰ ص ۴۸۵ ج ۳)

خطبہ کی اذان کے بعد گھر میں سنت پڑھنا

سوال اگر کوئی خطبہ کی اذانِ ثانی کے وقت اپنے گھر میں چار سنتیں پڑھ لے اور پھر خطبہ میں شریک ہو جائے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب دوسری اذان کے بعد گھر میں بھی سنتیں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، یہ سنتیں بطریق غیر مشروع ادا کی گئی ہیں۔ اس لیے قاعدہ کا تقاضہ یہ ہے کہ جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھنے کے بعد پہلے والی چار سنتیں پھر دوبارہ پڑھے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۱۲۲ ج ۴)

(مطلب یہ ہے کہ خطبہ کی اذان کے بعد گھر میں بھی سنت ادا نہیں کر سکتے کیونکہ خطبہ کا سننا نکل جائے گا۔ ویسے پہلی اذان کے بعد تو پڑھ سکتے ہیں۔ محمد رفعت قاسمی)

سنت کی ترتیب بدل جانے کا حکم

سوال چار سنت جو کہ فرض سے پہلے پڑھی جاتی ہیں، جماعت کے فوت ہونے کی وجہ سے نہ پڑھ سکا تو فرض کے بعد ان چار سنتوں کی نیت قضاء کی جائے یا ادا کی؟

جواب ان سنتوں میں ادا کی نیت ہوگی کیونکہ وقت ظہر باقی ہے صرف ترتیب بدلی ہے۔

(امداد الفتاویٰ ص ۶۴۱ جلد اول)

سنت پڑھتے ہوئے خطبہ شروع ہو جانے کا حکم

دو رکعت پر سلام پھیر دے یا چار رکعت مختصر قرأت وغیرہ کے ساتھ پڑھے تو دونوں صورتیں جائز ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ دو رکعت پڑھے ہاں اگر تیسری رکعت شروع کر دی ہو تو اختصار کے ساتھ چار رکعت پوری پڑھے۔ (شامی ص ۶۶۸ ج ۱ فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۵۵ ج ۱)

Marfat.com

بابِ نہم

خطبہ کیا ہے؟

لفظِ "خطبہ" خاء کے پیش سے مصدر ہے، اس کا اطلاق اس کلام پر ہوتا ہے جس سے کسی کے ساتھ ہم کلام ہو، اور عرفِ شرع میں اس کلام سے عبارت ہے جو ذکر، تشہد، اور درود اور وعظ و نصیحت پر مشتمل ہو۔

خطبہ نمازِ جمعہ میں شرط اور فرض ہے۔ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک اس کی ادنیٰ مقدار فرض اتنے الفاظ ہیں جو تسبیح و تحمید پر مشتمل ہوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "فاسعوا الی ذکر اللہ" کہ اس آیت میں مطلق ذکر فرمایا۔ لمبی مقدار کلام میں جیسے خطبہ کہا جائے اور مختصر کلام میں جیسے خطبہ نہ کہا جائے، کوئی فرق نہ کیا۔ تو ثابت ہوا کہ مطلق ذکر شرط ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطبہ کے نام سے جو منقول و ماثور ہے، اور جسے آپ نے ہمیشہ پڑھا، اس کا پڑھنا یا واجب ہے یا سنت ہے۔ صحتِ جمعہ کے لیے اس کا پڑھنا شرط نہیں کہ اس کے بغیر کوئی ذکر کفایت نہ کرے۔ البتہ صاحبین یہ کہتے ہیں کہ خطبہ کے لیے ذکر طویل ہونا شرط ہے جیسے خطبہ کہا جائے اور عرف میں صرف سبحان اللہ اور الحمد للہ کو خطبہ نہیں کہتے ہیں۔ (مظاہر حق جدید ص ۲۶۰ ج ۲)

جمعہ کی نماز بھی بے شک فرض ہے مگر عام فرائض سے کچھ زیادہ اسمیں خصوصیت ہے اور یہ خطبہ عام خطبوں سے بڑھ کر ایک نئی شان رکھتا ہے جو امتیازی شان ہے

علماء لکھتے ہیں کہ ظہر کے چار فرض ہیں، جمعہ کے دو ہو جاتے ہیں، دو فرضوں کے قائم مقام یہ دو خطبے ہوتے ہیں جو امام دیتا ہے، اسی لیے ان خطبوں کے آداب عام خطبات سے زائد ہیں کہ امام کو دیکھو تو تلاوتِ قرآن مت کرو، عبادت بھی مت کرو، بڑی عبادت یہ ہے کہ خطبہ سنو اور امام کو دیکھو، گویا بمنزلہ نماز کے ہیں، یہ دو خطبے تو چار رکعتیں ہو جاتی ہیں اس شان سے کہ دو رکعتیں جمعہ کی اور دو رکعتیں قائم مقام ان دو خطبوں کے، ان خطبوں کے آداب زیادہ رکھے گئے ہیں۔ (فضائل جمعۃ المبارک ص ۱۶)

شرائطِ خطبہ

واضح ہو کہ جمعہ کے دونوں خطبوں کے لیے چند شرائط ہیں:

۱) ایک تو یہ کہ خطبات نماز سے پہلے ہوں، لہٰذا اگر نماز کے بعد ہوئے تو اُن کو خطبہ نہ قرار دیا جائیگا۔

۲) دوسرے خطبہ کی نیت۔ چنانچہ حنفیہؒ اور حنابلہؒ کے نزدیک اگر خطبہ کی نیت کے بغیر خطبہ پڑھا گیا تو اس کو اس نماز کا خطبہ شمار نہ کیا جائے گا۔

۳) تیسرے یہ کہ خطبے عربی زبان میں ہوں۔

۴) چوتھے یہ کہ دونوں خطبے وقت کے اندر ہوں۔ اگر خطبے پہلے پڑھ لیے گئے اور نماز وقت آنے پر ہوئی تو بالاتفاق نماز درست نہ ہوگی۔

۵) پانچویں یہ کہ خطبہ کو خطیب اونچی آواز سے پڑھے تا کہ حاضرین سن سکیں۔ حنفیہؒ کے نزدیک خطبہ کا اونچی آواز سے ہونا شرط ہے تا کہ حاضرین اس کو سن سکیں۔ بشرطیکہ سننے سے مانع کوئی امر نہ ہو۔ پس اگر کوئی امر مانع موجود ہو، مثلاً بہرہ پن یا خطیب سے بہت فاصلہ پر ہونا وغیرہ تو یہ شرط نہیں ہے کہ وہ لوگ خطبہ کو سنیں، کیونکہ حنفیہ کے نزدیک صحتِ خطبہ کے لیے صرف **لا الہ الا اللّٰہ یا الحمد للّٰہ یا سبحان اللّٰہ** کہہ دینا کافی ہے اگر یہ الفاظ اونچی آواز سے کہہ دیئے گئے تو خطبہ ہوگیا، گو اس کو کسی نے نہ سنا ہو، لیکن ان ہی الفاظ پر اکتفا کرنا مکروہ ہے اور بہر حال خطبہ سننے کے لیے کم سے کم ایسے ایک شخص کا موجود ہونا ضروری ہے جس سے جمعہ ہوسکتا ہے یعنی وہ شخص مرد اور بالغ و عاقل ہو، گو سفر یا مرض کے باعث معذور ہو۔

(کتاب الفقہ ص ۶۲۴ ج ۱، وص ۶۲۶ ج ۱)

خطبہ کا رُکن

حنفیہؒ کے نزدیک خطبہ میں صرف ایک چیز رکن ہے، یعنی ذکرِ الٰہی مطلقاً کم ہو یا زیادہ، لہٰذا خطبہ کا فرض ادا ہونے کے لیے صرف ایک بار تحمید (الحمد للہ کہنا) یا تسبیح (سبحان اللہ کہنا) یا تہلیل یعنی لا الہ الا اللہ کہنا کافی ہے۔ البتہ محض اسی پر اکتفاء کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ حنفیہؒ کے نزدیک صرف ایک خطبہ شرط ہے اور دوسرا خطبہ سنت ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۶۲۳ جلد اول)

خطبہ جمعہ میں فرض دو ہیں۔ ایک وقتِ جمعہ۔ دوسرا مطلق ذکر اللہ۔

(جواہر الفقہ ص ۳۵ ج ۱)

Marfat.com

خطبہ کے صحیح ہونے کی شرط

حنفیہؒ کے نزدیک خطبہ کے صحیح ہونے کی چھ شرائط ہیں، نمبر ۱۔ خطبہ نماز سے پہلے ہو۔ نمبر ۲۔ خطبہ ہی کی نیت سے خطبہ پڑھا جائے۔ نمبر ۳۔ وقت کے اندر ہو۔ نمبر ۴۔ کم سے کم ایک شخص اس کو سننے والا موجود ہو۔ نمبر ۵۔ یہ شخص ان میں سے ہو جن کے ساتھ نمازِ جمعہ ہو سکتی ہو۔ نمبر ۶۔ خطبہ اور نماز کے درمیان کوئی فاصلہ نہ ہو۔ (کتاب الفقہ ص ۶۲۸ جلد اول)

خطبہ کی سنتیں

خطبہ میں پندرہ سنتیں ہیں (۱) طہارت، اس لیے کہ بے وضو اور ناپاک کا خطبہ پڑھنا مکروہ ہے (۲) کھڑے ہونا، اگر بیٹھ کر یا لیٹ کر خطبہ پڑھا، تب بھی جائز ہے۔ (۳) قوم کی طرف متوجہ ہونا۔ (۴) خطبہ سے پہلے اپنے دل میں اعوذ باللہ پڑھنا۔ (۵) لوگوں کو خطبہ سنانا۔ اگر لوگوں کو خطبہ نہ سنایا تو بھی جائز ہے (یعنی آہستہ پڑھا)۔ (۶) الحمد سے شروع کرنا۔ (۷) اللہ کی ایسی تعریف کرنا جو اس کے لائق ہو۔ (۸) اشهد ان لااله الاالله واشهد ان محمدًا رسول اللہ پڑھنا۔ (۹) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا۔ (۱۰) وعظ و نصیحت کا ذکر کرنا۔ (۱۱) قرآن شریف پڑھنا، اس کا چھوڑنا برا ہے، خطبہ میں پڑھنے کی مقدار چھوٹی تین آیتیں یا بڑی ایک آیت ہے۔ (۱۲) اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود دوسرے خطبہ میں پڑھنا۔ (۱۳) مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے دعاء کی زیادتی کرنا۔ (۱۴) خطبہ میں تخفیف کرنا یعنی طوالِ مفصل میں سے کسی سورۃ کے برابر ہے، اس سے زیادہ خطبہ پڑھنا مکروہ ہے۔ (۱۵) دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا، دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنے کی مقدار تین آیتوں کی مقدار ہے شمس الائمہ سرخسیؒ نے دونوں خطبوں میں بیٹھنے کی مقدار یہ بیان کی ہے کہ خطیب اپنے بیٹھنے کی جگہ پر اطمینان سے بیٹھ جائے، اور اس کے سب اعضاء اپنی اپنی جگہ ٹھہر جائیں اس سے زیادہ نہ بیٹھے اور کھڑا ہو جائے۔ (عالمگیری کتاب الصلوٰۃ ص ۶۸ جلد ۳)

خطبہ کے مستحبات

بلند آواز، دوسرے خطبہ میں پہلے خطبہ سے کم جہر کرنا، خطبۂ ثانیہ الحمد للہ نحمدہ و نستعینه سے شروع کرنا، منبر پر خطبہ دینا، دوسرے خطبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آل

Marfat.com

واصحاب، ازواجِ مطہرات، خصوصاً خلفاء راشدین اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم کے لیے دعاء کرنا، خطبہ میں بادشاہِ اسلام کے لیے دعاء کرنا جائز ہے لیکن اس کی غلط تعریف یا اس میں مبالغہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی معارف السنن، معارف مدنیہ ص ۸۷ جلد ۸)

خطبہ میں ہاتھ چلانا

خطبہ میں ہاتھ اٹھانا یا چلانا (جیسا کہ آج کل مقررین کا طریقہ ہے) مکروہ ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت نہیں ہے، اگر آپ کبھی اشارہ فرماتے تو شہادت کی انگلی سے فرماتے۔

(معارف مدنیہ ص ۹۴ ج ۳)

خطبہ کے وقت بیٹھنے کا طریقہ

سوال خطبہ کے وقت یا دوسری نماز کے وقت گھٹنے پر پاؤں رکھ کر بیٹھنا جیسے کہ اُمرِ اء بیٹھتے ہیں، شرعاً کیسا ہے؟

جواب اس طرح کی نشست میں تکبر اور گھمنڈ نہ ہو، محض ضرورۃً ہو تو جائز ہے مگر اس کی عادت بنانا بالخصوص مسجد میں اور وہ بھی خطبہ کے وقت، اس کی عادت مناسب نہیں۔ مسجد میں عاجزی اور خشوع کے ساتھ بیٹھنا چاہئے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۵۴ ج ۱)

خطبے کے وقت چہرے کا رخ

خطبہ کے وقت نمازیوں کو امام کی طرف چہرہ کا رخ کر مستحب ہے بشرطیکہ استقبالِ قبلہ باقی رہے، ورنہ قبلہ کی طرف رخ کرنا چاہئے، کیونکہ قبلہ کی طرف پشت کرنے کی صورت میں صفیں سیدھی کرنا دشوار ہو جائیں گی۔ نیز حلقہ پیدا کرنے کا اندیشہ ہے جسکی ممانعت ہے۔ امام ابوحنیفہؒ خطبہ کے وقت اپنے چہرہ کا رُخ امام کی طرف کر لیا کرتے تھے۔ (معارف مدنیہ ص ۸۸ جلد ۸)

خطبہ کے مسائل

خطبہ میں چند اُمور سنت ہیں۔ بعض کا تعلق خطیب سے ہے اور بعض اُمور کا تعلق خطبہ سے ہے۔ خطیب کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ حدثِ اصغر (بے وضو) وحدثِ اکبر (جنابت سے پاک ہو) دونوں سے پاک ہو۔ ایسا نہ ہو تو گو خطبہ ہو جائے گا لیکن مکروہ ہوگا۔ اگر حالت جنابت

Marfat.com

(غسل ضروری ہونے) میں خطبہ دیا تو مستحب یہ ہے کہ دوبارہ خطبہ پڑھا جائے۔ اور یہ کہ خطیب خطبہ شروع کرنے سے پہلے منبر پر بیٹھ جائے اور خطبہ کھڑے ہو کر دیا جائے، بیٹھ کر یا لیٹ کر خطبہ دینا مکروہ ہے۔

اور سنت یہ ہے کہ خطبوں کے دوران امام کا رُخ سامنے حاضرین کی جانب رہے، دائیں بائیں متوجہ نہ ہو۔ دو خطبے پڑھے جائیں۔ دونوں میں سے ایک سنت ہے اور دوسرا جمعہ کے صحیح ہونے کی شرط ہے۔ اور یہ کہ دونوں خطبوں کے درمیان اتنی دیر کے لیے بیٹھ جائے کہ جس میں تین آیتیں پڑھی جا سکیں (یعنی اپنے بیٹھنے کی جگہ پر اطمینان سے بیٹھ جائیے اور اس کے سب اعضاء اپنی اپنی جگہ ٹھہر جائیں) نہ بیٹھنا ناپسندیدہ عمل ہے۔

پہلا خطبہ شروع کرنے سے پہلے دل میں اعوذ باللہ آخیر تک کہہ کر اُونچی آواز سے پڑھنا شروع کیا جائے اور خطبہ میں اللہ کی حمد و ثناء جو اُس کی شان کے شایاں ہے کلماتِ شہادت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام، اور گناہوں کی مذمت پر مشتمل وعظ، اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کے عذاب سے بچنے اور اس سے ڈرنے کی تلقین ہو اور اپنے اعمال کا بیان ہو جو نجاتِ دنیوی و اخروی کے باعث ہیں، نیز قرآنِ کریم کی کوئی آیت بھی پڑھی جائے۔

دوسرا خطبہ حمد و ثنائے الٰہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام سے شروع کیا جائے، اس میں ایمان دار مردوں اور عورتوں (آل واصحاب وازواج مطہرات خصوصاً خلفاء راشدین اور حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم اجمعین) کے لیے دعائے مغفرت مانگی جائے۔ نیز بادشاہ (مومن) کے حق میں فتح مندی، تائید الٰہی اور توفیقِ عمل وغیرہ کی دعاء مانگنا مستحب ہے جس میں اس کی دعایا کی بھلائی ہو کیونکہ حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنے خطبہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعاء کیا کرتے تھے اور اس پر اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ (کتاب الفقہ ص ۶۳۲ جلد اول)

دوسرے خطبے میں پھر ان سب چیزوں کا اعادہ کرنا، خطبہ کو زیادہ طول نہ دینا بلکہ نماز سے کم رکھنا۔ خطبہ منبر پر پڑھنا، اگر منبر نہ ہو تو کسی لاٹھی وغیرہ پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہونا، ہاتھ کا ہاتھ پر رکھ لینا جیسا کہ بعض لوگوں کی ہمارے زمانے میں عادت ہے منقول نہیں، دونوں خطبوں کا عربی زبان میں ہونا، کسی اور زبان میں خطبہ پڑھنا یا اس کے ساتھ کسی اور زبان کے اشعار وغیرہ ملا دینا جیسا کہ ہمارے زمانے میں بعض عوام کا دستور ہے سنت مؤکدہ کے خلاف ہے، خطبہ سننے والوں کو

Marfat.com

قبلہ رو ہو کر بیٹھنا۔ (علم الفقہ ص ۱۴۸ جلد۲)

مسئلہ سنت یہ ہے کہ خطبہ بلند آواز سے پڑھا جائے تاکہ سب لوگ سنیں، آہستہ پڑھنا مکروہ ہے۔ (بحر، عالمگیری)

مسئلہ سنت ہے کہ خطبہ مختصر پڑھا جائے، زیادہ طول نہ ہو اور اس کی حد یہ ہے کہ طوالِ مفصل کی سورتوں میں سے کسی سورت کے برابر ہو۔ اس سے زیادہ طویل پڑھنا مکروہ ہے۔
(شامی، بحر، عالمگیری ص ۶۸ جلد۳۔ کتاب الصلوٰۃ)

مسئلہ خطبہ مختصر پڑھنا جو دس چیزوں پر مشتمل ہو۔ نمبر۱۔ حمد سے شروع کرنا۔ نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ کی ثناء کرنا۔ نمبر۳۔ کلمہ شہادتین پڑھنا۔ نمبر۴۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا۔ نمبر۵۔ وعظ ونصیحت کے کلماتِ کہنا۔ نمبر۶۔ کوئی آیت قرآن مجید کی پڑھنا۔ نمبر۷۔ دونوں خطبوں کے درمیان تھوڑا سا بیٹھنا۔ نمبر۸۔ تمام مسلمان مرد وعورت کے لیے دعاء مانگنا۔ نمبر۹۔ دوسرے خطبہ میں دوبارہ الحمدللہ اور ثناء اور درود پڑھنا۔ نمبر۱۰۔ دونوں خطبوں کو مختصر کرنا، کہ اس طرح کہ طوالِ مفصل کی سورتوں سے نہ بڑھے۔ (جواہر الفقہ ص ۶۷ جلد اول)

مسئلہ خطبہ کی سنتوں میں سے کسی سنت کا چھوڑنا مکروہ ہے۔ خطبہ کی ان سنتوں میں سے جس نے سنت چھوڑی اُس نے فعلِ مکروہ کیا۔ (کتاب الفقہ ص ۶۳۲ ج۱)

مسئلہ جو سنتیں جمعہ کے خطبہ کے لیے ہیں، ان کے خلاف کرنا مکروہ ہے مگر خطبہ ادا ہو جاتا ہے اور نمازِ جمعہ صحیح ہو جاتی ہے۔ (بحر۔ جواہر الفقہ ص ۳۵۰ ج۱)

مسئلہ جب سب لوگ جماعت میں آجائیں یعنی وقت ہو جائے تو امام کو چاہیے کہ منبر پر بیٹھ جائے اور مؤذن اسکے سامنے کھڑے ہو کر اذان کہے، اذان کے فوراً بعد امام کھڑے ہو کر خطبہ شروع کر دے۔

مسئلہ خطبہ پڑھنے والے کا بالغ ہونا شرط نہیں، اگر کوئی نابالغ خطبہ پڑھ دے تب بھی جائز ہے۔
(درمختار)

مسئلہ خطبے میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا فرض ہے، اگر نہ کیا جائے تو وہ خطبہ معتبر نہ ہوگا اور نمازِ جمعہ کی شرط ادا نہ ہوگی۔ یا اگر صرف الحمدللہ یا سبحان اللہ کہہ لیا جائے مگر خطبہ کی نیت نہیں کی، خطبہ ادا نہ ہوگا۔ (علم الفقہ ص ۴۷ جلد۲)

مسئلہ خطبے کا کسی کتاب وغیرہ سے دیکھ کر پڑھنا جائز ہے۔

Marfat.com

مسئلہ رمضان کے اخیر جمعے کے خطبے میں وداعِ رمضان کے مضامین پڑھنا اگرچہ جائز ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے اصحابؓ سے منقول نہیں ہے، نہ کتب فقہ میں کہیں اس کا پتہ ہے، لہٰذا اس پر ہمیشہ پابندی کرنا جس سے عوام کو اس کے سنت ہونے کا خیال پیدا ہونے لگے، نہ کرے۔ (علم الفقہ ص ۱۴۱ جلد دوم)

مسئلہ خطبہ ختم ہوتے ہی فوراً اقامت (تکبیر) کہہ کر نماز شروع کر دینا مسنون ہے خطبے اور نماز کے درمیان میں کوئی دنیاوی کام کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر درمیان میں فصل زیادہ ہو جائے تو اس کے بعد خطبہ کے اعادہ کی ضرورت ہے۔ ہاں کوئی دینی کام مثلاً کسی کو کوئی شرعی مسئلہ بتائے یا وضو نہ رہے اور وضو کرنے جائے یا خطبہ کے بعد معلوم ہو کہ اس کو غسل کی ضرورت تھی اور غسل کرنے جائے تو کچھ کراہت نہیں ہے۔ (بہشتی زیور ص ۸۴ ج ۱۱ بحوالہ شامی ص ۷۰۷ جلد اول)

مسئلہ جمعہ کا خطبہ شرطِ نماز ہے بغیر خطبہ کے نمازِ جمعہ ادا نہیں ہوتی اور یہ شرط صرف ذکر اللہ سے ادا ہو جاتی ہے۔ (جواہر الفقہ ص ۳۶۶ ج ۱)

مسئلہ چند امور میں خطبہ جمعہ اور عیدین میں فرق ہے (۱) خطبہ عیدین جمعہ کی طرح نماز کے لیے شرط نہیں۔ بلکہ بغیر خطبہ بھی نمازِ عیدین صحیح ہو جاتی ہے۔ (۲) عیدین کا خطبہ فرض و واجب نہیں ہے بلکہ سنت ہے۔ خطبہ عیدین بعد نمازِ عید پڑھا جائے پہلے نہیں۔ (جواہر الفقہ ص ۳۶۵ جلد اول)

مسئلہ خطبہ سننے والوں کو قبلہ رخ ہو کر بیٹھ جانا چاہیے۔ (فتاویٰ ہندیہ ص ۱۴۵ ج ۱)

مسئلہ خطبہ شروع کرنے سے پہلے اعوذ باللہ آہستہ سے پڑھے، بسم اللہ نہ پڑھے، اعوذ باللہ زور سے نہ پڑھے، اور کسی نے بھی خطبہ سے قبل بسم اللہ پڑھنے کو نہیں لکھا ہے جس سے معلوم ہوا کہ خود بسم اللہ پڑھنا مطلوب نہیں ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۶۸۰ ج ۱ بحوالہ بحر الرائق ص ۱۵۹ جلد دوم)

مسئلہ سنت یہ ہے کہ (نمازِ جمعہ سے پہلے) خطیب اپنے گوشۂ خلوت میں رہے امام کا لوگوں کو سلام کرنا، خطبہ سے پہلے محراب میں نماز کا ادا کرنا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر (یعنی نیک کام کا حکم اور بری بات سے روکنے) کے علاوہ کچھ اور کہنا مکروہ ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۶۳۲ جلد اول)

مسئلہ بہتر یہ ہے کہ جو شخص خطبہ پڑھے وہی نماز بھی پڑھائے۔ اور اگر کوئی دوسرا پڑھائے تب بھی جائز ہے۔ (درمختار) اگر کوئی دوسرا شخص امام بنایا جائے تو وہ ایسا شخص ہو جس نے خطبہ سنا ہو، اگر کوئی ایسا شخص امام بنا دیا جائے جس نے خطبہ نہیں سنا تو نماز نہیں ہوگی، اور اگر وہ کسی دوسرے کو امام بنا لے تب بھی جائز نہیں۔ ہاں اگر نمازِ جمعہ شروع کر دینے کے بعد امام کو حدث

Marfat.com

(وضو کا نہ رہنا) ہو جائے اور وہ اس وقت کسی کو امام بنائے تو اس میں یہ شرط نہیں، جس نے خطبہ نہیں سنا، اس کا امام بنانا بھی درست ہے۔ (علم الفقہ ص ۱۵۳ جلد دوم)

مسئلہ خطبہ پڑھنے کے بعد اگر خطیب کا وضو ٹوٹ جائے، اور کسی دوسرے شخص کو خلیفہ بنایا، اگر وہ شخص خطبہ میں حاضر تھا تو جائز ہے، اور اگر وہ خطبہ میں حاضر نہ تھا تو جائز نہ ہوگا، اگر نماز شروع کرنے کے بعد وضو ٹوٹا، تو کسی بھی شخص کو خلیفہ بنانا جائز ہے۔

مسئلہ دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ (یعنی بیٹھ جانا) کا چھوڑنا برا ہے، خطبہ سے پہلے بیٹھنا سنت ہے۔

مسئلہ خطیب کے لیے یہ شرط ہے کہ اس میں جمعہ کی امامت کی صلاحیت ہو۔

مسئلہ خطیب کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی نیت سے منبر پر خطبہ پڑھنا سنت ہے۔

مسئلہ خطیب کا بلند آواز سے خطبہ پڑھنا مستحب ہے اور دوسرے خطبہ میں پہلے خطبہ کے لحاظ سے کم جہر کرے یعنی آواز کو زیادہ بلند نہ کرے۔

مسئلہ دوسرا خطبہ اس طرح شروع کرنا چاہئے الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ الخ خطبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں چچا اور خلفاء راشدین کا ذکر مستحسن ہے، اسی طرح برابر معمول چلا آرہا ہے۔ (عالمگیری، کتاب الصلوٰۃ ص ۶۹ جلد ۳)

مسئلہ آدھی آستین کی قمیص پہن کر خطبہ پڑھنا یا نماز پڑھانا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ یہ وضع مسلمان کی عبادت کی وضع نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ص ٦٦ جلد ۳)

مسئلہ خطبہ جمعہ وعیدین میں خالص عربی نثر میں خطبہ پڑھنا مسنون ومتوارث ہے اس کے سوا کسی اور زبان میں خطبہ پڑھنا یا عربی نظم میں پڑھنا سنتِ متوارثہ کے خلاف ہے گو خطبہ تو ادا ہو جائے گا لیکن خلافِ متوارث ہونے کی وجہ سے کراہت ہوگی۔ (کفایت المفتی صفحہ ۲۲۲ جلد سوم)

مسئلہ دونوں خطبوں کے درمیان اگر دعاء مانگے تو دل سے مانگے، زبان سے اور ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا اس حالت میں درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۵۷ جلد ۵ بحوالہ رد المختار ص ۹٦۷ جلد ۱)

جمعہ پڑھنے کے بعد دوسری جگہ خطبہ دینا

سوال ایک شخص جو کہ خود جمعہ پڑھ چکا ہو، دوسری جگہ خطبہ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب اس بارے میں صریح جزئیہ نہیں ملا، البتہ چونکہ صحتِ خطبہ کے لیے یہ شرط نہیں کہ

خطیب پر جمعہ فرض ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسا شخص (صرف) خطبہ پڑھ سکتا ہے۔

(احسن الفتاویٰ ص ۱۲۸ جلد ۴ بحوالہ ردالمختار ص ۷۱ جلد اول)

نماز سے پہلے خطبہ

جمعہ کی ادائیگی کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ نماز سے قبل خطبہ پڑھا جائے، اگر خطبہ کے بغیر نمازِ جمعہ پڑھ لیں، یا وقت سے پہلے خطبہ پڑھ لیں تو جائز نہیں ہے۔ خطبہ میں کچھ چیزیں فرض ہیں اور کچھ سنت ہیں۔ نمازِ جمعہ کے خطبہ میں فرض صرف دو چیزیں ہیں، ایک ''وقت'' ہے اور وہ زوال کے بعد نماز سے پہلے ہے پس اگر زوال سے پہلے یا نماز کے بعد خطبہ پڑھا تو جائز نہ ہوگا۔

(عینی شرح کنز)

اور دوسرا فرض ذکر اللہ ہے (بحرالرائق)۔ الحمد للہ یا لا الہ الا اللہ یا سبحان اللہ پڑھنا کافی ہے، اور یہ جب ہے کہ خطبہ کی نیت سے پڑھے، لیکن اگر چھینک آئی، اور الحمدللہ یا سبحان اللہ پڑھا یا کسی چیز پر تعجب کرتے ہوئے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا تو بالاجماع خطبہ کے قائم مقام نہ ہوگا۔

مسئلہ اگر خطیب نے تنہا خطبہ پڑھا، یا (صرف) عورتوں کے سامنے پڑھا، تو صحیح یہ ہے کہ جائز نہ ہوگا۔ اگر ایک یا دو آدمیوں کے سامنے خطبہ پڑھا اور تین آدمیوں کے سامنے نماز پڑھائی تو جائز ہے، اگر خطیب کے خطبہ کے وقت سب لوگ سو رہے ہیں یا بہرے ہیں تب بھی جائز ہوگا خطبہ۔ (عالمگیری ص ۶۸ جلد ۳ کتاب الصلوٰۃ)

دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا

عن ابن عمران النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یخطب یوم الجمعۃ ثم یجلس ثم یقوم یخطب قال مثل مایفعلون الیوم۔

ترجمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز ایک خطبہ دے کر بیٹھ جاتے تھے، پھر کھڑے ہو کر دوسرا خطبہ دیتے تھے۔ جیسا کہ آج کل دستور ہے۔

مسئلہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بیٹھنا سنت ہے درمیان میں۔ (معارف مدنیہ ص ۸۶ ج ۸)

خطبہ میں اختصار کرنا

عن جابر بن سمرةؓ قال کنت اُصلی مع النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فکانت صلوته قصدًا وخطبه قصدًا۔ (بخاری)

ترجمہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں نماز پڑھتا۔ آپ کا خطبہ اور نماز دونوں معتدل ہوتے تھے۔

تشریح حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آدمی کی نماز کا طویل اور خطبہ کا مختصر ہونا اس کے فقیہہ ہونے کی علامت ہے، پس نماز کو طویل اور خطبہ کو مختصر کرو۔

(مسلم) (معارف مدنیہ ص ۸۶ جلد ۸)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ اور نماز میں نہ بہت طول ہوتا تھا، نہ بہت زیادہ اختصار، بلکہ دونوں کی مقدار معتدل اور متوسط ہوتی تھی۔ (معارف الحدیث ص ۳۹۰ ج ۳)

خطبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول

عن جابر قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اذا خطب احمرت عیناه وعلاصوته واشتد غضبه حتّٰی کانه منذر جیش یقول صبحکم ومساکم ویقول بعثت انا والساعة کهاتین ویقرن بین اصبعیه السبابة الوسطٰی۔ (مسلم شریف)

ترجمہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تھے تو آپؐ کی آنکھیں سرخ ہو جاتی تھی، آواز بلند ہو جاتی تھی اور سخت غصہ اور جلال کی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی، یہاں تک کہ آپ کی حالت اُس شخص کی سی ہو جاتی تھی جو دشمن کے لشکر کو خود دیکھ کر آیا ہو اور اپنی قوم کو بچاؤ پر آمادہ کرنے کے لیے اُس سے کہتا ہو کہ دشمن کا لشکر قریب ہی آ پہنچا ہے (اپنی پوری تباہ کاریوں کے ساتھ) پس وہ صبح یا شام تم پر آ پڑنے والا ہے۔ اور آپؐ یہ بھی فرماتے تھے کہ میری بعثت اور قیامت کی آمد، اِن دو انگلیوں کی طرح (قریب ہی قریب) ہیں، اور آپؐ (سمجھانے کے طور پر) اپنی دو انگلیوں یعنی کلمہ والی اور اس کے بعد کی بیچ والی انگلی کو ملا دیتے تھے۔ (صحیح مسلم شریف)

تشریح مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ پُر جوش اور پُر جلال خطبہ ہوتا تھا، اور آپؐ کا حال

Marfat.com

کہنے کے بالکل مطابق ہوتا تھا۔ خصوصیت کے ساتھ آپؐ خطبہ میں قیامت کے قرب اور اس کی ہولناکیوں کا ذکر بکثرت فرماتے تھے، اور کلمہ والی انگلی اور اس کے بیچ والی انگلی کو باہم ملا کر فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح یہ دونوں قریب قریب ہیں، اسی طرح سمجھو کہ میری بعثت کے بعد قیامت بھی قریب ہی ہے، اب درمیان میں کوئی اور نبی آنے والا نہیں ہے، میرے ہی دور میں قیامت آنے والی ہے اس لیے اس کی تیاری کرو۔ (معارف الحدیث ص ۳۹۱ جلد ۳)

حاصل یہ ہے کہ جس طرح اپنی قوم اور اپنے لشکر کی غفلت شعاریوں اور کوتاہیوں کو دیکھ کر اسکو دشمن کے خطرناک ارادوں اور منصوبوں سے ڈرانے والا اپنی آواز کو بلند کرتا ہے۔ اسکی آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں اور غصہ تیز ہو جاتا ہے، اسی طرح اپنی اُمّت کی غفلت شعاریوں کے پیشِ نظر خطبہ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت و حالت ہوتی تھی۔

(مظاہر حق جدید ص ۲۶۳ جلد ۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پرجوش مقرروں کی طرح ہاتھ تو نہیں پھیلاتے تھے البتہ سمجھانے یا آگاہ کرنے کے مواقع پر شہادت کی انگلی سے اشارہ فرمایا کرتے تھے، لہٰذا اگر عالم خطیب حسبِ موقع حاضرین کو خطاب کرے اور خطبہ کو ترغیب و ترہیب کے انداز میں پڑھے تو جائز اور مسنون ہے لیکن دائیں بائیں رُخ پھیرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے

"بدائع صنائع ص ۲۶۴ جلد اول میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے وقت قبلہ پشت ہو کر اور لوگوں کی طرف رُخ کر کے کھڑے رہتے تھے۔ اس لیے علامہ ابنِ حجرؒ وغیرہ محققین دائیں بائیں رخ کرنے کو بدعت کہتے ہیں۔ (شامی ص ۷۵۹ جلد اول)

ہاں رُخ سامنے رکھ کر دائیں بائیں نظر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(ردالمختار ص ۷۵۹ ج ۱)

نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ ترغیب و ترہیب کے مضامین وہی شخص صحیح انداز میں ادا کر سکتا ہے جو معنی و مضمون سے واقف ہو، ناواقف شخص ایسی غلطی کر سکتا ہے، جو واقف کی نظر میں مضحکہ خیز ہو۔ لہٰذا خطبہ میں جو انداز اختیار کیا جائے وہ سمجھ کر اختیار کیا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۶۴ جلد اول)

آپ ﷺ کی عادتِ شریف یہ تھی کہ جب لوگ جمع ہو جاتے، اس وقت آپؐ منبر پر تشریف لاتے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کہتے اور جب اذان ختم ہو جاتی، آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے اور فوراً خطبہ شروع فرما دیتے تھے۔

Marfat.com

جب تک منبر نہ بنا تھا کسی لاٹھی یا کمان سے ہاتھ کو سہارا دے لیتا تھے اور کبھی کبھی اس لکڑی کے ستون سے جو محراب کے پاس تھا جہاں آپ خطبہ پڑھتے، ٹیک لیتے تھے، منبر بن جانے کے بعد پھر کسی لاٹھی وغیرہ سے سہارا دینا منقول نہیں ہے۔ دو خطبے پڑھتے تھے اور دونوں کے درمیان میں کچھ تھوڑی دیر بیٹھ جاتے تھے اور اسوقت کچھ کلام نہ کرتے نہ دعاء مانگتے، جب دوسرے خطبے سے آپ کو فراغت ہوتی، حضرت بلال رضی اللہ عنہ تکبیر کہتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع فرماتے۔ (علم الفقہ ص ۱۵۰ ج ۲)

خطبہ کے وقت آپ کے کلام کی وضاحت

ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ جمعہ کے روز جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، ایک گاؤں والا آیا اور اس نے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ! میرا مال تباہ و برباد ہو گیا، میرا اہل و عیال بھوکے ہیں، ہمارے لیے دعاء کیجئے!۔ آپ نے اسی حالت میں اپنے ہاتھ اٹھائے اور دعاء فرمائی۔

یا اسی طرح بعض روایتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطبہ کی حالت میں بات چیت کرنا ثابت ہے۔ تو ان روایتوں کے بارہ میں کئی احتمال ہیں، اول تو یہ کہ آپ کا دعاء میں مشغول ہونا یا بات چیت کرنا خطبہ کی حالت میں نہیں تھا بلکہ یا تو خطبہ شروع کرنے سے پہلے یا خطبہ ختم ہونے کے بعد، آپ دعاء یا بات چیت میں مشغول ہوئے، ایک احتمال یہ ہے کہ ان روایتوں کا تعلق اس زمانہ سے ہے جبکہ خطبہ کی حالت میں اس قسم کی مشغولیت ممنوع نہیں تھی، یا پھر یہ کہا جائے گا کہ یہ آنحضرت کے خصائص میں سے ہے۔ (مظاہر حق جدید ص ۲۵۹ ج ۲)

آپ کا خطبہ میں بچوں کو اُٹھانا

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کی حالت میں امام حسنؓ و حسینؓ کو گرتے دیکھ کر خطبہ قطع کر کے ان کو اُٹھایا۔ اب ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب یہ خصوصیت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ یا یہ کہ ایسی حالت ہو کہ بچہ کے چوٹ لگنے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں اب بھی خطیب کو ایسا کرنا درست ہے۔ جیسا کہ درمختار میں بعض مواقع میں نماز قطع کر دینے کا حکم ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۴۵ ج ۵، بحوالہ درمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ ص ۹۳ جلد اول)

Marfat.com

خطیب کے سامنے ترقیہ کرنا

بعض لوگوں میں یہ بدعت جاری ہے کہ خطیب کے آگے اللہ تعالیٰ کا یہ قول بیان کرتے ہیں کہ "ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی "۔ الآیۃ۔ (یعنی بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں، لہٰذا اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجو) یہ کہہ کر لمبی چوڑی بات شروع کر دیتے ہیں۔ پھر جب مؤذن خطیب کے سامنے اذان سے فارغ ہوتا ہے تو یہ حدیث بیان کرتا ہے کہ "اذاقلت لصاحبك والامام يخطب يوم الجمعة انصت، فقد لغوت الحديث" (یعنی اگر تم نے امام کے خطبہ پڑھنے کے دوران اپنے ساتھ والے سے یہ کہا کہ خاموش رہو تو یہ لغو بُری حرکت کی)۔ اس حدیث کو بیان کر کے وہ کہتا ہے أنصتوا توجروا (یعنی خاموش رہو ثواب ہوگا) یہ تمام باتیں بدعت ہیں اور نہ اس کیلئے کوئی امر متقاضی ہے اور نہ یہ لازم ہے، اس لیے کہ جب مؤذن اس طرح اعلان کرے تو یہ حدیث سے ناواقفیت کے باعث ہوگا، اس واسطے کہ ایک طرف تو وہ خاموش رہنے اور کلام نہ کرنے کا کہتا ہے اور پھر خود ہی یہ کہہ کر بولتا ہے کہ "خاموش رہو ثواب ہوگا"۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی بات کے بڑھانے کی کیا ضرورت پیش آئی جس کا حکم مذہب میں نہیں ہے اور اصولِ دین کے خلاف ہے۔ کیونکہ یہ موقع اللہ عزوجل کے سامنے خضوع وخشوع کے اظہار کا ہے، لہٰذا خطیب کی تقریر کے سوا جو بات چیت یا گڑبڑ کی جاتی ہے وہ لغو اور واہیات ہے اور اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۶۳۳ جلد اول)

(دین کی جس قدر بھی ضروری ضروری باتیں تھیں اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا اور عمل کر کے بھی دکھلا دیا، صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ اور اس کے بعد اسلاف اس پر عمل کرتے چلے آ رہے ہیں اس لیے کہ ان کو ثواب حاصل کرنے اور دین کا کام کرنے اور چھوٹی سے چھوٹی سنت ادا کرنے کا ہم سے زیادہ شوق وجذبہ تھا، جس چیز کو انہوں نے دین سمجھا اہتمام کے ساتھ اس پر عمل کیا۔

یقیناً وہ دین ہے اور قابلِ عمل ہے اور جن چیزوں کو قدرت ہونے کے باوجود نہیں کیا تو معلوم ہوا وہ دین میں سے نہیں ہے یا ضروری نہیں ہے۔

اور عبادت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ادا کیا جائے تو جبھی عبادت

Marfat.com

میں شمار ہوگی اور ثواب کے مستحق ہوں گے ورنہ گناہ وعذاب ہوگا۔

بعض علاقوں میں جمعہ کی نماز کے بعد مسجد میں میلاد وغیرہ کا دستور چلا آ رہا ہے، اس کو بعض لوگ سنت یا دین کا جزء سمجھتے ہیں اور جو اس میں شریک نہیں ہوتا، اُس کو مخالفِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، گردانا جاتا ہے۔ حالانکہ فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ بلند آواز سے ذکر اللہ کرنا جس سے نمازیوں کی نماز میں خلل واقع ہو، یا سونے والوں کو تکلیف وپریشانی ہو، ممنوع ہے، اور اسی طرح قرآن شریف کی تلاوت جیسی عبادت کے بارے میں بھی یہ ہی حکم ہے کہ اگر نمازیوں کی نماز میں خلل واقع ہو تو زور سے نہ پڑھے۔ (شامی ص ۲۹۱ جلد اول)

حدیث شریف میں خطیب کے سامنے ترقیہ یا جمعہ کی نماز کے بعد مصافحہ یا میلاد وغیرہ پڑھنے کا کہیں بھی ذکر نہیں ملتا ہے، صحابہ کرامؓ کو سنتِ نبویؐ سے عشق تھا، ان کے یہاں یا ان کے بعد اَسلاف کے عمل سے ان کی ثبوت نہیں ملتا ہے۔

شریعت نے جو عبادات کا محل مقرر کر دیا ہے اس کو اسی کے مطابق کیا جائے تو ثواب ہوگا ورنہ عدول حکمی کے تحت عذاب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمکو دین کی صحیح سمجھ اور عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائیں اور جو باتیں ہم نے دین میں داخل کر لی ہیں اس سے بچنے کی بھی توفیق عنایت فرمائے آمین (محمد رفعت قاسمی)

منبر کی تاریخ

۸ ؁ ہجری میں منبر بنایا گیا، منبر بنانے کا قصہ یہ ہے کہ مدینہ میں ایک انصاریہ تھیں جن کا غلام نجار (بڑھئی) تھا، ان کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پہنچا کہ بہتر ہوتا اگر تم اپنے غلام سے میرے لیے ایک منبر بنوا دیں، حسب الارشاد انہوں نے ایک منبر گز کی لکڑی سے جس میں تین سیڑھیاں تھیں بنوا کر مسجد شریف میں بھیج دیا، جس مقام پر اب منبر ہے وہیں وہ مقدس منبر رکھ دیا گیا، جب آپؐ اس منبر پر خطبہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے، وہ ستون جس سے آپؐ سہارا لگاتے تھے حضرتؐ کے فراق صحبت سے فریاد کرنے لگا اور ایسی آواز سے رویا کہ جیسے اونٹنی بولتی ہے۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ جیسے روتا ہوا لڑکا چپ کیا جائے، تمام صحابہؓ اس کے حال سے رونے لگے، آپؐ منبر سے اتر پڑے اور اس ستون کو اپنے سینے سے لگا لیا، یہاں تک کہ اس کا رونا بند ہو گیا۔

Marfat.com

ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس مقدس منبر کو اپنے زمانہ خلافت میں ملکِ شام لے جانا چاہا مگر جیسے ہی وہ منبر اپنی جگہ سے اٹھایا گیا، آفتاب میں سخت گہن پڑ گیا کہ ستارے نظر آنے لگے اور اس حالت کو دیکھ کر وہ اپنے ارادہ سے باز رہے۔ ۶۵۴ھ میں جب مسجد شریف میں آگ لگی تھی وہ منبر بھی جل گیا تھا۔ (علم الفقہ حاشیہ ص ۱۵۰ جلد ۲ بحوالہ شرح سفر السعادة)

منبر پر خطبہ دینے کا بیان

عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یخطب الٰی جذع فلما اتخذ المنبر حن الجذع حتّٰی اتاہ فالتزمہ فسکن۔ (بخاری) (معارف مدنیہ ص ۸۵ ج ۸)

ترجمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ایک تنہ پر ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ نے منبر بنوالیا تو اس تنہ سے رونے کی آواز آئی۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لا کر اس کو سینہ سے لگالیا۔ اس کے بعد وہ آواز بند ہوگئی۔

تشریحات منبر پر خطبہ دینا مسنون ہے۔ منبر نہ ہو تو زمین پر یا کسی اور چیز پر خطبہ دینا جائز ہے۔ منبر قبلہ کی دائیں جانب ہونا چاہئے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا۔ منبر شریف کے تین درجات تھے۔ آپ ﷺ اوپر کے درجہ پر بیٹھتے تھے اور دوسرے درجہ پر قدم مبارک رکھتے تھے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ادبا دوسرے درجہ پر بیٹھتے تھے۔ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تیسرے درجہ پر بیٹھتے اور قدم زمین پر رکھتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مزید نیچے اترنے کی کوئی صورت نہیں ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے وہ اوپر کے درجہ بیٹھنے لگے، اس سے اُمت کے لیے آسانی ہوگئی ورنہ نزول کا عمل جاری رہتا تو بعد والوں کے لیے بڑی دشواری ہوجاتی۔ (معارف مدنیہ ص ۸۶ جلد ۸)

آپ ﷺ کے منبر کی کیفیت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کی تین ہی سیڑھیاں تھیں، اس لیے اب بھی ایسا ہی بنانا مسنون ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیسری سیڑھی پر کھڑے ہوتے تھے، پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے زمانۂ خلافت میں آپؐ کے ادب کی وجہ سے اس کے نیچے سیڑھی پر کھڑے

Marfat.com

ہوتے تھے، پھر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ادب کی وجہ سے سب سے نیچے کی سیڑھی اختیار کی۔
لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد پھر یہی دستور ہو گیا کہ اوپر کی سیڑھی پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے، یہی اولیٰ ہے۔

اور اگر کوئی نیچے کی سیڑھی پر کھڑا ہو جائے تو بھی کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں، کیونکہ وہی خلفائے راشدینؓ کا عمل ہے۔ (عزیز الفتاویٰ دار العلوم ص ۱۷۵ جلد ۷)

منبر کی وجہ سے صف میں فصل

سوال: مسجد میں پہلی صف میں منبر حائل رہتا ہے، اس وجہ سے پہلی صف میں تقریباً دو ہاتھ بقدر منبر جگہ خالی رہتی ہے تو یہ فاصلہ باعثِ کراہت ہے یا نہیں؟ اور پوری صف ہٹا دی جائے تو بعضوں کا سجدہ اس منبر پر ہوگا۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: یہ فصلِ ضروری باعثِ کراہت نہیں ہے، اور اگر سجدہ کی جگہ نصف ذراع مقدار بلند ہو تو یہ بھی درست ہے اور ضرورت کے وقت اس سے زیادہ بلندی میں بھی حرج نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۴۴ جلد ۷ بحوالہ درمختار ص ۴۷۰ جلد اول)

منبر کا درمیانِ صف میں رکھنا

سوال: یہاں نمازیوں کی کثرت اور مسجد کی تنگی کی غرض سے اور آواز دور تک پہنچانے کی غرض سے منبر دیوارِ قبلہ سے ہٹا کر رکھا جاتا ہے، جس سے بعض صفیں خطیب کی پشت (کمر) کے پیچھے ہو جاتی ہیں کیا یہ جائز ہے؟

جواب: سنت یہ ہے کہ جمعہ کے روز محراب کے پاس ہو اور خطیب اس پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھے اور تمام مقتدیان اس کے سامنے ہوں، جیسا کہ بدائع میں ہے کہ خطیب کا چہرہ لوگوں کے سامنے ہو اور قبلہ کی طرف پشت ہو، لوگوں کو سنانے کی وجہ سے اس سنت کو چھوڑنا نہ چاہئے کہ سب کا سننا ضروری نہیں ہے۔ اور کثرتِ نمازیان کی صورت میں سب کو سنانا دشوار ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۰۰ جلد پنجم بحوالہ بدائع صنائع فصل فی الجمعہ ص ۲۶۳ جلد اول)

منبر پر خطبہ ہونا سنت ہے

خطبہ منبر پر پڑھنا سنت ہے فرض اور واجب نہیں ہے، اگر بلا کسی عذر کے خطیب نے

Marfat.com

نیچے کھڑے ہوکر خطبہ پڑھا تو اس نے خلافِ سنت کیا اور ترکِ سنت کی وجہ سے مستحقِ ملامت ہوا، لیکن خطبہ اور نماز صحیح ہوگئی۔

اور اگر کسی عذر کی وجہ سے خطبہ منبر پر نہ پڑھا اور نیچے کھڑے ہوکر پڑھا تو اس پر کچھ ملامت بھی نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص۱۲۶ ج۵ بحوالہ شامی ص۱۵۳ ج۱)

منبر پر کھڑے ہوکر خطبہ پڑھنا سنت ہے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا یہی معمول تھا۔ (احسن الفتاویٰ ص۱۴۲ جلد۴)

اذان کے وقت منبر پر بیٹھنا

سوال خطبہ کی اذان کے دوران خطیب منبر پر بیٹھتا ہے اگر خطیب اس وقت بیٹھنے کو ختم کر دے تو کیا گنہگار ہوگا؟

جواب اذان کے وقت (خطیب کا) منبر پر بیٹھنا مسنون ہے۔ ابوداؤد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب خطبتین کان یجلس اذا صعد المنبر حتٰی یفرغ انتھیٰ۔ اور سنت مؤکدہ کو چھوڑنا مکروہ تحریمی ہے۔
(فتاویٰ عبدالحی ص۲۲۴)

منبر کے درجات کی تعداد

سوال منبر کے درجے (سیڑھیاں) تین سے کم یا زیادہ کیے جائیں تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے تین درجات تھے، اس سے موافقت اولیٰ ہے، اور کمی وزیادتی بھی جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص۱۲۰ جلد۴)

منبر کے کس زینہ سے خطبہ دے؟

سوال منبر کے کس درجہ (زینہ) سے خطبہ دینا چاہئے؟

جواب اس میں شرعاً کچھ تحدید نہیں ہے، چاہے جس درجہ (سیڑھی) پر کھڑا ہوجائے جائز ہے۔ اور سنت منبر پر کھڑے ہونے کی ادا ہوجائے گی۔

پس اس سے زیادہ اس میں کچھ قید نہیں ہے، دوسرے یا تیسرے جس درجہ پر کھڑا ہو

Marfat.com

جائے درست ہے، اور اس میں کچھ سوئے ادبی کسی کی نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۱۶ جلد ۵ بحوالہ ردالمختار باب الجمعہ ص ۷۷۰ ج ۱)

کیا عورت خطبہ دے سکتی ہے؟

سوال یہاں پر جمعہ کے دن کوئی شخص خطبہ پڑھانے والا نہ تھا مجبوری کی وجہ سے عورت نے خطبہ پڑھایا اور مرد نے نمازِ جمعہ پڑھائی، کیا حکم ہے؟

جواب عورت کا خطبہ صحیح نہیں ہوا، اور خطبہ شرائط صحتِ جمعہ میں سے ہے تو جمعہ بھی صحیح نہیں ہوا۔ ان سب لوگوں کو ظہر کی نماز کی قضاء پڑھنی چاہیے۔

اگر کوئی خطبہ پڑھنے والا نہ تھا تو جس نے نماز پڑھائی ہے وہی کچھ ذکر اللہ یا کچھ قرآن پڑھ دیتا یا صرف سبحان اللہ، الحمد للہ اللہ اکبر ہی کہہ لیتا تو فرض ادا ہو جاتا، جس سے فرض نماز ادا ہو جاتی۔ (امداد الفتاویٰ ص ۷۰۹ ج ۱)

کیا خطیب سنت پڑھنے والوں کا انتظار کرے؟

خطیب کو انتظار کرنا سنت پڑھنے والوں کی فراغت کا، لازم نہیں ہے، جس وقت کہ مقررہ وقت ہو جائے تو خطیب خطبہ کے لیے کھڑا ہو سکتا ہے، اس پر کچھ مؤاخذہ اور گناہ نہیں ہے کیونکہ خطیب متبوع ہوتا ہے تابع نہیں۔ مقتدیوں کو تو یہ حکم ہے کہ جس وقت خطیب خطبہ کے لیے منبر پر جائے نوافل وسنن نہ پڑھیں، لیکن خطیب کو یہ حکم نہیں ہے کہ وہ فراغت کا انتظار کرے، اور اگر دو چار منٹ وہ انتظار کر لے تو اس میں کچھ حرج بھی نہیں ہے، لیکن انتظار نہ کرنے سے گنہگار نہ ہوگا۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۷۶ ج ۵ بحوالہ ردالمختار باب الجمعہ ص ۷۶۵ جلد اول)

بیٹھ کر خطبہ دینا

قیام خطبہ کا سنتِ مؤکدہ ہے، اور اگر واجب بھی ہوتا تب بھی عذر میں ساقط ہو جاتا ہے جیسا کہ قیام الصلوٰۃ (یعنی نماز میں کھڑے ہونا) اور عیدین کا خطبہ مثل خطبہ جمعہ کے احکام میں ہے، پس عذر میں خطبہ جمعہ اور عیدین بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۶۳۱ ج ۱)

خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیے، کسی وقت اگر عذر سے بیٹھ کر پڑھا جائے تو درست

Marfat.com

ہے مگر اس پر مداومت (دائمی طور پر ترکِ سنت) کی اجازت نہ ہوگی۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۷ جلد پنجم)

درمیان میں کھڑے ہو کر خطبہ دینا

سوال امام صاحب نے منبر کے بجائے باہر کے درجہ میں خطبہ جمعۃ الوداع پڑھا اور عذر یہ کیا کہ تاکہ سب لوگ سن سکیں۔ یہ کہاں تک جائز ہے؟

جواب عالمگیری ص ۹۴ جلد اول پر اس کی تصریح ہے کہ تمام قوم کا خطیب کے سامنے ہونا سنت ہے، پس بعض کا پشت پر ہونا بدعت ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا اتفاقاً نہیں کیا گیا بلکہ اس کو سنتِ استقبال پر ترجیح دی گئی، اور اس کے مقابلہ میں مستحسن سمجھا گیا۔ خطیب پر واجب ہے کہ اس بدعت کے چھوڑنے کے ساتھ ساتھ اپنی غلطی کا اعلان بھی کرے تاکہ آئندہ اس کا بالکلیہ انسداد ہو جائے۔

(امداد الفتاویٰ ص ۱۰۷ ج ۱)

نمازِ فجر پڑھے بغیر خطبہ دینا

سوال اگر کسی نے نمازِ فجر پڑھے بغیر خطبہ دیا تو درست ہے یا نہیں؟

جواب درست ہو جائے گا لیکن نمازِ جمعہ نہ پڑھائے، اگر صاحبِ ترتیب ہو تو دوسرے سے نمازِ جمعہ پڑھوائے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۶۳۲ جلد اول)

خطبہ سے قبل یہ کلمات کہنا

سوال خطبہ کے وقت اذان سے پہلے "استووا رحمکم اللہ" کہنا کیسا ہے؟

جواب وقتِ خطبہ جو اذان خطیب کے سامنے ہوا سکے شروع میں اس لفظ کے کہنے کی ضرورت نہیں، البتہ اگر امام تکبیر تحریمہ کے وقت ایسا کہے تو مضائقہ نہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۷۸ جلد ۵)

خطبہ میں عصا لینا

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لاٹھی پر سہارا دے کر خطبہ پڑھا تو سنت ہو گیا کسی چیز کے سنت ہونے کے لیے مواظبت شرط نہیں۔ اور جس سنت پر ہمیشگی ہو وہ سنتِ مؤکدہ ہو جاتی ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۷۸ جلد ۵)

حدیث سے سہارا لگانا عصا یا قوس پر ثابت ہے، اور قہستانی نے محیط سے نقل کیا ہے کہ

عصا کا لینا سنت ہے۔ پس شاید تطبیق کی یہ صورت ہو کہ ضرورت ہو تو عصاء (لاٹھی بید وغیرہ) ہاتھ میں رکھ لے تو کچھ حرج نہیں ہے اور اگر ضرورت نہ ہو تو نہ لیوے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۶۶ جلد ۵۔ بحوالہ ردالمحتار باب الجمعہ ص ۲۷۷ جلد ۱)

عصاء ہاتھ میں لے کر خطبہ پڑھنا ثابت تو ہے لیکن بغیر عصاء کے خطبہ پڑھنا اس سے زیادہ ثابت ہے، پس حکم یہ ہے کہ عصاء ہاتھ میں لینا بھی جائز ہے اور نہ لینا بہتر ہے، اور حنفیہؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے، پس اس کو ضروری سمجھنا اور نہ لینے والے کو طعن و تشنیع کرنا درست نہیں، اسی طرح لینے والے کو بھی ملامت کرنا درست نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۱۴ ج ۳)

عصاء کس ہاتھ میں پکڑے؟

دونوں صورتیں جائز ہیں۔ جس کو جو صورت موافق ہو، اُس پر عمل کرے۔ اگر خطبہ ہاتھ میں نہ ہو تو عصاء سیدھے ہاتھ میں پکڑنا اولیٰ ہے، اور اگر خطبہ ہو تو عصاء کو سیدھے ہاتھ میں نہ لے، اور عصاء کو بائیں ہاتھ میں لینا (اس وقت) اولیٰ ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۸ ج ۳ بحوالہ مراقی الفلاح ص ۲۹۸ ج ۲)

بغیر خطبہ کے نمازِ جمعہ

سوال: اگر کسی مسجد میں خطبہ کی کتاب موجود نہ ہو اور نہ زبانی یاد ہو تو بغیر خطبہ نمازِ جمعہ پڑھی جائے یا نمازِ ظہر؟

جواب: خطبہ جو فرض ہے وہ ایک دفعہ سبحان اللہ یا الحمد للہ یا اللہ اکبر کہنے سے بھی خطبہ ادا ہو جاتا ہے، صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک بقدر تین آیت یا بقدر تشہد سے خطبہ ادا ہو جاتا ہے، پس اگر خطبہ معروفہ یاد نہ ہو تو قدرِ مذکورہ پر اکتفاء کر کے جمعہ کی نماز ادا کی جائے اور جس جگہ واجب ہے (جمعہ) یعنی شہر اور قصبہ اور قریہ کبیرہ میں جمعہ چھوڑا نہ جائے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۸۲ جلد ۵ بحوالہ غنیۃ المستملی ص ۵۱۵ و ص ۵۰۸)

خطبہ کی جگہ قرآن پڑھنا

سوال: اگر بجائے خطبہ کے کوئی قرآن شریف کا رکوع پڑھ دیا جائے تو جمعہ درست ہے یا نہیں؟

جواب: خطبہ کے لیے کافی ہے کہ ایک دفعہ الحمد للہ پڑھنا یا لا الہ الا اللہ پڑھنا یا سبحان

Marfat.com

اللہ پڑھنا۔ درمختار باب الجمعہ ص ۵۸۷ جلد ۲ میں ہے کہ کافی ہے خطبہ کے لیے تحمید یا تسبیح وغیرہ۔
پس اس سے معلوم ہوا کہ قرآن شریف کا رکوع پڑھنے سے خطبہ فرض ادا ہو جاتا ہے لیکن اس پر اکتفاء کرنا خلافِ سنت ہے۔ سنت یہ ہے کہ دو خطبے پڑھے جائیں۔

(فتاویٰ دار العلوم صفحہ ۳۵ جلد ۵)

کیا خطیب لوگوں کو بٹھا سکتا ہے؟

سوال خطیب کا خطبہ شروع کرنے سے پہلے منبر پر سے لوگوں کو یہ کہنا کہ پہلی صف میں آ جایئے جائز ہے یا نہیں؟

جواب اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۱۶ ج ۵۔ بحوالہ ردالمختار باب الجمعہ ص ۷۶۸ جلد اول)

خطبہ کے شروع میں بسم اللہ کا حکم

خطبہ سے پہلے جہراً (بلند آواز سے) اعوذ باللہ اور بسم اللہ نہ پڑھے۔ یہ منقول اور معمول نہیں ہے۔ (درمختار باب الجمعہ ص ۷۵۹ جلد او) میں ہے کہ سرّاً (یعنی آہستہ) پڑھ سکتا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۲۶ ج ۵)

کسی خطبہ سے پہلے بسم اللہ زور سے نہ پڑھے بلکہ آہستہ پڑھے۔ حنفیہؒ کے نزدیک یہی سنت ہے۔ اور جہر کرنا خلاف سنت ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۱۲ ج ۵)

شروع خطبہ میں دو مرتبہ الحمد للہ کہنا

خطبہ میں الحمد للہ دو مرتبہ پڑھا جاتا ہے، اسمیں کوئی مضائقہ نہیں ہے جبکہ اسکو ضروری نہ سمجھا جائے، بزرگانِ دین کا یہ طریقہ رہا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۸۰ ج ۵)

خطبہ میں جہر کرنا

خطبہ میں اس قدر جہر (بلند آواز سے پڑھنا) شرط ہے کہ پاس بیٹھنے والا شخص سن سکے۔

(احسن الفتاویٰ ص ۱۳ جلد چہارم)

ہر جمعہ کو نیا خطبہ ضروری نہیں ہے

خطبہ عربی میں پڑھا جاتا ہے، حاضرین عموماً عربی سے ناواقف ہوتے ہیں، سمجھ نہیں پاتے، اس لیے بھی ہر جمعہ کو نیا خطبہ پڑھنا کیا مفید ہوگا؟

امام صاحب کو پانچ چھ خطبے اگر یاد ہوں تو کافی ہے، نماز میں کسی قسم کی کراہت نہیں آتی۔ اگر نیا خطبہ سننے کا شوق ہو تو عربی زبان سیکھیں اور اچھے عالم، حافظ، قاری کو رکھا جائے۔

لوگ مسجد کی عمارت پر تو ہزاروں، لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں، گر امام اور مؤذن پر خرچ کرنے میں ہاتھ تنگ کر لیتے ہیں، یہ بات مناسب نہیں کیونکہ عمدہ عمدہ عمارت مقصود نہیں ہے، البتہ قابل امام اور مؤذن مطلوبِ شرعی ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص۹۰ ج۵)

ہر ماہ الگ الگ خطبہ کی ضرورت نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص۱۳۹ ج۵)

خطبہ میں افراد کی تعداد

جمعہ کے خطبہ کے لیے امام کے علاوہ کم از کم تین مردوں کا ہونا ضروری ہے جن سے جماعت قائم ہو سکے۔ (احسن الفتاویٰ ص۱۲۳ ج۴)

خطیب کو لقمہ دینا

چونکہ خطبہ میں کوئی متعین مضمون پڑھنا ضروری نہیں، اگر ایک مضمون میں خطیب رُک گیا چل نہ سکا تو اور کچھ پڑھ سکتا ہے، لہٰذا لقمہ دینے کی ضرورت نہیں اور خطبہ کی حالت میں ہر قسم کا تکلم (بولنا) ناجائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص۱۴۱ ج۴)

خطبہ کی غلطی کا حکم

جمعہ میں خطبہ فرض ہے اور خطبہ کی غلطی ہو جانے سے نماز میں کچھ خلل نہیں آتا ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم ص۱۰۴ ج۵ بحوالہ ردالمختار باب الجمعہ ص۷۵۷ ج۱)

اگر خطبہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر نہ آئے؟

ذکرِ خلفاء راشدین و آلِ اطہار رضی اللہ عنہم خطبہ میں مستحب ہے، اس کے ترک سے

خطبہ تو ادا ہو جاتا ہے لیکن مستحب کو چھوڑنا لازم آتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ذکر خلفائے راشدین و آلِ اطہار بھی کرے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۵۳ ج ۵ بحوالہ ردالمختار باب الجمعہ ص ۷۵۹ ج ۱)

خطبہ کے وقت قیامِ تعظیمی

سوال: اگر خطبہ پڑھتے وقت حاکمِ وقت آجائے، اس کے لیے تعظیمی قیام کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: کسی کے لیے قیامِ تعظیمی کرنا، اس میں بھی چونکہ خطبہ سننے میں خلل آتا ہے ناجائز ہے۔

(عزیز الفتاویٰ دارالعلوم ص ۷۹ ج ۱)

مقامی زبان میں خطبہ احتیاط کے خلاف ہے

خطبہ چونکہ سوائے عربی زبان کے اور کسی زبان میں سلفؒ سے ثابت نہیں، اس لیے غیر زبانِ عربی کو اس میں محققین نے مکروہ اور بدعت کہا ہے۔

اور عیدالفطر و عیدالاضحیٰ میں چونکہ احکامِ عیدین بتلانے مقصود ہوتے ہیں تو وہ خطبہ سے خارج سمجھے جاتے ہیں گویا خطبہ عربی علیحدہ ہوگیا اور یہ احکام خطبہ سے علیحدہ بتلائے جاتے ہیں اور جمعہ کے خطبہ کے اندر نماز کی بھی حیثیت ملحوظ ہوتی ہے اور نماز میں ترجمہ قرآن شریف کا صحیح اور معتبر مذہب اور راجح قول کے مطابق درست نہیں ہے اور قولِ ضعیف کمزور و مرجوح کا اعتبار نہیں ہے۔

بہر حال احتیاط اس میں ہے کہ ایسے مختلف فیہ مسائل میں احتیاط کی جائے، اور غیر عربی کو ترک کیا جائے۔ باقی جو کوئی جیسا کرے اس کی رائے ہے، دوسروں پر حجت نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۵۲ جلد ۵ بحوالہ عمدۃ الرعایہ ص ۲۴۲ جلد اول)

قرآن مجید اور خطبہ کا دونوں کا اصلی مقصد ایک ہی ہے، چنانچہ خطبہ کو قرآن مجید میں ذکر اللہ فرمایا ہے، یہی لفظِ ذکر، قرآن کے لیے انّا نحن نزلنا الذکر الخ۔ بلکہ قرآن شریف کے لیے ذکریٰ بمعنی تذکیر بھی ہے۔ ان ھو اِلّا ذکریٰ للعٰلمین ٥ پس اگر لفظِ ذکر اس پر دال ہے کہ اس سے لوگوں کو ان کی زبان میں نصیحت کی جائے، تو چاہیے کہ قرآن شریف کی جگہ بھی یا اس کے ساتھ نماز میں حاضرین کی زبان میں ترجمہ پڑھا جائے بلکہ لفظ ذکریٰ اس پر زیادہ دلالت کرتا ہے۔

اور اگر قرآن شریف سے تفہیم ناس (لوگوں کو سمجھانا) کو خارج نماز کے ساتھ مخصوص کیا

Marfat.com

جائے اور نماز میں محض تلاوت کا حکم کیا جائے تو خطبہ سے تفہیم ناس کو بھی خارج ہیئت خطبہ کہا جائے (یعنی خطبہ کو بھی تلاوت کی طرح کیا جائے)۔

اور پھر لوگوں کے سمجھانے کو حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہم سے زیادہ جانتے تھے اور روم و فارس اس وقت فتح ہو چکا تھا اور حضراتِ صحابہؓ میں ان کی زبانوں کے جاننے والے بھی موجود تھے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس وقت نہیں کیا گیا؟ پھر اگر خطبہ سننے والوں میں آٹھ دس زبانوں والے ہوں تو کیا خطیب کے لیے یہ شرط ہوگی کہ وہ سب زبانوں کا ماہر ہو؟ اگر نہیں تو پھر دوسری زبان والوں کی کیا رعایت ہوئی؟ (امداد الفتاویٰ ص ۶۵۷ ج ۱)

احکامِ شریعت کا دار و مدار

1) نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد۔ یہ امر تو سب کے نزدیک مسلمہ ہے کہ احکامِ شریعت کا دار و مدار کتاب اللہ و سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع امت، پھر عمل صحابہؓ و تابعین اور قیاس صحیح پر ہے، کسی رواج پر نہیں خواہ وہ کتنا ہی قدیم ہو، پس خطبہ کے معاملہ میں بھی رواج سے کوئی حکم ثابت نہ ہوگا۔ جب تک وہ اُصولِ شریعت سے مؤید نہ ہو۔ خطبہ کے بارے میں قرآن کریم نے فاسعوا الٰی ذکر اللہ الآیہ سے اشارہ فرمایا ہے۔ پس جبکہ قرآنِ کریم نے خطبہ کو لفظِ ذکر سے تعبیر فرمایا تو ثابت ہوا کہ خطبہ کی حقیقت صرف ذکر اللہ ہے وعظ و تذکیر نہیں ہے۔ لہٰذا نفس اداء خطبہ یا ذکر اللہ میں سامعین کی تفہیم یا عدم تفہیم (یعنی سننے والوں کا سمجھنا یا نہ سمجھنا) کا کوئی دخل نہیں ہے۔ حنفی المذہب اہلِ سنت والجماعت کی تحقیق میں خطبہ کی حقیقت صرف ذکر اللہ ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں جیسا کہ تمام کتبِ احناف میں اس کی تصریح موجود ہے پس خطبہ کو وعظ قرار دے کر حاضرین کی زبان میں پڑھنے پر اصرار کرنا بالکل بے بنیاد اور فقہاء سلف صالحینؒ کی تحقیقات کے خلاف ہے۔

قرآنِ کریم کے بعد حجتِ شرعیہ سنت اور اُسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور خطبہ کے بارے میں آپؐ کی سنت مواظبہ (ہمیشگی) یہ ہے کہ آپؐ نے ہمیشہ عربی زبان میں خطبہ دیا کبھی بھی کسی دوسری زبان میں نہ خود خطبہ دیا نہ کسی سے دلوایا، نہ ترجمہ کرایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنت کا اتباع خصوصاً عبادات میں ضروری ہے۔ لہٰذا

Marfat.com

دوسری دلیل سے بھی خطبہ خالص عربی ہی میں ہونا چاہئے۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے بعد طریقۂ صحابہؓ وسنت خلفاءؓ راشدین واجماعِ صحابہؓ وتابعینؒ سے بھی یہ ہی ثابت ہے کہ ان حضرات نے ہمیشہ خطبہ خالص عربی میں دیا ہے کبھی کسی عجمی زبان میں خطبہ نہیں دیا، جبکہ دوسرے ممالک فتح ہو چکے تھے اور صحابہؓ میں عجمی زبان سے واقف حضرات بھی موجود تھے۔ پس ان سب حضرات کے طرزِ عمل سے بھی یہی ثابت ہوا کہ خطبہ خالص عربی میں ہونا چاہئے۔

(۳) اور جب خلفاء راشدین کے زمانہ میں ہمیشہ عربی میں ہوتا رہا، باوجود ضرورت تبلیغ واحکام، عجمی زبان اختیار نہ کی گئی اور کسی صحابیؓ نے ان کے طرزِ عمل پر اعتراض بھی نہیں کیا۔ تو اب اجماعِ امت (یعنی اجماعِ صحابہؓ) سے بھی ثابت ہوا کہ خطبہ کی زبان عربی ہونی چاہئے۔

(۴) یہ تو سب کو تسلیم ہے کہ سنت مؤکدہ چھوڑنے سے کراہت تحریمی پیدا ہو جاتی ہے اور سنتِ مؤکدہ کی تعریف یہ ہے کہ "جس کام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو، لیکن اتفاقاً کبھی چھوڑ بھی دیا ہو، ایسا کام سنتِ مؤکدہ ہے"۔

اب ظاہر ہے کہ آپؐ نے عربی پر مواظبت (پابندی) کی ہے اور مواظبت بھی ایسی کہ اتفاقاً بھی کبھی نہیں چھوڑا۔ پس خطبہ کا خالص عربی ہونا سنت مؤکدہ ہوا، جسکے چھوڑنے سے کراہت تحریمی پیدا ہوگی لہٰذا غیر عربی میں خطبہ جائز نہ ہوگا، پھر کسی مکروہ تحریمی کام پر اصرار کرنا اور بار بار اس کا ارتکاب کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔ لہٰذا اردو نثر یا نظم میں خطبہ پڑھنے کا رواج ہو گیا ہے، اس غلط رواج کو بند کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ عالیہ متبرکہ کو جاری کرنا نہایت ضروری اور اسمیں کوشش کرنا بڑا ثواب ہے۔

(۵) کتاب وسنت کے بعد فقہاء سلف کی تصریحات بھی اس پر دلالت کرتی ہیں کہ خطبہ خالص عربی میں ہونا چاہئے۔ (خطباتِ جمعہ وعیدین از ص ۳۲ تا ص ۳۶ مفتی ابوالناصر عبیدیؒ مظاہری)

خطبہ کا اصلی مقصد

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب مخاطب سمجھتے نہیں تو پھر خطبہ عربی میں پڑھنے سے کیا فائدہ؟ اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ خطبۂ جمعہ کا مقصود اصلی وعظ وتذکیر نہیں بلکہ ذکر اللہ اور ایک عبادت ہے۔

اور ایک جماعت فقہاء کی اسی وجہ سے اس کو دو رکعتوں کا قائم مقام کہتی ہے تو اب یہ سوال سرے سے منقطع ہو گیا کہ جب مخاطب عربی عبارت کو سمجھتے نہیں تو عربی میں خطبہ پڑھنے سے کیا فائدہ؟

کیونکہ اگر یہ سوال خطبہ پر عائد ہوگا تو پھر صرف خطبہ پر نہ رہے گا بلکہ نماز اور قرأت قرآن اور اذان واقامت اور تکبیراتِ نماز وغیرہ سب پر یہی سوال عائد ہو جائے گا۔ بلکہ قرأت قرآن پر بہ نسبت خطبہ کے زیادہ چسپاں ہوتا ہے کیونکہ قرآن مجید کی غرض وغایت تو اول سے آخر تک ہدایت ہے اور وہ تبلیغ احکامِ الٰہیہ ہی کے لیے نازل ہوا ہے اور پھر اذان واقامت اور تکبیرات جن کا مقصد محض لوگوں کو جمع کرنا یا کسی خاص عمل کا اعلان کرنا ہے، یہاں بھی یہ سوال خطبہ کی نسبت زیادہ وضاحت کے ساتھ عائد ہوگا کہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ" کو کون جانتا ہے۔ "نماز کو چلو" کی آواز دینی چاہیے یا کم از کم ترجمہ کر دینا چاہیے۔ اور اگر یہ شبہ کیا جائے کہ اذان کے تو کلمات مقرر ہیں، ایک اصطلاح سی ہو گئی ہے باوجود معانی نہ سمجھنے کے بھی مقصد اعلان حاصل ہے تو صحیح نہیں کیونکہ نفس اعلان اور اصطلاح کے لیے تو چند کلماتِ مکبّر وشہادتین بھی کافی تھے اُن سے اعلان کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے تو پھر سرے سے باقی الفاظ کا کہنا ہی فضول ہوگا، لیکن غالباً کوئی سمجھ دار مسلمان اس کو تجویز نہ کرے گا کہ نماز قرأت وتکبیرات کے ساتھ اور اسی طرح تمام شعائر اسلامیہ اذان اور اقامت وغیرہ کو اُردو یا دوسری ملکی زبانوں میں پڑھا جایا کرے۔

بلکہ سب جانتے ہیں کہ قرآن شریف کی اصلی غرض اگرچہ تبلیغ احکام ہی ہے لیکن نماز میں اس کے پڑھنے کی غرض اصلی یہ نہیں ہے بلکہ وہاں صرف ادائیگی عبادت اور ذکر اللہ مقصود ہے اور نماز میں اسی حیثیت سے قرآن کی قرأت جاتی ہے۔ تبلیغ اور وعظ مقصود نہیں ہوتا اور اگر حاصل ہو جائے تو وہ ضمناً ہے۔

ٹھیک اسی طرح خطبہ جمعہ کو سمجھنا چاہیے کہ اس کا مقصدِ اصلی ذکر عبادت ہے اور وعظ ونصیحت جو خطبہ میں ہے تبعاً ہی حاصل ہو جائے تو بہتر ہے ورنہ کوئی حرج نہیں قرآن کی قرأت اور تکبیرات واذان وغیرہ کی طرح خطبہ جمعہ کو بھی خالص عربی میں پڑھنا چاہیے۔

دوسری زبان میں پڑھنا یا عربی میں پڑھ کر ترجمہ کرنا خلافِ سنت بلکہ بدعت وناجائز ہے اور صاحبینؒ کے قول پر نمازِ جمعہ ہی ادا نہیں ہوگی۔

(خطباتِ جمعہ وعیدین بزبانِ عربی ص ۶۹ فتویٰ مولانا محمد شفیعؒ مفتی اعظم پاکستان)

Marfat.com

خطبہ قرأت کی طرح ہے

یہ خطبہ کی حقیقت کا بیان ہے لیکن اس کی وجہ سے مخاطبین کی زبان کا اختیار کرنا لازم نہیں ہے۔

بھلا بتلایئے تو سہی کہ جب حاضرین جمعہ مختلف زبانیں بولنے والے ہوں تو اس وقت بے چارہ خطیب کیا سبیل اختیار کرے گا؟

اسکے علاوہ قرآنِ پاک کے متعلق ارشادِ ربانی ہے کہ وانه لتذکرة للمتقین (اور بلاشبہ قرآن متقیوں کے لیے نصیحت ہے) اور ان فی ذٰلك لذکریٰ وغیرہ وغیرہ بے شمار آیات ہیں تو کیا پھر جب قرآن وعظ و نصیحت ہے اس لیے نماز میں عجمی مقامی غیر عربی) زبانوں میں قرأت کرنے کی اجازت دے دی جائے گی؟

مسئلہ کی (حقیقی) وجہ یہ ہے کہ خطبہ قرأت کی طرح تعبدی حکم ہے، لہٰذا اس میں نقل کی اتباع لازم ہے ورنہ صحابہؓ سے، جب انہوں نے فارس فتح کیا اور وہاں جمعہ قائم کیا اس وقت وہاں فارسی زبان میں خطبہ دینا ثابت ہوتا۔ لیکن کسی صحابیؓ سے یہ منقول نہیں ہے۔ پس اس وقت معاملہ ہر ماہر کے لیے ظاہر ہے۔ (امداد الفتاویٰ جدید ص ۶۵۶ ج ۱)

اگر خطبہ مقامی زبان میں ہونے لگے تو گرمیٔ محفل کے سوا کچھ نہ ہوگا

سوال سامعین عموماً چونکہ عربی زبان نہیں سمجھتے، اس لیے خطبہ جمعہ اردو میں پڑھنا چاہیے اور نثر کی بہ نسبت نظم زیادہ مؤثر ہوتی ہے اس لیے نظم زیادہ مناسب ہے۔ شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب جمعہ کا خطبہ نماز کی شرطوں میں سے ایک شرط ہے۔ اس کے خاص خاص احکامات، خاص خاص لوازمات اور مخصوص شرطیں ہیں، وہ عام وعظوں اور تقریروں کی طرح سے نہیں کہ ہر زبان میں جس طرح سے چاہے کہہ دیا جائے۔ اس کی خصوصیت کے متعلق شریعت کے قطعی اعلانات موجود ہیں۔ حضرات فقہاء کا فیصلہ ہے کہ جو افعال و حرکات نماز کی حالت میں ممنوع ہیں خطبہ میں بھی حرام ہیں۔ سامعین خطبہ کے لیے اس وقت کھانا، پینا، بولنا، یہاں تک کہ سلام کا جواب دینا اور ذکر و تسبیح پڑھنا بھی جائز نہیں۔ اس طرح کی قیودات بتا رہی ہیں کہ خطبہ کی مجلس صرف وعظ و تذکیر نہیں بلکہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے نماز کی طرح ہے۔

Marfat.com

پس یہ نہیں ہوسکتا کہ نماز کی شرطیں کسی محدث طریقے سے غیر عربی زبان سے ادا کی جائے۔ حجاز کے مخاطب عربی تھے اس لیئے خطبہ ہی سے وعظ اور تذکیر کا بھی کام لیا جاتا تھا، لیکن اگر غیر عرب عربی نہیں سمجھ سکتے تو ان کی خاطر خطبہ کی شرعی زبان نہیں چھوڑی جاسکتی۔ وعظ ونصیحت اور تفہیم خطبہ کے سوائے دوسرے ممالک) میں آنا ہوا مگر کسی ایک واقعہ سے بھی یہ ثابت نہیں کہ ان ممالک والوں کی خاطر جمعہ کے خطبہ کی زبان بدلی گئی ہو۔

اسی خصوصیت کے سلسلہ میں خطبہ کا اختصار بھی ہے، یعنی مختصر ہونا مختلف احادیث میں صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ جہاں تک بھی ہو خطبہ کو مختصر کرنا چاہیئے، اگر موجودہ وسعتِ نظم ونثر کو قبول کرلیا جائے تو اس شرط صلوٰۃ کی حقیقت ایک دو گھنٹہ کی گرمی محفل کے سوا کچھ نہ رہے گی، لہٰذا جمعہ کا خطبہ خالص عربی زبان میں اور مختصر وجامع الفاظ میں ہونا چاہیئے۔ اُردو یا کسی اور دوسری زبان میں اگر کچھ کہنا ہو تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد کہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۲۹ جلد ۵ بحوالہ مسوی مصفی ص ۱۵۴، جلد ۱)

(مطلب یہ ہے کہ خلافِ سنت ہونے کے علاوہ اگر خطبہ کو مقامی زبان میں پڑھنے کی اجازت دے دی جائے تو عام مساجد میں جمعہ کے دن غیر متعین خطبہ کا سب سے بڑا یہ نقصان ہوگا کہ خطیب کسی خاص تقریر کا پابند ہوگا نہیں تو خطبہ میں سیاسی وغیر سیاسی اور آپس کے اختلاف کا بھی ذکر کرے گا، کسی ایک کی جماعت کی طرف مائل ہونا ہی مجلس میں (خطبہ کے وقت) گرما گرمی ہوکر جنگ وجدال شروع ہوگا اور خطیب صاحب جمعہ کی نماز کا انتظار ہی کرتے رہ جائیں گے، اور نمازِ جمعہ کی جو حکمتیں (آپس میں اتحاد وغیرہ) مذکور ہوئی ہیں ان کا مقصد بھی فوت ہوجائے گا۔
احقر محمد رفعت قاسمی عفا اللہ عنہ)

خطبۂ جمعہ سے قبل وعظ

حامداً ومصلیاً۔ موضوعاتِ کبیر صفحہ ۲۰ کی روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کے بار بار درخواست کرنے پر جمعہ کی نماز سے پہلے وعظ کی اجازت دے دی تھی اور وہ وعظ فرمایا کرتے تھے اور خطیب کی آمد پر وعظ ختم کردیا کرتے تھے۔

اگر جمعہ کی نماز کے بعد مجمع ٹھہر جایا کرے تو اس وقت وعظ کہدیا جایا کرے ورنہ جمعہ سے قبل وعظ کہہ دیا جائے اور سامعین آکر شریکِ وعظ ہوتے رہیں اور خطبہ سے دس منٹ پہلے

Marfat.com

وعظ ختم کر دیا جائے اور سب لوگ سنتیں پڑھ لیا کریں۔ اس صورت میں سنتوں میں بھی خلل نہیں آئے گا اور وعظ بھی ہو جایا کرے گا۔ یا سنتیں مکان پر پڑھ کر آئیں تو زیادہ بہتر ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۳۱۸ جلد۲)

اذانِ اوّل ہو جانے اور سنتیں ادا کرنے کے لیے وقت چھوڑ کر خطبہ کی اذان سے پہلے اگر کچھ ضروری باتیں مسلمانوں کو مقامی زبان میں سنادی جائیں تو مضائقہ نہیں۔ لوگوں کو خیال رکھنا چاہئے کہ سنتیں پڑھ کر فارغ ہو جایا کریں یا علیحدہ جگہ میں سنتیں ادا کر لیا کریں۔

(کفایت المفتی ص ۲۲۴ جلد۳)

خطبہ سے پہلے بیان کرنا بدون حرج کے جائز ہے مگر اس کو لازم قرار نہ دیا جائے کبھی کبھی ترک بھی کر دینا چاہئے، تا کہ لوگ ضروری نہ سمجھنے لگیں۔ بیان مختصر ہو۔ اور ایسے وقت ختم کر دیا جائے کہ خطبہ کی اذان سے پہلے چار سنتیں پڑھی جا سکیں۔ پھر جمعہ کا خطبہ بھی مختصر ہونا چاہئے تا کہ لوگ اُکتا نہ جائیں اور سنت بھی یہی ہے کہ خطبہ مختصر ہو۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۶۶ جلد۱)

(یعنی مقامی زبان میں بیان یا تقریر کی اجازت تو ہے لیکن پابندی نہ کی جائے تا کہ عوام اس کو ضروری یا خطبہ کی طرح لازم نہ سمجھنے لگیں اور تین خطبے نہ خیال کریں کیونکہ بعض جگہ اس بیان و تقریر کو بھی خطبہ ہی بولتے ہیں۔ لہٰذا سمجھا بھی دیا جائے کہ یہ اصل خطبہ نہیں ہے۔ محمد رفعت قاسمی عفا اللہ عنہ)

وعظ کے لیے دو باتیں ضروری ہیں

اس کے متعلق کئی مرتبہ لکھ چکا ہوں کہ اگر خطیب مقامی زبان میں خطبہ کی اذان سے پہلے لوگوں کو وقتی ضروریاتِ اسلامیہ سنا دیا کرے۔ پھر خطبہ کی اذان کہلوا کر عربی زبان میں خطبہ بقدر ادائیگی فرضیت خطبہ پڑھ دیا کرے تو مضائقہ نہیں، تا کہ ضرورتِ تذکیر بھی پوری ہو جائے اور خطبہ کی ہیئت مسنونہ متوارثہ بھی پوری طرح محفوظ رہے۔ بقدرِ ضرورت عربی خطبہ میں زیادہ سے زیادہ پانچ چھ منٹ (دونوں کے لیے) کافی ہونگے۔

مگر خطبہ کی اذان سے پہلے مقامی زبان میں تذکیر (وعظ) کے لیے دو باتیں لازم ہیں۔

اوّل لوگ اس وقت اس مقام پر سنتیں نہ پڑھتے ہوں بلکہ کوئی علیحدہ جگہ سنتیں پڑھنے کے لیے ہو۔

دوسرے یہ کہ لوگ اس تقریر کو رغبت سے سنتیں کیونکہ یہ محض ایک متطوعانہ فعل ہے۔ یہ فرضِ خطبہ نہیں ہے کہ کوئی راضی ہو یا نہ ہو وہ پڑھا جائے گا۔

نیز اس تقریر میں صرف وہی باتیں بیان کی جائیں جن کا مذہبی لحاظ سے بیان کرنا ضروری ہو، تقریر میں طعن و تشنیع وغیرہ ہرگز نہ ہونی چاہئے کہ اس سے آپس میں اختلاف اور بغض وعناد پیدا ہوگا۔ (کفایت المفتی ص ۲۳۰ جلد ۳)

خطبہ اور صحابہؓ کا عمل

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ایران، روم، حبش وغیرہ ممالک میں وہاں کی زبان جاننے کے باوجود خطبہ عربی میں پڑھتے رہے، وہ اسلام کا ابتدائی زمانہ تھا، کثرت سے نَومسلم تھے اور وہ لوگ دَورِ حاضر کے لوگوں کی بہ نسبت تعلیم وتبلیغ کے زیادہ حاجتمند تھے، کیونکہ اس زمانہ میں نہ اخبارات ورسائل تھے، نہ مطابع اور چھاپے خانے تھے، نشر واشاعت کا طریقہ وعظ اور خطبہ ہی تھا اس کے باوجود سامعین کی زبان میں ایک بار بھی خطبہ نہیں پڑھا گیا جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خطبہ خالص عربی زبان میں ہونا ضروری ہے کیونکہ مشرق سے مغرب تک سب مسلمان ہمیشہ عربی میں خطبہ پڑھتے رہے جبکہ سننے والے عجمی یعنی غیر عرب تھے جو زبانِ عربی نہیں جانتے تھے۔ (مُصَفّٰی مؤطا ص ۱۵۴ ج اول)

خطبہ وعظ وتقریر کی طرح نہیں ہے

اُردو میں خطبہ کا سوال عموماً اس لیے پیدا ہوتا ہے کہ خطبہ کو وعظ اور تقریر سمجھ لیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ نہیں ہے، اگر خطبہ محض وعظ اور تقریر ہوتا تو اس کے لیے وہ شرطیں نہ ہوتیں جو حضراتِ فقہاء نے تحریر فرمائی ہیں مثلاً:

① خطبۂ جمعہ، جمعہ کے وقت میں یعنی زوال کے بعد ہونا ضروری ہے، اگر زوال سے پہلے خطبہ پڑھ لیا گیا تو وہ غیر معتبر ہوگا اس کا اعادہ ضروری ہوگا۔ اگر خطبہ صرف وعظ ونصیحت ہوتا تو زوال سے پہلے بلکہ خاص زوال کے وقت بھی جائز ہوتا، اس کے لوٹانے کا حکم نہ دیا جاتا۔

② خطبہ نماز سے پہلے پڑھنا شرط ہے، اگر جمعہ کی نماز کے بعد خطبہ پڑھا گیا تو جمعہ کی نماز

Marfat.com

ادا نہ ہوگی، دوبارہ خطبہ کے ساتھ پڑھنی ضروری ہوگی۔ اگر خطبہ کا مقصد صرف وعظ ہوتا تو وہ نماز کے بعد پڑھنے سے پورا ہو سکتا تھا۔

(۳) خطبہ کے وقت مردوں کا ہونا ضروری ہے اگر فقط عورتوں کے سامنے خطبہ پڑھا گیا تو وہ ناکافی ہوگا، مردوں کے آنے کے بعد خطبہ دوبارہ پڑھنا پڑے گا۔

(۴) شور شغب یا کسی وجہ سے سامعین سن نہ سکیں تب بھی خطبہ پڑھا جائے گا اور وہ خطبہ معتبر ہوگا۔

(۵) اگر حاضرین سبھی بہرے ہوں یا سب سو رہے ہوں تو تب بھی خطبہ پڑھنا ضروری ہے، اگر اس حال میں خطبہ نہ پڑھا گیا تو جمعہ کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔

(۶) خطبہ کے وقت اگر سامعین سب علماء وفضلاء ہوں، کوئی بھی جاہل نہ ہو تب بھی خطبہ پڑھا جائے گا ورنہ نمازِ جمعہ صحیح نہ ہوگی۔ اگر خطبہ کا اصلی مقصد صرف وعظ ونصیحت ہی ہوتا تو حضرات علماء کے سامنے اس کی ضرورت نہیں تھی نماز بغیر خطبہ کے درست ہو جاتی۔

اس طرح کے احکام وشرائط سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ کی اصل حقیقت ذکر اللہ ہے، البتہ دوسرے درجہ میں اس کا مقصد وعظ وتذکیر بھی ہے، لہٰذا تکبیر تحریمہ، ثناء تعوذ، تسمیہ، تحمید، تشہد، درود، دعاء قنوت وغیرہ کے مانند خطبہ بھی عربی میں پڑھنا چاہئے اگر عربی میں خطبہ سمجھ میں نہیں آیا تو نماز میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے وہ بھی کہاں سمجھ میں آتا ہے قرأت بھی ہم کہاں سمجھ سکتے ہیں؟

تو کیا ان تمام کو اردو کا جامہ پہنایا جائے؟

اس مرض کا اصلی علاج یہ ہے کہ عربی اتنی سیکھ لی جائے کہ خطبہ وغیرہ کا مطلب سمجھ سکیں۔ عبادت کی صورت مسخ (بگاڑنا) کرنا یہ اس کا علاج نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۶۹ جلد ا)

عربی خطبہ سے اسلامی اتحاد کی حفاظت ہے

عربی زبان میں خطبہ کی اہم مصلحت اسلامی اتحاد کی حفاظت بھی ہے، مسلمان دنیا کے کسی گوشہ میں پہنچ جائے اس کو دوسری عبادت کے مثل خطبہ میں بھی یہ محسوس نہوگا کہ وہ اجنبی اور غریب الوطن ہے۔ اگر ہر جگہ وہاں کی مادری اور ملکی زبان میں خطبہ پڑھا جائے گا تو ایک مسلمان کو دوسرے ملک میں عبادات کے سلسلہ میں بھی غربت اور اجنبیت محسوس ہوگی، وہ نہ وہاں خطبہ

Marfat.com

پڑھ سکے گا، نہ اس کو سمجھ سکے گا اور اس طرح اسلامی اتحاد پارہ پارہ ہو کر رہ جائے گا۔

عربی کے ساتھ اردو ترجمہ کرنا بھی مفید نہیں ہے کیونکہ سامعین مختلف ممالک و زبان کے لوگ ہوتے ہیں، کس کس کی زبان میں ترجمہ کیا جائے گا؟ نیز اس طرح ترجمہ کرنے میں طوالت ہوتی ہے اور خطبہ میں اس طرح طوالت خلافِ سنت اور مکروہ ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۷۰ ج ۱)

عہدِ نبویؐ اور خطبہ جمعہ

جس طرح آج تبلیغ احکام اور اس کی تعلیم واشاعت کی حاجت ہے اُس وقت (عہد نبویؐ میں) اس سے زیادہ تھی کیونکہ اب تو کتب و رسائل ہر قوم کی زبان میں ہزارہا موجود ہیں۔ اس وقت سلسلہ طباعت و تصنیف بالکل نہ تھا۔ نیز یہ بھی نہ تھا کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب ہمیشہ اہلِ عرب ہی ہوں، بلکہ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ روم و فارس اور مختلف بلادِ عجم کے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسِ خطبہ میں شریک ہوتے تھے۔ اب اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ آپؐ بوجہ مادری زبان عربی ہونے کے دوسری زبان میں خطبہ نہ دیتے تھے تو اگر خطبہ وعظ و تبلیغ ہی تھا اور تبلیغ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہر ہے کہ تمام اقوامِ عرب و عجم کے لیے عام ہے تو عجمیوں (غیر عرب) کی رعایت سے ایسا کیا جا سکتا تھا کہ کسی صحابی کو حکم فرماتے کہ جو خطبہ کے بعد ہی اس کا ترجمہ عجم کی زبان میں سنا دیتے، جیسا کہ بعض وفود وغیرہ سے مکالمہ کے وقت ترجمان سے کام لیا جاتا تھا لیکن تمام عمر نبویؐ میں اس قسم کا ایک بھی واقعہ مروی نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرامؓ ایک سیل رواں کی صورت میں بلادِ عجم میں داخل ہوئے اور دنیا کا کوئی گوشہ نہ چھوڑا، جہاں اسلام کا کلمہ نہیں پہنچا دیا اور شعائر اسلام، نمازِ جمعہ وغیرہ قائم نہیں کر دیئے۔ ان حضرات کے خطبے تاریخ کی کتابوں میں آج بھی بالفاظہا مذکور و مدوّن ہیں، ان میں سے کسی ایک نے بھی کبھی بلادِ عجم میں اپنے مخاطبین کی ملکی زبان میں خطبہ نہیں دیا، حالانکہ وہ ابتداء فتح و اسلامی تعلیمات کی اشاعت کا بالکل ابتدائی زمانہ تھا جبکہ تمام لوگ تبلیغ احکام کے آج سے کہیں زیادہ محتاج تھے۔ یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ ان کو عجمی زبان سے واقفیت نہ تھی۔ کیونکہ بہت سے صحابہؓ کا عجمی زبانوں فارسی یا رومی یا حبشی وغیرہ سے واقف ہونا بلکہ بخوبی تقریر کر سکنا ان کی سوانح اور تذکروں میں بصراحت مذکور ہے۔

حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ کے متعلق ثابت ہے کہ وہ بہت سی مختلف زبانیں

Marfat.com

جانتے تھے اور حضرت صُہَیب رضی اللہ عنہ روم کے باشندے تھے، اسی طرح بہت سے صحابہؓ ہیں جن کی مادری زبانیں عربی کے علاوہ دوسری تھیں۔ اس کے علاوہ اگر معانی خطبہ کو عجمیوں کے علم میں لانا خطبہ کے وقت ہی ضروری سمجھا جاتا اور خطبہ کا مقصد صرف تبلیغ ہی ہوتی تو جو سوال آج کیا جاتا ہے کہ خطبہ عربی میں پڑھنے کے بعد اس کا ترجمہ اُردو یا کسی ملکی زبان میں کر دیا جائے۔ کیا یہ اُس وقت ممکن نہ تھا؟ جیسا کہ دوسری ملکی وسیاسی ضرورتوں کے لیے ہر صوبہ میں عمالِ حکومت اپنے پاس ترجمان رکھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک مستقل ترجمان انھیں ضرورتوں کے لیے اپنے پاس رکھا تھا (بخاری میں موجود ہے) لیکن اس کے باوجود نہ حضرت ابن عباسؓ سے نہ کسی دوسرے صحابیؓ سے یہ غیر عربی زبان میں خطبہ دینا یا خطبہ کا ترجمہ کرانا یا خود کرنا بالکل منقول نہیں اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ خطبہ کے لیے سنت یہ ہی ہے کہ وہ صرف عربی زبان میں پڑھا جائے اور ضرورت کے وقت بھی اس کا ترجمہ وغیرہ نہ کیا جائے۔

(خطباتِ جمعہ وعیدین از ص ۶۲ تا ص ۶۴)

خطبۂ جمعہ وعیدین میں فرق ہے

① خطبۂ عیدین جمعہ کی طرح نماز کے لیے شرط نہیں بلکہ بغیر خطبہ بھی نمازِ عیدین صحیح ہو جاتی ہے۔

② خطبہ عیدین فرض وواجب نہیں بلکہ سنت ہے۔

③ خطبہ عیدین بعد نمازِ عید پڑھا جاتا ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں کہ ”فرق درمیان خطبہ جمعہ وعیدین کے یہ ہے کہ خطبہ عیدین میں سنت ہے شرط نہیں اور یہ کہ عیدین میں خطبہ نماز کے بعد ہے بخلاف جمعہ کے۔

بحرالرائق میں ہے کہ اگر عیدین میں بالکل خطبہ نہ پڑھا جائے تو نماز صحیح ہو جائے گی اگرچہ ترکِ سنت سے گنہگار ہوں گے، اسی طرح نماز سے پہلے خطبہ پڑھنے میں خلافِ سنت سے گنہگار ہوں گے، مگر نماز درست ہو جائے گی۔

اُمورِ مذکورہ پر نظر کرتے ہوئے اگر خطبہ عیدین میں عربی خطبہ پڑھ کر اردو (یا مقامی زبان میں) ترجمہ سنا دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اول تو اس خطبہ کی وہ شان نہیں کہ شرطِ نماز یا دو رکعت کے قائم ہو۔ دوسرے چونکہ خطبہ عیدین نماز کے بعد ہوتا ہے تو جب خطبۂ عربی سے فراغت ہو گی تو نمازِ عید اور اس کی سنت ادا ہو گی۔ اب خالی وقت ہے اس میں بطورِ تبلیغ احکام

کے ترجمہ سنا دیں تو کوئی مضائقہ نہیں اور تطویل خطبہ بھی لازم نہیں آتا کیونکہ ترجمہ کے وقت اگر کوئی شخص جانا چاہے تو کوئی حرجِ شرعی ان پر عائد نہیں ہوتا بخلاف خطبہ جمعہ کے کہ وہاں ابھی تک نماز نہیں ہوئی، نماز کا انتظار لامحالہ ضروری ہے۔ (خلاصہ "الاجوبہ فی عربیہ" از مفتی محمد شفیعؒ)

خطبہ کا عام حل

جمعہ کی نماز میں مسلمانوں کے اجتماعِ عظیم اور اظہارِ شوکتِ اسلامیہ کو بڑا دخل ہے، اجتماعِ عظیم کے سامنے خطبہ دینے کا مقصد ان کی دینی، اجتماعی ضرورتوں کو رفع کرنا اور ان کے متعلق احکامِ اسلامیہ کی تبلیغ کرنا، ایک جم غفیر کا اجتماعی حیثیت سے رب العالمین کی بارگاہِ معلّٰی میں سر بسجود ہونا ہے۔

ایک خطبہ ہمیشہ کے لیے متعین کر لینا اور ہر جمعہ کو وہی پڑھ دینا اگرچہ فرضیت کو پورا کر دیتا ہے۔ لیکن اس میں شبہ نہیں کہ مقصدِ خطبہ سے دور ہے۔

لیکن خطبہ میں نظم واشعار پڑھنا غیر ضروری باتیں کرنا، عربی نثر کے سوا اور کوئی خطبہ پڑھنا بھی سنت قدیمہ کے خلاف ہے۔

بہتر صورت یہ ہے کہ اذانِ خطبہ سے پہلے مقامی زبان میں تمام ضروری باتیں بیان کر دی جائیں جن میں مسائل بھی ہوں اور دوسری ضروری باتیں بھی ہوں، اسکے بعد خطبہ کی اذان ہو اور زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ میں دونوں خطبے خالص عربی زبان میں ادا کر لیے جائیں، اس میں ضرورت بھی پوری ہو جائے گی اور خطبہ کی وضعِ مسنون بھی قائم رہے گی۔

(کفایت المفتی ص ۲۲۰ جلد ۳)

لوگوں کو وقتی ضروریات اور ضروری مسائل سے آگاہ تو کر دیا جائے لیکن تطویل نہ کی جائے۔ تھوڑا سا وقت جو قابلِ برداشت ہو اس میں صرف کیا جائے۔ (کفایت المفتی ص ۲۱۹ ج ۳)

تفہیم کی ضرورت سے انکار نہیں لیکن طریقہ ماثورہ کی حفاظت بھی ضروری ہے۔

(کفایت المفتی ص ۲۱۴ جلد ۳)

خطیب پر یہ لازم نہیں کہ سامعین کو سمجھانے کے لیے غیر عربی میں خطبہ پڑھے۔ یہ تو سامعین یعنی سننے والوں کی کمزوری ہے کہ عربی زبان سے نابلد ہیں۔ (کفایت المفتی ص ۲۱۲ ج ۳)

(اگر کسی کے پاس حکومتِ وقت یا کسی اور کے پاس سے دوسری زبان میں کوئی حکم یا

Marfat.com

پیغام آ جائے تو بتائیے کہ اس کو سمجھے بغیر کیسے چین آئے گی۔ اس لیے کم از کم کچھ تو عربی زبان کی سوجھ بوجھ ہونی چاہئے۔ محمد رفعت قاسمی عفا اللہ عنہ)

جمعہ کا خطبہ شرائط میں سے ہے

(۱) جمعہ کے خطبہ کو باتفاق فقہاء شرائط جمعہ میں شمار کیا گیا ہے۔ اگر خطبہ کا مقصد وعظ و تبلیغ ہی تھا تو جمعہ کے شرائط میں داخل کرنے کے کوئی معنی نہ تھے کہ ادائے جمعہ اس پر موقوف ہو جائے۔

(۲) خطبہ کے لیے ظہر کا وقت ہونا شرط ہے۔ (بحر الرائق ص ۱۵۸ جلد اول)

خطبہ کے لیے ظہر کا وقت شرط ہے، اگر قبلِ ظہر خطبہ پڑھ لیا اور نمازِ جمعہ ظہر کے وقت کے اندر پڑھی تو یہ خطبہ اور نماز دونوں صحیح نہیں ہوئے۔

اگر خطبہ کا مقصد ذکر محض نہ تھا بلکہ وعظ و تبلیغ مقصد ہو تو ظہر کے وقت کی کیا تخصیص ہے۔ اگر زوال سے پہلے کوئی خطبہ پڑھ لے اور نماز بعد زوال پڑھے تو کیا مقصد وعظ ادا نہ ہوگا کہ فقہاء اس صورت میں جمعہ کو بھی ناجائز قرار دیتے ہیں۔

(۳) ادائے خطبہ کے لیے صرف پڑھ دینا کافی ہے کسی کا سننا ضروری نہیں، اگر چند بہرے آدمیوں کے سامنے یا سوتے ہوئے لوگوں کے سامنے خطبہ پڑھ دیا پھر نمازِ جمعہ پڑھ تو خطبہ ادا ہو گیا اور نماز صحیح ہو گئی۔ اگر مقصود خطبہ وعظ و تذکیر ہو تو مذکورہ کے جواز کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔

(۴) اگر خطبہ پڑھنے کے بعد امام کسی کام میں مشغول ہو گیا اور نماز میں کوئی معتد بہ فصل ہو گیا تو قولِ مختار کے موافق خطبہ کا اعادہ کرنا ضروری ہے اگرچہ سننے والے دوبارہ بھی وہی ہوں گے جو پہلے سن چکے ہیں۔

اگر وعظ و پند ہی خطبہ کا مقصد ہوتا تو اس اعادہ سے کیا فائدہ متصور ہے۔

(۵) بہت سے فقہاءؒ نے خطبہ جمعہ کو دو رکعتوں کے قائم مقام قرار دیا ہے۔

(۶) خطبہ کی جو پندرہ سنتیں مذکور ہوئی ہیں وہ بھی یہی بتلائی ہیں کہ خطبہ کا اصلی مقصد ذکر اللہ ہے وعظ و تبلیغ اس کے مقاصدِ اصلیہ میں داخل نہیں ورنہ ان آداب اور سنن کا وعظ و تذکیر سے کوئی علاقہ معلوم نہیں ہوتا۔

Marfat.com

امورِ مذکورسے یہ بات اچھی طرح روشن ہوگئی کہ خطبہ جمعہ کا مقصدِ اصلی شریعت کی نظر میں صرف ذکر اللہ ہے وعظ وتذکیر اس کی حقیقت ومقصد کا جزء نہیں۔ البتہ اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ خطبہ میں کلماتِ وعظ وتذکیر کا ہونا سنت ہے لیکن ساتھ ہی یہ ثابت ہوا کہ اُن تمام کلمات کا خاص عربی زبان میں ہونا سنت ہے، تو جس طرح وعظ وتذکیر وغیرہ کے کلمات کا خطبہ چھوڑ دینا خلافِ سنت ہوا اسی طرح غیر عربی زبان میں پڑھنا یا عربی میں پڑھ کر اُس کا ترجمہ سنانا یہ بھی خلافِ سنت اور مکروہ ٹھہرا۔

(خطباتِ ماثورہ ص ۲۱ بحوالہ رسالہ الاجوبۃ فی عربیۃ ازمولانا مفتی محمد شفیع علیہ الرحمۃ مفتیٔ اعظم پاکستان)

پہلا خطبہ جمعہ

الحمد للّٰه الذی لم یزل ولایزال حیاقیوماً عالماً قدیرا مدبر سمیعًا بصیراo و نشهد ان لا اله الا اللّٰه وحده لا شریك له لهُ الملك ولهُا الحمد و اُكبّرتكبیراo و نشهد ان سیدنا ومولانا محمدًا عبده ورسوله الذی ارسل الی الناس كَآفةً بشیرًا وّ نذیراً وصلّی اللّٰه علیه وسلم وعلیٰ اٰله واصحابه و ازواجه و ذریاته وسلم تسلیماً كثیراً كثیراًo امّا بعد فیا ایها الناس ان لكم معالم فانتهو الیٰ معالمكم وان لكم نهایةً فانتهو آ الیٰ نهایتكم o فان العبد المؤمن بین مخافتینo بین اجل قدمضی لایدری ما اللّٰه صانع به وبین اجل قدلقی لایدری ما اللّٰه قاض به فلیتزوّدِ العبد من نفسه لنفسه ومن حیاته لموته o و من شبابه للكبیرهo و من دنیاهُ لأخرتهo فان الدنیا خلقت لكم وانكم خلقتم للأخرة ط فوالذی نفسے بیده ما بعد الموت من مستعتب ولا بعد الدنیا دارٌ الا الجنة اوالنارo اعوذ باللّٰه من الشیطٰن الرجیمo و اذا سالك عبادی عنی فانی قریب ط اُجیب دعوة الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلهم یرشدون ط اقول قولی هٰذا واستغفر اللّٰه لی ولكم اجمعینo

دوسرا خطبہ جمعہ

الحمد للّٰه نمحده' ونستعینه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل علیه o و نعوذ باللّٰه من شرورِ انفسنا ومن سیئاتِ اعمالنا من یهده اللّٰه فلامضل له و من یضلله فلا

هادی لهٗ o و نشهد ان لا اله الا الله وحده لاشریك لهٗ o و نشهد ان محمداً عبده و رسوله o اعوذ بالله من الشیطٰن الرجیم ط ان الله وملئکته یصلّون علی النبی یآیها الذین امنوا صلّوا علیه وسلموا تسلیماً o اللّٰهم صل علی محمد وعلی ال محمد بعدد من صلّی وصام o وصل علی محمد وعلی ال محمد بعدد من قعد وقام o وصلّی الله علیه وعلی جمیع الانبیآء والمرسلین والملٰئکة المقربین والخلفآء الراشدین خصوصاً علی خیر البشر بعد الانبیآء بالتحقیق o امیر المؤمنین ابی بکر الصدیق رضی الله تعالٰی عنه o و علی مزین المنبر والمحراب o امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه o و علی کامل الحیآء والایمان o امیرالمؤمنین عثمان بن عفان رضی الله تعالٰی عنه o وعلی مظهر العجآئب والغرائب o امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم الله وجهه o و علی الایمامین الهمامین السعیدین الشهدین o ابی محمد الحسن وابی عبد الله الحسین رضی الله تعالٰی عنهما o وعلی اُمهما سیدة النسآء فاطمة الزهرآء رضی الله تعالٰی عنها وعلی عمیه المکرمین بین الناس o ابی عمارة حمزة وابی الفضل العباس رضی الله تعالٰی عنهما وعلی الستة الباقیة من العشرة المبشرة وسآئر المهاجرین والانصار o والتابعین الابرار الاخیار الٰی یوم القرار o رضوان الله تعالٰی علیهم اجمعین o اللّٰهم اغفرلی ولوالدی ولجمیع المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات o انك سمیع مجیب الدعوات o اللّٰهم اید المسلمین بالامام العادل والخیر والطاعات o و اتباع سنن سید الموجودات o اللّٰهم انصرمن نصردین محمد صلی الله علیه وسلم واجعلنا منهم واخذل من خذل دین محمد صلی الله علیه وسلم وسلم o ولا تجعلنا منهم o عباد الله o رحمکم الله o ان الله یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینهٰی عن الفحشاء والمنکر والبغی ج یعظکم لعلکم تذکرون ط اُذکرو الله یذکرکم وادعوه یستجب لکم ولذکرالله تعالٰی اعلٰی واولٰی واعزواجل واتم واهم واکبر ط (خطیب شہید ص ۵ تا ۸)

فائدہ: قارئین کرام کیلئے یہ ایک خطبہ نقل کیا جارہا ہے، اور یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ اسی کو لازم وضروری سمجھیں۔ البتہ اگر جی چاہتا تو یہی خطبہ یا اسی جیسا کوئی بھی خطبہ پڑھ سکتے ہیں کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف اور آپ کے صحابہؓ وخلفاء

Marfat.com

راشدینؓ واہلِ بیت وغیرہ کا ذکر موجود ہو۔ (محمد رفعت قاسمی)

دونوں خطبوں کے درمیان دعا مانگنا

سوال خطیب جمعہ وعیدین کے دو خطبوں کے درمیان جلسہ کرتا ہے (یعنی بیٹھتا ہے) اس وقت حاضرین ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگتے ہیں کیا اس کا ثبوت ہے؟

جواب اس جلسہ میں کوئی دعاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔

ابوداؤد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے پڑھا کرتے تھے، اس طرح کہ منبر پر چڑھ کر بیٹھتے جب تک کہ مؤذن فارغ ہو، پھر کھڑے ہو کر خطبہ اور کلام نہ کرتے اور پھر (دوسرے خطبہ کے لیے) کھڑے ہوتے اور خطبہ پڑھتے۔

طحطاویؒ نے کہا کہ اس خطبہ کے درمیان بیٹھنے میں کوئی دعاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہوئی۔

شمس الائمہ سرخسیؒ نے شرح ہدایہ میں فرمایا کہ خطیب کو درمیان دو خطبوں کے جدائی کے لیے جلسہ (بیٹھنا) اتنا کرنا چاہئے کہ تمام اعضاء اس کے قرار پا جائیں اور اس جلسہ میں دعاء کرنا بدعت ہے۔ اور ہاتھ اٹھا نا دعاء کے لیے دو خطبوں کے درمیان میں غیر مشروع ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۵۰ جلد ۵)

دعاء زبان سے نہ کریں اگر دعا کریں (بغیر ہاتھ اٹھائے) دل دل میں کر لیں۔ کیونکہ درمختار باب الجمعہ ص ۷۶۸ جلد اول میں ہے کہ جب امام خطبہ کے لیے نکلے تو نماز وکلام وغیرہ سب موقوف کر دیئے جائیں۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۵۹ جلد ۵)

بیان وخطبہ کے وقت چندہ کرنا

سوال جمعہ کے روز پہلی اذان کے بعد امام صاحب کچھ بیان کرتے ہیں، اس کے دوران مسجد کے لیے چندہ کی صندوقچی یا جھولی پھرائی جاتی ہے، بعض لوگ سنتیں پڑھنے میں مشغول ہوتے ہیں اور بعض دفعہ تو خطبہ شروع ہو جاتا ہے مگر چندہ کا کام جاری رہتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب بیان کے دوران صفوں میں پھرنے کی اجازت نہیں کہ بیان سننے میں خلل ہوگا اور بیان کا مقصود فوت ہوگا اور سنت پڑھنے والوں کو بھی خلل ہوگا۔

Marfat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نماز میں تھے کہ ایک شخص آیا اور اپنا سامان صف کے آگے ڈال دیا اور نماز میں شریک ہوگیا۔ حضرت عمرؓ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپؓ نے اس شخص کو سزا دی کہ تو نے نمازیوں کو تشویش میں ڈالا۔ اور یہی حکم خطبہ کے لیے بھی ہے بلکہ اس سے زیادہ ضروری ہے۔

روایت میں ہے کہ جب امام خطبہ کے لیے نکلے تو نہ نماز جائز ہے نہ بات چیت۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۸ جلد ۵)

خطبہ کے درمیان مانگنا یا چندہ کرنا جائز نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۶ ۱ ج ۳)

خطبہ کے درمیان بچوں کو شرارت سے روکنا

سوال: اگر خطبہ کے دوران بچے شرارت کرنے لگیں تو ان کو کیسے روکا جائے؟

جواب: سر اور ہاتھ کے اشارہ سے روکا جا سکتا ہے، زبان سے کچھ نہ کہے، زبان سے کچھ نہ کہے، زبان سے بولنا جائز نہیں حرام ہے۔ البتہ خطیب کو اجازت دے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۸ ج ۵ بحوالہ درمختار ص ۵۵۲ جلد اول)

خطبہ کے درمیان سلام کا جواب دینا

خطبہ کے وقت کلام و سلام کا جواب امام اعظمؒ کے نزدیک فرض نہیں ہے کیونکہ آیت میں خاموش رہنے اور سننے کا حکم آیا ہے، امام صاحبؒ کے نزدیک خطبہ کے وقت کوئی سلام کرے تو قلب (دل) سے جواب دے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ مبارک آئے تو دل ہی دل میں درود پڑھ لے۔ امام صاحبؒ کے نزدیک خطبہ سے لے کر نماز کے ختم تک کلام اور نماز دونوں ممنوع ہیں۔

(معارف مدنیہ ص ۹۲ جلد ۸)

امام احمدؒ نے روایت کیا ہے مرفوعاً۔ مسلمان جب غسل کر کے مسجد میں آئے جمعہ کے دن، اور کسی کو بھی ایذاء و تکلیف نہ دے، اگر خطبہ شروع نہ ہوا ہو تو جس قدر چاہے نماز پڑھے اور اگر خطبہ شروع کر دے امام تو اسکو توجہ کے ساتھ سنے، اگر تمام عمر کے نہیں تو ایک ہفتہ کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (معارف مدنیہ ص ۹۰ ج ۳)

آپؐ نے فرمایا جس نے جمعہ کے روز وضو کیا اُس نے اچھا کیا اور جس نے غسل کیا تو

یہ افضل ہے، جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ میں آیا اور نزدیک ہو کر توجہ سے خطبہ سنا اور خاموش رہا تو اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور تین دن کے زائد۔ اور جس نے کنکریوں کو چھوا اُس نے لغو کام کیا۔ (معارف مدنیہ ص ۲۷ جلد ۳)

خطبہ کے وقت گھڑی میں چابی دینا

سوال: جمعہ کا خطبہ ہو رہا ہے، اسی دوران گھڑی میں چابی دینا اور خطبہ سننے میں خیال رہے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔ جو چیز نماز میں حرام ہے، وہ حرام ہے خطبہ میں۔

(احسن الفتاویٰ صفحہ ۱۲۳ جلد ۴۔ بحوالہ درمختار ص ۶۸۷ جلد اول)

خطبہ کے وقت پنکھا کرنا

خطبہ کی حالت میں چُپ چاپ ساکت رہنا اور سننا خطبہ کا ضروری ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ''جس نے کنکریوں کو ہاتھ لگایا اس نے بھی لغو کیا اور ثواب سے محروم رہا''۔ پس خطبہ کی حالت میں پنکھا کرنا اسی وجہ سے منع لکھا گیا ہے۔ اور درمختار میں ہے: وکل ما حرم فی الصلوٰۃ حرم فیھا''۔ یعنی جو چیز حرام ہے نماز میں حرام ہے خطبہ میں۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۳۴ جلد ۵)

خطبہ کی حالت میں امام کو پیسے دینا

سوال: جب امام خطبہ پڑھتا ہے تو بعض آدمی منبر پر امام کے لیے پیسے وغیرہ پھینکتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور امام کو اس کا لینا جائز ہے یا کیا؟

جواب: خطبہ کی حالت میں یہ فعل ناجائز ہے اور ان لوگوں کو روکنا اس حرکت سے لازم ہے باقی امام کے حق میں اس کا لینا جائز ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۳۵ ج ۵)

جمعہ کا خطبہ سننا واجب ہے

جمعہ کا خطبہ فرض ہے، اس کے یہ معنی ہیں کہ جمعہ کی نماز سے پہلے خطبہ ضرور ہونا چاہئے۔ اور خطبہ کا سننا ان لوگوں پر واجب ہے جو کہ خطبہ کے وقت حاضر ہوں، پس اگر کوئی شخص خطبہ کے

ختم ہونے کے بعد آیا اور جماعت میں شامل ہو گیا، اس کی نماز ہو گئی اور خطبہ میں حاضر نہ ہونے اور نہ سننے کی وجہ سے جو قصور ہوا اور تاخیر آنے میں ہوئی، اس سے استغفار اور توبہ کرے اور آئندہ کو احتیاط رکھے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۲۸ ج ۵ بحوالہ ردالمختار باب الجمعہ ص ۷۶۸ جلد اول)

دونوں خطبوں کا حکم ایک ہی ہے

(۱) جمعہ کا خطبہ فرض ہے اور اس کے دو حصے ہونا سنت ہے۔ (۲) اوّل وثانی میں دونوں کے کچھ فرق نہیں۔ (۳) سننا سب خطبوں کا واجب ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۶۷۶ ج ۱)

خطبہ کے دوران کے مسائل

عن ابی هریرة رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال اذ قلت لصاحبك یوم الجمعة أنصت والامام یخطب فقد لغوت۔ (رواه الستة وابن خزیمة)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جمعہ کے دن امام کے خطبہ دینے کے دوران اگر تم نے اپنے ساتھی سے یہ بھی کہا کہ "چپ رہو" تب بھی تم نے غلطی کی"۔

تشریح خطبہ کے دوران ہر وہ کام ممنوع ہے جس سے خطبہ سننے میں خلل ہو، اور مجمع میں اس کی وجہ سے انتشار ہو۔ ایسے مواقع پر خدانخواستہ اگر کوئی ناواقف مسجد میں آکر زور سے بولنے لگے اور دوسرے لوگ بھی اس کو خاموش کرنے کے لیے ہر طرف سے بولنے لگیں تو بہت انتشار ہو جائے گا اور خطیب کی آواز ان سب آوازوں میں دب کر رہ جائے گی، اس لیے حکم دیا گیا کہ دوسروں کو خاموش کرنے کے لیے بھی نہ بولیے۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ خطبہ کے دوران یا عام نمازوں کے وقت مسجد میں بچے یا کچھ ناسمجھ لوگ باتیں کرنے لگتے ہیں، تو اچھے خاصے سمجھ دار لوگ ان کو اتنی تیز آواز سے روکتے ہیں کہ خود یہ آواز ان بچوں کی آواز سے بڑھ جاتی ہے اور اس طرح ان بچوں سے زیادہ یہ لوگ نماز میں خلل ڈالنے کا سبب بن جاتے ہیں۔

نماز سے فارغ ہونے تک خاموش رہے اس لیے کہ جمعہ کا دن عبادت اور توجہ الی اللہ کا خاص دن ہے۔ اس دن کے قیمتی لمحات کو ہرگز ضائع نہ کرنا چاہئے اور اگر کوئی غافل خود نہ کچھ کر

Marfat.com

سکے تو جو خدا کے بندے تلاوت، ذکر، درود شریف وغیرہ میں مصروف ہیں، ایسے وقت میں بولنے، آواز بلند کرنے سے انھیں تکلیف ہوگی، اسی طرح خطبہ کے وقت بات کرنا حتیٰ کہ بات کرنے والوں کو منع کرنا گناہ بتایا گیا ہے، اس لیے بہت ہی خاموشی سے مسجد میں جا کر یا تو نماز میں مشغول ہو جانا چاہیے یا خاموش بیٹھ کر ذکر اور دعاء میں لگ جانا چاہیے۔

(ترغیب ص ۱۵۹ ج ۲ و ص ۳۳۳ ج ۱)

مجمع جتنا زیادہ بڑا ہوتا ہے اتنے ہی اس میں قسم قسم کے لوگ ہوتے ہیں اور اسی تناسب سے باہم ایذاء رسانی اور تکلیف کے امکانات بھی زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے اس دن صفائی ستھرائی، لباس کی پاکیزگی ونظافت اور حسب حیثیت خوشبو کے اہتمام کی بھی تعلیم دی گئی ہے۔ مسجد میں آتے جاتے لوگوں کے اوپر سے پھلانگنے اور تکلیف پہنچانے سے خاص طور پر منع کیا گیا ہے۔

(الترغیب ص ۱۴۵ جلد ۲)

مسجد میں ہر اُس چیز سے احتیاط اور بچنا ضروری ہے جس سے لوگوں کو ایذاء پہنچنے اور باہمی تعلقات خراب ہونے کا اندیشہ ہو، جیسے پہلے سے ساتھ بیٹھے ہوئے دو آدمیوں کے بیچ میں گھس کر بیٹھنا یا لوگوں کے اوپر سے پھلانگ کر جانا وغیرہ۔

مسئلہ خطبہ شروع ہو جائے تو تمام حاضرین کو خطبہ کا سننا واجب ہے، خواہ امام کے نزدیک بیٹھے ہوں یا دور، اور کوئی ایسا فعل کرنا جو خطبہ سننے میں مخل ہو مکروہ تحریمی ہے، اور کھانا پینا، بات چیت کرنا، چلنا پھرنا۔ سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا، یا تسبیح پڑھنا یا کسی کو شرعی مسئلہ بتانا جیسا کہ نماز کی حالت میں ممنوع ہے ویسا ہی خطبہ کے وقت بھی ممنوع ہے۔ ہاں خطیب کو جائز ہے کہ خطبہ پڑھنے کی حالت میں کسی کو شرعی مسئلہ بتا دے۔

مسئلہ خطبہ اگر سنت یا نفل پڑھتے میں شروع ہو جائے تو راجح یہ ہے کہ سنتِ مؤکدہ تو پوری کر لے اور نفل میں دو رکعت پر سلام پھیر دے۔ (بہشتی زیور ص ۸۲ ج ۱۱)

مسئلہ دونوں خطبوں کے درمیان میں بیٹھنے کی حالت میں امام کو یا مقتدیوں کو ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا۔ مکروہ تحریمی ہے ہاں بغیر ہاتھ اُٹھائے ہوئے اگر دل میں دعاء مانگی جائے تو جائز ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یا اصحابؓ سے منقول نہیں ہے۔

(علم الفقہ ص ۱۴۹ جلد ۲۔ بحوالہ شامی ص ۷۷۲ جلد اول)

مسئلہ خطبے میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ مبارک آئے تو مقتدیوں کو اپنے دل میں

Marfat.com

درود شریف پڑھ لینا جائز ہے۔

مسئلہ جمعہ کے دن خطبہ کے درمیان کوئی شخص پہنچے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کے لیے کوئی نفل (وغیرہ) درست نہیں۔ (معارف مدنیہ ص۸۹ جلد۳)

مسئلہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک خطبہ کے دورانِ کلام کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اور بقول صحیح (کراہت سب کیلئے ہے) کوئی فاصلہ پر ہو یا قریب ہو، بات چیت امور دنیا کی یا ذکرِ الٰہی وغیرہ ہو، بقولِ مشہور (سب مکروہ تحریمی ہے) اور خواہ خطیب سے بیان میں کوئی مناسب بات سرزد ہوئی ہو اور یا نہ ہوئی ہو۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ مبارک (خطبہ میں) کوئی سنے تو اپنے دل میں درود پڑھے۔ اور اگر (خطبہ کے دوران) کوئی ناپسندیدہ بات پیش آجائے تو ہاتھ یا سر کے اشارہ سے منع کیا جاسکتا ہے، واضح ہو کہ خطبہ کے دوران جس طرح کلام کرنا مکروہ ہے، اسی طرح نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ اس میں تمام مسالک کا اتفاق ہے۔ اور سلام کا جواب دینا بھی زبان سے ہو یا دل میں کلام مکروہ کے زمرہ میں ہے۔ اور خطبہ کیوقت یا بعد میں (جماعت کے وقت) سلام کرنا کسی پر لازم نہیں ہے، کیونکہ وہاں سلام میں پہل کرنے کا کوئی شرعی حکم نہیں ہے، بلکہ ایسا کرنا گناہ ہے۔ لہٰذا (سلام کا) جواب دینا بھی لازم نہیں ہے۔ یہی حکم چھینک کے جواب کا ہے۔ امام کا بھی لوگوں کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ البتہ سانپ، بچھو سے بچانے یا نابینا شخص کو نقصان سے محفوظ رکھنے کیلئے آواز دینا کلامِ مکروہ میں نہیں ہے۔ (کتاب الفقہ ص۶۳۵ جلد۱)

مسئلہ اگر زبان سے نہ بولے، اور ہاتھ، سر یا آنکھوں سے اشارہ کردے مثلاً ایک شخص کو برا کام کرتے دیکھا اور ہاتھ سے منع کردیا، یا کوئی خبر سنی اور سر سے اشارہ کردیا تو صحیح یہ ہے کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور جو شخص امام سے دور ہے وہ قریب شخص کے حکم میں ہے اس شخص کے لیے بھی خاموش رہنے کا حکم ہے۔

مسئلہ امام کے قریب ہونے کے لیے لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر نہ جائے، ابو جعفرؒ نے کہا ہے کہ جب تک امام خطبہ شروع نہ کرے اس وقت تک پھلانگنا جائز ہے، اور جب امام خطبہ شروع کردے تو مکروہ ہے، اس لیے کہ جب تک امام نے خطبہ شروع نہیں کیا ہر مسلمان کو آگے بڑھنا چاہیئے اور محراب سے قریب ہوجائے تاکہ پیچھے آنے والے لوگوں کے لیے گنجائش باقی رہے۔ اور امام سے قریب ہونے کی فضیلت بھی حاصل ہوجائے اور اگر پہلے شخص نے ایسا نہ کیا یعنی آگے

Marfat.com

نہ بڑھا تو گویا اس نے بلاعذر اپنی جگہ ضائع کی، اور جو شخص بعد میں آیا اس کو اس جگہ کے لینے کا اختیار ہے، جو شخص امام کے خطبہ پڑھنے کی حالت میں آئے اس کو مسجد میں اپنی جگہ پر بیٹھ جانا چاہئے۔ اس لیے کہ چلنا اور آگے بڑھنا خطبہ کے وقت عمل ہے۔

مسئلہ لوگوں سے مانگنے کے لیے پھلانگ لگانا سب احوال میں بالاجماع مکروہ ہے۔ سائل اگر نماز پڑھنے والوں کے سامنے سے نہ گزرے اور لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے اور لوگوں سے گڑگڑا کر نہ مانگے اور وہ چیز مانگے جس کا مانگنا ضروری ہو تو اس کے مانگنے اور اُسے دینے میں کوئی حرج نہیں اور اگر اس طریقہ کے موافق نہ ہو تو مسجد کے اندر مانگنے والے کو دینا جائز نہیں ہے۔

(عالمگیری ص ۷۰ جلد ۳)

لیکن خطبہ کے درمیان مانگنا یا چندہ کرنا جائز نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ص ۱۲۶ ج ۳)

مسئلہ جو شخص خطبہ کے وقت حاضر ہو وہ خواہ گھٹنے اٹھا کر بیٹھے، یا چارزانو، جس طرح چاہے بیٹھے، اسلیے کہ خطبہ حقیقت اور عمل میں نماز نہیں ہے لیکن جس طرح نماز میں بیٹھتے ہیں اسی طرح بیٹھنا مستحب ہے۔

مسئلہ اگر ایک شخص نفل پڑھ رہا ہے اور امام نے خطبہ شروع کر دیا تو اگر اس نے سجدہ نہیں کیا ہے تو نماز توڑ ڈالے، اور اگر سجدہ کر لیا تو دو رکعتوں کے بعد نماز پوری کر دے۔

(عالمگیری کتاب الصلوٰۃ ص ۷۰ جلد ۳)

مسئلہ خطبہ کے دوران اُس صورت میں بول پڑنا واجب ہو جاتا ہے جب کہ کسی نابینا شخص کو غلط راستہ سے ہٹانا یا کسی کو سانپ بچھو وغیرہ سے بچانا مقصود ہو۔ (کتاب الفقہ ص ۶۳۷ جلد اول)

مسئلہ خطبہ کے وقت جب کہ نماز اور درود شریف پڑھنے کی بھی ممانعت حدیث شریف میں آئی ہے تو اس وقت چندہ جمع کرنا اور ڈبہ لیے پھرنا اور نمازیوں کو مشغول کرنا بدرجۂ اولیٰ ممنوع ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۳۱ جلد ۵ بحوالہ ردالمختار باب الجمعہ ص ۶۸۷ جلد اول)

خطیب کا خطبہ میں درود پڑھنا

سوال خطبہ میں جہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ مبارک آئے تو خطیب کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے بعد صلی اللہ علیہ وسلم کہنا کیسا ہے؟

جواب خطبہ میں جہاں نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آئے خطیب درود شریف پڑھے

Marfat.com

(صلی اللہ علیہ وسلم کہے) اور سامعین یعنی خطبہ سننے والے دل دل میں درود شریف پڑھیں۔ حکمِ شرعی یہ ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۶۷ جلد پنجم بحوالہ ردالمختار باب الجمعۃ ص ۶۸ے جلد اول)

آیت ''ان اللہ وملٰئکتہ الخ'' سن کر درود پڑھنا

سوال خطبہ میں آیت ''ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی (الایۃ) سن کر مقتدی درود شریف پڑھتے ہیں اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کا نام سن کر رضی اللہ عنہ زور سے یا آہستہ پکارنا، اور دوسری دعائیں سن کر آمین آہستہ یا زور سے کہنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب فقہاء نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ جس وقت خطیب مذکورہ آیت پڑھے تو سامعین اپنے دل میں درود شریف پڑھیں زبان سے اور آواز سے نہ پڑھیں، پس سوائے درود شریف بکیفیت مذکورہ کے اور کچھ پڑھنا سامعین کو نہ چاہئے۔ نہ رضی اللہ عنہ زور سے کہیں اور نہ آمین جہر سے کہیں اور نہ زبان سے کہیں۔ اگر دل میں کہہ لیں بلا زبان کے، تو کچھ حرج نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۸۴ جلد ۵۔ بحوالہ ردالمختار باب الجمعہ ص ۶۸ے جلد اول)

خطیب کی خطبہ کے وقت وضو ٹوٹ جانے کا حکم

خطبہ کا اعادہ ضروری نہیں تھا نماز صحیح ہوگئی۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۵۷ ج ۱ بحوالہ کبیری ص ۵۱۷)

خطیب خطبہ کے بعد بغرض وضو حوض پر جائے یا مکان پر جا کر وضو کر کے آئے تو خطبہ کا اعادہ ضروری نہیں۔ پہلا خطبہ کافی ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۷۶ ج ۱)

خطبہ و نماز جمعہ میں فصل ہونا

خطبہ اور جمعہ میں معتد بہ فصل ہو جانے سے خطبہ کا لوٹانا ضروری ہے۔

(احسن الفتاویٰ ص ۱۱۲ جلد ۴ بحوالہ ردالمختار ص ۷۱ے جلد اول)

صحتِ خطبہ کی شرائط میں ایک یہ بھی ہے کہ خطیب کو خطبہ اور نماز کے درمیان کوئی عمل دیر طلب نہ کرنا چاہئے اور دیر کی مقدار مسالک کے لحاظ سے مختلف ہے۔

حنفیہؒ کے نزدیک یہ شرط صحت ہے کہ خطیب دونوں خطبوں کے درمیان اور خطبوں اور نماز کے درمیان کوئی غیر متعلقہ عمل مثلاً کھانا وغیرہ سے فاصلہ نہ ہونے دے، ہاں ایسا عمل جو اجنبی (غیر متعلقہ) نہیں، مثلاً فوت شدہ نمازوں کی قضا یا کسی امر مستحب کا خطبوں کے درمیان کرنے لگنا

Marfat.com

خطبہ کو باطل نہیں کرتا، اگر چہ بہتر یہی ہے کہ (ایسی کوئی بات ہو تو) دوبارہ خطبہ پڑھا جائے۔

اگر جمعہ کی نماز فاسد ہوگئی اور صرف نماز کا اعادہ کیا گیا تو (پہلا پڑھا ہوا) خطبہ باطل نہ ہوگا۔

(کتاب الفقہ ص ۶۲۷ جلد اول)

خطبہ کے وقت تحیۃ المسجد کا حکم

حنفیہؒ کے نزدیک تحیۃ المسجد جب کہ خطبہ کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی واجب نہیں ہے تو خطبہ کے دوران بطریق اولیٰ واجب نہیں ہوگی۔ چنانچہ حضرت امام مالکؒ اور سفیان ثوریؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔ نیز جمہور صحابہؓ اور تابعینؒ اس کے ہم نوا ہیں۔

(اس مسئلہ کی تائید میں) وہ قرائن اور صحیح احادیث ہیں جن سے خطبہ کے وقت نماز کی حرمت ثابت ہو چکی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی ہے کہ:۔

"جب امام (خطبہ کے لیے) نکلے یعنی خطبہ پڑھنے کے لیے منبر کی طرف چلے تو اس وقت نہ بات چیت درست ہے اور نہ نماز ہی درست ہے"۔

حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں مروی ہے کہ وہ بھی امام کے نکلنے کے بعد کلام اور نماز کو مکروہ جانتے تھے۔

لہٰذا قولِ صحابہ بھی حجت ہے اور ہمارے نزدیک اس کی تقلید واجب ہے اگر سنت سے کوئی چیز معارض نہ ہو۔

Marfat.com

باب دہم

نمازِ جمعہ کی نیت

نیت میں دو رکعت نماز فرض جمعہ کہیں یا صرف دو رکعت نماز جمعہ تو اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ زبان سے لفظ نیت کہنا لازم نہیں۔ خیال اور ارادے میں اس کو فرض سمجھ کر پڑھنا چاہئے۔

اور جمعہ کی نماز کے بعد جو لوگ چار رکعتیں بہ نیت ظہر احتیاطی پڑھتے ہیں۔ یہ بھی کسی دلیل سے ثابت نہیں ہیں۔ (کفایت المفتی ص ۲۰۰ جلد ۳)

نیت دل کے ارادہ کو کہتے ہیں، زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں اگر کہے تو بہتر ہے اور زبان سے کسی بھی زبان میں اردو فارسی وغیرہ میں کہے تو کچھ حرج نہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۴۹ جلد ۲)

کانوں تک ہاتھ اٹھا کر نیت باندھیں اور ہاتھ زیرِ ناف باندھیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۵۹ جلد ۲)

زبانِ عربی میں نیت اس طرح کریں۔ نویت ان اصلی للّٰہ تعالٰی رکعتی الجمعة فرض اللّٰہ تعالٰی متوجهاً الٰی جهة الکعبة الشریفة اللّٰہ اکبر۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۹۷ جلد ۵)

امام کس طرح نیت کرے؟

اس طرح نیت کرے کہ میں خالص خدا کے لیے نماز پڑھاتا ہوں، فرض نماز پڑھاتا ہوں (واجب وغیرہ ہو تو اس کا خیال کرے) جس وقت کی نماز ہو اس کا تصور کرے۔

امام کو امامت کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ تنہا نماز پڑھنے والے کے پیچھے کوئی نیت باندھ رہا ہے تو اس کو امامت کی نیت کر لینی چاہئے تاکہ امامت کا ثواب مل جائے۔ ہاں! مقتدی کے لیے اقتداء کی نیت کرنا ضروری ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۶۷ ج ۱ بحوالہ در مختار ص ۳۹۴ جلد اول)

حنفیہؒ کے نزدیک نماز کی صحت کے لیے امام کا امامت کی نیت کرنا اس حال میں شرط ہے جب کہ وہ عورتوں کی (بھی) امامت کر رہا ہو۔ پس اگر عورتوں کا امام بننے کی نیت نہیں کی تو

عورتوں کی نماز فاسد ہوگی۔ ہاں امام کی نماز صحیح ہو جائے گی۔ (کتاب الفقہ ص ۶۶۶ جلد اول)

اگر امامت کی نیت نہ کرے گا تو امامت کا ثواب نہ ملے گا، پس حصولِ ثواب امامت کے لیے تو امامت کی نیت ضرور ہے۔ رہا نماز کا صحیح ہونا مقتدی کی، پس اگر مقتدی مرد ہے تو ضروری نہیں، اور اگر عورت ہو تو اگر وہ کسی مرد کے محاذی ہے تب اس کی صحتِ نماز کے لیے نیتِ امامت ضروری ہے۔ اور اگر محاذی (برابر) نہیں تو اس میں اختلاف ہے۔ اور جنازہ میں بالا جماع اور جمعہ وعیدین میں صحیح قول کی بناء پر اس کے (عورت کے) اقتداء کی شرط نہیں۔

(امداد الفتاویٰ ص ۲۰۲ جلد اول)

نمازِ باجماعت

اداء جمعہ کی شرائط میں ایک جماعت بھی ہے، اس میں امام کے علاوہ کم از کم تین آدمی ہونے چاہئیں، یہ شرط نہیں کہ خطبہ میں سب لوگ حاضر ہوں، امام نے جمعہ کا خطبہ پڑھا، لوگ بھاگ گئے اور پھر دوسرے لوگ آئے، امام نے ان کے ساتھ جمعہ پڑھا تو جائز ہے۔

جماعت کے لوگوں میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ ان میں امام بننے کی صلاحیت ہو، اگر ان میں امام بننے کی صلاحیت نہیں ہے، مثلاً عورتیں یا لڑکے ہیں تو جمعہ جائز نہ ہوگا، اگر وہ غلام ہیں یا مسافر ہیں یا ان پڑھ (بالکل جاہل) ہیں، یا گونگے ہیں تو جمعہ صحیح ہو جائے گا۔

اور اگر امام نے تکبیر کہی اور جماعت کے لوگ حاضر تھے لیکن انھوں نے امام کیساتھ نماز شروع نہیں کی تو اگر انہوں نے امام کے رکوع کے سر اٹھانے سے پہلے تکبیر کہہ لی تو جمعہ صحیح ہو جائے گا۔

اور اگر امام کے رکوع کے سر اٹھانے سے پہلے تکبیر نہ کہی تو از سرِ نو نماز شروع کرے، اس میں کچھ اختلاف مذکور نہیں ہے۔

اور اگر جماعت والوں نے امام کے ساتھ تکبیر (اللہ اکبر) کہی اور پھر بھاگ گئے اور مسجد سے نکل گئے، پھر امام کے رکوع کے سر اٹھانے سے پہلے آ گئے اور تکبیر کہہ لی تو جمعہ جائز ہے جب امام نے تکبیر کہی اور اسکے ساتھ کچھ باوضو تھے، لیکن انہوں نے امام کیساتھ تکبیر نہ کہی یہاں تک کہ ان لوگوں کا وضو ٹوٹ گیا اور وہ لوگ چلے گئے اور دوسرے لوگ آ گئے تو استحساناً جمعہ جائز ہوگا۔

اور اگر وہ لوگ شروع ہی سے بے وضو تھے اور امام نے تکبیر کہدی پھر اور لوگ آئے تو

امام ازسرِ نو تکبیر کہے اگر جماعت کے لوگ نماز شروع کرنے کے بعد اور سجدہ کرنے سے پہلے بھاگ گئے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جمعہ صحیح نہ ہوگا۔ امام ابویوسف اور امام محمد رحمہا اللہ کے نزدیک جمعہ صحیح ہو جائے گا۔ اور اگر سجدہ کرنے کے بعد بھاگ گئے تو تینوں ائمہ یعنی امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ اور امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک جمعہ صحیح ہو جائے گا۔

(عالمگیری کتاب الصلوٰۃ ص ۷۰ جلد ۳)

عام اجازت

ادائیگی جمعہ کی شرائط میں "عام اجازت" بھی ہے، عام اجازت کا مطلب یہ ہے کہ مسجد کے دروازے کھول دیئے جائیں اور تمام لوگوں کو عام اجازت آنے کی ہو، اگر کچھ لوگ مسجد میں جمع ہو کر اسکے دروازے بند کرلیں، اور جمعہ پڑھیں تو جائز نہیں ہے، اور اسی طرح بادشاہ اپنے لوگوں کے ساتھ گھر میں جمعہ پڑھنا چاہے اور دروازہ کھول دے اور عام اجازت دیدے تو نماز جائز ہوگی خواہ وہ لوگ آئیں یا نہ آئیں، اگر بادشاہ گھر کا دروازہ نہ کھولے اور دربان مقرر کردے تو جمعہ جائز نہ ہوگا (یعنی عام اجازت نہ ہو تو جمعہ جائز نہ ہوگا)۔ (عالمگیری کتاب الصلوٰۃ ص ۷۱ جلد ۳)

جماعت میں ہجوم کا حکم

اگر کوئی ہجوم کی بناء پر زمین پر سجدہ نہ کرسکا تو لوگوں کے کھڑے ہونے کا انتظار کرے پھر اگر کچھ جگہ پائے تو سجدہ کرے، اور اگر کسی دوسرے شخص کی پیٹھ پر سجدہ کیا تو جائز ہے۔

اور اگر سجدہ کی جگہ مل گئی تھی اور اس کے باوجود کسی دوسرے شخص کی پیٹھ پر سجدہ کیا تو جائز نہیں ہے۔ اور اگر لوگوں کی کثرت کی وجہ سے سجدہ نہ کرسکا اور اسی طرح کھڑا رہا، یہاں تک کہ امام نے سلام پھیر دیا تو وہ لاحق کے حکم میں ہے۔ اسی طرح قرأت کیے بغیر نماز پڑھتا رہے۔

اگر کوئی شخص جمعہ کی نماز میں مسبوق ہو یعنی رکعت نکل گئی ہو تو جب اپنی رکعت پوری کرنے کے لیے کھڑا ہو تو اسے اختیار ہے کہ قرأت زور سے کرے یا آہستہ پڑھے۔

(عالمگیری کتاب الصلوٰۃ ص ۷۲ جلد ۳)

جماعت میں صف بندی

نماز کے لیے اجتماعی نظام "جماعت" کی شکل میں تجویز کیا گیا ہے، اُس کے لیے

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ طریقہ تعلیم فرمایا کہ لوگ صفیں بنا کر برابر کھڑے ہوں۔

ظاہر ہے کہ نماز جیسی اجتماعی عبادت کیلئے اس سے زیادہ حسین اور سنجیدہ اور اس سے بہتر کوئی صورت نہیں ہو سکتی، پھر اس کی تکمیل کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی کہ صفیں بالکل سیدھی ہوں، کوئی شخص ایک اِنچ نہ آگے ہو اور نہ پیچھے، پہلے اگلی صف پوری کر لی جائے، اس کے بعد پیچھے کی صف شروع کی جائے، بڑے ذمہ دار اور اصحاب علم وفہم اگلی صفوں میں اور امام سے قریب جگہ حاصل کرنے کی کوشش کریں، چھوٹے بچے پیچھے کھڑے ہوں، اور اگر خواتین جماعت میں حاضر ہوں تو انکی صف سب سے پیچھے ہو، امام سب سے آگے اور صفوں کے درمیان میں کھڑا ہو۔

ظاہر ہے کہ ان سب باتوں کا مقصد جماعت کی تکمیل اور اس کو زیادہ مفید اور مؤثر بنانا ہے۔

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں کا عملاً اہتمام فرماتے اور وقتاً فوقتاً اُمت کو بھی اس کی ہدایت اور تلقین فرماتے اور ان کا ثواب بیان فرما کر ترغیب دیتے، نیز ان امور میں بے پروائی کرنے والوں کو سخت تنبیہ فرماتے اور عذاب سے ڈراتے تھے۔ (معارف الحدیث ص ۲۰۵ جلد ۳)

آپؐ کا طریقہ نماز

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھانے کھڑے ہوتے تھے تو پہلے داہنی طرف رُخ کر کے لوگوں سے فرماتے کہ "برابر برابر ہو جاؤ اور صفوں کو سیدھا کرو"۔ پھر اسی طرح بائیں جانب رُخ کر کے ارشاد فرماتے کہ "برابر برابر ہو جاؤ اور صفوں کو سیدھا کرو"۔

اس حدیث سے اور اسکے علاوہ بعض دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خصوصاً نماز کیلئے کھڑے ہونے کے وقت اکثر وبیشتر یہ تاکید فرماتے تھے۔

ایک دوسری حدیث حضرت بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو اس قدر سیدھا اور برابر کرتے تھے گویا ان کے ذریعہ آپؐ تیروں کو سیدھا کریں گے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔ حتّٰی کانما یسوی بها القد اح"۔

گویا کہ آپ صفوں کے ذریعہ تیر سیدھے کریں گے۔" اس کا مطلب سمجھنے کے لیے یہ جان لینا چاہئے کہ اہل عرب شکار یا جنگ میں استعمال کے لیے جو تیر تیار کیا کرتے تھے ان کو بالکل

Marfat.com

سیدھا اور برابر کرنے کی بڑی کوشش کی جاتی تھی، اس لیے کسی چیز کی برابری اور سیدھے پن کی تعریف میں مبالغے کے طور پر وہاں کہا جاتا تھا کہ وہ چیز اس قدر سیدھی ہے کہ اس کے ذریعہ تیروں کو سیدھا کیا جاسکتا ہے، یعنی وہ تیروں کو سیدھا اور برابر کرنے میں معیار اور پیمانہ کا کام دے سکتی ہے، صحابیؓ روایت کرنے والے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ہماری صفوں کو اس قدر سیدھی اور برابر کرنے کی کوشش فرماتے تھے کہ ہم میں سے کوئی سُوت برابر بھی آگے یا پیچھے نہ ہو۔

(معارف الحدیث ص ۲۰۶ جلد ۳)

صف سیدھی کرنا

''تسویۃ الصف'' سے مراد یہ ہے کہ نماز میں مل کر کھڑے ہوں۔ اپنے درمیان بالکل بھی فاصلہ نہ چھوڑیں اور آگے پیچھے نہ کھڑے ہوں، بلکہ سیدھے اور برابر کھڑے ہوں اور اگر صفیں زیادہ ہوں تو ایک سمت میں کھڑے ہوں۔ دونوں صفوں کا درمیانی فاصلہ خطوطِ متوازیہ کی طرح ہر جگہ سے برابر ہو۔ پھر ترتیب کو ملحوظ رکھیں۔ یہ صف کے ظاہری آداب ہیں جن کو نظر انداز کرنا باطن کے حالات میں خلل کا موجب ہے، جس طرح دیوار بناتے وقت پتھر اینٹ کو ایک دوسرے سے ملا کر رکھتے ہیں بالکل اسی طرح نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر رہو اور پوری نماز میں یہی حالت رہے، اس سے غفلت نہ کرنا۔ (اشعۃ اللمعات ص ۳۹۷ جلد ۲)

صفوں کو سیدھی کرنے کی ذمہ داری

و عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنهما قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان یسوی صفوفنا حتّٰی کأنما یسوی بها القداح حتّٰی رأانا قد غفلنا عنه الخ۔

(ابوداؤد و مسلم و ترمذی و نسائی)

ترجمہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو اس قدر سیدھا کیا کرتے تھے گویا انکے ذریعے آپ تیروں کو سیدھا کریں گے، یہاں تک کہ جب آپ نے اندازہ کرلیا کہ ہم آپ کا منشاء سمجھ چکے ہیں (ہم خود ہی صفوں کو بالکل درست وسیدھا کرنے کا اہتمام کرنے لگے) آپ نے فرمایا تم میں بہترین آدمی وہ ہے جو نماز میں اپنے مونڈھے نرم رکھے۔

تشریح صفیں درست کرنے کے لیے اگر نمازی کے کاندھے پکڑ کر درست کرنے کی ضرورت پڑے تو اکڑ کر نہ کھڑا ہو جائے بلکہ امام یا کوئی دوسرا آدمی صف کو سیدھا کرنے کی خاطر اگر کسی طرف کو سرکائے تو سرک جانا چاہیے اور اس کو اپنی کسرِ شان یا کچھ توہین نہیں سمجھنا چاہیے۔ (بلکہ ہر نمازی کیلئے ضروری ہے کہ کاندھے سے کاندھا ملا کر بیچ میں جگہ نہ چھوڑ کر کھڑے ہوں) تیر جتنا سیدھا سچا ہوگا اسی قدر صحیح نشانہ پر پہنچے گا، اس لیے تیر کے نشانہ باز تیروں کو سیدھا کرنے کا انتہائی اہتمام کرتے ہیں۔ اس حدیث میں تشبیہ کا کمال یہ ہے کہ حضرت نعمان بن بشیرؓ نے یہ نہیں فرمایا کہ آپؐ صفوں کو اس قدر سیدھا کیا کرتے تھے جیسے تیروں کو سیدھا کر رہے ہوں، بلکہ یہ فرمایا ''گویا ان صفوں کے ذریعہ تیروں کو سیدھا کیا جائے گا'' یعنی آپؐ تیروں کی درستی کا بھی پیمانہ صفوں کو بنانا چاہتے ہیں۔

آپ غور کیجیے کہ لائن کی سیدھ یا ٹیڑھ پن جانچنے کے لیے پیمانے کو رکھ کر دیکھا جاسکتا ہے، وزن کی کمی بیشی معلوم کرنے کے لیے باٹوں کے ذریعے تولا جاسکتا ہے، لیکن جس چیز کے ذریعے خود پیمانے کی سیدھ بنائی جائے اور باٹوں کا وزن مقرر کیا جائے وہ کس قدر سیدھی اور صحیح ہونی چاہیے۔

صفیں درست کرنے کے لیے کاندھے، گردنیں اور ایڑیاں دیکھنی چاہئیں، لوگ پیر کی انگلیاں دیکھ کر جو صفیں سیدھی کرتے ہیں اس سے صف سیدھی نہیں ہوتی۔ اور جب تک اگلی صف میں جگہ باقی ہو، پیچھے کی صف شروع نہ کی جائے۔ صفوں کی بے ترتیبی کا اثر انسانی دلوں پر یہ پڑتا ہے کہ ان میں اختلاف وانتشار کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ صفوں کی ترتیب یا بے ترتیبی کا دلوں کے اتحاد یا افتراق سے ایک گہرا مگر مخفی رشتہ ہے۔ اور اسی کے ساتھ یہ نماز کی تکمیل کے لیے بھی ضروری ہے۔ (الترغیب ص ۴۴ تا ص ۴۷ جلد دوم)

امام کو چاہیے کہ صفیں سیدھی کرے یعنی صف میں لوگوں کو آگے پیچھے ہونے سے منع کرے سب کو برابر کھڑے ہونے کا حکم دے۔ صف میں ایک دوسرے سے مل کر کھڑا ہونا چاہیے درمیان میں خالی جگہ نہ رہنا چاہیے۔ (بہشتی زیور ص ۵۸ جلد ۱۱)

پہلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے دوسری صف میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ ہاں جب صف پوری ہو جائے تب دوسری صف میں کھڑا ہونا چاہیے۔ (مراقی الفلاح ص ۲۱۱)

صف میں مل کر کھڑے ہونے سے آپس میں عداوت ختم ہو جاتی ہے اور محبت پیدا ہوتی

Marfat.com

ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

''ہم نے اس بات کا تجربہ کیا ہے کہ ذکر کے حلقوں میں مل کر بیٹھنے سے دل جمعی خوب ہوتی ہے، ذکر کی حلاوت معلوم ہوتی ہے اور خطرات بند ہوجاتے ہیں اور اس بات کو ترک کرنے سے یہ باتیں کم ہوجاتی ہیں اور ان میں سے جس قدر کسی بات میں کمی ہوتی ہے اسی قدر شیطان کو دخل ہوجاتا ہے''۔ (معارف مدنیہ ص ۴۵ جلد دوم)

مل کر کھڑا ہونا چاہئے، درمیان میں خالی جگہ نہ رہنی چاہئے مگر مخنثوں کی صف میں البتہ ایک دوسرے سے مل کر نہ کھڑا ہونا چاہئے بلکہ درمیان میں کوئی حائل یا خالی جگہ جس میں ایک آدمی کھڑا ہوسکے چھوڑ دی جائے، اس لیے کہ ہر مخنث میں مرد اور عورت دونوں کا احتمال ہے لہٰذا مل کر کھڑے ہونے میں نماز فاسد ہوجائے گی۔ (علم الفقہ ص ۹۴ جلد ۲)

صف میں ہمواری کیسے ہو؟

ٹخنہ ٹخنے کی سیدھ میں ہونا چاہئے اور مونڈھا مونڈھے کی سیدھ میں ہونا چاہئے اس سے صف سیدھی ہوجائیگی۔

حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مونڈھوں کو ملانے کا اور صفوں کو برابر کرنے کا حکم فرمایا ہے، اور ٹخنوں کو ایک سیدھ میں کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس سے بعض حضرات نے ٹخنہ سے ٹخنہ ملانے کا حکم سمجھ لیا ہے، یہ بظاہر ان سے غلط فہمی ہوئی ہے۔

اور اصل یہ ہے کہ مونڈھوں کو ملانے کا حکم صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے لہٰذا یہ سنت ہے اور جبکہ تمام آدمی مونڈھے ملادیں گے تو سب کے ٹخنے نہیں مل سکتے جیسا کہ تجربہ اس پر شاہد ہے۔ اس لیے بعض صحابہؓ سے تو الحاقِ کعاب منقول ہے۔ اس کے معنی برابر اور سیدھا کرنے کے ہیں یعنی تمام صف کے آدمی ایک سیدھ میں ہوں، نہ یہ کہ قدم اور ٹخنہ آگے پیچھے ہوں۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۵۵ ج ۳ بحوالہ مشکوٰۃ ص ۹۷)

مل کر کھڑا ہونا اور بیچ میں جگہ خالی نہ چھوڑنا سنت ہے۔ قدم کا قدم سے ملانے کا مطلب یہ ہے کہ ایک سیدھ میں برابر رہیں، آگے پیچھے نہ ہوں۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۴۷ ج ۳)

صف سیدھی کرنے کے لیے پکار کر کہنا

سوال: جمعہ کے خطبہ کے بعد تکبیر تحریمہ سے پہلے زید نے آواز سے کہا ''صف سیدھی کرلو'' بکر

Marfat.com

کہتا ہے کہ زید کی نماز نہیں ہوئی۔ کیا صف سیدھی کرنے کے لیے کہنا مستحب اور درست ہے اور نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب صف سیدھی کرنے کے لیے کہنا مستحب و مسنون ہے، بکر کا قول غلط ہے نماز ہو گئی۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۵۶ جلد ۵ بحوالہ ردالمختار باب الامامت ص ۵۳۱ ج ۱)

جمعہ کی نماز کے لیے کس وقت کھڑے ہوں؟

سوال مقتدیوں کو جمعہ کی نماز کے لیے خطبہ ختم ہوتے ہی کھڑا ہونا چاہیے یا امام کے مصلّے پر جانے اور مؤذن کے تکبیر کہنے کا انتظار کرنا چاہیے؟

جواب اصل تو یہ ہے کہ جس وقت مکبّر حی علی الفلاح کہے اس وقت کھڑا ہونا چاہیے، لیکن احادیث میں صفوں کو سیدھی کرنے کی نیز درمیان میں جگہ نہ چھوڑنے کی بہت تاکید آئی ہے اور عام طور سے لوگ مسائل سے ناآشنا ہیں، اس لیے تکبیر کے شروع ہونے سے پہلے ہی یعنی خطبہ جمعہ ختم ہوتے ہی کھڑے ہو کر صفیں سیدھی کر لی جائیں، تاکہ تکبیر سکون سے سن سکیں اور اس وقت کسی کا شور نہ ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۴۴ جلد ۲)

شروع اقامت سے کھڑے ہونے کی مصلحت

وہ خاص مصلحت یہ ہے کہ احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے صفوں کو سیدھا کر لیا جائے، اگر حی علی الفلاح پر مقتدی کھڑے ہوئے اور قد قامت الصلوٰۃ پر امام نے تکبیر تحریمہ کہہ دی جیسا کہ روایاتِ کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے۔ تو پہلے سے صفوف وغیرہ کو سیدھا کرنے کا انتظام نہ ہو سکے گا حالانکہ یہ اہم ہے۔ اور حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کا حکم استحبابی (مستحب) ہے اور اس میں تاویل بھی ہو سکتی ہے وہ یہ کہ اس سے تاخیر نہ کریں، تقدیم میں کچھ حرج نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۶۲ جلد ۳ بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۹۷ جلد اول باب تسویۃ الصفوف)

امام کو یہ ضروری ہے کہ مقتدیوں کو برابر کھڑا ہونے اور صف سیدھی کرنے کا حکم دے۔ پس امام کو چاہیے کہ تکبیر تحریمہ میں ایسی جلدی نہ کرے کہ صف پوری ہو یا نہ ہو، اور صف سیدھی ہو یا نہ ہو، اور سب نمازی برابر کھڑے ہوں یا نہ ہوئے ہوں فوراً نیت باندھ لے، ایسا ہرگز نہ کرے۔ اور درمختار و شامی وغیرہ نے یہ لکھا ہے کہ مکبّر کی تکبیر ختم ہونے پر (امام) نیت باندھے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۱۶ جلد ۲)

Marfat.com

امام کے پیچھے کیسے لوگ کھڑے ہوں؟

امام کے پیچھے قریب میں اہلِ علم وعقل کا کھڑا ہونا بہتر ہے لیکن اگر امام کے قریب دوسرے لوگ نمازی آ گئے ہیں تو ان کو ہٹانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ نماز ہر طرح ہو جاتی ہے لیکن اگر اہل علم کو پہلے آنے والے حضرات ترجیح دیں اور اپنی جگہ امام کے پیچھے کھڑا کریں تو یہ فعل بھی درست بلکہ مطلوب ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۵۷ ج ۳۔ بحوالہ رد المختار فی جواز الایثار ص ۵۳۲ ج ۱)

قرأت شروع ہونے کے بعد کا حکم

سوال امام کے قرأت شروع کرنے کے بعد اگر کوئی شخص نماز میں شریک ہو تو اس کو ثناء سبحانك اللّٰهم الخ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

جواب اس کو ثناء نہ پڑھنی چاہئے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۷۹ جلد ۳، بحوالہ رد المختار صفۃ الصلوٰۃ ص ۵۶ اور صفۃ الصلوٰۃ ص ۴۵۶ جلد اول)

بچوں کو کہاں کھڑا کریں؟

سوال نماز میں نابالغ بچوں کو کہاں کھڑا کیا جائے؟

جواب اگر صرف ایک ہی نابالغ لڑکا ہو تو اس کو بالغوں کے ساتھ ہی کھڑا کیا جائے، اگر نابالغ لڑکے زیادہ ہوں تو ان کو پیچھے کھڑا کرنا مستحب ہے، واجب نہیں۔

مگر اس زمانہ میں لڑکوں کو مردوں کی صفوں ہی میں کھڑا کرنا چاہئے، کیونکہ دو یا زیادہ لڑکے ایک جگہ جمع ہونے سے اپنی نماز خراب کرتے ہیں بلکہ بالغین کی نماز میں خلل پیدا کرتے ہیں۔

چونکہ یہ قول مطلق ہے، لہٰذا پہلی صف اور دوسری اور تیسری صف میں کوئی فرق نہیں، یہ حکم اُن بچوں کے متعلق ہے جو نماز اور وضو وغیرہ کی تمیز رکھتے ہوں۔

زیادہ چھوٹے بچوں کو مردوں کی صف میں کھڑا کرنا مکروہ ہے، بلکہ مسجد میں لانا ہی جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ص ۲۸۰ جلد ۳ بحوالہ رد المختار ص ۳۷ جلد اول)

اگر صف میں ایک ہی لڑکا ہے تو وہ مَردوں کی صف میں داخل ہو جائے، ہاں اگر متعدد

Marfat.com

لڑکے ہوں تو وہ مردوں کے پیچھے اپنے صف بنالیں، اور مردوں کی صف کو اُن سے پُر نہ کیا جائے۔
(کتاب الفقہ ص۶۹۲ جلد اول)

نابالغ بچوں کے لیے حکم تو یہ ہے کہ اگر جماعت میں شامل ہوں تو پیچھے کھڑے ہوں خواہ عیدین کی جماعت ہو یا دیگر نمازوں کی۔ اگر بوجہ مجبوری جیسا کہ عیدگاہ (وغیرہ) میں پیش آتی ہے۔ بچے جماعت کے اندر کھڑے ہو جائیں یا نمازی کے آگے بیٹھ جائیں یا دائیں بائیں کھڑے ہو جائیں تو نماز ہو جاتی ہے، لیکن یہ خلافِ سنت ہے اور مکروہ تنزیہی ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم ص۱۹۶ جلد۵ بحوالہ ردالمختار ص۵۳۴ جلد اول باب الامامت)

اگر بچوں کی صف آگے جانے میں مخل ہو؟

اگر لڑکوں کے آگے کو جا کر یا صف چیر کر بالغوں کی جماعت میں مل سکے تو چلا جائے اور بالغوں کی جماعت میں شریک ہو جائے اور اگر یہ ممکن نہ ہو اور لڑکوں کی ہی جماعت میں کھڑا ہو جائے تب بھی نماز صحیح ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص۳۳۹ جلد۳ بحوالہ ردالمختار باب الامامت ص۵۳۲ ج۱)

نابالغ لڑکا اگر مردوں کی صف میں کھڑا ہو گیا اور دونوں طرف اس کے بالغین مرد کھڑے ہو گئے تو ان بالغین کی نماز میں کچھ فساد اور کراہت نہیں آتی ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم ص۳۴۲ جلد۳ بحوالہ ردالمختار باب الامامت ص۵۳۴ جلد اول)

اگلی صف کی جگہ کو پُر کرنا

جو شخص آگے کی صف میں جگہ خالی دیکھ کر پھلانگ لگا کر وہاں جا کر بیٹھا اس پر کچھ گناہ نہیں ہے اور جس نے آگے جگہ خالی ہونے کے باوجود پیچھے بیٹھنا اختیار کیا اُس نے خلافِ اولیٰ کیا۔
(فتاویٰ دارالعلوم ص۳۴۵ جلد۳ بحوالہ ردالمختار باب الامامت ص۵۳۳ جلد اول)
(پھلانگنے میں اس کا خیال ضروری ہے کہ کسی کے کپڑے نہ خراب ہوں اور نہ ہی کسی کو کوئی اور تکلیف پہنچے۔ محمد رفعت قاسمی عفا اللہ عنہ)

مسجد کے دَروں میں کھڑے ہونے کا حکم

سوال ایک جامع مسجد میں چند در ہیں۔ جماعت کے وقت ہر در میں مقتدی کھڑے ہوتے

Marfat.com

ہیں۔ ثوابِ جماعت کے مستحق ہیں اور کیا نماز ہو جائے گی؟

جواب شامی سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کو درمیان دو ستونوں کے کھڑا ہونا مکروہ ہے اور بعض روایاتِ حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم درمیان دو ستونوں کے کھڑے ہونے سے بچتے تھے۔ پس معلوم ہوا کہ بلا ضرورت ستونوں کے درمیان یعنی دَروں میں کھڑا ہونا مکروہ ہے، مگر نماز ہو جاتی ہے اور جماعت کا ثواب بھی حاصل ہوگا، اور اگر ایک در میں چند آدمی کھڑے ہو سکتے ہیں کہ چھوٹی سی جماعت ان کی ہو جائے اور اس کی ضرورت ہو تو اس میں کراہت بھی بظاہر نہ ہوگی۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۴۴ ج ۳)

سُتَرہ کیا ہے؟

سُتَرہ سین کے پیش اور تاء ساکن کیساتھ۔ وہ چیز جس سے کسی چیز کو چھپایا جائے۔ یہاں وہ چیز مراد ہے جو نماز کے آگے کھڑی کی جاتی ہے۔ جس سے اسکے سجدہ کرنے کی جگہ متمیز اور واضح ہو جاتی ہے تا کہ گزرنے والا نمازی کے آگے سے نہ گزرے۔ یہ سترہ دیوار ستون اور لکڑی وغیرہ کا ہو سکتا ہے۔ سترہ کی لمبائی گز سے کم اور موٹائی انگشت سے کم نہ ہو۔

(اشعۃ اللمعات ص ۴۵۴ جلد ۲)

سترہ کی ضرورت وہاں پیش آتی ہے جہاں نماز کھلی اور بے آڑ جگہ میں پڑھی جائے۔ اگر مسجد میں نماز پڑھنی ہو یا ایسے مقام پر جہاں لوگوں کا گزر نماز کے سامنے سے نہ ہوتا ہو، تو اس کی کچھ ضرورت نہیں۔ باجماعت کی صورت میں امام کا سترہ تمام مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے، یعنی اگر امام کے آگے سترہ ہے تو مقتدیوں کے آگے سے گزرنے میں کچھ گناہ نہیں ہے خواہ ان کے آگے کوئی آڑ ہو یا نہ ہو۔ لیکن سترہ کے درے سے گزرنا جائز نہیں۔

ہاں اگر جماعت میں شریک ہونے کے لیے اگر کوئی پہلی صف میں خالی جگہ دیکھے تو اس کو جائز ہے کہ دوسری صف کے آگے سے گزر کر پہلی میں اس خالی جگہ دیکھے تو اس کو جائز ہے کہ دوسری صف کے کے آگے سے گزر کر پہلی میں اس خالی جگہ پہنچ کر جماعت میں شریک ہو جائے۔ اس صورت میں قصور دوسری صف والوں کا مانا جائے گا کہ انہوں نے آگے بڑھ کر پہلی صف میں خالی جگہ کو پُر کیوں نہیں کیا۔ (مظاہر حق جدید ص ۶۴۵ جلد اول)

Marfat.com

سُترہ کیوں مقرر کیا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "لو یعلم المار بین یدی المصلی ماذا علیہ کان ان یقف اربعین خیراً لہ من ان یمر بین یدیہ"۔ یعنی نماز پڑھتے ہوئے کے سامنے ہو کر جو شخص گزرتا ہے اگر اس کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس پر کیا وبال لازم آتا ہے تو چالیس سال تک اس کو کھڑا رہنا اس کے آگے ہو کر گزرنے سے بہتر معلوم ہو۔

اس میں یہ راز ہے کہ نماز شعائر الٰہی میں سے ہے اور اس کی تعظیم واجب ہے اور چونکہ نماز سے اس حالت کے ساتھ تشبیہ مقصود ہے جو غلام کو اپنے آقا و مولا کے سامنے سکون اور خاموشی کے ساتھ کھڑے ہوتے وقت ہوا کرتی ہے، اس لیے نماز کی ایک تعظیم یہ بھی مقرر کی گئی کہ کوئی گزرنے والا نمازی کے سامنے ہو کر نہ گزرے، کیونکہ آقا اور اس کے غلام کے درمیان سے جو جو دست بستہ اس کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں گزرنا سخت بے ادبی ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جب تم میں سے نماز کے لیے کوئی کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے عرض و معروض کیا کرتا ہے اور اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے"۔

کیونکہ اسمیں ایک بات یہ بھی ہے کہ نمازی کے سامنے سے گزرنے سے اکثر نمازی کا دل بٹ جاتا ہے، اسی واسطے نمازی کو اسکے ہٹا دینے کا حق حاصل ہے۔

آپؐ نے فرمایا "تم میں سے جب کوئی اپنے سامنے کجاوے کے پشتے کے برابر کوئی چیز رکھ لے تو پھر وہ نماز پڑھے اور اس سے آگے جو کوئی گزرے اس کی کوئی پرواہ نہ کرے"۔

اس میں راز یہ ہے کہ چونکہ مطلقاً گزرنے سے ممانعت کرنے میں حرجِ عظیم تھا، اس لیے آپؐ نے سترہ کے کھڑا کرنے کا حکم دیا تاکہ ظاہر میں نماز کی زمین اور زمین سے علیٰحدہ بھی ہو جائے، اور پاس سے گزرنا بھی ایسا معلوم ہو جیسے دور سے گزرنا۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۳۰۹)

سُترہ کیا ہونا چاہیے؟

سوال: نمازی کے آگے چادر یا چھتری سُترہ (آڑ) کے بجائے ہو تو کافی ہے یا نہیں؟ یا لکڑی کا ہونا ضروری ہے؟

جواب: چادر یا چھتری نماز پڑھنے والے کے آگے ہو تو بجائے سترہ کے کافی ہے لکڑی کی

Marfat.com

خصوصیت نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۲ جلد ۴)

سامنے سے گزرنے کی صورتیں

نمازی کے سامنے سے گزرنے کی تین صورتیں ہیں:

(۱) نمازی کے سامنے کے علاوہ گزرنے کا راستہ موجود تھا، اس کے باوجود ایک شخص باوجود جان بوجھ کر سامنے سے گزرتا ہے۔ اس صورت میں گزرنے والا گناہ گار ہے۔

(۲) نمازی ایسی جگہ نماز پڑھنے کھڑا ہو جائے تو گزرنے والا سوائے سامنے سے جانے کے اور کہیں سے نکل ہی نہیں سکتا۔ اسی صورت میں نمازی گنہگار ہے۔

(۳) اور اگر نمازی ایک کونہ کی جگہ چھوڑ کر بیچ میں کھڑا ہو گیا مگر اب بھی گزرنے کے لیے راستہ موجود ہے اور اس کے باوجود گزرنے والا سامنے سے گزرتا ہے تو دونوں گنہگار ہیں۔

ایسی جگہ نماز پڑھنے والے کے لیے ضروری ہے کہ کوئی چیز اپنے سامنے رکھ لے جو کم از کم ایک انگلی کے برابر موٹی اور تقریباً ایک ہاتھ اونچی ہو۔ اور اگر نمازی کے سامنے کوئی چیز رکھی ہوئی نہیں ہے تو گزرنے والا اتنے فاصلے سے گزر سکتا ہے کہ نمازی اگر سجدے کی جگہ پر نظر رکھے تو یہ گزرنے والا اس کو نظر نہ آئے۔ لیکن اگر سامنے اتنی جگہ نہ ہو تو یا تو لکڑی، کپڑا وغیرہ سامنے کر کے گزر جائے یا انتظار کرے جب وہ نمازی سلام پھیرے۔ تب گزرے۔

اور اس نادان نمازی کو سمجھایا جائے کہ اس طرح لوگوں کے راستہ میں دیواریں کھڑی نہ کیا کرو کہ چلنا پھرنا مشکل ہو جائے۔ (الترغیب ص ۶۸ جلد ۲)

کتنے فاصلہ سے گزر سکتے ہیں

بڑی مسجد یا بڑا مکان یا میدان ہو تو اتنے آگے سے گزرنا جائز ہے کہ اگر نمازی اپنی نظر سجدہ کی جگہ پر رکھے تو گزرنے والا اُسے نظر نہ آئے۔ (کفایت المفتی ص ۴۴۷ ج ۳)

پس اگر کوئی شخص باہر فرش پر نماز پڑھتا ہو تو اندر کے درجہ (حصہ) میں آگے کو گزر سکتا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۰۱ جلد ۴ بحوالہ ردالمختار ص ۵۹۳ جلد اول)

جماعت میں شرکت کا طریقہ

اگر کوئی شخص نماز کو آیا اور امام رکوع کی حالت میں ہے، اور سب سے پچھلی صف میں

Marfat.com

کوئی جگہ خالی ہے تو صف میں شامل ہوکر نیت باندھے، صف کے باہر تکبیر تحریمہ نہ کہے، خواہ رکعت جاتی رہے۔

صف سے باہر ہی نیت باندھ لینا مکروہ ہے، لیکن اگر پچھلی صف میں جگہ نہ ہو بلکہ کسی اور صف میں جگہ خالی ہو تب بھی صف میں شامل ہو جائے بغیر تکبیر تحریمہ نہ کہے۔ ہاں اگر صفوں میں جگہ نہ ہو تو صف کے پیچھے ہی (جہاں پر جگہ ملے) تکبیر تحریمہ کہہ لے یعنی نیت باندھ لے، اور چاہیئے کہ اگلی صف والوں میں سے کسی کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے پیچھے کھینچ لے، بشرطیکہ اس میں عملِ کثیر سے زیادہ حرکت نہ کرنی پڑے جس سے نماز فاسد ہو جائے۔

اس طرح کرنے کی غرض یہ ہے کہ ایک اور صف بن جائے۔ صفوں کے پیچھے اکیلا (تن تنہا) کھڑے ہو کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اگر مقتدی کو نماز میں شامل ہونے کے بعد، اگلی صفوں میں جو محراب کے قریب ہے، خالی جگہ معلوم ہوئی تو مستحب یہ ہے کہ اس خالی جگہ کو پر کرنے کے لیے بمقدار ایک صف کے فاصلے کے آگے بڑھے۔ لیکن اگر مقتدی تیسری صف میں ہے اور خالی جگہ پہلی صف میں ہے تو وہاں تک نہ جائے اور اُسے پر کرنے کی کوشش نہ کرے، ایسا کرنے سے نماز جاتی رہے گی، کیونکہ یہ عملِ کثیر ہوگا۔ (کتاب الفقہ ص ۶۹۲ ج ۱)

تنہا ایک شخص کا پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے بلکہ ایسی حالت میں چاہیئے کہ اگلی صف میں سے کسی کو کھینچ کر اپنے برابر کھڑا کر لے لیکن کھینچنے میں اگر احتمال ہو کہ وہ اپنی نماز خراب کر لے گا یا برا مانے گا تو نہ شامل کرے۔ چونکہ اس میں بہت سے مسائل سے واقفیت ضروری ہے اور اس زمانہ میں ناواقفیت زیادہ ہے اس لیے نہ کھینچے۔ (مراقی الفلاح ص ۲۱۱، بہشتی زیور ص ۵۷ ج ۱۱)

ایک عام غلطی کا ازالہ

بعض مرتبہ مقتدی بھی ایسی غلطی کر بیٹھتے ہیں جس سے ان کی نماز فاسد ہو جاتی ہے مثلاً امام کے تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہنے سے پہلے مقتدی اللہ اکبر کہہ دیتے ہیں یا امام کے لفظ اللہ ختم ہونے سے پہلے ہی لفظ اللہ کہہ دیتے ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں نماز کا شروع کرنا صحیح نہیں ہوتا ان مقتدیوں کو چاہیئے کہ وہ پھر سے دوبارہ اللہ اکبر کہہ کر امام کے پیچھے نماز کی نیت باندھیں۔

(مسائل سجدہ سہو، ص ۴۷ بحوالہ صغیری ص ۱۴۳)

اکثر مقتدیوں کو دیکھا جاتا ہے کہ اگر امام رکوع میں چلا گیا تو اس کے ساتھ رکوع میں

شریک ہونے کے لیے سیدھے کھڑے ہوئے بغیر اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں چلے جاتے ہیں، اس طور پر کہ ان کی اللہ اکبر کی آواز رکوع میں پہنچ کر ختم ہوتی ہے۔ اس طرح نماز میں شریک ہونا درست نہیں، تکبیر تحریمہ کے فارغ ہونے تک کھڑا ہونا فرض ہے۔ یعنی سیدھے کھڑے ہو کر اللہ اکبر کی آواز ختم ہو جائے اس کے بعد رکوع کے لیے جھکنا چاہیئے۔

اگر تکبیراتِ تحریمہ قیام (کھڑے ہونے) کی حالت میں نہ ہو تو اس کا نماز میں شمول صحیح نہیں ہوا۔ (کفایت المفتی ص ۳۹۱ جلد ۳)

مقتدیوں کو ہر رکن کا امام کیساتھ ہی بلا تاخیر ادا کرنا سنت ہے۔ تحریمہ بھی امام کے تحریمہ کیساتھ ادا کریں۔ رکوع بھی امام کیساتھ، قومہ بھی امام کے قومے کیساتھ، سجدہ بھی امام کے سجدہ کے ساتھ۔ غرض ہر فعل امام کے فعل کیساتھ ادا کرے۔ ہاں اگر قعدہ اولیٰ میں امام مقتدی کی التحیات تمام کرنے سے پہلے کھڑا ہو جائے تو مقتدیوں کو چاہیئے کہ التحیات پوری کر کے کھڑے ہوں، اسی طرح قعدۂ اخیرہ میں اگر امام مقتدیوں کے التحیات الخ پوری کرنے سے پہلے سلام پھیر دے تو مقتدیوں کو چاہیئے کہ اپنی التحیات تمام کر کے سلام پھیر دیں۔ ہاں رکوع اور سجدہ وغیرہ میں اگر مقتدیوں نے تسبیح نہ پڑھی (یعنی رکوع میں سبحان ربی العظیم اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ بالکل نہ پڑھا ہو یا تین بار سے کم پڑھا ہو) تو بھی امام کیساتھ ہی کھڑا ہونا چاہیئے۔

(بہشتی زیور ص ۶۱ جلد ۱۱ بحوالہ کبیری ص ۶۵۹)

رکوع میں امام کے ساتھ ذرا سی شرکت بھی کافی ہے، یہاں تک کہ اگر مقتدی اس حالت میں رکوع کے لیے جھکا کہ امام رکوع سے اُٹھ رہا ہے مگر امام ابھی اتنا سیدھا نہیں ہوا کہ اس کے ہاتھ یعنی مقتدی کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ سکتے ہوں تو اس کو یہ رکعت بھی مل گئی۔ اس لیے کہ ایک تسبیح کے برابر) بقدر تسبیحہ واحدہ) رکوع میں ٹھہرنا واجب ہے اس کے بعد بقیہ تسبیحات چھوڑ کر امام کی اتباع واجب ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۲۸۸ ج ۳)

اِقتداء کا بیان

مسئلہ حنفیہ کے نزدیک امام اور مقتدی دونوں الگ الگ مکانوں میں ہوں تو نماز فاسد ہو جائے گی، قطع نظر اسکے کہ مقتدی پر امام کا حال مشتبہ ہو یا نہ ہو۔

اگر کسی نے اپنے گھر میں امام کی اقتداء کی جبکہ گھر کا دروازہ کسی راستہ وغیرہ سے مسجد

Marfat.com

سے منقطع ہو گیا ہو تو یہ اقتداء صحیح نہ ہوگی، کیونکہ دونوں مکان مختلف ہو گئے۔ ہاں اگر وہ گھر مسجد کے ساتھ لگا ہوا ہو کہ مسجد کی دیوار کے علاوہ دونوں میں کوئی شے حائل نہ ہو تو مقتدی کی نماز درست ہوگی، بشرطیکہ امام کا حال مقتدی کے روبرو مشتبہ نہ ہو (یعنی امام جو کچھ کرتا ہے اس کا علم پورے طور پر مقتدی کو ہوتا رہے) اسی طرح مقتدی اپنے کی چھت پر جو مسجد کی چھت سے ملی ہو نماز پڑھے، نماز ہو جائے گی۔ کیونکہ اس صورت میں دونوں مکان الگ الگ متصور نہ ہوں گے۔ (مسجد سے مکان تک صفوں کا ملنا ضروری ہے) اگر مکان ایک مگر وسیع ہو جیسے کوئی بڑی مسجد ہو، تو اقتداء اسی صورت میں صحیح ہوگی جبکہ مقتدی کو امام کے اعمال (حرکات وسکنات) میں شبہ نہ رہتا ہو۔ خواہ امام کی آواز سن کر، یا مکبّر کی آواز سے یا امام کو دیکھ کر، یا اس کے دوسرے مقتدیوں کو دیکھ کر (غرض یہ ہے کہ امام کی نماز کے افعال معلوم ہونے میں شبہ نہ رہے)۔

در ہے کہ مکبر یعنی جو تکبیرات کا اعلان کرتا ہے اس کی پیروی اسی حالت میں درست ہوگی جبکہ تکبیر تحریمہ کی غرض محض اِطلاع دینا ہو کیونکہ اگر صرف اعلانِ تکبیر مقصود ہو (یعنی شمولیت نماز نہ ہو تو) اُس کی خود نماز باطل ہوگی۔ لہٰذا جو اس کے اعلان کی پیروی کرے گا اس کی نماز بھی باطل ہوگی۔

یاد رہے کہ بڑی مسجد میں اقتداء اسی صورت میں ہوگی جبکہ امام اور مقتدی کے درمیان کوئی چلتا راستہ نہ ہو جس میں پہیہ دار گاڑی وغیرہ گزرتی ہو (مطلب یہ ہے کہ صفیں اور مقتدی آپس میں ملے ہوئے ہوں، درمیان میں خلاء نہ ہو تو دور تک جماعت واقتداء صحیح ہو جائے گی)۔
یا کوئی نہر ہو جس میں کشتی چلنے کی گنجائش ہو۔ اگر درمیان میں ایسا کوئی حائل خلاء ہو تو اقتداء درست نہیں ہے۔

میدان (کی نماز) میں اگر امام اور مقتدی کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ اُس میں دو صفیں کھڑی ہو سکیں تو اقتداء صحیح نہ ہوگی۔ بڑی مساجد جیسے بیت المقدس ہے۔ انکا حکم بھی وہی ہے۔ جو میدان (میں نماز) کا ہے۔ یعنی درمیان میں خلاء نہ ہو تو اقتداء صحیح ہوگی۔ (کتاب الفقہ ص ۶۶۳ ج ۱)

قریب کے مکان میں سے اقتداء امام کی جو مسجد میں ہے، نہیں کر سکتا (یعنی جمعہ وغیرہ میں مسجد کے قریب مکان میں امام کی اقتداء نہیں کر سکتا) مگر صفوں کے ملنے کی صورت میں اقتداء کر سکتا ہے جبکہ مسجد سے مکان تک برابر صفوف مقتدیوں کی ہوں تو اس صورت میں اقتداء درست ہے۔ (فتاوٰی دار العلوم ص ۳۵۶ جلد ۳، بحوالہ رد المختار باب الامامت ص ۵۲۸ ج ۱)

Marfat.com

نماز جمعہ کی مدرسہ میں اقتداء کرنا

سوال جامع مسجد کے احاطہ میں دو کانیں ہیں اور اس کے اوپر مدرسہ ہے۔ مدرسہ مسجد کے فرش (چبوترہ) سے متصل ہے اور ایک کھڑکی محاذاۃ مسجد میں ہے، اس صورت میں بارش یا گرمی کی وجہ سے مسجد کے صحن کو چھوڑ کر مدرسہ میں نماز پڑھنے والوں کی اقتداء صحیح ہے یا نہیں؟

جواب شامی میں اس مسئلہ کی تحقیق میں اختلافات کے بعد لکھا ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ اس صورت میں جو سوال میں معلوم کی گئی ہے یعنی مدرسہ مذکورہ میں نماز پڑھنے والوں کی اقتداء صحیح ہے۔

اسی طرح سے اگر مسجد کے اندر پردے چھوٹے ہوئے ہوں تو باہر جو آدمی نماز کو کھڑے ہیں ان کی نماز صحیح ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۳۸ جلد ۳ و ص ۳۶۷ جلد ۳۔ بحوالہ ردالمختار باب الامامت ص ۵۴۹ جلد ۱)

جمعہ میں بلند آواز سے قرأت

جمعہ و عیدین میں بلند آواز سے قرأت کرنا واجب ہے اور تراویح میں بھی واجب ہے۔

(کفایت المفتی ص ۴۱۰ جلد ۳ بحوالہ درمختار ص ۳۹۲ جلد اول)

جمعہ میں قرأتِ مسنونہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازوں میں جن سورتوں کی قرأت منقول ہے ان کو پڑھنا مستحب ہے، لیکن ان پر استمرار (پابندی کرنا) مناسب نہیں ہے تاکہ عوام اس قرأت (سورتوں) کو واجب نہ سمجھ لیں، باقی سورتوں کو ترک کرنے کا وہم نہ ہو۔

جمعہ میں تین طریقہ پر قرأت منقول ہے۔ پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ، دوسری میں سورۂ منافقون۔ یا پہلی میں سبح اسم، دوسری میں سورۂ غاشیہ۔ یا پہلی میں سورۂ جمعہ دوسری میں سورۂ غاشیہ۔

(مسلم وغیرہ) (بحوالہ معارف مدنیہ ص ۹۸ جلد ۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ جمعہ کی دونوں رکعتوں میں علی الترتیب اکثر و بیشتر سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون یا سورۂ اعلیٰ و سورۂ غاشیہ پڑھا کرتے تھے۔ اور عیدین کی نماز میں بھی سورۂ اعلیٰ و سورۂ غاشیہ پڑھا کرتے یا سورۂ ق والقرآن المجید اور اقتربتِ الساعۃ تلاوت فرماتے۔

Marfat.com

نمازِ پنجگانہ اور جمعہ وعیدین کی نمازوں میں قرأت سے متعلق جو حدیثیں لکھی گئی ہیں، اس سے دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر معمول یہ تھا کہ فجر میں قرأت طویل فرماتے تھے اور زیادہ تر طوالِ مفصل پڑھتے تھے، ظہر میں بھی کسی قدر طویل قرأت فرماتے تھے، عصر میں مختصر اور ہلکی پڑھتے تھے، اور اسی طرح مغرب میں بھی، عشاء میں اَوساطِ مفصل پڑھنا پسند فرماتے تھے، لیکن کبھی کبھی اس کے خلاف بھی ہوتا تھا۔

(۲) کسی نماز میں ہمیشہ کسی خاص سورت کے پڑھنے کا نہ آپ نے حکم دیا اور نہ عملاً ایسا کیا، ہاں بعض نمازوں میں اکثر وبیشتر بعض خاص سورتیں پڑھنا آپؐ سے ثابت ہے۔

(معارف الحدیث ص۲۶۱ جلد۳)

اگر کوئی کبھی ان کے علاوہ پڑھے تو سنت کے خلاف نہیں۔ بلکہ اس سے عوام کے مغالطہ سے بچنا زیادہ قریب ہے، اور اسی وجہ سے احناف کے یہاں تعیین سورت نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص۲۶۰ جلد۲ بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص۷۹ وص۸۱)

نمازِ جمعہ میں چھوٹی بڑی سورت کا حکم

سوال سورۂ سبح اسم الخ اور دوسری رکعت میں ھل اتاک حدیث الغاشیہ ان دونوں سورتوں میں سورۂ غاشیہ کی آیات سورۂ اعلیٰ سے زیادہ ہیں، نماز میں ان دونوں کو پڑھنے میں کسی قسم کی کراہت تو نہیں؟

جواب یہ دونوں سورتیں ایک نماز میں پڑھنا جائز ہیں۔ (کفایت المفتی ص۴۰۹ جلد۳)

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں سورۂ اعلیٰ اور سورۂ غاشیہ پڑھنا ثابت ہے، لہٰذا کراہت نہیں ہے۔ (امداد الفتاویٰ جدید ص۲۶۲ ج۱)

جمعہ کا خطبہ مختصر ہونا چاہئے اور قرأ سنت کے موافق ہونی چاہئے جیسے سورۂ سبح اسم ربک الاعلیٰ وغیرہ۔

(فتاویٰ دار العلوم ص۹۲ جلد۴)

نماز میں ہنسی آجانے کا حکم

اگر ہنسی میں فقط دانت کھل گئے آواز بالکل نہیں نکلی، تو نہ وضو ٹوٹا، نہ نماز گئی، اور اگر اتنی

Marfat.com

آواز نکلی کہ خود یا بالکل قریب والے شخص نے بھی سن لی تو نماز ٹوٹ گئی، وضو نہیں ٹوٹا۔ اور اگر اتنی آواز سے ہنسا کہ اہلِ مجلس نے آواز سن لی، تو وضو بھی جاتا رہا بشرطیکہ بالغ ہو، نابالغ کا وضو نماز میں ہنسنے سے نہیں ٹوٹتا۔ (احسن الفتاوی ص ۴۲۳ ج ۳ بحوالہ ردالمحتار ص ۱۴۴ جلد اول)

نماز میں کھنکارنا

اگر طبعی ضرورت سے بلا اختیار کھانسی آ گئی یا کسی نے صحیح غرض سے کھنکار امثلاً قرأت کے لیے آواز صاف کرنا، یا امام کو (غلطی پر) تنبیہ یا اطلاع مقصود ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

(ردالمحتار ص ۵۷۸ ج اول)

نماز میں لاحول پڑھنا

اگر اُمورِ دنیا سے متعلق کوئی وسوسہ آنے کی وجہ سے لاحول پڑھی تو نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر اُمورِ آخرت سے متعلق پڑھی تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ (ردالمحتار ص ۵۸۱ ج ۱) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بلا نیت ہی زبان سے الفاظِ مذکورہ نکل گئے تو نماز نہ ٹوٹے گی۔

(احسن الفتاوی ص ۴۲۱ جلد ۳)

نماز میں ٹوپی گر جانے کا حکم

اگر اس قسم کی ٹوپی ہو جو عادۃً ایک سے سر پر رکھی جاتی ہو، نماز فاسد نہ ہوگی، اور اگر ایسی ٹوپی ہو جو عادۃً ہاتھوں سے پہنی جاتی ہو (اگر پہنی) تو نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ عملِ کثیر ہے۔

(ردالمحتار ص ۵۸۴ جلد اول)

نماز میں بیڑی سگریٹ جیب میں ہونا

سوال مسجد میں بیڑی سگریٹ یا نسوار (نشے کی چیز) بعض حضرات جیب سے نکال کر صحن میں رکھ دیتے ہیں، اس کا شرعاً کیا حکم ہے۔ بدبودار چیز کا مسجد میں یا جیب میں رکھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب ایسی بدبودار چیزوں کو مسجد میں لانا یا نماز کی حالت میں جیب میں رکھنا جائز نہیں، البتہ نماز صحیح ہو جائے گی۔ (احسن الفتاوی ص ۴۲۲ جلد ۳)

Marfat.com

تشہد میں شریک ہونے والے کا حکم

سوال جمعہ کے قعدہ آخری میں دو آدمی شریک ہوئے، سلام کے بعد انہوں نے دو رکعت جمعہ کی پڑھ لی۔ یہ صحیح ہے ان کو ظہر پڑھنی چاہیے؟

جواب صحیح یہی ہے کہ جو لوگ جمعہ کی نماز کے تشہد میں شریک ہوں وہ جمعہ کی نماز پوری کریں ظہر نہ پڑھیں۔ پس ان لوگوں کی نماز صحیح ہوگئی۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۲۳ جلد ۵)

جمعہ کی ایک رکعت بھی اگر مل گئی یا جو تشہد میں بھی شریک ہو جائے اس کو جمعہ مل گیا لہٰذا جمعہ کی نماز پوری کر لینی چاہیے۔ (معارف مدنیہ ص ۱۰۰ جلد ۲)

فائدہ اگر مقتدی امام کے ساتھ نماز کے کسی بھی حصہ میں شریک ہو جائے، تو جماعت مل گئی، اگرچہ وہ صرف قعدۂ اخیرہ میں امام کے سلام پھیرنے سے پہلے شامل جماعت ہوا ہو، یعنی امام کے سلام پھیرنے سے پہلے کسی نے تکبیر تحریمہ کہہ لی تو جماعت مل گئی اگرچہ امام کے ساتھ کھڑے ہونے کا موقعہ نہ ملا ہو۔

جو شخص جمعہ کی جماعت کے کسی حصہ میں شریک ہو گیا، اس نے جمعہ پالیا، اگرچہ سجدۂ سہو میں (کوئی) پہنچا ہو، اُسے باقی نماز کو بطور جمعہ کے پورا کرنا چاہیے۔

(کتاب الفقہ ص ۶۴۳ ج ۱، وص ۶۹۸ ج ۱)

اگر کوئی مسبوق (بعد میں شامل جماعت ہونے والا) قعدۂ اخیرہ میں التحیات پڑھتے وقت یا سجدۂ سہو کے بعد آ کر ملے تو اس کی شرکت صحیح ہو جائے گی اور اس کو جمعہ کی نماز تمام کرنی چاہیے۔ یعنی دو رکعت پڑھنے سے ظہر کی نماز اس کے ذمہ سے اُتر جائے گی۔

(بحر الرائق درمختار وغیرہ۔ علم الفقہ ص ۱۵۲ جلد دوم)

ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد شرکت

سوال امام کے ایک سلام پھیرنے کے بعد نمازِ جمعہ میں شریک ہونے سے جمعہ ادا ہوگا یا نہیں؟

جواب نمازِ جمعہ صحیح نہ ہوگی، وہ شخص ظہر کی نماز پڑھے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۱۵ ج ۵ بحوالہ رد المختار باب صفۃ الصلوٰۃ ص ۴۹۰ جلد اول)

درمختار میں ہے: و تنقضی قدوہ بالاول قبل علیکم الخ۔ اس سے معلوم ہوا کہ

Marfat.com

امام نے جب لفظ السلام کہدیا اس کے بعد اقتداء درست نہیں ہے، اور وہ شخص (جس نے امام کے السلام پر نیت باندھی) شامل امام نہیں ہوا، وہ اپنی نماز علیحدہ پڑھے اور تحریمہ علیحدہ کہہ کر نماز شروع کر کے اپنے آپ کو مقتدی امام کا نہ سمجھے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۸۳ جلد ۳ بحوالہ درمختار ص ۴۳۶ جلد اول)

مسبوق کس سلام پر کھڑا ہو؟

سوال مسبوق (جس کی رکعت رہ گئی ہو) بقیہ رکعت کی ادائیگی کے لیے امام کے اول سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو یا دونوں سلام پھیرنے کے بعد؟

جواب دونوں سلام پھیرنے کے بعد اٹھنا بہتر ہے تاکہ اگر امام پر سجدۂ سہو ہو تو اس کو لوٹنا نہ پڑے۔ پہلے سلام کے بعد بھی اٹھ سکتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ دوسرے سلام کے بعد کھڑا ہو۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۹۴ جلد ۳ بحوالہ درمختار تالیف الصلوٰۃ ص ۴۹۰ ج ۱)

سلام پھیرتے وقت اگر مقتدی کی دعاء باقی ہو؟

سوال امام سلام پھیر دے اور مقتدی کی کچھ دعاء باقی ہو تو فوراً سلام امام کے ساتھ پھیر دے یا ختم کر کے؟

جواب اگر تھوڑی سی دعاء باقی رہی ہے تو جلدی سے پوری کر کے کچھ بعد میں سلام پھیر لے تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں۔ اور سابقہ بھی پھیر سکتا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۶۵ جلد ۲ بحوالہ ردالمختار ص ۴۶۳ جلد اول)

مقتدی کا سانس اگر سلام میں پہلے ٹوٹ جائے؟

سوال مقتدی کا سانس سلام پھیرتے وقت السلام علیکم کہنے میں امام سے پہلے ٹوٹ جائے تو کیا نماز ہو جاتی ہے؟

جواب مقتدی کی نماز میں اس صورت میں کوئی خلل نہیں آیا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۶۳ جلد دوم)۔ نماز میں صرف منہ پھیرنا دونوں سلام کے ساتھ کافی ہے، سینہ نہ پھرے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۰۷ جلد دوم)

نماز کے بعد بلند آواز سے کلمہ پڑھنا

سوال فرضوں کے سلام پھیرتے ہی لا الہ الا اللہ بآواز بلند کہنا کیسا ہے؟

جواب یہ بھی جائز ہے، لیکن آہستہ پڑھنا افضل ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۶۹ ج ۲ بحوالہ مشکوٰۃ شریف باب الذکر بعد الصلوٰۃ ص ۸۸)

بآواز بلند کلمہ شریف پڑھنا مباح ہے مگر اس کو لازم کر لینا درست نہیں۔

(کفایت المفتی ص ۲۸۴ جلد ۳)

ذکر اللہ خاص کر ذکر لا الہ الا اللہ کی حدیث شریف میں بہت فضیلت آئی ہے۔ ذکر بلاشبہ آہستہ اور زور سے ہر طرح پڑھنا جائز اور موجبِ ثواب ہے۔ مگر فرضوں کے بعد خصوصیت سے التزام کرنا اسکو واجب اور ضروری سمجھنا اور نہ کرنے والے پر ملامت کرنا شرعاً ثابت نہیں۔ لہٰذا نفسِ ذکر جائز ہے اور التزام منع ہے۔ بعض دفعہ مسجد میں مسبوق (یعنی جن کی رکعت رہ گئی ہو) ہوتے ہیں، زور سے ذکر کرنے سے ان کو تشویش (پریشانی) لاحق ہوتی ہے اس لیے افضل اور بہتر یہ ہے کہ آہستہ ذکر کیا جائے تاکہ ثواب حاصل ہو اور کسی کو تشویش واذیت بھی نہ ہو۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۳۹ جلد ۳)

سوال جمعہ کی فرض نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد دعاء مانگنے سے پہلے چندہ کیسا ہے؟

جواب سلام پھیرنے کے بعد دعاء مانگنے سے پیشتر کسی مذہبی کام کے لیے چندہ کرنا جائز ہے۔

(کفایت المفتی ص ۱۲۶ جلد ۳)

دعاء مانگنے کا ثبوت

نمازِ پنجگانہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا سنتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حصن حصین جو معتبر کتاب حدیث کی ہے۔ اس میں احادیث مرفوعہ دعاء میں ہاتھ اٹھانے اور بعد دعاء کے منہ پر ہاتھ پھیرنے کی موجود ہے۔ اور نمازوں کے بعد دعاء کا مسنون ہونا بھی مذکور ہے۔ پس زید کا یہ فعل نمازوں کے بعد دعاء نہ کرنا خلافِ سنت ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۹۹ جلد ۲، ترمذی شریف بحوالہ حصن حصین ص ۳۰)

اس بارے میں احادیث اور فقہ سے اس امر کی شہادت ملتی ہے کہ فرائض کے بعد دعاء

Marfat.com

مانگنے کا طریقہ نہ صرف جائز بلکہ افضل ہے۔ اور اس دعاء میں مقبولیت کی زیادہ امید ہے۔

(کفایت المفتی ص ۲۹۱ جلد ۳)

احادیثِ صحیحہ اور روایاتِ فقہیہ سے نہایت واضح طور پر یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ فرائض کے بعد سنتوں سے پہلے دعاء مانگنا اور ادعیۂ ماثورہ کی مقدار تک دعائیں پڑھنا اور ذکر کرنا بلا کراہت جائز ہے بلکہ اس وقت دعاء مانگنا افضل ہے اور اس دعاء میں مقبولیت کی زیادہ امید ہے۔

(کفایت المفتی ص ۳۰۷ جلد ۳)

دعاء آہستہ یا زور سے؟

آہستہ دعاء کرنا افضل ہے نمازیوں کا حرج نہ ہوتا ہو تو کبھی کبھی ذرا آواز سے (امام) دعاء کرلے تو جائز ہے، ہمیشہ زور سے دعاء کرنے کی عادت بنانا مکروہ ہے۔ دعاؤں کی روایتوں سے بھی جہر (بآواز بلند) ثابت نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۸۳ ج ۱)

دعاء کی مقدار

دعاء اتنی مانگی جائے کہ مقتدیوں پر شاق نہ ہو اور ان کو تطویل ناگوار نہ ہو۔

(کفایت المفتی ص ۲۷۶ جلد ۳)

جن فرائض کے بعد سنن ہیں ان کے بعد امام اور مقتدیان مختصر دعاء مانگ کر سنتیں ادا کریں۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۹۷ جلد ۲ بحوالہ عالمگیری مصری ص ۷۲ جلد ۱)

کیا بغیر دعاء کے جا سکتے ہیں؟

سوال: نماز پڑھ کر امام سے پہلے دعاء مانگ کر بھاگ جانا کیسا ہے؟

جواب: بے شک یہ فعل اگر بلا ضرورتِ شرعی ہو تو خلاف سنت اور مکروہ ہے اور اس کی عادت کر لینا گناہ ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۶۸ جلد دوم)

دُعاء کے وقت الفاتحہ کہنا

سوال: یہاں اکثر مقامات پر بعد نمازِ جمعہ کی نماز کے بعد دعاء کے وقت بآواز بلند امام الفاتحہ کہتا ہے، اس کے بعد تمام حاضرین ہاتھ اٹھا کر سورۃ الفاتحہ (الحمد شریف) وسورۂ اخلاص اور درود

Marfat.com

شریف پڑھ کر ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے تمام مرنے والوں کو، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب ہاں نماز کے بعد الفاتحہ کہہ کر مذکورہ سوال عمل کا التزام طریقۂ سلفِ صالحین نہ تھا اور نہ کسی حدیث یا قولِ صحابیؓ یا قولِ مجتہدؒ سے ثابت ہے۔ اس لیے اس کو ترک کر دینا ہی لازم ہے۔ ہر شخص کو ہر وقت اختیار ہے وہ جس نفلی عبادت یا نیک کام کے ثواب کو پہنچانا چاہے وہ عمل کے اور ثواب پہنچائے۔ لیکن اس کو ایک لازم طریقہ بنا لینا اور پھر نہ کرنے والے کو طعن و تشنیع کرنا اس کو بدعت اور ناجائز بنا دیتا ہے۔

نماز فجر اور جمعہ کی نماز کے بعد بآوازِ بلند فاتحہ پڑھنے اور نماز کے بعد ایک دوسرے سے مصافحہ کرنے کا کوئی شرعی ثبوت نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۸۰ ج ۳، وص ۲۸۱ ج ۳)

سنتوں کے بعد مزید اجتماعی دعا کرانا

سوال یہ طریقہ رائج ہے نماز کے بعد امام صرف اللّٰھم انت السلام الخ۔ یعنی مختصر دعاء مانگ کر کھڑا ہو جاتا ہے پھر سنتیں پڑھ کر لوگ امام کے ساتھ دوبارہ دعاء مانگتے ہیں اگر امام سنن وغیرہ سے پہلے فارغ ہو جائے تو لوگ اگر نماز پڑھ رہے ہیں تو انتظار کرنا پڑتا ہے۔

سوال تو یہ ہے کہ سنتوں اور نفلوں کے بعد لوگوں کا اجتماعی طور پر دعاء کرنا ثابت ہے یا نہیں؟

جواب جاننا چاہئے کہ احادیث وفقہ سے کہیں یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ قرونِ ثلٰثہ میں دعاء کا یہ طریقہ تھا کہ سنتیں، نفلیں پڑھ کر ساری جماعت دعاء مانگتی ہو۔ اور جب اس پر یہ قیود اور بڑھ جائیں کہ امام لوگوں کے فارغ ہونے تک اُن کا انتظار کرے۔ اور پھر الفاتحہ بلند آواز سے کہہ کر دعاء شروع کرے تو اس طریقہ کا، طریقۂ جدیدہ ومحدثہ ہونا اور بھی پختہ ہو جاتا ہے۔

پھر اگر اُس پر اس التزام کا لحاظ بھی کر لیا جائے جو بعض اطراف میں مشاہدہ ہے کہ اس دعاء کے طریقہ کو ضروری سمجھتے ہیں اور نہ کرنے والے کو ملامت کرتے ہیں تو پر اس کے بدعت ہونے میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں رہتا۔ کیونکہ شریعتِ مقدسہ کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی امرِ مباح یا مستحب کو بھی ضروری سمجھ لیا جائے اور اس پر اصرار کیا جائے تو وہ بدعت ہو جاتا ہے۔

جبکہ ان اُمور میں جو اباحۃً یا استحباباً ثابت ہیں، التزام کرنا اور ضروری سمجھنا اُن اُمور کو ناجائز اور بدعت بنا دیتا ہے تو جن کا ثبوت بھی نہ ہو ان کا التزام اور اصرار اعلیٰ درجہ کی بدعت ہوگی،

Marfat.com

اور اس طریقہ دعاء کا حدیث میں کوئی ثبوت نہیں ہے بلکہ احادیث میں غور کرنے سے اس طریقہ کی نفی ثابت ہوتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ "آدمی کی افضل نماز وہ ہے جو گھر میں پڑھی جائے سوائے فرض کے"۔ یعنی فرض کے سوا باقی تمام نمازیں گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

(ترمذی و بخاری)

حدیث شریف میں اس بات کی صریح دلیل ہے کہ سنن ونوافل گھر میں پڑھنا مسجد میں پڑھنے سے افضل ہے۔ اور حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرض نمازوں کے بعد والی سنتیں بھی گھر میں تشریف لے جا کر پڑھتے تھے۔ اور جب کہ خود رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر عمل تھا اور صحابہؓ کو بھی آپؐ نے یہ فرما دیا اور تعلیم کر دی تھی کہ سنن ونوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

تو ظاہر یہی ہے کہ صحابہ کرامؓ بھی اپنے گھروں میں جا کر سنتیں ونفلیں پڑھتے ہوں گے اور شاذ ونادر کوئی شخص مسجد میں سنتیں پڑھتا ہوگا اور پھر کسی بھی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں سنتیں پڑھ کر دعاء کے لیے مسجد تشریف لاتے ہوں یا صحابہ کرامؓ اپنے گھروں سے سنتیں پڑھ کر دعاء کے لیے مسجد میں دوبارہ آکر جمع ہوتے ہوں اور ظاہر نظر بھی اس دوبارہ جمع ہونے کو حرجِ عظیم اور مشکل سمجھتی ہے۔

بہرحال جبکہ روایتوں سے صراحۃً اور اشارۃً یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنتیں مکان میں پڑھتے تھے تو پھر سنتوں کے بعد پھر مسجد میں تشریف لانے اور دعاء کرنے کا جو دعویٰ کرے اس کا ثبوت اس کے ذمہ ہے۔

پس واضح ہوگیا کہ سنن ونوافل کے بعد دعاء مانگنے کا طریقہ جو سوال میں مذکور ہے اس کا حدیث اور فقہ میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔ یہ دلائل واضحہ ہیں اس امر پر کہ آپؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) سنتوں سے پہلے دعاء مانگتے تھے پھر مکان میں تشریف لے جاتے اور سنتیں پڑھتے۔

(کفایت المفتی ص ۲۸۷ ج ۳ تا خلاصہ ۲۹۹ ج ۳)

اور جن فرائض کے بعد سنن ہیں ان کے بعد امام اور مقتدیان مختصر دعاء مانگ کر سنتیں ادا کریں اور پھر اجتماعاً دعا کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ دعاء اجتماعاً ایک ہی بار ہے۔ پھر دوبارہ سنتوں کے بعد مقتدیوں کو امام کی دعاء کا انتظار کرنا اور اس کا التزام کرنا ضروری نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۹۷ ج ۲)

Marfat.com

ردالمختار باب الوتر والنوافل ص ۶۳۸ جلد اول سے معلوم ہوا کہ نمازیوں کو سنت کے لیے روکنا اور اجتماعاً دعاء کرنے کا دستور عہدِ نبویؐ میں نہیں تھا اور نہ اب یہ التزام درست ہے اس لیے کہ حدیث کے خلاف ہے۔ واللہ اعلم (مرتب محمد رفعت قاسمی عفا اللہ عنہ)

دعاء کے لیے مقیّد نہ کرنا چاہیئے

فرائض کے بعد دعاء کر کے متفرق ہو جانا چاہیئے۔ سنن ونوافل کے بعد اجتماعاً دعاء کا پابند مقتدیوں کو نہ کرنا چاہیئے۔ فرائض کے بعد کوئی شخص مثلاً گھر جا کر سنتیں پڑھنا چاہتا ہے تو اس کو کیوں پابند کیا جائے۔ الغرض جو ایسا کرے یعنی سنت وغیرہ کے بعد دعاء نہ کرے وہ لائق ملامت کے نہیں ہے۔ اور یہ رسم کہ سنن ونوافل کے بعد بطورِ خود ہر ایک شخص جس وقت فارغ ہو دعاء کر کے چلا جائے یا فرائض کے بعد گھر جا کر سنتیں پڑھے اس میں کوئی تنگی نہ ہونی چاہیئے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۱۲ جلد ۴)

امام جس وقت نماز سے فارغ ہو مع مقتدیوں کے سب اکٹھے دعاء مانگیں، پھر سنتیں اور نفلیں پڑھ کر اپنے کاروبار میں جائیں، دوبارہ سہ بارہ دعاء مانگنا ثابت نہیں ہے اور نمازیوں کو مقید رکھنا دوبارہ دعاء تک جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۳۰ ج ۴)

ایک مسجد میں دوبارہ نماز جمعہ کرنا

جماعتِ ثانیہ مسجدِ محلّہ میں کرنا مکروہ ہے اور جمعہ کی نماز دوبارہ اسی مسجد میں جس میں جمعہ ہو چکا ہو جائز نہیں۔

کراہتِ جماعت ثانیہ کے سلسلہ میں مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو ایک دلیل معلوم ہوئی ہے وہ قصہ صلوٰۃ خوف (جنگ کے وقت نماز) کا ہے کہ باوجود ایسی کشاکش کے جنگ کے موقع ہے ایک ہی جماعت کی گئی اور نمازیوں کے دو طائفہ (گروپ) کیے گئے اور اس قدر حرکات اور چلنا پھرنا نماز کے اندر رکھا گیا۔ مگر جماعتِ ثانیہ (دوسری جماعت کرنے) کی اجازت نہیں ہوئی حالانکہ یہ آسان تھا کہ ایک امام ایک طائفہ (ایک فوجی ٹکڑی) کو پوری نماز پڑھا دیتا اور دوسرا امام اس کے بعد دوسرے طائفہ کو پوری نماز باجماعت پڑھا دیتا۔ مولانا نے اس کو ہی فرمایا تھا کہ ایک دلیل ظاہر تر ہے اور چونکہ یہ نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے زمانہ کے ساتھ خاص نہیں تھی بلکہ اب بھی اس طرح پڑھنے کا حکم ہے۔

تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ اس لیے تھا کہ سب کو ان کی اقتداء کی فضیلت حاصل ہو۔

اور مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوریؒ جو کہ استاذ ہیں مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے، فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ ہے کہ جس مسجد میں ایک دفعہ جمعہ کی نماز ہو چکی ہو تو اس مسجد میں پھر جمعہ کی جماعت درست نہیں ہے۔

چنانچہ شامی باب الجمعہ ص ۷۶۶ جلد اولؔ میں تصریح ہے کہ جمعہ کی نماز کے بعد جامع مسجد کے دروازہ (کواڑ) بند کر دیئے جائیں کہ ایسا نہ ہو کہ پھر چند آدمی آ کر جماعتِ ثانیہ کر لیں۔ تو اس کی وجہ میں غور کیا کہ کیا وجہ اس عدم جواز کی ہے حالانکہ شرائطِ جمعہ سب علیٰ حالہا موجود ہیں۔ مصر بھی ہے، عام اجازت بھی ہے، نمازی بھی موجود ہیں۔ ایک شہر میں چند جگہ جمعہ بھی درست ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ دوبارہ جماعتِ جمعہ ایک مسجد میں صحیح نہ ہو، تو اس کے سوا کچھ وجہ نہیں کہ جمعہ کے لیے جماعت بھی شرط ہے۔ پس معلوم ہوا کہ دوسری جماعت کرنا مشروع نہیں ہے۔ اور جب کہ وہ جماعت معتبرہ نہ ہوئی تو ایک شرط جمعہ کی فوت ہو گی، پس معلوم ہوا کہ جماعتِ ثانیہ ایک مسجد میں درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۰ جلد ۳)

جس مسجد میں ایک مرتبہ نمازِ جمعہ با قاعدہ ہوئی ہو وہاں دوسری مرتبہ نمازِ جمعہ درست نہیں، جنہوں نے نماز نہیں پڑھی وہ دوسری مسجد میں جا کر پڑھیں ورنہ بلا اذان اور بلا اقامت اور بغیر جماعت کے ظہر کی نماز تنہا تنہا ادا کر لیں۔ (شامی ص ۷۶۶ جلد اول)

تعدد جمعہ (جمعہ کی نمازیں) ایک شہر میں دو مسجدوں میں یا زیادہ میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک درست ہے لیکن ایک مسجد میں دوبارہ جماعت مکروہ ہے۔ پس دوسری جماعت جمعہ کی اس صورت میں مکروہ ہے جیسا کہ تمام نمازوں کی جماعتِ ثانیہ کو اس مسجد میں جس میں امام مؤذن مقرر ہوں، فقہاء نے مکروہ لکھا ہے خصوصاً جمعہ پڑھنے کے بعد جامع مسجد کو بند کر دینے کا حکم دیا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۸۹ جلد ۵ بحوالہ شامی باب الجمعہ ص ۷۵۵ جلد اول)

(یعنی اگر نمازِ جمعہ نکل جائے تو دوسری مسجد میں جہاں پر دیر میں جماعت ہوتی ہو جمعہ ادا کر لے، کیونکہ حنفیہؒ کے نزدیک ایک شہر میں اور مساجد میں بھی نمازِ جمعہ جائز ہے لیکن جس آدمی کو جمعہ کی نماز کسی بھی مسجد میں نہ ملے اس کے لیے یہ حکم ہے کہ نمازِ ظہر بلا جماعت ادا کریں، الگ سے جمعہ کی جماعت نہ کریں۔ اسی لیے جامع مسجد کو جمعہ پڑھنے کے بعد بند کرنے کا حکم دیا گیا

ہے۔ محمد رفعت قاسمی عفا اللہ عنہ)

نماز کے بعد مصافحہ کرنا

قاعدہ کلیہ ہے کہ عبادات میں حضرت شارع علیہ السلام نے جو ہیئت اور کیفیت معین فرمادی ہے، اسمیں تغیر وتبدل جائز نہیں اور مصافحہ چونکہ سنت ہے اس لیے عبادات میں سے تو حسب قاعدہ مذکورہ اسمیں ہیئت وکیفیت منقولہ سے تجاوز جائز نہ ہوگا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف شروع ملاقات کے وقت بالا جماع یا وداع کے وقت بھی اختلاف کیساتھ (مصافحہ) منقول ہے۔

پس اب اس کے لیے ان دو وقتوں کے علاوہ اور کوئی محل وموقع تجویز کرنا تغیر عبادت کرنا ہے ممنوع ہے لہٰذا مصافحہ بعد عیدین یا بعد نمازِ پنجگانہ مکروہ وبدعت ہے۔

(شامی ص ۳۳۶ پر اس کی تصریح موجود ہے) (امداد الفتاویٰ ص ۷۰۸ جلد اول)

نمازِ جمعہ وعیدین کے بعد مصافحہ کرنا اور اس کو اس وقت کی خاص سنت سمجھنا مکروہ ہے، کراہت تنزیہی ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ تنزیہی کو ہلکا سمجھ کر مصافحہ کیا جائے۔

(کفایت المفتی ص ۲۳۸ جلد ۳)

نمازِ جمعہ کے بعد مسجد سے جانے کا حکم

سوال بعض لوگ کہتے ہیں کہ جمعہ کے فرضوں کے بعد فوراً ہی مسجد سے چلے جانا چاہئے اور کسی ضرورتِ شرعی (مثلاً ادائیگی سنن ونوافل، وعظ سننا اور ذکر وغیرہ) کی وجہ سے بھی مسجد میں ٹھہرے رہنا جائز نہیں، اور کہتے ہیں کہ آیتِ کریمہ فاذا قضيت الصلٰوة فانتشروا" (یعنی جب نمازِ جمعہ ختم ہو جائے تو تم منتشر ہو جاؤ)، سے یہ حکم ثابت اور منصوص ہے۔ کیا انتشار سے یہ ہی مراد ہے؟

جواب "انتشار فی الارض" کا حکم محض اباحت کے لیے ہے نہ کہ وجوب کے لیے۔ اور اگر کوئی مسجد میں نوافل وسنن پڑھے یا مسجد سے نہ نکلے، شام تک بیٹھا رہے تو وہ کسی قسم کا گنہگار نہیں ہوگا۔ جیسے کہ مسجد سے نکلنے والے اگلے حکم "وابتغوا من فضل الله" (یعنی خدا کی روزی تلاش کرو) کے ترک سے گنہگار نہیں ہونگے اس کے علاوہ قضيت الصلٰوة کا مفہوم سنت اور نوافل

سے فراغت تک وسیع ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۲۳ جلد ۳)

نمازِ جمعہ کے بعد کے وظائف

نمازِ جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد عصر کی نماز تک علمی مجلسوں میں شرکت کرنی زیادہ بہتر ہے، عصر سے نمازِ مغرب تک دعاء کرے اور توبہ کرے، دن رات کا سارا وقت اللہ کی عبادت میں بسر کرے تو زیادہ بہتر ہے۔ یہ وظیفہ سو مرتبہ پڑھنا زیادہ اچھا ہے۔

لا اله الا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد يحي ويميت وهوحي لا يموت بيده الخير و هوعلى كل شيء قدير۔

پھر سو مرتبہ یہ پڑھے: سبحان الله العظيم وبحمده۔

پھر سو بار یہ پڑھے: لااله الاالله الملك الحق المبين۔

پھر سو بار یہ پڑھے: اللهم صلى على محمد عبدك ورسولك النبى الامى۔

پھر سو بار یہ پڑھے: استغفر الله الحى القيوم واساله التوبة۔

پھر سو بار یہ کہے: وماشاء الله لاقوة الابالله۔

یہ سب دعائیں سات سو مرتبہ پڑھنی چاہئیں بہت ثواب ہے۔ (غنیۃ ص ۴۵۹)

جمعہ کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد بولنے سے پہلے سات مرتبہ سورۂ فاتحہ، سات سات مرتبہ قل هو الله احد اور قل اعوذ برب الفلق، اور قل اعوذ برب الناس، پڑھے۔

بعض اکابرینؒ فرماتے ہیں جو شخص مذکورہ بالا سورتیں بتلائے ہوئے طریقہ پر تلاوت کرے گا وہ اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک محفوظ رہے گا، شیطان سے پناہ میں رہے گا۔ مستحب یہ ہے کہ جمعہ کے بعد یہ دعاء پڑھے۔

اللهم ياغنى، ياحميد يامبدئ، يامعيد يارحيم ياودود، اغثنى بحلالك عن حرامك وبفضلك عمن سواك۔ منقول ہے کہ جو شخص اس دعاء پر مداومت کرتا ہے اُسے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے بے نیاز کر دیتا ہے، اور اس طرح روزی عطاء کرتا ہے کہ اُسے گمان بھی نہیں ہوتا۔

ایک ادب یہ ہے کہ جمعہ کی نماز کے بعد سے عصر کی نماز تک مسجد میں رہے اور یا مغرب تک ٹھہرے تو اور زیادہ بہتر ہے، کہتے ہیں کہ جو شخص عصر کی نماز تک جامع مسجد میں رہتا ہے اسے

Marfat.com

ایک حج کا ثواب ملتا ہے اور جو مغرب کی نماز تک مسجد میں قیام کرتا ہے۔ اُسے حج وعمرہ کا ثواب ملتا ہے، اگر تصنع سے یا کسی اور مصیبت سے محفوظ نہ رہنے کا اندیشہ ہو، مثلاً یہ خیال آجائے کہ لوگ اس کو اعتکاف میں سمجھیں گے، یا لغو باتوں میں مشغول ہو جائے گا تو خدا کا ذکر کرتے ہوئے اور اس کی نعمتوں کا دھیان جمائے ہوئے گھر واپس چلا آئے اور اس پر اللہ رب العزت کا شکر ادا کرے کہ اس نے عبادت کی توفیق عطا فرمائی، اپنی کوتاہیوں سے ڈرتا رہے، غروب آفتاب تک اپنے دل اور زبان کی نگرانی رکھے تا کہ وہ بہترین ساعت ضائع نہ ہو جائے جو جمعہ کے دن مقرر کی گئی ہے۔ جامع مسجد اور دیگر مساجد میں دنیا کی باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔

(احیاء العلوم ص ۴۲۸ جلد اول)

خلاصۂ جمعہ

اصل بات یہ ہے کہ ہر نماز کی اس طرح پر اشاعت کہ تمام شہر کے لوگ ایک جگہ ان کے لیے جمع ہوں، یہ بات بہت مشکل ہے اس لیے ضروری ہوا کہ ان کے لیے ایک حد مقرر کی جائے کہ اس حد کا دوران نہ تو بہت جلد جلد ہو کہ جس کی وجہ سے ان کے اوپر دشواری ہو جائے اور نہ بہت مدت میں ہو کہ جس کے سبب سے مقصود ہاتھ سے نکل جائے۔

اور ہفتہ ایسی مقدار ہے کہ تمام عرب وعجم اور اکثر ملکوں میں اس کا استعمال کیا جاتا ہے اور اس میں اس بات کی قابلیت ہے کہ اس کو حد بنایا جائے۔ اس لیے اس میں نماز کا وقت مقرر ومعین کیا گیا۔ اب اس بات کے اندر کہ ان دنوں میں سے کون سا دن ایسی عبادت کے لیے مخصوص کیا جائے؟

یہود نے ہفتہ کے دن کو، اور نصاریٰ نے اتوار کے دن کو اپنی رائے کے موافق ان دنوں کو اور دنوں پر ترجیح دے کر پسند کیا اور اس امت کو اللہ تعالیٰ نے علمِ عظیم کے ساتھ مخصوص کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح انکشاف فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپؐ کے پاس ایک آئینہ لے کر جس کے اندر ایک سیاہ نقطہ تھا تشریف لائے اور اس مثال سے جو مراد تھی وہ آپؐ کو بتلائی۔ آپؐ نے اس کو معلوم کر لیا اور اس علم کا حاصل یہ ہے کہ ادائے اطاعت کے لیے بہترین اوقات میں سے وہ وقت ہے کہ جس وقت خدا تعالیٰ کو بندوں کے ساتھ قربت ہوتی ہے اور اس وقت میں ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں کیونکہ ایسے وقت میں طاعت کے قبول ہونے میں

Marfat.com

بہت سرعت ہوتی ہے اور خاص دن کے اندر اس کا اثر ہوتا ہے۔ اور ایک عبادت بہت سی عبادتوں کا نفع بخشتی ہے، دوسرے یہ کہ اللہ پاک کا اپنے بندوں کے ساتھ تقرب کا ایک وقت مقرر ہے۔ جو ہفتوں کی گردشوں سے اس کی بھی گردش ہوتی رہتی ہے اسی وقت میں جنت الکشف میں اپنے بندوں کے لیے تجلّی فرماتا ہے اور غالب گمان یہ ہی ہے کہ وہ وقت جمعہ ہی کا دن ہوتا ہے کیونکہ اس میں بہت سے عظیم الشان اُمور واقع ہوئے ہیں (جس کا تفصیل کے ساتھ احادیث میں ذکر ہے) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گھڑی کا نہایت اہتمام فرمایا ہے اور اس کا بڑا مرتبہ بیان فرمایا ہے۔

پھر اس بات کی ضرورت ہوئی کہ لوگوں سے جمعہ کا وقت اور واجب ہونا بیان کیا جائے اور ان لوگوں کو اس کی تاکید کی جائے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''یا تو لوگ جمعوں کے چھوڑنے سے باز رہیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا، پھر وہ بے خبر ہو جائیں گے۔''

میرے نزدیک اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جمعہ کا چھوڑنا دین کے اندر سستی کا باب کھولتا ہے۔ اور یہ شیطان کے غالب ہونے کا سبب ہے۔

رعایت ان لوگوں کی ہے جو معذور ہیں جن کو نماز کے لیے جامع مسجد تک پہنچنے میں دشواری ہو، یا ان کے وہاں جانے سے فتنہ وفساد کا خوف ہو، ان کے لیے تخفیف ہے۔

نیز اس بات کی ضرورت پڑی کہ ان کے لیے نہانے اور مسواک کرنے اور خوشبو لگانے اور کپڑوں کے پہننے سے پاکیزگی کو مستحب کیا جائے۔ کیونکہ یہ اشیائے طہارت کا تمہ ہیں۔ چونکہ ہر ایک دن ان چیزوں کا التزام دشوار تھا، اس لیے جمعہ کا دن اس بات کے لیے مقرر کیا گیا۔ کیونکہ جمعہ کا دن مقرر کرنے سے جمعہ کا شوق بھی پیدا ہوتا ہے۔ اور نماز بھی کامل ہوتی ہے۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے کہ ''ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ہر ہفتہ میں ایک دن غسل کیا کرے اور غسل میں اپنا سر دھویا کرے''۔

چونکہ بدن میں سے پسینہ کے ذریعہ سے بدبو نکلتی ہے اس لیے مسلمانوں کو جمعہ کے دن نہانے کا حکم دیا گیا تاکہ نفرت کا سبب دفع ہو اور ان کا باہم جمع ہو کر بیٹھنے کو دل چاہے۔

نیز اس بات کا حکم دیا گیا کہ جمعہ کی نماز کو پیدل آئیں اور سواری میں نہ آئیں کیونکہ تواضع اور خاکساری کے وہ قریب ہے۔ دوسرے یہ کہ جمعہ کے اندر تنگ دست اور مالدار سب

Marfat.com

طرح کے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ اس سبب سے یہ احتمال ہے کہ جس شخص کے پاس سواری نہیں ہے اس کو وہاں آنے میں حجاب (شرمندگی) محسوس ہو، لہٰذا اس دروازے کا بند کردینا مناسب ہوا

نیز! یہ بات بھی ضروری تھی کہ خطبہ سے پہلے کچھ نماز کا پڑھنا مستحب کیا جائے۔

نیز! اس بات کی ضرورت ہوئی کہ ان لوگوں کے اوپر ہو کر گزرنے اور دو شخصوں کو علیٰحدہ کرنے اور کسی کو اپنی جگہ اس غرض سے بٹھا جانا کہ کوئی اور وہاں نہ بیٹھ جائے منع کیا جائے کیونکہ جہلاء لوگ اس قسم کی حرکت اکثر کیا کرتے ہیں اور ایسی باتوں سے آپس میں فساد پیدا ہوتا ہے اور یہ عداوت کا بیج ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کو تمام آداب کے ساتھ پورے طور پر ادا کرنے والے کا ثواب بیان فرمایا کہ اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

اور پھر آپؐ نے جمعہ کی نماز میں سویرے آنے کی درجات اور ان کے اوپر جو ثواب مرتب ہوتا ہے، اونٹ، گائیں وغیرہ کی مثال دے کر فرمایا ہے۔

معلوم ہونا چاہئے! جس نماز میں تمام ادنیٰ واعلیٰ لوگ جمع ہوتے ہیں وہ ایک ہی شفع (دو رکعت) کی مقرر کی گئی ہے تاکہ ان پر گراں نہ گزرے۔

اس کے علاوہ ان میں کمزور اور مریض اور صاحب حاجت سب طرح کے لوگ ہوتے ہیں اور ایسی بلند نمازوں میں قرآن مجید کو زور سے پڑھنا مقرر کیا گیا تاکہ جو لوگ ناواقف ہیں وہ واقف ہوجائیں اور جو لوگ باوجود واقفیت کے غافل ہیں ان کے لیے یاددہانی ہوجائے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن دو خطبوں اور ان کے درمیان میں جلسہ (بیٹھنے) کو مسنون فرمایا تاکہ مطلوب پورا پورا حاصل ہوجائے اور خطیب کو آرام بھی مل جائے، اور خطیب اور سامعین کا نشاط ازسرِ نو تازہ ہوجائے۔

نیز! جمعہ کے اندر جماعت اور ایک قسم کی شہریت شرط ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے خلفاء راشدینؓ اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ ان سب کی یہی عادت تھی کہ جمعہ شہروں میں ہی کیا کرتے تھے اور اہلِ قریٰ (گاؤں) سے کچھ تعرض نہ کرتے تھے اور ان کے زمانہ میں گاؤں کے اندر جمعہ نہیں ہوتا تھا۔ اس بات سے لوگ قرناً بعد قرن یہ سمجھنے لگے کہ جمعہ کے لیے جماعت اور شہریت شرط ہے۔ اور میرے نزدیک اس کا سبب یہ ہے کہ جمعہ کی حقیقت شہر میں دین کی اشاعت ہے لہٰذا شہریت اور جماعت کا اعتبار ضروری ہوا۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۳۴۶)

بفضلہٖ و کرمہ کتاب نماز جمعہ مکمل و مدلل تمام شد

رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علی وعلی والدی وان أعمل صالحا ترضاه واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیك وانی من المسلمین، وتقبل منی هٰذا العمل وجنبنی فیه عن الخطاء والنسیان واجعله ذریعة للفلاح والنجاح فی الدنیا و وسیلة للنجاة فی الأخرة۔

محمد رفعت قاسمی عفا اللہ عنہ مدرس دارالعلوم دیوبند (الہند) ۹ صفر المظفر ۱۴۱۱ھ

مطابق ۳۱/ اگست ۱۹۹۰ء بوقت بعد نماز جمعۃ المبارک

تمت بالخیر

Marfat.com

Marfat.com

مدلّل

مجموعہ خطباتِ ماثورہ

حضرت مفتیان کرام دارالعلوم دیوبند کی تصدیق کے ساتھ

مؤلف ومرتب

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ

اضافہ مسائل خطبہ ونکاح

مولانا محمد رفعت قاسمی

مدرس دارالعلوم دیوبند

مکتبہ خلیل

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ،
اُردو بازار، لاہور فون: 7321118

Marfat.com

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دینی و دیگر علمی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کے لئے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور طباعت سے قبل کوشش کی جاتی ہے کہ نشاندہی کی جانے والی جملہ غلطیوں کی بروقت تصحیح کردی جائے۔ اس کے باوجود غلطیوں کا امکان باقی رہتا ہے۔

لہٰذا قارئین کرام سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ علمی غلطیوں کی نشاندہی کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہوسکے۔ نیکی کے اس کام میں تعاون کرنا صدقہ جاریہ کے مترادف ہے۔ (ادارہ)

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب .... مجموعہ خطباتِ ماثورہ

مؤلف ومرتب .... حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی

طبع اوّل 2008ء

باہتمام .... وکیل احمد

تعداد 1100

قیمت .... روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ العاصم بیرون تبلیغی مرکز رائیونڈ

اشرف بک ایجنسی راولپنڈی

اسلامی کتاب گھر خیابان سرسیّد راولپنڈی

مدنی کتب خانہ تبلیغی مرکز مانسہرہ

فہرست مضامین

مسائل مجموعہ خطبات ماثورہ

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
عرضِ حال	5	خطبہ النکاح عن النبی ﷺ	84
احکام الجمعہ والقف	7	یہ خطبہ نکاح بھی آنحضرت ﷺ سے......	85
احکام المستمعین	8	خطبۃ الاستسقاء عن النبی ﷺ	86
خطبات نبی کریم ﷺ......	9	خطبہ کیا ہے؟	89
خطبہ نبی کریم ﷺ فی آخر جمعہ من شعبان	17	شرائطِ خطبہ	89
خطبہ سیدنا ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ	30	خطبہ کارکن	90
خطبہ سیدنا ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ	32	خطبہ کے صحیح ہونے کی شرطیں	90
خطبہ سیدنا عمر الفاروق رضی اللہ عنہ	34	خطبہ کی سنتیں	91
خطبہ سیدنا عمر الفاروق رضی اللہ عنہ	37	خطبہ کے مستحبات	91
خطبہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ	40	خطبہ میں ہاتھ چلانا	92
خطبہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ	41	خطبہ کے وقت بیٹھنے کا طریقہ	92
خطبہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ	43	خطبے میں چہرے کا رُخ	92
خطبہ سیدنا عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ	44	خطبہ کے مسائل	92
الخطبۃ الثانیہ لجمیع الخطب من المولف......	46	جمعہ پڑھنے کے بعد دوسری جگہ خطبہ دینا؟	96
خطبہ جمعہ تالیف مولانا شاہ ولی اللہؒ......	48	نماز سے پہلے خطبہ	97
خطبۂ ثانیہ	51	نمازِ فجر پڑھے بغیر خطبہ دینا	97
خطبہ جمعہ تالیف مولانا محمد اسمٰعیل شہید دہلویؒ	54	خطیب کو لقمہ دینا	97
خطبہ ثانیہ	56	خطبہ کی غلطی کا حکم	98
خطبہ جمعہ تالیف حضرت مولانا و شیخنا سید......	60	کیا عورت خطبہ دے سکتی ہے؟	98
الخطبۃ الثانیہ	63	کیا خطیب سنت پڑھنے والوں کا انتظار کرے؟	98
خطبۂ جمعہ	68	بیٹھ کر خطبہ دینا؟	98
خطبہ عید الفطر	71	خطبہ میں عصا لینا؟	99
خطبہ عید الاضحیٰ	77	عصاء کس ہاتھ میں پکڑے؟	99

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
بغیر خطبہ کے نمازِ جمعہ	99	نکاح کی شرائط	121
خطبہ کی جگہ قرآن پڑھنا	100	گونگے و نابینا کا نکاح کیسے پڑھایا جائے؟	123
کیا خطیب لوگوں کو بٹھا سکتا ہے؟	100	نابالغ بچوں کے نکاح کا طریقہ	123
خطبہ کے شروع میں بسم اللہ کا حکم	100	غیر مسلم جج کے سامنے نکاح کرنا	124
شروع خطبہ میں دو مرتبہ الحمد للہ کہنا	100	نکاح کے لئے کیا قاضی کا ہونا ضروری ہے؟	124
خطبہ میں جہر کرنا	101	بلاتحریر کے نکاح	125
ہر جمعہ کو نیا خطبہ ضروری نہیں	101	نکاح پڑھانے والا لڑکی کا تعارف کیسے کرائے؟	125
جمعہ کا خطبہ سننا واجب ہے	101	طریقۂ نکاح	126
دونوں خطبوں کا ایک ہی حکم ہے	101	نکاح میں خطبہ کا حکم	126
خطبہ کے دوران کے مسائل	102	نکاح کا خطبہ کب پڑھنا چاہئے؟	127
خطیب کا خطبہ میں درود پڑھنا	105	نکاح کا خطبہ بیٹھ کر پڑھے یا کھڑے ہو کر؟	127
مقامی زبان میں خطبہ احتیاط کے خلاف ہے	105	ایک مجلس میں چند نکاحوں کے لئے کتنے......	127
احکامِ شریعت کا دار و مدار	106	ایجاب وقبول کتنی بار؟	128
خطبہ کا اصل مقصد	108	خطبۂ نکاح کا سننا	128
خطبہ قرأت کی طرح ہے	109	مہر کی اہمیت	128
اگر خطبہ مقامی زبان میں ہونے لگے تو......	110	مہر میں طے شدہ مقدار و گنتی کا اعتبار ہے	129
خطبۂ جمعہ سے قبل وعظ	111	مہر معجّل و موجّل کی تعریف	129
وعظ کے لئے دو باتیں ضروری ہیں	112	مہر کی ادنیٰ مقدار	130
خطبہ وعظ و تقریر کی طرح نہیں ہے	112	مہر فاطمی کی مقدار موجودہ اوزان سے	130
عربی خطبہ سے اسلامی اتحاد کی حفاظت ہے!	113	حیثیت سے زیادہ مہر باندھنا	131
عہد نبویؐ اور خطبۂ جمعہ	114	مرض الموت میں معافیٔ مہر کا حکم	131
خطبۂ جمعہ و عیدین میں فرق ہے	115	نکاح کے اہم مسائل	132
خطبہ کا عام حل	116	نکاح کے بعد مبارکباد دینا	134
جمعہ کا خطبہ شرائط میں سے ہے	117	نمازِ استسقاء کے مسائل	135
نکاح کے فضائل	118	نمازِ استسقاء سے متعلق مستحب اُمور	135
نکاح میں آنحضرت ﷺ کا عمل	119	احکام صدقۃ الفطر	138
نکاح کی فقہی حیثیت	120	احکام قربانی	138
نکاح کے ارکان	120	قربانی کی بجائے رقم مظلومین کو دینا	139
ایجاب وقبول کا مطلب	120	قنوتِ نازلہ	140

Marfat.com

عرضِ حال

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مجموعہ خطباتِ ماثورہ ایک عرصہ سے اغلاط کیساتھ لیتھو پر تھا۔ اب اس کو بفضلہٖ تعالیٰ تصحیح اغلاط اور آفسیٹ کتابت وطباعت کرا کر اس میں مندرجہ ذیل مسائل کا اضافہ کیا گیا ہے۔

خطبہ کیا ہے؟ خطبہ کی شرائط ورکن، خطیب وخطبہ سے متعلق ضروری مسائل اور خطبہ کس زبان میں ہو؟ نیز نکاح کے فضائل، نکاح میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل، نکاح کی فقہی حیثیت، نکاح کے ارکان وشرائط، گونگے ونابینا کا نکاح کس طرح ہو، قاضی وگواہوں کے مسائل اور مہر کی اہمیت ومسائل، مہر معجل وموجل کی تعریف، مہر فاطمی کی موجودہ مقدار اور حیثیت سے زیادہ مہر باندھنا اور متعلقہ اہم مسائل اور نماز استسقاء کا وقت وطریقہ اور چادر پلٹنے کا طریقہ اور متعلقہ ضروری مسائل۔

"یا اللہ محض اپنے کرم وفضل سے اس کاوش کو بھی قبول فرما کر آئندہ بھی دینی خدمت کی توفیق عطا فرما آمین یارب العالمین۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ٥

محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ

خادم التدریس دارالعلوم دیوبند

لیلۃ البراءت ۱۵؍شعبان ۱۴۱۵ھ

مطابق ۱۷؍جنوری ۱۹۹۵ء

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بعد حمد وصلوٰۃ یہ احقر الخلائق متبعانِ سنت نبویہ کی خدمت میں عرض رسا ہے کہ مدت سے اپنے زمانے کے بعض طویل وغیر بلیغ خطبے دیکھ کر دل چاہتا تھا کہ اگر سرورِ عالم ﷺ اور خلفاء راشدین کے بعض خطبے کتب حدیث وسیر سے نکال کر جمع کر دیئے جائیں تو ان کو پڑھنا موجب برکت بھی ہے اور بوجہ ان کے مختصر ہونے کے سامعین کو بھی ملال نہ ہو۔ عبارت منقولہ پر حاشیہ میں منقول عنہ کا نشان بھی دے دیا ہے۔ اس میں بعض عبارات تو ایک جگہ کی ہیں، بعض عبارات متفرق جگہ سے ملیئی گئی ہیں اور نام اس کا...... مجموعہ خطبات ماثورہ...... رکھا گیا۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتب احادیث سے کچھ آدابِ ضروری خطبے ونمازِ جمعہ کے لکھے جائیں تا کہ خطبہ پڑھنے والے رعایت رکھیں۔ (زادالمعاد)

١. رسول اللہ ﷺ خطبہ چھوٹا پڑھتے تھے اور نماز طویل[1] کرتے تھے۔
٢. اثنائے خطبہ میں اگر کوئی بات قابل امر ونہی پیش آجاتی تھی تو آپ ﷺ اس کی تعلیم فرماتے تھے۔
٣. آپ ﷺ کے آگے نہ کوئی چوب دار پکارتا چلتا تھا، نہ کسی خاص وضع کا لباس ہوتا تھا۔
٤. مسجد میں تشریف لاکر سب کو سلام کرتے تھے۔
٥. منبر پر چڑھ کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور پھر سلام کرتے اور بیٹھ جاتے۔
٦. پھر حضرت بلالؓ اذان کہتے، جب وہ اذان کہہ چکتے، آپ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ شروع فرماتے، اذان وخطبہ میں کچھ فصل نہ ہوتا تھا۔
٧. کبھی کمان پر، کبھی عصاء پر سہارا لگا کر کھڑے ہوتے۔
٨. خطبے کے وقت آپ ﷺ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں اور آواز بلند ہوتی، اور غضب شدید ہوتا جیسے غنیم سے لوگوں کو ڈراتے ہوں۔
٩. اکثر نماز جمعہ کی پہلی رکعت میں سورۃ جمعہ اور دوسری میں سورہ منافقون پڑھتے اور کبھی پہلی میں سبح اسم ربك الاعلىٰ، دوسری میں هل اتٰك حديث الغاشيه پڑھتے تھے۔ اب بعض احکام ضروری متعلق جمعہ وخطبہ کے لکھے جاتے ہیں۔

---

[1] یعنی بہ نسبت خطبہ کے ورنہ امام کو تخفیفِ صلوٰۃ کا حکم ہے۔ ۱۲

احکام الجمعہ والصّف

اذان[2] سن کر بیع وشراء معاملات دنیویہ چھوڑ کر جمعہ کا اہتمام کریں۔ سب[3] سے پہلے اور اول وقت آ کر امام کے پاس بیٹھنے کا قصد کریں، مگر مسجد[4] میں باتیں کر کے اپنی نیکیاں اکارت نہ کریں، اول[5] وقت آنے کا ثواب ایسا ہے کہ گویا ایک اونٹ قربانی کیا، پھر ایسا جیسے گائے قربانی کی، پھر ایسا جیسے مینڈھا قربان کیا، پھر ایسا جیسے مرغ تصدق کیا پھر ایسا جیسے انڈا تصدق کیا۔ پہلی[6] صف میں جگہ ہوتے ہوئے دوسری صف میں نہ بیٹھیں۔ جب ایک صف پوری بھر جاوے تو دوسری میں بیٹھنا شروع کریں۔ صف میں خوب کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوں اور ذرا بھی جگہ نہ چھوڑیں، ورنہ کاس میں شیطان گھس کر نمازیں خراب کرتا ہے[7]۔ لوگوں کو بھاند بھاند کر اول صف میں نہ جائیں[8]، ہاں اگر اگلی صف میں جگہ باقی ہو اسے بھر لینا چاہئے، جگہ کم ہو تو دو آدمیوں کے بیچ میں بیٹھ کر تکلیف نہ دیویں۔ جو پہلے آ کر بیٹھ جاوے وہ جگہ اس کا حق ہے، تو اگر کوئی کسی ضرورت سے جائے اور پھر لوٹ آنے کی اُمید[9] ہو تو اس کی جگہ پر قبضہ نہ کریں۔ کسی کو اُٹھا کر خود اس کی جگہ نہ بیٹھیں۔ کسی حیلہ سے جاء نماز وغیرہ بچھا کر جگہ نہ روکیں، جو جہاں بیٹھے بیٹھنے دیں، لڑکوں کو بیچ صف میں نہ کھڑا ہونے دیں، وہ سب سے اخیر میں کھڑے ہوں[10]۔

---

۲ اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللّٰہ و ذروا البیع۔ ۱۲ (سورۃ جمعہ، رکوع:۲)

۳ بکروا بتکرا الی قولہ ودنا من الامام الخ۔ ۱۲ (مشکوٰۃ)

۴ یاتی علی الناس زمان یکون حدیثھم فی مساجدھم فی امر دنیاھم۔ مشکوٰۃ قال ابن الھمام فی شرح الھدایۃ الکلام المباح فی مسجد مکروہ وتأکل الحسنات۔ ۱۲ (حاشیہ مشکوٰۃ)

۵ مشکوٰۃ۔ ۱۲

۶ اتموا الصف المقدم ثم الذی یلیہ فما کان من نقص فلیکن فی الصف المؤخر۔ ۱۲ (مشکوٰۃ)

۷ رصوا صفوفکم وقاربوا بینھما وحاذوا بالاعناق فوالذی نفسی بیدہ انی لاری الشیطان یدخل من خلل الصف کانھا الحذف۔ (مشکوٰۃ)

۸ من تخطی رقاب الناس یوم الجمعۃ اتخذ جسرا الی جھنم۔ ۱۲ (مشکوٰۃ)

۹ بنی بناء یظللک بمنی قال لا منی مناخ من سبق ۔ ۱۲ (مشکوٰۃ)۔ لا یقمن احدکم اخاہ یوم الجمعۃ ثم یخالف الی مقعدہ الحدیث۔ ۱۲ (مشکوٰۃ)

۱۰ وصف الرجال وصف خلفھم الغلمان الحدیث۔ ۱۲ (مشکوٰۃ)

Marfat.com

احکام المستمعین

خطبہ سننا واجب ہے۔ اس وقت باتیں کرنا، درود شریف، کلام مجید، نماز وغیرہ نہ پڑھنا چاہئے۔ جس وقت خطیب منبر کی طرف چلے اسی وقت سے سب چھوڑ کر ہمہ تن خطیب کی طرف متوجہ ہوں اگر کوئی سنت پڑھتا ہو تو اختصار قرأت کیساتھ اس کو پورا کرے۔ خطبہ[1] کی آواز نہ آتی ہو تب بھی کچھ نہ پڑھیں۔ نہ بات کریں اسی طرف کان لگائے بیٹھے رہیں۔ اگر کوئی[2] کچھ پڑھتا ہو یا باتیں کرتا ہو اسکو بھی منع نہ کریں۔ ہاں اگر کسی طرح اشارہ سے خاموش کر دیں تو خیر، حضرت محمد ﷺ کا اسم مبارک آئے اس وقت بھی درود شریف نہ پڑھیں۔ بلا حرکت زبان صرف دل سے پڑھ لینے میں مضائقہ نہیں جب آیت کریمہ[3] ان اللّٰہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی الخ پڑھی جائے دل ہی دل میں درود سلام بھیجیں[4]۔ خطبہ عیدین میں بعد نماز کے بھاگنا اور خطبہ نہ سننا ممنوع ہے، چاہیے کہ بعد خطبہ کے جائیں، گو آواز وہاں تک نہ آتی ہو۔

---

1. والصواب انہ یصلی علی النبی ﷺ عند سماع اسمہ فی نفسہ ۱۲ درمختار
2. درمختار
3. وکذا یجب الاستماع بسائر الخطب کخطبۃ نکاح وخطبۃ عید ۱۲ درمختار واذا راؤا تجارۃ اولھوان نفضوا الیھا وترکوک قائما ۱۲ سورۃ جمعۃ۔
4. رواہ ابوداؤد ۱۲۔

Marfat.com

صف پوری بھر جاوے تو دوسری میں بیٹھنا شروع کریں۔ صف میں خوب کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوں اور ذرا بھی جگہ نہ چھوڑیں، ورنہ اُس میں شیطان گھس کر نمازیں خراب کرتا ہے۔ لوگوں کو پھاند پھاند کر اول صف میں نہ جائیں۔ ہاں اگر اگلی صف میں جگہ باقی ہو اُسے بھر لینا چاہیئے، جگہ کم ہو تو دو آدمیوں کے بیچ میں بیٹھ کر تکلیف نہ دیویں۔ جو پہلے آکر بیٹھ جاوے وہ جگہ اس کا حق ہے، تو اگر کوئی کسی ضرورت سے جائے اور پھر لوٹ آنے کی اُمید ہو تو اُس کی جگہ پر قبضہ نہ کریں۔ کسی کو اُٹھا کر خود اس کی جگہ نہ بیٹھیں، کسی حیلہ سے جا نماز وغیرہ بچھا کر جگہ نہ روکیں، جو جہاں بیٹھے بیٹھنے دیں، لڑکوں کو بیچ صف میں نہ کھڑا ہونے دیں، وہ سب سے اخیر میں کھڑے ہوں۔

احکام المستمعین

خطبہ سننا واجب ہے۔ اُس وقت باتیں کرنا، درود شریف، کلام مجید، نماز وغیرہ نہ پڑھنا چاہیئے۔ جس وقت خطیب منبر کی طرف چلے اُسی وقت سے سب چھوڑ کر ہمہ تن خطیب کی طرف متوجہ ہوں، اگر کوئی سنت پڑھتا ہو تو اختصار قرأت کے ساتھ اُس کو پورا کرلے۔

لہ رصوا صفوفکم وقاربوا بینہما وحاذوا بالاعناق فوالذی نفسی بیدہ انی لأری الشیطان یدخل من خلل الصف کانہا الحذف ۱۲ مشکوٰۃ

ٰلہ من تخطی رقاب الناس یوم الجمعۃ اتخذ جسرا الی جہنم ۱۲ مشکوٰۃ

ٰلہ بنی بناء یظلک بمنی قال لا منی مناخ من سبق ۱۲ مشکوٰۃ۔ لا یقمن احدکم اخاہ یوم الجمعۃ ثم یخالف الی مقعدہ الحدیث ۱۲ مشکوٰۃ۔

ٰلہ وصف الرجال وصف خلفھم الغلمان الحدیث ۱۲ مشکوٰۃ۔

ٰلہ ولیتجود فیھا ۱۲ مشکوٰۃ

ٰلہ فان للمنصت لا یسمع الخ ۱۲ خطبہ عثمان رضی اللہ عنہ

ٰلہ اذا قلت لصاحبک یوم الجمعۃ انصت فقد لغوت ۱۲ مشکوٰۃ فاشار الیہ ان اسکت الی آخرہ ۱۲ زاد المعاد

Marfat.com

خطبہ[1] کی آواز نہ آتی ہو، تب بھی کچھ نہ پڑھیں، نہ بات کریں، اُسی طرف کان لگائے بیٹھے رہیں۔ اگر کوئی[2] کچھ پڑھتا یا باتیں کرتا ہو اُس کو بھی منع نہ کریں۔ ہاں اگر کسی طرح اشارہ سے خاموش کر دیں تو خیر، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک آئے اُس وقت بھی درود شریف نہ پڑھیں۔ بلا حرکت زبان صرف دل سے پڑھ لینے میں مضائقہ نہیں، جب آیت کریمہ[3] اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ الخ پڑھی جائے، دل ہی دل میں درود و سلام بھیجیں[4]۔ خطبہ عیدین میں بعد نماز کے بھاگنا اور خطبہ نہ سننا ممنوع ہے، چاہیئے کہ بعد خطبہ کے جائیں، گو آواز وہاں تک نہ آتی ہو۔

---

[1] والصواب انہ یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند سماع اسمہ فی نفسہ ۱۲ درمختار۔

[2] درمختار

[3] وکذا یجب الاستماع بسائر الخطب کخطبۃ نکاح وخطبۃ ھید ۱۲ درمختار واذارأوا تجارۃ او لھوا انفضوا الیھا وترکوک قائما ۱۲ سورۂ جمعۃ

[4] رواہ ابوداؤد ۱۲

خطباتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

مرتبہ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب قدس سرہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ يٰاَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ

ؔ رواہ مسلم من خطبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

Marfat.com

عَزَّوَجَلَّ قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا وَبَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَةِ قَبْلَ اَنْ تُشْغَلُوْا وَصِلُوا الَّذِیْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ بِكَثْرَةِ ذِكْرِكُمْ لَهٗ وَكَثْرَةِ الصَّدَقَةِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ تُرْزَقُوْا وَتُنْصَرُوْا وَتُجْبَرُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْكُمُ الْجُمُعَةَ فِیْ مَقَامِیْ هٰذَا فِیْ يَوْمِیْ هٰذَا فِیْ شَهْرِیْ هٰذَا مِنْ عَامِیْ هٰذَا اِلٰی يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ تَرَكَهَا فِیْ حَيَاتِیْ اَوْ بَعْدِیْ وَلَهٗ اِمَامٌ عَادِلٌ اَوْ جَائِرٌ اِسْتِخْفَافًا بِهَا اَوْ جُحُوْدًا لَّهَا فَلَا جَمَعَ اللّٰهُ لَهٗ شَمْلَهٗ وَلَا بَارَكَ لَهٗ فِیْ اَمْرِهٖ اَلَا وَلَا صَلٰوةَ لَهٗ وَلَا حَجَّ لَهٗ وَلَا صَوْمَ لَهٗ وَلَا بِرَّ لَهٗ حَتّٰی يَتُوْبَ فَمَنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ اَلَا لَا تَؤُمَّنَّ اِمْرَاَةٌ رَجُلًا وَّلَا يَؤُمُّ اَعْرَابِیٌّ مُّهَاجِرًا وَّلَا يَؤُمُّ فَاجِرٌ مُّؤْمِنًا اِلَّا اَنْ يَّقْهَرَهٗ بِسُلْطَانٍ يُّخَافُ سَيْفُهٗ وَسَوْطُهٗ لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ وَّدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ اَوْ لَيَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُوْنُنَّ مِنَ الْغَافِلِيْنَ ؀

لہ رواہ ابن ماجہ عن جابر بن عبد اللہ ۱۲

ٰلہ رواہ مسلم ۱۲

خطبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَرْسَلَہٗ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ یَّعْصِھِمَا فَاِنَّہٗ لَا یَضُرُّ اِلَّا نَفْسَہٗ وَلَا یَضُرُّ اللّٰہَ شَیْئًا[۱]۔ **اَمَّا بَعْدُ** فَاِنَّ اَصْدَقَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَاَوْثَقَ الْعُرٰی کَلِمَۃُ التَّقْوٰی وَخَیْرَ الْمِلَلِ مِلَّۃُ اِبْرَاھِیْمَ وَخَیْرَ السُّنَنِ سُنَّۃُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَشْرَفَ الْحَدِیْثِ ذِکْرُ اللّٰہِ وَاَحْسَنَ الْقَصَصِ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ وَخَیْرَ الْاُمُوْرِ عَوَازِمُھَا وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَاَحْسَنَ الْھَدْیِ ھَدْیُ الْاَنْبِیَاءِ وَاَشْرَفَ

---

[۱] رواہ ابوداؤد من خطبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

Marfat.com

الْمَوْتِ قَتْلُ الشُّهَدَاءِ وَاَعْمَى الْعَمَى الضَّلَالَةُ بَعْدَ الْهُدٰى وَخَيْرُ الْاَعْمَالِ مَا نَفَعَ وَخَيْرُ الْهُدٰى مَا اتُّبِعَ وَشَرُّ الْعَمَى عَمَى الْقَلْبِ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى وَمَا قَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِّمَّا كَثُرَ وَاَلْهٰى وَشَرُّ الْمَعْذِرَةِ حِيْنَ يَحْضُرُ الْمَوْتُ وَشَرُّ النَّدَامَةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ لَّا يَاْتِي الْجُمُعَةَ اِلَّا دُبُرًا. وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يَذْكُرُ اللّٰهَ اِلَّا هُجْرًا وَمِنْ اَعْظَمِ الْخَطَايَا اللِّسَانُ الْكَذُوْبُ وَخَيْرُ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ وَخَيْرُ الزَّادِ التَّقْوٰى وَرَأْسُ الْحِكَمِ مَخَافَةُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَخَيْرُ مَا وَقَرَ فِي الْقُلُوْبِ الْيَقِيْنُ وَالْاِرْتِيَابُ مِنَ الْكُفْرِ وَالنِّيَاحَةُ مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ وَالْغُلُوْلُ مِنْ جُثَاءِ جَهَنَّمَ وَالْكَنْزُ كَيٌّ مِّنَ النَّارِ وَالشِّعْرُ مِنْ مَّزَامِيْرِ اِبْلِيْسَ وَالْخَمْرُ جُمَّاعُ الْاِثْمِ وَشَرُّ الْمَاكِلِ مَاْكُلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَالسَّعِيْدُ مَنْ وُّعِظَ بِغَيْرِهٖ وَالشَّقِيُّ مَنْ شَقِيَ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ وَاِنَّمَا يَصِيْرُ اَحَدُكُمْ اِلٰى مَوْضِعِ اَرْبَعَةِ اَذْرُعٍ وَّالْاَمْرُ اِلَى الْاٰخِرَةِ وَمِلَاكُ الْعَمَلِ خَوَاتِمُهٗ وَشَرُّ الرَّوَايَا رَوَايَا الْكَذِبِ وَكُلُّ مَا هُوَ اٰتٍ قَرِيْبٌ ۔

Marfat.com

وَسِبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوْقٌ وَّقِتَالُهٗ كُفْرٌ وَّاَكْلُ لَحْمِهٖ مِنْ مَّعْصِيَةِ اللّٰهِ وَحُرْمَةُ مَالِهٖ كَحُرْمَةِ دَمِهٖ وَمَنْ يَّتَاَلَّ عَلَى اللّٰهِ يُكَذِّبْهُ وَمَنْ يَّغْفِرْ يُغْفَرْ لَهٗ وَمَنْ يَّسْتَعِفَّ يَعِفَّهُ اللّٰهُ عَنْهُ وَمَنْ يَّكْظِمِ الْغَيْظَ يَاْجُرْهُ اللّٰهُ وَمَنْ يَّصْبِرْ عَلَى الرَّزِيَّةِ يُعَوِّضْهُ اللّٰهُ وَمَنْ تَتَبَّعَ السُّمْعَةَ يُسَمِّعِ اللّٰهُ بِهٖ وَمَنْ يَّصْبِرْ يُضَعِّفِ اللّٰهُ لَهٗ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ يُعَذِّبْهُ اللّٰهُ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ۔

خُطبہ نبیِّ کریم صلَّی اللہُ علیہِ وسلَّم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِىَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا

لہ رواہ فی زاد المعاد عن البیہقی وحاکم من حدیث عقبۃ بن عامر من خطبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ تبوک لکن صیغۃ الاستغفار ونیا بالمعنیٰ لان لفظ الحدیث ثم استغفر ثلثا ۱۲

Marfat.com

عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا ؕ

خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ مِمَّا اَخَافُ عَلَيْكُمْ بَعْدِيْ مَا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ مِّنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتِهَا فَقَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوَيَاْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ فَسَكَتَ عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاَيْنَا اَنَّهٗ يُنْزَلُ عَلَيْهِ جِبْرَئِيْلُ فَقِيْلَ لَهٗ مَا شَاْنُكَ تُكَلِّمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُكَلِّمُكَ فَسُرِّيَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَمْسَحُ عَنْهُ الرُّحَضَآءَ فَقَالَ اَيْنَ السَّائِلُ وَكَاَنَّهٗ حَمِدَهٗ فَقَالَ اِنَّ الْخَيْرَ لَا يَاْتِيْ بِالشَّرِّ وَاِنَّ مِمَّا يُنْبِتُ الرَّبِيْعُ يَقْتُلُ اَوْ يُلِمُّ حَبَطًا اَلَمْ تَرَ اِلَى اٰكِلَةِ الْخَضِرَةِ اَكَلَتْ حَتّٰى اِذَا امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا وَاسْتَقْبَلَتْ عَيْنَ الشَّمْسِ فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ ثُمَّ رَتَعَتْ ؕ وَاِنَّ الْمَالَ حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ

لہ رواہ ابو داؤد من خطبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

Marfat.com

وَنِعْمَ صَاحِبُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ هُوَ لِمَنْ اَعْطٰى مِنْهُ الْمِسْكِيْنَ وَالْيَتِيْمَ وَابْنَ السَّبِيْلِ اَوْكَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّ الَّذِیْ اَخَذَهٗ بِغَيْرِ حَقِّهٖ كَمَثَلِ الَّذِیْ يَاْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ فَيَكُوْنُ عَلَيْهِ شَهِيْدًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَلَا مَنْ وَّلِیَ يَتِيْمًا لَّهٗ مَالٌ فَلْيَتَّجِرْ فِيْهِ وَلَا يَتْرُكْهُ حَتّٰى تَاْكُلَهُ الصَّدَقَةُ[2] اِتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَصَلُّوْا خَمْسَكُمْ وَصُوْمُوْا شَهْرَكُمْ وَاَدُّوْا زَكٰوةَ اَمْوَالِكُمْ وَاَطِيْعُوْا اِذَا اَمَرَكُمْ ؕ

خطبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَیِ السَّاعَةِ

لہ رواہ احمد من خطبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ سلہ رواہ الترمذی ۱۲

Marfat.com

مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لَا
يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَّاِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ
فِيْهَا فَنَاظِرٌ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ اَلَا فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَآءَ
وَذَكَرَ اِنَّ لِكُلِّ غَادِرٍ لِّوَاءً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ بِقَدْرِ غَدْرَتِهٖ
فِي الدُّنْيَا وَلَا غَدْرَ اَكْبَرُ مِنْ غَدْرِ اَمِيْرِ الْعَامَّةِ يُغْرَزُ
لِوَآءُهٗ عِنْدَ اِسْتِهٖ وَلَا يَمْنَعَنَّ اَحَدًا مِّنْكُمْ هَيْبَةُ النَّاسِ
اَنْ يَّقُوْلَ بِحَقٍّ اِذَا عَلِمَهٗ ثُمَّ قَالَ اِنَّ بَنِيْ اٰدَمَ خُلِقُوْا عَلٰى
طَبَقَاتٍ شَتّٰى فَمِنْهُمْ مَّنْ يُّوْلَدُ مُؤْمِنًا وَّيَحْيٰى مُؤْمِنًا وَّ
يَمُوْتُ مُؤْمِنًا وَّمِنْهُمْ مَّنْ يُّوْلَدُ كَافِرًا وَّيَحْيٰى كَافِرًا
وَّيَمُوْتُ كَافِرًا وَّمِنْهُمْ مَّنْ يُّوْلَدُ مُؤْمِنًا وَّيَحْيٰى مُؤْمِنًا وَّ
يَمُوْتُ كَافِرًا وَّمِنْهُمْ مَّنْ يُّوْلَدُ كَافِرًا وَّيَحْيٰى كَافِرًا وَّيَمُوْتُ
مُؤْمِنًا قَالَ وَذَكَرَ الْغَضَبَ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّكُوْنُ سَرِيْعَ
الْغَضَبِ سَرِيْعَ الْفَيْئِ فَاِحْدٰهُمَا بِالْاُخْرٰى وَمِنْهُمْ مَّنْ
يَّكُوْنُ بَطِيَّ الْغَضَبِ بَطِيَّ الْفَيْئِ فَاِحْدٰهُمَا بِالْاُخْرٰى وَ
خِيَارُكُمْ مَّنْ يَّكُوْنُ بَطِيَّ الْغَضَبِ سَرِيْعَ الْفَيْئِ وَشِرَارُكُمْ

لہ رواہ ابوداؤد ۱۲

Marfat.com

مَّنْ يَّكُوْنُ سَرِيْعَ الْغَضَبِ بَطِيَّ الْفَيْءِ قَالَ اتَّقُوا الْغَضَبَ فَإِنَّهُ جَمْرَةٌ عَلٰى قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ اَلَا تَرَوْنَ اِلَى انْتِفَاخِ اَوْدَاجِهٖ وَحُمْرَةِ عَيْنَيْهِ فَمَنْ اَحَسَّ بِشَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ فَلْيَضْطَجِعْ وَلْيَتَلَبَّدْ بِالْاَرْضِ قَالَ وَذَكَرَ الدَّيْنَ فَقَالَ مِنْكُمْ مَّنْ يَّكُوْنُ حَسَنَ الْقَضَاءِ وَاِذَا كَانَ لَهٗ اَفْحَشَ فِي الطَّلَبِ فَاِحْدٰهُمَا بِالْاُخْرٰى وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّكُوْنُ سَيِّئَ الْقَضَاءِ وَاِنْ كَانَ لَهٗ اَجْمَلَ فِي الطَّلَبِ فَاِحْدٰهُمَا بِالْاُخْرٰى وَخِيَارُكُمْ مَّنْ اِذَا كَانَ عَلَيْهِ الدَّيْنُ اَحْسَنَ الْقَضَاءَ وَاِنْ كَانَ لَهٗ اَجْمَلَ فِي الطَّلَبِ وَشِرَارُكُمْ مَّنْ اِذَا كَانَ عَلَيْهِ الدَّيْنُ اَسَاءَ الْقَضَاءَ وَاِنْ كَانَ لَهٗ اَفْحَشَ فِي الطَّلَبِ[1]

خطبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

فِيْ اٰخِرِ جُمُعَةٍ مِّنْ شَعْبَانَ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ

[1] رواہ الترمذی ۱۲۔

Marfat.com

بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا ۝ يَا اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ شَهْرٌ مُّبَارَكٌ شَهْرٌ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهٗ فَرِيْضَةً وَّقِيَامَ لَيْلِهٖ تَطَوُّعًا مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ مِنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ وَشَهْرٌ يُّزَادُ فِيْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ مَنْ فَطَّرَ فِيْهِ صَائِمًا كَانَ لَهٗ مَغْفِرَةً لِّذُنُوْبِهٖ[1]

---

[1] رواہ ابوداؤد ۱۲۔

Marfat.com

وَعِتْقُ رَقَبَتِهٖ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ مِنْ
غَيْرِ اَنْ يَّنْتَقِصَ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْءٌ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
لَيْسَ كُلُّنَا نَجِدُ مَا نُفَطِّرُ بِهِ الصَّآئِمَ فَقَالَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي اللّٰهُ هٰذَا الثَّوَابَ
مَنْ فَطَّرَ صَآئِمًا عَلٰى مَذْقَةِ لَبَنٍ اَوْ تَمْرَةٍ اَوْ شَرْبَةٍ
مِّنْ مَّآءٍ وَّمَنْ اَشْبَعَ صَآئِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِيْ
شَرْبَةً لَّا يَظْمَاُ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ
رَحْمَةٌ وَّاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَّاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ
وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَّمْلُوْكِهٖ فِيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ
وَاَعْتَقَهٗ مِنَ النَّارِ [1]

خطبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ
بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا
مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا
هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ

[1] رواہ البیہقی فی شعب الایمان ۱۲۔

Marfat.com

لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ
بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ
اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا اَلَا اِنَّ رَبِّيْ اَمَرَنِيْ اَنْ اُعَلِّمَكُمْ
مَّا جَهِلْتُمْ مِمَّا عَلَّمَنِيْ يَوْمِيْ هٰذَا كُلُّ مَالٍ نَحَلْتُهٗ عَبْدًا
حَلَالٌ وَاِنِّيْ خَلَقْتُ عِبَادِيْ حُنَفَآءَ كُلَّهُمْ وَاِنَّهُمْ اَتَتْهُمُ
الشَّيَاطِيْنُ فَاحْتَالَتْهُمْ عَنْ دِيْنِهِمْ وَحَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ
مَّآ اَحْلَلْتُ لَهُمْ وَاَمَرَتْهُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بِيْ مَا لَمْ اُنَزِّلْ
بِهٖ سُلْطَانًا وَاِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ اِلٰٓى اَهْلِ الْاَرْضِ فَمَقَتَهُمْ
عَرَبَهُمْ وَعَجَمَهُمْ اِلَّا بَقَايَا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ وَقَالَ
اِنَّمَا بَعَثْتُكَ لِاَبْتَلِيَكَ وَاَبْتَلِيَ بِكَ وَاَنْزَلْتُ
عَلَيْكَ كِتَابًا لَّا يَغْسِلُهُ الْمَاءُ تَقْرَؤُهٗ نَآئِمًا وَّيَقْظَانَ
وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْٓ اَنْ اُحَرِّقَ قُرَيْشًا فَقُلْتُ رَبِّ اِذًا
يَّثْلَغُوْا رَاْسِيْ فَيَدَعُوْهُ خُبْزَةً قَالَ اسْتَخْرِجْهُمْ
كَمَآ اَخْرَجُوْكَ وَاغْزُهُمْ نُعِنْكَ وَاَنْفِقْ فَسَنُنْفِقَ
عَلَيْكَ وَابْعَثْ جَيْشًا نَّبْعَثْ خَمْسَةً مِّثْلَهَا وَ

له مرّ مسند ۴ ۱۲

قَاتِلْ بِمَنْ اَطَاعَكَ مَنْ عَصَاكَ اَلَا وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ
خَيْرًا فَاِنَّمَا هُنَّ عَوَانٍ عِنْدَكُمْ لَيْسَ تَمْلِكُوْنَ مِنْهُنَّ شَيْئًا
غَيْرَ ذٰلِكَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ فَاِنْ فَعَلْنَ
فَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ
مُبَرِّحٍ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا[۱] اَلَا اِنَّ
لَكُمْ عَلٰى نِسَآئِكُمْ حَقًّا وَّلِنِسَآئِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا فَاَمَّا
حَقُّكُمْ عَلٰى نِسَآئِكُمْ فَلَا يُوْطِئَنَّ فُرُشَكُمْ مَّنْ تَكْرَهُوْنَ
وَلَا يَاْذَنَّ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُوْنَ اَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ اَنْ
تُحْسِنُوْآ اِلَيْهِنَّ فِيْ كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ لَا تُنْفِقُ امْرَاَةٌ
شَيْئًا مِّنْ بَيْتِ زَوْجِهَآ اِلَّا بِاِذْنِ زَوْجِهَا

خطبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَاسْتَهْدِيْهِ
وَاُوْمِنُ بِهٖ وَلَآ اَكْفُرُهٗ وَاُعَادِيْ مَنْ يَّكْفُرُ بِهٖ وَاَشْهَدُ
اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا
عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ

---

۱ رواہ مسلم ۱۲۔ ۲ رواہ الترمذی ۱۲

Marfat.com

وَالنُّوْرِ وَالْمَوْعِظَةِ وَالْحِكْمَةِ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ
وَقِلَّةٍ مِّنَ الْعِلْمِ وَضَلَالَةٍ مِّنَ النَّاسِ وَانْقِطَاعٍ
مِّنَ الزَّمَانِ وَدُنُوٍّ مِّنَ السَّاعَةِ وَقُرْبٍ مِّنَ الْاَجَلِ
مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِ
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ غَوٰى وَفَرَّطَ وَضَلَّ ضَلَالًا
بَعِيْدًا اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ فَاِنَّهٗ خَيْرُ مَا
اَوْصٰى بِهِ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ اَنْ يَّحُضَّهٗ عَلَى الْاٰخِرَةِ
وَاَنْ يَّاْمُرَهٗ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَاحْذَرُوْا مَا حَذَّرَكُمُ اللّٰهُ
بِنَفْسِهٖ فَاِنَّ تَقْوَى اللّٰهِ لِمَنْ عَمِلَ بِهٖ عَلٰى وَجَلٍ
وَّمَخَافَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ عَوْنٌ وَّصِدْقٌ عَلٰى مَا يَبْتَغُوْنَ
مِنَ الْاٰخِرَةِ وَمَنْ يَّصِلِ الَّذِيْ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللّٰهِ مِنْ اَمْرِهٖ
فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ لَا يَنْوِيْ بِهٖٓ اِلَّا وَجْهَ اللّٰهِ يَكُنْ لَّهٗ
ذِكْرًا فِيْ عَاجِلِ اَمْرِهٖ وَذُخْرًا فِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ حِيْنَ
يَفْتَقِرُ الْمَرْءُ اِلٰى مَا قَدَّمَ وَمَا كَانَ مِمَّا سِوٰى ذٰلِكَ يَوَدُّ
لَوْ اَنَّ بَيْنَهٗ اَمَدًا بَعِيْدًا وَّيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ
وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ هُوَ الَّذِيْ صَدَّقَ قَوْلَهٗ وَاَنْجَزَ
وَعْدَهٗ لَا خُلْفَ لِذٰلِكَ وَاِنَّهٗ يَقُوْلُ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ

Marfat.com

لَدَیَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ فَاتَّقُوا اللّٰہَ فِیْ عَاجِلِ
اَمْرِکُمْ وَاٰجِلِہٖ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃِ فَاِنَّہٗ مَنْ
یَّتَّقِ اللّٰہَ یُکَفِّرْ عَنْہُ سَیِّئَاتِہٖ وَیُعْظِمْ اَجْرًا وَّمَنْ
یَّتَّقِ اللّٰہَ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا وَاِنَّ تَقْوَی اللّٰہِ تُوَقِّیْ مَقْتَہٗ
وَتُوَقِّیْ عُقُوْبَتَہٗ وَسَخَطَہٗ وَاِنَّ تَقْوَی اللّٰہِ تُبَیِّضُ الْوُجُوْہَ
وَتُرْضِی الرَّبَّ وَتَرْفَعُ الدَّرَجَۃَ فَخُذُوْا بِحَظِّکُمْ وَلَا
تُفَرِّطُوْا فِیْ جَنْبِ اللّٰہِ فَقَدْ عَلَّمَکُمْ بِکِتَابِہٖ وَنَھَجَ
لَکُمْ سَبِیْلَہٗ لِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَیَعْلَمَ
الْکَاذِبِیْنَ فَاَحْسِنُوْا کَمَا اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ وَعَادُوْا
اَعْدَآءَہٗ وَجَاھِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ ھُوَ اجْتَبٰکُمْ
وَسَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ لِیَھْلِکَ مَنْ ھَلَکَ عَنْ بَیِّنَۃٍ
وَّیَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْ بَیِّنَۃٍ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ
فَاَکْثِرُوْا ذِکْرَ اللّٰہِ وَاعْمَلُوْا لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ فَاِنَّہٗ
مَنْ یُّصْلِحْ مَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اللّٰہِ یَکْفِہِ اللّٰہُ مَا بَیْنَہٗ وَ
بَیْنَ النَّاسِ ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ یَقْضِیْ عَلَی النَّاسِ وَلَا یَمْلِکُوْنَ
مِنْہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ[1]

[1] رواہ القرطبی فی تفسیرہ وغیرہ کذا فی المواھب اللدنیہ ۱۲۔

خطبۂ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰى نَسْأَلُ اللّٰهَ رَبَّنَا اَنْ يَّجْعَلَنَا مِمَّنْ يُّطِيْعُهٗ وَيُطِيْعُ رَسُوْلَهٗ وَيَتَّبِعُ رِضْوَانَهٗ وَيَجْتَنِبُ سَخَطَهٗ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا وَبَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَةِ قَبْلَ اَنْ تَشْتَغِلُوْا عَنْهَا هَرَمًا نَّاغِضًا وَّمَوْتًا خَالِصًا وَّمَرَضًا حَابِسًا وَّتَسْوِيْفًا مُّوْلِيًا وَّصِلُوا الَّذِيْ

لہ روی ابو داؤد فی مراسلہ عن الزہری قال کان اللہ خطبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحمد للہ الخ وقال الزرقانی الظاہر ان من نسال اللہ الخ من کلام الزہری ویحتمل انہ من المرفوع تغلیبا للامۃ ۱۲

بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ تُسْعَدُوْا وَاَكْثِرُوْا الصَّدَقَةَ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ تُؤْجَرُوْا وَتُحْمَدُوْا وَتُرْزَقُوْا وَتُنْصَرُوْا وَتُجْبَرُوْا وَأْمُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ تُخْصِبُوْا وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ تُنْصَرُوْا، اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اَكْيَسَكُمْ اَكْثَرُكُمْ ذِكْرًا لِّلْمَوْتِ وَاَكْرَمَكُمْ اَحْسَنُكُمْ اسْتِعْدَادًا لَّهٗ وَاِنَّ مِنْ عَلَامَاتِ الْعَقْلِ التَّجَافِيْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِنَابَةِ اِلٰى دَارِ الْخُلُوْدِ وَالتَّزَوُّدَ لِسُكْنَى الْقُبُوْرِ وَالتَّاَهُّبَ لِيَوْمِ النُّشُوْرِ[له]

خطبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ

له رواه فی المواهب والزرقانی ۱۲

Marfat.com

السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰى نَسْأَلُ اللّٰهَ رَبَّنَا اَنْ يَّجْعَلَنَا مِمَّنْ يُّطِيْعُهٗ وَيُطِيْعُ رَسُوْلَهٗ وَيَتَّبِعُ رِضْوَانَهٗ وَيَجْتَنِبُ سَخَطَهٗ[1] يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ لَكُمْ مَعَالِمَ فَانْتَهُوْا اِلٰى مَعَالِمِكُمْ وَاِنَّ لَكُمْ نِهَايَةً فَانْتَهُوْا اِلٰى نِهَايَتِكُمْ فَاِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ بَيْنَ مَخَافَتَيْنِ بَيْنَ اَجَلٍ قَدْ مَضٰى لَا يَدْرِيْ مَا اللّٰهُ صَانِعٌ بِهٖ وَبَيْنَ اَجَلٍ قَدْ بَقِيَ لَا يَدْرِيْ مَا اللّٰهُ قَاضٍ بِهٖ فَلْيَتَزَوَّدِ الْعَبْدُ مِنْ نَّفْسِهٖ لِنَفْسِهٖ وَمِنْ حَيٰوتِهٖ لِمَوْتِهٖ وَمِنْ شَبَابِهٖ لِكِبَرِهٖ وَمِنْ دُنْيَاهُ لِاٰخِرَتِهٖ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ مِنْ مُّسْتَعْتَبٍ وَّلَا بَعْدَ الدُّنْيَا دَارٌ اِلَّا الْجَنَّةُ اَوِ النَّارُ اَقُوْلُ قَوْلِيْ هٰذَا وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِيْ وَلَكُمْ[2]

خطبۂ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ

---

[1] مرّ سندہ ۱۲

[2] رواہ الفقیہ ابو اللیث فی کتابہ تنبیہ الغافلین فی رفض الدنیا ۱۲

Marfat.com

وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ
اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ
لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ
اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ
نَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰى نَسْأَلُ اللّٰهَ رَبَّنَا اَنْ
يَّجْعَلَنَا مِمَّنْ يُّطِيْعُهٗ وَيُطِيْعُ رَسُوْلَهٗ وَيَتَّبِعُ رِضْوَانَهٗ
وَيَجْتَنِبُ سَخَطَهٗ اَلَآ اِنَّ الدُّنْيَا عَرَضٌ حَاضِرٌ يَّاْكُلُ
مِنْهَا الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ اَلَا وَاِنَّ الْاٰخِرَةَ اَجَلٌ صَادِقٌ يَّقْضِيْ
فِيْهَا مَلِكٌ قَادِرٌ اَلَا وَاِنَّ الْخَيْرَ كُلَّهٗ بِحَذَافِيْرِهٖ فِي
الْجَنَّةِ اَلَا وَاِنَّ الشَّرَّ كُلَّهٗ بِحَذَافِيْرِهٖ فِي النَّارِ اَلَا
فَاعْلَمُوْا وَاَنْتُمْ مِنَ اللّٰهِ عَلٰى حَذَرٍ وَّاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ
مَّعْرُوْضُوْنَ عَلٰى اَعْمَالِكُمْ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ
ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ[1]
اِنَّكُمْ مَّحْشُوْرُوْنَ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عُرَاةً غُرْلًا كَمَا
بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ[2] وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا

---

[1] مسندہ ۱۲ [2] رواہ الشافعیؒ عن عمرؓ ۱۲۔

Marfat.com

فَاعِلِيْنَ ثُمَّ اِنَّ اَوَّلَ مَنْ يُّكْسٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِبْرَاهِيْمُ اَلَا اِنَّهٗ يُجَاءُ بِرِجَالٍ مِّنْ اُمَّتِيْ فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ يَارَبِّ اَصْحَابِيْ فَيُقَالُ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ فَيُقَالُ اِنَّ هٰؤُلَاءِ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ مُّنْذُ فَارَقْتَهُمْ [1]

خطبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ..... وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ

---

[1] رواہ البخاری عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ۱۲

Marfat.com

يَّعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰى نَسْأَلُ اللّٰهَ رَبَّنَا اَنْ يَّجْعَلَنَا
مِمَّنْ يُّطِيعُهُ وَيُطِيعُ رَسُوْلَهُ وَيَتَّبِعُ رِضْوَانَهُ
وَيَجْتَنِبُ سَخَطَهُ اِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِيَ اِلَّا كَانَ
حَقًّا عَلَيْهِ اَنْ يَّدُلَّ اُمَّتَهُ عَلٰى مَا يَعْلَمُهُ خَيْرًا لَّهُمْ
وَيُنْذِرَهُمْ مَّا يَعْلَمُهُ شَرًّا لَّهُمْ وَاِنَّ اُمَّتَكُمْ هٰذِهٖ
جُعِلَتْ عَافِيَتُهَا فِيْ اَوَّلِهَا وَاِنَّ اٰخِرَهُمْ يُصِيْبُهُمْ
بَلَآءٌ وَّاُمُوْرٌ تُنْكِرُوْنَهَا ثُمَّ تَجِيْءُ فِتَنٌ يُّرَقِّقُ
بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ هٰذِهٖ مُهْلِكَتِيْ ثُمَّ
تَنْكَشِفُ ثُمَّ تَجِيْءُ فِتْنَةٌ فَيَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ هٰذِهٖ
مُهْلِكَتِيْ ثُمَّ تَنْكَشِفُ فَمَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُّزَحْزَحَ مِنَ
النَّارِ وَيُدْخَلَ الْجَنَّةَ فَلْتُدْرِكْهُ مَوْتَتُهُ وَهُوَ
يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَأْتِ اِلَى النَّاسِ الَّذِيْنَ
يُحِبُّ اَنْ يَّأْتُوْا اِلَيْهِ وَمَنْ بَايَعَ اِمَامًا فَاَعْطَاهُ صَفْقَةَ
يَمِيْنِهٖ وَثَمَرَةَ قَلْبِهٖ فَلْيُطِعْهُ مَا اسْتَطَاعَ فَاِنْ جَآءَ
اٰخَرُ يُنَازِعُهُ فَاضْرِبُوْا عُنُقَ الْاٰخَرِ قَالَ فَاَدْخَلْتُ رَأْسِيْ
مِنْ بَيْنِ النَّاسِ فَقُلْتُ اُنْشِدُكَ اللّٰهَ اَنْتَ سَمِعْتَ
هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاَشَارَ

Marfat.com

بِيَدِهٖ اِلٰى اُذُنَيْهِ فَقَالَ سَمِعَتْهُ اُذُنَایَ وَوَعَاهُ قَلْبِیْ[1]

خُطْبَةُ سَيِّدِنَا اَبِیْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رضی اللہ تعالٰی عنہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَحْمَدُهٗ وَاَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْأَلُهُ الْكَرَامَةَ فِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ فَاِنَّهٗ قَدْ دَنَا اَجَلِیْ وَاَجَلُكُمْ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّسِرَاجًا مُّنِيْرًا لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَاعْتِصَامٍ بِاَمْرِ اللّٰهِ الَّذِیْ شَرَعَ لَكُمْ وَهَدٰىكُمْ بِهٖ فَاِنَّ جَوَامِعَ هُدَى الْاِسْلَامِ بَعْدَ كَلِمَةِ الْاِخْلَاصِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ لِمَنْ وَّلَّاهُ اللّٰهُ اَمْرَكُمْ فَاِنَّهٗ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَاُولِی الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْیِ عَنِ الْمُنْكَرِ فَقَدْ اَفْلَحَ وَاَدَّى الَّذِیْ عَلَيْهِ مِنَ الْحَقِّ وَاِيَّاكُمْ وَاتِّبَاعَ الْهَوٰى فَقَدْ اَفْلَحَ مَنْ

[1] رواہ ابن ماجۃ ۱۲۔

Marfat.com

حُفِظَ مِنَ الْهَوٰى وَالطَّمَعِ وَالْغَضَبِ وَاِيَّاكُمْ وَالْفَخْرَ وَمَا
فَخْرُ مَنْ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِلَى التُّرَابِ يَعُوْدُ ثُمَّ يَاْكُلُهُ
الدُّوْدُ ثُمَّ هُوَ الْيَوْمَ حَيٌّ وَّغَدًا مَّيِّتٌ فَاعْمَلُوْا يَوْمًا
بِيَوْمٍ وَّسَاعَةً بِسَاعَةٍ وَّتَوَقَّوْا دُعَاءَ الْمَظْلُوْمِ وَ
عُدُّوْا اَنْفُسَكُمْ فِي الْمَوْتٰى وَاصْبِرُوْا فَاِنَّ الْعَمَلَ كُلَّهُ
بِالصَّبْرِ وَاحْذَرُوْا وَالْحَذَرُ يَنْفَعُ وَاعْمَلُوْا وَالْعَمَلُ يُقْبَلُ
وَاحْذَرُوْا مَا حَذَّرَكُمُ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِهٖ وَسَارِعُوْا فِيْمَا وَعَدَكُمُ
اللّٰهُ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَافْهَمُوْا وَتَفَهَّمُوْا وَاتَّقُوْا وَتَوَقَّوْا
فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَيَّنَ لَكُمْ مَّا اَهْلَكَ بِهٖ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَمَا
نَجّٰى بِهٖ مَنْ نَّجّٰى قَبْلَكُمْ قَدْ بَيَّنَ لَكُمْ فِيْ كِتَابِهٖ حَلَالَهٗ
وَحَرَامَهٗ وَمَا يُحِبُّ مِنَ الْاَعْمَالِ وَمَا يَكْرَهُ فَاِنِّيْ لَا اٰلُوْكُمْ
وَنَفْسِيْ نُصْحًا وَّاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا
بِاللّٰهِ وَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ مَّا اَخْلَصْتُمْ لِلّٰهِ مِنْ اَعْمَالِكُمْ فَرَبَّكُمْ
اَطَعْتُمْ وَحَظَّكُمْ وَاغْتَبَطْتُّمْ وَمَا تَطَوَّعْتُمْ بِهٖ لِدِيْنِكُمْ
فَاجْعَلُوْهُ نَوَافِلَ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ تَسْتَوْفُوْا لِسَلَفِكُمْ وَ
تُعْطَوْا جَزَآئَكُمْ حِيْنَ فَقْرِكُمْ وَحَاجَتِكُمْ اِلَيْهَا ثُمَّ
تَفَكَّرُوْا عِبَادَ اللّٰهِ فِيْ اِخْوَانِكُمْ وَصَحَابَتِكُمُ الَّذِيْنَ

Marfat.com

مَضَوْا قَدْ وَرَدُوْا عَلٰى مَا قَدَّمُوْا فَاَقَامُوْا عَلَيْهِ وَحَلُّوْا فِي الشَّقَآءِ وَالسَّعَادَةِ فِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ إِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ لَهٗ شَرِيْكٌ وَّلَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِهٖ نَسَبٌ يُّعْطِيْهِ بِهٖ خَيْرًا وَّلَا يَصْرِفُ عَنْهُ سُوْٓءً اِلَّا بِطَاعَتِهٖ وَاتِّبَاعِ اَمْرِهٖ فَاِنَّهٗ لَا خَيْرَ فِيْ خَيْرٍ بَعْدَهُ النَّارُ وَلَا شَرَّ فِيْ شَرٍّ بَعْدَهُ الْجَنَّةُ اَقُوْلُ قَوْلِيْ هٰذَا وَاسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِيْ وَلَكُمْ وَصَلُّوْا عَلٰى نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

خُطْبَةُ سَيِّدِنَا اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ[1]

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَحْمَدُهٗ وَاَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْاَلُهُ الْكَرَامَةَ فِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ فَاِنَّهٗ قَدْ دَنَا اَجَلِيْ وَاَجَلُكُمْ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّسِرَاجًا مُّنِيْرًا لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ

[1] اَوْرَدَ هٰذِهِ الْخُطْبَةَ تَامَّةً فِيْ تَارِيْخِ الْخُلَفَاءِ ۱۲

Marfat.com

يَعْصِهِمَا فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِيْنًا أُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَاَنْ تُثْنُوْا عَلَيْهِ بِمَا هُوَ لَهُ اَهْلٌ وَّاَنْ تَخْلِطُوا الرَّغْبَةَ بِالرَّهْبَةِ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَثْنٰى عَلٰى زَكَرِيَّا وَاَهْلِ بَيْتِهٖ فَقَالَ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسَارِعُوْنَ فِى الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا وَّكَانُوْا لَنَا خَاشِعِيْنَ ۝ ثُمَّ اعْلَمُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ قَدِ ارْتَهَنَ بِحَقِّهٖ اَنْفُسَكُمْ وَاَخَذَ عَلٰى ذٰلِكَ مَوَاثِيْقَكُمْ وَاشْتَرٰى مِنْكُمُ الْقَلِيْلَ الْفَانِيَ بِالْكَثِيْرِ الْبَاقِيْ هٰذَا كِتَابُ اللّٰهِ فِيْكُمْ لَا يُطْفَأُ نُوْرُهٗ وَلَا تَنْقَضِيْ عَجَائِبُهٗ فَاسْتَضِيْئُوْا بِنُوْرِهٖ وَانْتَصِحُوْا كِتَابَهٗ وَاسْتَضِيْئُوْا مِنْهُ لِيَوْمِ الظُّلْمَةِ فَاِنَّهٗ اِنَّمَا خَلَقَكُمْ لِعِبَادَتِهٖ وَوَكَّلَ بِكُمْ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ثُمَّ اعْلَمُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اَنَّكُمْ تَغْدُوْنَ وَتَرُوْحُوْنَ فِىْ اَجَلٍ قَدْ غُيِّبَ عَنْكُمْ عِلْمُهٗ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْقَضِيَ الْاٰجَالُ وَاَنْتُمْ فِىْ عَمَلِ اللّٰهِ فَافْعَلُوْا وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا ذٰلِكَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ سَابِقُوْا فِىْ اٰجَالِكُمْ قَبْلَ اَنْ تَنْقَضِيَ اٰجَالُكُمْ فَتَرُدَّكُمْ اِلٰى

لے مرسند ۱۲۷۔

Marfat.com

أَسْوَءِ أَعْمَالِكُمْ فَإِنَّ قَوْمًا جَعَلُوْا آجَالَهُمْ لِغَيْرِهِمْ وَ
نَسُوْا أَنْفُسَهُمْ فَأَنْهَاكُمْ أَنْ تَكُوْنُوْا أَمْثَالَهُمْ فَالْوَحَا
النَّجَا النَّجَا فَإِنَّ وَرَآءَكُمْ طَالِبًا حَثِيْثًا أَمْرُهُ سَرِيْعٌ
أَيْنَ الْوُضَاءَةُ الْحَسَنَةُ وُجُوْهُهُمُ الْمُعْجَبُوْنَ بِشَبَابِهِمْ
أَيْنَ الْمُلُوْكُ الَّذِيْنَ بَنَوُا الْمَدَآئِنَ وَحَصَّنُوْهَا أَيْنَ
الَّذِيْنَ كَانُوْا يُعْطَوْنَ الْغَلَبَةَ فِيْ مَوَاطِنِ الْحَرْبِ
قَدْ تَضَعْضَعَ أَرْكَانُهُمْ حِيْنَ أَخْنٰى بِهِمُ الدَّهْرُ وَ
أَصْبَحُوْا فِيْ ظُلُمَاتِ الْقُبُوْرِ الْوَحَا الْوَحَا ثُمَّ النَّجَا النَّجَا۔[1]

خطبہ سیدنا عمر الفاروق رضی اللہ عنہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ أَحْمَدُهُ وَأَسْتَعِيْنُهُ وَأَسْأَلُهُ
الْكَرَامَةَ فِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ فَإِنَّهُ قَدْ دَنَا أَجَلِيْ وَأَجَلُكُمْ
وَأَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ
مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ أَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا
وَّسِرَاجًا مُّنِيْرًا لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ
عَلَى الْكٰفِرِيْنَ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ

---

[1] اخرجہ ابن ابی الدنیا ۱۲

Marfat.com

يَعْصِهِمَا فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِيْنًا اَيُّهَا النَّاسُ اَلَا اِنَّ اَصْحَابَ الرَّأْيِ اَعْدَآءُ السُّنَّةِ اَعْيَتْهُمُ الْاَحَادِيْثُ اَنْ يَّحْفَظُوْهَا وَتَفَلَّتَتْ مِنْهُمْ اَنْ يَّعُوْهَا وَاسْتَحْيُوْا اِذَا سَأَلَهُمُ النَّاسُ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَا نَدْرِیْ فَعَانَدُوا السُّنَنَ بِرَأْيِهِمْ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا وَالَّذِیْ نَفْسُ عُمَرَ بِيَدِهٖ مَا قَبَضَ اللّٰهُ نَبِيَّهٗ وَلَا رَفَعَ الْوَحْیَ عَنْهُمْ حَتّٰی اَغْنَاهُمْ عَنِ الرَّأْيِ وَلَوْ كَانَ الدِّيْنُ يُؤْخَذُ بِالرَّأْيِ لَكَانَ اَسْفَلُ الْخُفِّ اَحَقَّ بِالْمَسْحِ مِنْ ظَهْرِهٖ فَاِيَّاكَ وَاِيَّاهُمْ[2] سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰی فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ لِی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰی دُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوِ امْرَأَةٍ يَّتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰی مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ[3] اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ الطَّمَعَ فَقْرٌ وَّاِنَّ بَعْضَ الْيَأْسِ غِنًی وَّاِنَّكُمْ تَجْمَعُوْنَ مَا لَا تَأْكُلُوْنَ وَتَأْمُلُوْنَ مَا لَا تُدْرِكُوْنَ وَاَنْتُمْ مُؤَجَّلُوْنَ فِیْ دَارِ غُرُوْرٍ وَّاعْلَمُوْا اَنَّ بَعْضَ الشُّحِّ شُعْبَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ فَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ

---

[1] من خطبۃ ابی بکرؓ ۱۲ [2] ازالۃ الخفاء ۱۲ [3] ازالۃ الخفاء ۱۲

Marfat.com

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اَيُّهَا النَّاسُ اَطِيْبُوْا مَثْوٰىكُمْ وَاَصْلِحُوْآ
اُمُوْرَكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَلَا تُلْبِسُوْا نِسَاءَكُمُ الْقَبَاطِيَّ
فَاِنَّهٗ اِنْ لَّمْ يَشِفَّ فَاِنَّهٗ يَصِفُ وَاِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ
فَكَانَ مِمَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اٰيَةَ الرَّجْمِ فَقَرَأْنَاهَا وَعَقَلْنَاهَا
وَوَعَيْنَاهَا رَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَرَجَمْنَا بَعْدُ فَاَخْشٰى اِنْ طَالَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ اَنْ يَّقُوْلَ
قَآئِلٌ وَاللّٰهِ مَا نَجِدُ اٰيَةَ الرَّجْمِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ حَقٌّ عَلٰى
مَنْ زَنٰى اِذَآ اَحْصَنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ اِذَا قَامَتِ
الْبَيِّنَةُ اَوْ كَانَ الْحَبَلُ اَوِالْاِعْتِرَافُ ثُمَّ اِنَّا كُنَّا نَقْرَأُ
فِيْمَا نَقْرَأُ مِنْ كِتَابِ اَنْ لَّا تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَآئِكُمْ فَاِنَّهٗ
كُفْرٌ بِكُمْ اَنْ تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَآئِكُمْ اَلَا ثُمَّ اِنَّ رَسُوْلَ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا اُطْرِيَ عِيْسَى
بْنُ مَرْيَمَ وَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ[2]

---

[1] ازالۃ الخفاء ۱۲

[2] رواہ البخاری عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ۱۲

خطبہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَحْمَدُهٗ وَاَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْأَلُهُ الْكَرَامَةَ فِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ فَاِنَّهٗ قَدْ دَنَا اَجَلِيْ وَاَجَلُكُمْ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّسِرَاجًا مُّنِيْرًا لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَبِحَمْدِهٖ قَدِ اسْتَوْجَبَ عَلَيْكُمُ الشُّكْرَ وَاتَّخَذَ عَلَيْكُمُ الشُّكْرَ وَاتَّخَذَ عَلَيْكُمُ الْحُجَجَ فِيْمَآ اٰتٰكُمْ مِّنْ كَرَامَةِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ مِّنْكُمْ وَلَا رَغْبَةٍ مِّنْكُمْ فِيْهِ اِلَيْهِ فَخَلَقَكُمْ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَلَمْ تَكُوْنُوْا شَيْئًا لِّنَفْسِهٖ وَعِبَادَتِهٖ قَدْ كَانَ قَادِرًا عَلٰٓى اَنْ يَّجْعَلَكُمْ لِاَهْوَنِ خَلْقِهٖ عَلَيْهِ فَجَعَلَ لَكُمْ عَامَّةَ خَلْقِهٖ وَلَمْ يَجْعَلْكُمْ لِشَيْءٍ غَيْرِهٖ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ

ل فیہ ما مرّ سابقاً ۱۲

Marfat.com

وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً
وَّحَمَلَكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ثُمَّ جَعَلَ لَكُمْ سَمْعًا وَّبَصَرًا
وَّمِنْ نِّعَمِ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ نِعَمٌ عَمَّ بِهَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَمِنْهَا نِعَمٌ
اِخْتَصَّ بِهَا اَهْلَ دِيْنِكُمْ ثُمَّ صَارَتْ تِلْكَ النِّعَمُ خَوَاصُّهَا
فِيْ دَوْلَتِكُمْ وَطَبْقَتِكُمْ وَلَيْسَ مِنْ تِلْكَ النِّعَمِ نِعْمَةٌ
وَّصَلَتْ اِلٰى امْرِءٍ خَاصَّةً اِلَّا لَوْ قَسَمْتُمْ مَّا وَصَلَ اِلَيْهِ مِنْهَا
بَيْنَ النَّاسِ كُلِّهِمْ اَتْعَبَهُمْ شُكْرُهَا وَقَدْ حُكِّمَ حَقُّهَا
اِلَّا بِعَوْنِ اللّٰهِ مَعَ الْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاَنْتُمْ مُسْتَخْلَفُوْنَ
فِي الْاَرْضِ قَاهِرُوْنَ لِاَهْلِهَا قَدْ نَصَرَ اللّٰهُ دِيْنَكُمْ فَلَمْ تُصْبِحْ
اُمَّةٌ مُّخَالِفَةٌ لِّدِيْنِكُمْ اِلَّا اُمَّتَانِ اُمَّةٌ مُّسْتَعْبَدَةٌ لِّلْاِسْلَامِ
وَاَهْلِهٖ يَتَجَرَّوْنَ لَكُمْ يَسْتَضْعِفُوْنَ مَعَايِشَهُمْ وَكَدَائِحَهُمْ
وَرَشْحَ جِبَاهِهِمْ عَلَيْهِمُ الْمُؤْنَةُ وَلَكُمُ الْمَنْفَعَةُ
وَاُمَّةٌ يَّنْتَظِرُوْنَ وَقَائِعَ اللّٰهِ وَسَطَوَاتِهٖ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ
قَدْ مَلَأَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ رُعْبًا فَلَيْسَ لَهُمْ مَّعْقِلٌ يَلْجَأُوْنَ
اِلَيْهِ وَلَا مَهْرَبٌ يَتَّقُوْنَ بِهٖ وَهَمَتْهُمْ جُنُوْدُ اللّٰهِ وَنَزَلَ
بِسَاحَتِهِمْ مَعَ رِفَاعَةِ الْعَيْشِ وَاسْتِفَاضَةِ الْمَالِ وَتَتَابُعِ

Marfat.com

الْبُعُوْثِ وَسَيِّدِ الثُّغُوْرِ بِاِذْنِ اللّٰهِ فِي الْعَاقِبَةِ الْجَلِيْلَةِ الْعَامَّةِ
الَّتِيْ لَمْ تَكُنِ الْاُمَّةُ عَلٰى اَحْسَنَ مِنْهَا مُنْذُ كَانَ الْاِسْلَامُ وَاللّٰهِ
الْمَحْمُوْدِ مَعَ الْفُتُوْحِ الْعِظَامِ فِيْ كُلِّ بَلَدٍ فَمَا عَسٰى اَنْ يَّبْلُغَ
شُكْرَ الشَّاكِرِيْنَ وَذِكْرَ الذَّاكِرِيْنَ وَاجْتِهَادُ الْمُجْتَهِدِيْنَ
مَعَ هٰذِهِ النِّعَمِ الَّتِيْ لَا تُعَدُّ وَلَا يُحْصٰى عَدَدُهَا وَلَا يُقْدَرُ قَدْرُهَا
وَلَا يُسْتَطَاعُ اَدَاءُ حَقِّهَا اِلَّا بِعَوْنِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ وَلُطْفِهٖ
فَنَسْأَلُ اللّٰهَ الَّذِيْ اَبْلَانَا هٰذَا اَنْ يَّرْزُقَنَا الْعَمَلَ لِطَاعَتِهٖ
وَالْمُسَارَعَةَ اِلٰى مَرْضَاتِهٖ وَاذْكُرُوْا عِبَادَ اللّٰهِ بَلَاءَ اللّٰهِ
عِنْدَكُمْ وَاسْتَتِمُّوْا نِعَمَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَفِيْ مَجَالِسِكُمْ مَثْنٰى وَ
فُرَادٰى فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ لِمُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اَخْرِجْ
قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيَّامِ اللّٰهِ وَقَالَ
لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاذْكُرُوْا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ
مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَلَوْ كُنْتُمْ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْتَضْعَفِيْنَ
مَحْرُوْمِيْنَ خَيْرَ الدُّنْيَا عَلٰى شُعْبَةٍ مِّنَ الْحَقِّ تُؤْمِنُوْنَ
بِهَا وَتَسْتَرِيْحُوْنَ اِلَيْهَا مَعَ الْمَعْرِفَةِ بِاللّٰهِ وَبِدِيْنِهٖ وَ
تَرْجُوْنَ الْخَيْرَ فِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ
اَشَدَّ النَّاسِ عِيْشَةً وَّاَعْظَمَ النَّاسِ بِاللّٰهِ جَهَالَةً فَلَوْ كَانَ

هٰذَا الَّذِی اسْتِسْلَامُکُمْ بِہٖ لَمْ یَکُنْ مَّعَہٗ حَظٌّ فِیْ دُنْیَاکُمْ غَیْرَ اَنَّہٗ ثِقَۃٌ لَّکُمْ فِیْ اٰخِرَتِکُمُ الَّتِیْ اِلَیْھَا الْمَعَادُ وَالْمُنْقَلَبُ وَاَنْتُمْ مِّنْ جُھْدِ الْمَعِیْشَۃِ عَلٰی مَا کُنْتُمْ عَلَیْہِ اَجْرِیَاءُ وَاِنْ تَشُحُّوْا عَلَی اللّٰہِ تُصِبْکُمْ مِّنْہُ غَرْبَلَۃٌ اَمَا اِنَّہٗ قَدْ جَمَعَ لَکُمْ فَضِیْلَۃَ الدُّنْیَا وَکَرَامَۃَ الْاٰخِرَۃِ اَوْلِمَنْ شَآءَ اَنْ یَّجْمَعَ لَہٗ ذٰلِکَ مِنْکُمْ فَاَذْکُرُکُمُ اللّٰہَ الْحَائِلَ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ قُلُوْبِکُمْ اَلَا اَمَا عَرَفْتُمْ حَقَّ اللّٰہِ فَعَمِلْتُمْ لَہٗ وَیَسَّرْتُمْ اَنْفُسَکُمْ عَلٰی طَاعَتِہٖ وَجَمَعْتُمْ مَّعَ السُّرُوْرِ بِالنِّعَمِ خَوْفًا لِّزَوَالِھَا وَانْتِقَالِھَا وَوَجَلًا مِّنْ تَحْوِیْلِھَا فَاِنَّہٗ لَاشَیْءَ اَسْلَبُ لِنِعْمَۃٍ مِّنْ کُفْرَانِھَا وَاِنَّ الشُّکْرَ اَمْنٌ لِّلْعِزِّ وَنَمَاءٌ لِّلنِّعْمَۃِ وَاسْتِجْلَابٌ لِّلزِّیَادَۃِ وَھٰذَا عَلٰی مَا فِیْ اَمْرِکُمْ وَنَھْیِکُمْ وَاجِبٌ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی[1]

خُطْبَۃُ سَیِّدِنَا عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَحْمَدُہٗ وَاَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْأَلُہٗ

[1] ازالۃ الخفاء ۱۲

Marfat.com

الْكَرَامَةَ فِيمَا بَعْدَ الْمَوْتِ فَإِنَّهُ قَدْ دَنَا أَجَلِي وَأَجَلُكُمْ
وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ
أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ أَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا
وَّنَذِيْرًا وَّسِرَاجًا مُّنِيْرًا لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ
الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ رَشَدَ
وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِيْنًا إِذَا قَامَ الْإِمَامُ يَخْطُبُ
يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَأَنْصِتُوْا فَإِنَّ لِلْمُنْصِتِ
الَّذِي لَا يَسْمَعُ مِنَ الْحَظِّ مِثْلَ مَا لِلْمُنْصِتِ السَّامِعِ
فَإِذَا قَامَتِ الصَّلٰوةُ فَاعْدِلُوا الصُّفُوْفَ حَاذُوْا بِالْمَنَاكِبِ
فَإِنَّ اعْتِدَالَ الصُّفُوْفِ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ [1]

خطبہ سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ أَحْمَدُهُ وَأَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْأَلُهُ
الْكَرَامَةَ فِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ فَإِنَّهُ قَدْ دَنَا أَجَلِيْ وَ
أَجَلُكُمْ وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ أَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ

[1] من خطبة ابی بکر رضی اللہ عنہ ۱۲ [2] رواہ مالک رح ۱۲

Marfat.com

بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّسِرَاجًا مُّنِيْرًا لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِيْنَ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِيْنًا[1]

ظَهَرَ عَلَيْنَا اَبُوْطَالِبٍ وَّاَنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نُصَلِّيْ بِبَطْنِ نَخْلَةَ فَقَالَ مَاذَا تَصْنَعَانِ يَا ابْنَ اَخِيْ فَدَعَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْاِسْلَامِ فَقَالَ مَا بِالَّذِيْ تَصْنَعَانِ بَأْسٌ اَوْ بِالَّذِيْ تَقُوْلَانِ بَأْسٌ وَّلٰكِنْ وَّاللّٰهِ لَا تَعْلُوْنِيْ اِسْتِيْ اَبَدًا وَّضَحِكَ تَعَجُّبًا لِّقَوْلِ اَبِيْهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَا اَعْتَرِفُ اَنَّ عَبْدًا لَّكَ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ عَبَدَكَ قَبْلِيْ غَيْرَ نَبِيِّكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ لَّقَدْ صَلَّيْتُ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ النَّاسُ سَبْعًا وَّاللّٰهِ مَا عِنْدَنَا كِتَابٌ تَقْرَءُوْهُ عَلَيْكُمْ اِلَّا كِتَابَ اللّٰهِ وَهٰذِهِ الصَّحِيْفَةُ مُعَلَّقَةٌ بِسَيْفِهٖ اَخَذْتُهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا فَرَائِضُ الصَّدَقَةِ مُعَلَّقَةٌ بِسَيْفٍ وَّحِلْيَتُهٗ حَدِيْدٌ اَوْ قَالَ بَكَرَاتُهٗ حَدِيْدًا اَيْ حِلَقُهٗ[2] وَعَنْ وَّهْبٍ السَّوَائِيِّ قَالَ خَطَبَنَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ مَنْ خَيْرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ

---

[1] من خطبة ابی بکر رضؓ ۱۲ [2] مسند امام احمد ص ۹۹ ۱۲

Marfat.com

بَعْدَ نَبِيِّهَا فَقُلْتُ اَنْتَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ لَا خَيْرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ وَمَا نَبْعُدُ اَنَّ السَّكِيْنَةَ تَنْطِقُ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ ؎۱

خُطْبَةُ سَيِّدِنَا عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَحْمَدُهٗ وَاَسْتَعِيْنُهٗ وَاَسْأَلُهُ الْكَرَامَةَ فِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ فَاِنَّهٗ قَدْ دَنَا اَجَلِيْ وَاَجَلُكُمْ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّسِرَاجًا مُّنِيْرًا لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِيْنًا يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ عَضُوْضٌ يَّعَضُّ الْمُوْسِرُ عَلٰى مَا فِيْ يَدَيْهِ قَالَ وَلَمْ يُؤْمَرْ بِذٰلِكَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ وَيَنْهَدُ الْاَشْرَارُ وَيُسْتَذَلُّ الْاَخْيَارُ وَيُبَايِعُ الْمُضْطَرُّوْنَ قَالَ وَقَدْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ

؎۱ مسند ا صفحہ ۱۰۶ ۱۲ ؎۲ مسند ا ۸ ۱۲ ۔

بَيْعِ الْمُضْطَرِّيْنَ وَعَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ وَعَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ
قَبْلَ اَنْ تُدْرِكَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَاتَكْذِبُوْا عَلَيَّ فَاِنَّهُ مَنْ يَّكْذِبْ عَلَيَّ يَلِجِ النَّارَ اَيُّهَا النَّاسُ
اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْطَعُ
الصَّلٰوةَ اِلَّا الْحَدَثُ لَآ اَسْتَحْيِيْكُمْ مِّمَّا لَا يَسْتَحْيِيْ مِنْهُ
رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالْحَدَثُ اَنْ
يَّفْسُوْا اَوْ يَضْرُطَ يَآ يُّهَا النَّاسُ اَقِيْمُوْا عَلٰى اَرِقَّآئِكُمُ
الْحُدُوْدَ مَنْ اَحْصَنَ مِنْهُمْ وَلَمْ يُحْصِنْ فَاِنَّ اَمَةً
لِّرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَنَتْ فَاَمَرَنِيْ
رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اُقِيْمَ عَلَيْهَا
الْحَدَّ فَاَتَيْتُهَا فَاِذَا هِيَ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِنِفَاسٍ فَخَشِيْتُ
اِنْ اَنَا جَلَدْتُّهَا اَنْ تَمُوْتَ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ اَحْسَنْتَ

خطبہ سیّدنا عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللهِ

لہ مسند ص۱۱۶ ۱۲ سلہ مسند ص۱۳۳ ۱۲ سلہ مسند ص۱۳۵ ۱۲ سلہ مسند ص۱۵۶ ۱۲

مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ
فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ
لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا
عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ
وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ غَوٰى اَيُّهَا النَّاسُ اَصْلِحُوْا
اَسْرَارَكُمْ تُصْلَحْ عَلَانِيَتُكُمْ وَاعْمَلُوْا لِاٰخِرَتِكُمْ تُكْفَوْا
دُنْيَاكُمْ وَاعْلَمُوْا اَنَّ رَجُلًا لَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اٰدَمَ اَبٌ
حَيٌّ لَّمُعْرِقٌ لَّهٗ فِي الْمَوْتِ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اِتَّقُوا اللّٰهَ
اَيُّهَا النَّاسُ وَاَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ فَاِنَّهٗ اِنْ كَانَ لَكُمْ
رِزْقٌ فِيْ رَأْسِ جَبَلٍ اَوْ حَضِيْضِ اَرْضٍ يَّاْتِهِ الْاٰنَ
مَا سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَاهُ
فَهُوَ دِيْنٌ وَنَنْتَهِيْ اِلَيْهِ وَمَا سَنَّ سِوَاهُمَا فَاِنَّا نُرْجِئُهٗ يٰعِبَادِيَ
الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنِيْبُوْٓا
اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ
لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ
مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝

Marfat.com

اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُ فِىْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ۙ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِىْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۙ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِىْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۙ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِىْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۙ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِىْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ۙ وَيُنَجِّى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۙ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَىْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ وَّكِيْلٌ ۙ

اَلْخُطْبَةُ الثَّانِيَةُ لِجَمِيْعِ الْخُطَبِ مِنَ الْمُؤَلِّفِ

يَعْنِىْ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب علیہ الرحمۃ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۜ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۙ مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۙ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ

لہ تاریخ الخلفاء ۱۲

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ
كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا
كَذِبًا ٥ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ٥ مُحَمَّدٌ
رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ
بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ
وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ
ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ
اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ
يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ٥
وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ
اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَ
اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا
اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ
يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ٥ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا
بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ

Marfat.com

اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ه يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا
الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى
اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ
خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ه اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ
وَاِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ
يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا
لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ه

خطبۂ جمعہ تالیف مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَقَدْ اَتٰى عَلَيْهِ حِيْنٌ مِّنَ
الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا فَسَوّٰهُ وَعَدَّلَهٗ وَعَلٰى
كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ فَضَّلَهٗ وَجَعَلَهٗ سَمِيْعًا بَصِيْرًا

[1] كان بنو امية يسبون على بن ابى طالب فى الخطبة فلما ولى عمر بن عبد العزيز ابطله وكتب الى نوابه بابطال قرأ مكانه ان الله يأمر الاية فاستمرت قراءتها الى الآن ۱۲ تاريخ الخلفاء

[2] يعنى جب پيدا ہوا تھا تب اس كى كوئى فكر بھى نہيں كرتا تھا ۱۲

Marfat.com

ثُمَّ هَدٰىهُ السَّبِيْلَ وَنَصَبَ لَهُ الدَّلِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا اَمَّا الْكَافِرُوْنَ فَاَعْتَدْنَا لَهُمْ سَلَاسِلَ وَاَغْلَالًا وَّسَعِيْرًا. يُعَذَّبُوْنَ بِاَصْنَافِ الْعَذَابِ يُنَادُوْنَ وَيْلًا وَّيَدْعُوْنَ ثُبُوْرًا[1]. وَاَمَّا الشَّاكِرُوْنَ فَنَعَّمَهُمْ وَكَرَّمَهُمْ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا. اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا. فَسُبْحَانَ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ لَّمْ يَزَلْ وَلَا يَزَالُ عَلِيْمًا قَدِيْرًا. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ بَعَثَهٗ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا. وَاٰتَاهُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ[2] وَمَنَابِعَ الْحِكَمِ[3] وَوَعَدَهٗ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا[4] وَّجَعَلَهٗ سِرَاجًا مُّنِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّيْ اُوْصِيْكُمْ وَنَفْسِيَ اَوَّلًا بِتَقْوَى اللّٰهِ وَ

---

[1] یعنی موت چاہیں گے اور موت ہرگز نہ آئے گی ۱۲

[2] یعنی ایسی باتیں جو بولنے میں تھوڑی ہوں اور مطلب ان کا بہت ہو۔

[3] یعنی سب باتوں کی اونچ نیچ سمجھ کر کام کرنا [4] مقام محمود وہ ہے کہ قیامت کے دن سب لوگ کیا عام کیا خاص کیا نبی کیا ولی ڈر سے کچھ بول نہ سکیں گے تب ہمارے حضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کو نہایت عاجزی سے راضی کر کے سفارش فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارے رسول ﷺ کو مقام محمود عطا فرمائے گا اور آپ وہاں کھڑے ہو کر سفارش کریں گے اور قبول ہو گی ۱۲۔

اُحَذِّرُكُمْ يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا. يَوْمَ تُبْلٰى كُلُّ نَفْسٍ وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَجِدُ نَصِيْرًا. يَوْمَئِذٍ يَّنْدَمُ الْاِنْسَانُ وَلَا يَنْفَعُهُ النَّدَمُ وَيَطْلُبُ الْعَوْدَ اِلَى الدُّنْيَا وَهَيْهَاتَ اَنْ يَّعُوْدَ وَيُخْرَجُ لَهٗ كِتَابٌ يَّلْقَاهُ مَنْشُوْرًا. يَا ابْنَ اٰدَمَ مَنْ اَصْبَحَ عَلَى الدُّنْيَا حَزِيْنًا لَّمْ يَزْدَدْ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا بُعْدًا وَّفِي الدُّنْيَا اِلَّا كَدًّا وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا جُهْدًا وَّلَمْ يَزَلْ مَمْقُوْتًا مَّهْجُوْرًا[1]. يَا ابْنَ اٰدَمَ تُرْزَقُ بِالرِّزْقِ فَاِنَّ الرِّزْقَ مَقْسُوْمٌ وَالْحَرِيْصُ مَحْرُوْمٌ وَّالْاِسْتِقْصَاءُ شُوْمٌ وَّالْاَجَلُ مَحْتُوْمٌ وَّقَدْ فَازَ مَنْ لَّمْ يَحْمِلْ مِنَ الظُّلْمِ نَقِيْرًا. يَا ابْنَ اٰدَمَ خَيْرُ الْحِكْمَةِ خَشْيَةُ اللّٰهِ. وَخَيْرُ الْغِنٰى غِنَى الْقَلْبِ. وَخَيْرُ الزَّادِ التَّقْوٰى. وَخَيْرُ مَا اُعْطِيْتُمُ الْعَافِيَةُ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا. وَخَيْرُ الْكَلَامِ كَلَامُ اللّٰهِ. وَ اَحْسَنُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا. لَآ اِيْمَانَ لِمَنْ لَّآ اَمَانَةَ لَهٗ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهٗ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ

---

[1] اللہ تعالیٰ کے غضب میں ۱۲

Marfat.com

خَبِيْرًا بَصِيْرًا أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۞ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا۔ وَمَنْ أَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ ذُنُوْبَنَا وَامْحُ عُيُوْبَنَا وَادِّ دُيُوْنَنَا وَكُنْ لَنَا مُعِيْنًا وَّظَهِيْرًا۔ وَاقْضِ حَاجَاتِنَا وَاشْفِ عَاهَاتِنَا وَاسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَكَفٰى بِكَ مُجِيْبًا قَرِيْبًا عَلِيْمًا خَبِيْرًا ۞

خُطْبَۂ ثَانِيَہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّيْ اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالْمُوَاظَبَةِ عَلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ

Marfat.com

اَلَا خَیْرُ الْکَلَامِ کَلَامُ اللّٰہِ وَاَحْسَنُ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلُّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَّکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَّکُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ۔ مَنْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ غَوٰی۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ اَللّٰھُمَّ اَمْطِرْ شَآبِیْبَ رِضْوَانِکَ عَلَی السَّابِقِیْنَ الْاَوَّلِیْنَ مِنَ الْمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ۔ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ۔ خُصُوْصًا عَلَی الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰہِ فِی الْغَارِ[1] رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔ وَعُمَرَ الْفَارُوْقِ قَامِعِ اَسَاسِ الْکُفَّارِ۔ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔ وَعُثْمَانَ ذِی النُّوْرَیْنِ[2] کَامِلِ الْحَیَاءِ وَالْوَقَارِ۔ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔ وَعَلِیِّ نِ الْمُرْتَضٰی اَسَدِ اللّٰہِ الْجَبَّارِ۔ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَعَلٰی سَیِّدَیْ شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ

---

[1] اس میں اشارہ ہے آیتِ پاک ثانی اثنین اذ ہما فی الغار کی طرف ۱۲

[2] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لقب مبارک ذی النورین اس وجہ سے ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاجزادیاں آپؓ سے منسوب تھیں بلکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اگر میری اور بیٹیاں ہوتیں تو پے در پے عثمانؓ سے منسوب کرتا" ۱۲

الْاِمَامَيْنِ الْهُمَامَيْنِ اَبِيْ مُحَمَّدِنِ الْحَسَنِ وَاَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا۔ وَعَلٰى اُمِّهِمَا سَيِّدَةِ النِّسَاءِ فَاطِمَةَ الزَّهْرَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا۔ وَعَلٰى عَمَّيْهِ الْمُكَرَّمَيْنِ بَيْنَ النَّاسِ اَبِيْ عُمَارَةَ الْحَمْزَةِ وَاَبِي الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ۔ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ اَللّٰهُمَّ اَيِّدِ الْاِسْلَامَ وَاَنْصَارَهٗ وَاَذِلِّ الشِّرْكَ وَاَشْرَارَهٗ اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى وَاجْعَلْ اٰخِرَتَنَا خَيْرًا مِّنَ الْاُوْلٰى۔ اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَّصَرَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ عِبَادَ اللّٰهِ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ اُذْكُرُوا اللّٰهَ الْعَلِيَّ الْعَظِيْمَ يَذْكُرْكُمْ وَادْعُوْهُ يَسْتَجِبْ لَكُمْ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى اَعْلٰى وَاَوْلٰى وَاَعَزُّ وَاَجَلُّ

وَاَتَمُّ وَاَهَمُّ وَاَعْظَمُ
وَاَكْبَرُ۔

Marfat.com

خطبہ جمعہ تالیف مولانا محمد اسمعیل شہید دہلوی رحمہ اللہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلِيِّ الذَّاتِ عَظِيْمِ الصِّفَاتِ سَمِيِّ السِّمَاتِ كَبِيْرِ الشَّانِ۔ جَلِيْلِ الْقَدْرِ رَفِيْعِ الذِّكْرِ مُطَاعِ الْاَمْرِ جَلِيِّ الْبُرْهَانِ۔ فَخِيْمِ الْاِسْمِ غَزِيْرِ الْعِلْمِ وَسِيْعِ الْحِلْمِ كَثِيْرِ الْغُفْرَانِ۔ جَمِيْلِ الثَّنَآءِ جَزِيْلِ الْعَطَآءِ مُجِيْبِ الدُّعَآءِ عَمِيْمِ الْاِحْسَانِ۔ سَرِيْعِ الْحِسَابِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ اَلِيْمِ الْعَذَابِ عَزِيْزِ السُّلْطَانِ۔ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ فِي الْخَلْقِ وَالْاَمْرِ۔ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الْمَبْعُوْثُ اِلَى الْاَسْوَدِ وَالْاَحْمَرِ[1] اَلْمَنْعُوْتُ بِشَرْحِ الصَّدْرِ وَرَفْعِ الذِّكْرِ[2]۔ وَصَلَّى اللّٰهُ

[1] یعنی سب کی طرف بھیجے گئے ہیں خواہ سیاہ ہوں یا سرخ ۱۲ مولانا محمد رشید مرحوم۔ [2] سینہ کے کھولنے میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے الم نشرح لک صدرک یعنی کیا ہم نے تمہارا سینہ نہیں کھولا اور بلندی ذکر سے مراد یہ ہے کہ اذان میں آں حضرتؐ کا نام خدائے تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ متصل کیا ۱۲ مولانا محمد رشید مرحوم و مغفور۔

Marfat.com

عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ هُمْ خُلَاصَةُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ. وَخَيْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِيَاءِ اَمَّا بَعْدُ فَيَا اَيُّهَا النَّاسُ وَحِّدُوا اللّٰهَ فَاِنَّ التَّوْحِيْدَ رَأْسُ الطَّاعَاتِ[1] وَاتَّقُوا اللّٰهَ فَاِنَّ التَّقْوٰى مِلَاكُ الْحَسَنَاتِ وَعَلَيْكُمْ بِالسُّنَّةِ فَاِنَّ السُّنَّةَ تَهْدِيْ اِلَى الْاِطَاعَةِ. وَمَنْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَاهْتَدٰى. وَاِيَّاكُمْ وَالْبِدْعَةَ فَاِنَّ الْبِدْعَةَ تَهْدِيْ اِلَى الْمَعْصِيَةِ. وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ وَغَوٰى. وَعَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّ الصِّدْقَ يُنْجِيْ وَالْكِذْبَ يُهْلِكُ. وَعَلَيْكُمْ بِالْاِحْسَانِ[2] فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ. وَلَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ. وَلَا تُحِبُّوا الدُّنْيَا فَتَكُوْنُوْا مِنَ الْخَاسِرِيْنَ. اَلَا وَاِنَّ نَفْسًا لَّنْ تَمُوْتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ وَتَوَكَّلُوْا عَلَيْهِ

[1] توحید کے معنی اللہ تعالیٰ کو یکتا ماننا اور اس کی ذات و صفات میں کسی کو شریک نہ ماننا۔ جب توحید کے یہ معنی ہوتے تو سب طاعات سے بڑھ کر توحید ہوئی اس لیے کہ بدون توحید کے کوئی عمل صالح قبول نہیں ہوسکتا ۱۲ جعفر علی نگینوی۔ [2] احسان کی بھی حدیث شریف میں بڑی فضیلت ہے اور احسان کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے اور سمجھا جائے کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہوں۔ ورنہ اتنا خیال تو ضرور ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو دیکھتا ہے ۱۲۔

فَاِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ ۔ وَادْعُوْہُ فَاِنَّ رَبَّکُمْ مُّجِیْبُ
الدَّاعِیْنَ ۔ وَاسْتَغْفِرُوْہُ یُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ
اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ وَقَالَ رَبُّکُمُ
ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ
عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَہَنَّمَ دَاخِرِیْنَ ۔ بَارَکَ
اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ فِی الْقُرْآنِ الْعَظِیْمِ ۔ وَنَفَعَنَا وَاِیَّاکُمْ
بِالْاٰیَاتِ وَالذِّکْرِ الْحَکِیْمِ ۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ لِیْ وَلَکُمْ
وَلِسَآئِرِ الْمُسْلِمِیْنَ فَاسْتَغْفِرُوْہُ اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ؎

خُطْبَہ ثَانِیَہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ
بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا
وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ
وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ ۔ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

؎ خطیب جب خطبہ اول ختم کرے تو اس قدر بیٹھے کہ جس میں اس کے تمام اعضاء کو سکون ہو جائے اور اس وقت میں بغیر ہاتھ اٹھائے دعا کرے اور اس کے بعد دوسرا خطبہ شروع کرے ۱۲ مصحح۔

Marfat.com

وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ اَمَّا بَعْدُ
فَاِنَّ اَصْدَقَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَاَوْثَقَ الْعُرٰى كَلِمَةُ
التَّقْوٰى وَخَيْرُ الْمِلَلِ مِلَّةُ اِبْرَاهِيْمَ وَخَيْرُ السُّنَنِ سُنَّةُ
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاَشْرَفُ الْحَدِيْثِ
ذِكْرُ اللّٰهِ وَاَحْسَنُ الْقَصَصِ هٰذَا الْقُرْاٰنُ وَخَيْرُ الْاُمُوْرِ
عَوَازِمُهَا وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا[1]۔ وَاَشْرَفُ الْمَوْتِ
قَتْلُ الشُّهَدَآءِ وَاَعْمَى الْعَمٰى الضَّلَالَةُ بَعْدَ الْهُدٰى۔
وَخَيْرُ الْعِلْمِ مَا نَفَعَ[2]۔ وَخَيْرُ الْهُدٰى مَا اتُّبِعَ۔ وَمِنَ
النَّاسِ مَنْ لَّا يَاْتِي الصَّلٰوةَ اِلَّا دُبُرًا۔ وَمِنْهُمْ مَنْ لَّا يَذْكُرُ
اللّٰهَ اِلَّا هُجْرًا۔ وَاَعْظَمُ الْخَطَايَا اللِّسَانُ الْكَذُوْبُ۔ وَخَيْرُ
الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ۔ وَخَيْرُ الزَّادِ التَّقْوٰى۔ وَخَيْرُ مَا اُلْقِيَ فِي الْقُلُوْبِ
الْيَقِيْنُ۔ وَالْاِرْتِيَابُ مِنَ الْكُفْرِ۔ وَالنِّيَاحَةُ مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ
وَالْغُلُوْلُ مِنْ جُثَاءِ جَهَنَّمَ۔ وَالْكَنْزُ كَيٌّ مِّنَ النَّارِ۔ وَالشِّعْرُ
مِنْ مَّزَامِيْرِ اِبْلِيْسَ۔ وَالْخَمْرُ جِمَاعُ الْاِثْمِ۔ وَالنِّسَآءُ

---

[1] یعنی نئی رسمیں دین کی جن کی اصل کتاب اور سنّت سے ثابت نہ ہو، ان کا نکالنا اور اسی کا نام محدثات ہے ۱۲

[2] دنیا اور آخرت میں ۱۲۔

Marfat.com

حِبَالَةُ الشَّيْطٰنِ۔ وَالشَّبَابُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْجُنُوْنِ۔ وَشَرُّ الْمَكَاسِبِ كَسْبُ الرِّبٰوا۔ وَشَرُّ الْمَآكِلِ مَالُ الْيَتِيْمِ وَالسَّعِيْدُ مَنْ وُّعِظَ بِغَيْرِهٖ[1]۔ وَالشَّقِيُّ مَنْ شَقِيَ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ وَاِنَّمَا يَصِيْرُ اَحَدُكُمْ اِلٰى مَوَاضِعِ اَرْبَعَةِ اَذْرُعٍ۔ وَمِلَاكُ الْعَمَلِ خَوَاتِمُهٗ۔ وَسِبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوْقٌ۔ وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ۔ وَاَكْلُ لَحْمِهٖ مِنْ مَّعْصِيَةِ اللّٰهِ[2]۔ وَحُرْمَةُ مَالِهٖ كَحُرْمَةِ دَمِهٖ۔ وَمَنْ يَّتَاَلَّ عَلَى اللّٰهِ يُكَذِّبْهُ وَشَرُّ الرَّوَايَا رَوَايَا الْكِذْبِ۔ وَمَنْ يَّكْظِمِ الْغَيْظَ يَأْجُرْهُ اللّٰهُ۔ وَمَنْ يَّصْبِرْ عَلَى الرَّزِيَّةِ يُعَوِّضْهُ اللّٰهُ۔ وَمَنْ يَّسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَغْفِرْ لَهٗ۔ وَمَنْ يَّسْتَعِفَّ يُعِفَّهُ اللّٰهُ۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَرْحَمُ اُمَّتِيْ بِاُمَّتِيْ اَبُوْبَكْرٍ وَاَشَدُّهُمْ فِيْ اَمْرِ اللّٰهِ عُمَرُ۔ وَاَحْيَاهُمْ

---

[1] یعنی نصیحت قبول کرے دوسرے کا حال دیکھ کر ۱۲ [2] مسلمان کے گوشت کھانے سے مراد ہے کہ اس کی برائی اس کے پیچھے بیان کرے ۱۲ [3] کسی کام کو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر چھوڑ دینے پر قسم کھا بیٹھنا کہ جو کچھ وہ کرے مجھ کو منظور ہے اور اپنی تدبیر کچھ نہ کرے، سو یہ بہت بھاری بات ہے۔ اس کا نباہ بہت مشکل ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت نے اس کام کو پورا نہ کیا تو اس وقت گھبرا کر اللہ رب العزت سے منکر ہو جانے کا خوف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمانِ نیک باقی رہنا ایسے وقت میں دشوار ہے ۱۲۔

Marfat.com

عُثْمَانُ ۔ وَاَقْضٰهُمْ عَلِیٌّ ۔ وَسَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ
الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ ۔ وَسَیِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ
فَاطِمَةُ وَسَیِّدُ الشُّهَدَآءِ حَمْزَةُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ
لِلْعَبَّاسِ وَوَلَدِهٖ مَغْفِرَةً ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً
لَّا تُغَادِرُ ذَنْبًا ۔ اَللّٰهَ اللّٰهَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ مِّنْ
بَعْدِیْ[1] غَرَضًا ۔ مَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَ
مَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ[2] ۔ وَخَیْرُ الْقُرُوْنِ
قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ[3]
وَالسُّلْطَانُ ظِلُّ اللّٰهِ مَنْ اَکْرَمَهٗ اَکْرَمَهُ اللّٰهُ ۔ وَمَنْ اَهَانَهٗ
اَهَانَهُ اللّٰهُ[4] ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا
بِالْاِیْمَانِ ۔ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
رَبَّنَآ اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ
وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَآءِ
مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ

---

[1] یعنی بعد میرے تم ان پر طعن نہ کرو اور برائی اور عیب بینی نہ کرو ۱۲ [2] یعنی جو دوست ان کا ہے وہ میرا ہے اور جو دشمن ان کا ہے وہ دشمن میرا ہے ۱۲ [3] یعنی زمانہ بہتر میرا پھر میرے اصحاب کا پھر تابعین کا پھر تبع تابعین کا ۱۲ [4] بادشاہ دیندار کو ضرور ماننا چاہیئے ۱۲۔

Marfat.com

مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. عِبَادَ اللّٰهِ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ. اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاءِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْىِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ. اُذْكُرُوا اللّٰهَ يَذْكُرْكُمْ وَادْعُوْهُ يَسْتَجِبْ لَكُمْ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى اَعْلٰى وَاَوْلٰى وَ اَعَزُّ وَاَجَلُّ وَاَهَمُّ وَاَتَمُّ وَاَعْظَمُ وَاَكْبَرُ.

خُطْبَہ جُمُعَہ تَالِیفِ حَضْرَتْ مَوْلٰنَا وَشَیْخُنَا سَیِّد حُسَیْن اَحْمَد صَاحِبِ مَدَنِی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ هَدَانَا لِخَيْرِ الْاَدْيَانِ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِىَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ وَاَكْمَلَ لَنَا دِيْنَنَا وَاَتَمَّ عَلَيْنَا نِعْمَتَهٗ وَرَضِىَ لَنَا الْاِسْلَامَ دِيْنًا فَلَا نَعْبُدُ وَلَا نَسْتَعِيْنُ اِلَّا اِيَّاهُ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِ اَهْلِ الْاِيْمَانِ فَاَصْبَحُوْا بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا وَّحَثَّهُمْ عَلٰى اَنْ يَّكُوْنُوْا كَاَعْضَاءِ جَسَدٍ وَّاحِدٍ اَنْصَارًا وَّاَخْدَانًا. نَهَاهُمْ عَنْ مُّوَالَاةِ اَعْدَآئِهٖ اَعْدَاءِ

الْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِيْنَ۔ وَاَوْعَدَهُمْ بِمَسِّ النَّارِ وَالْخُذْلَانِ عَلَى الرُّكُوْنِ إِلَى الظّٰلِمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى شَمْسِ الْهِدَايَةِ وَالْيَقِيْنِ۔ اَلْمُمَيِّزِ بَيْنَ الطَّيِّبِ وَالْخَبِيْثِ الْمُهِيْنِ۔ اَلْمَاْمُوْرِ بِالْغِلْظَةِ وَالْجِهَادِ عَلَى الْكُفَّارِ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاِعْدَادِ الْمُسْتَطَاعِ مِنَ الْقُوَّةِ الْمُرْهِبَةِ قُلُوْبَ اَعْدَاءِ اللّٰهِ الْمَخْذُوْلِيْنَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِنِ الْمَبْعُوْثِ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ مُنْقِذًا لِّلْخَلَائِقِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ ذِى الْقُوَّةِ الْمَتِيْنِ۔ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهِ الْاَشِدَّاءِ عَلَى الْكُفَّارِ الرُّحَمَآءِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَتْبَاعِهٖ وَتَابِعِيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ الْحُمَاةِ بَيْضَةَ الْاِسْلَامِ وَالدِّيْنِ الْمُبِيْنِ

اَمَّا بَعْدُ فَيَاۤ اَيُّهَا النَّاسُ اِلَامَ هٰذَا التَّنَاعُسُ الْفَظِيْعُ وَلَمْ يَزَلِ الْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ يُنَبِّهُكُمْ وَاِلَامَ هٰذَا التَّنَاوُمُ الشَّنِيْعُ وَلَمْ يَبْرَحِ الدَّهْرُ الْيَقْظَانُ يُوْقِظُكُمْ۔ اَمَا بَانَ لَكُمْ اَنَّ الْاُمَمَ قَدْ تَدَاعَتْ عَلَيْكُمْ تَدَاعِىَ الْاَكَلَةِ عَلَى الْقَصْعَةِ وَاجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ تَبْلَعَ الْمُسْلِمِيْنَ وَبِلَادَهُمْ فَتَمْضَغَهَا مُضْغَةً حَتَّامَ

Marfat.com

تَخْشَوْنَ النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ وَحَتَّامَ
تَتَوَلَّوْنَ الْاَعْدَآءَ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَقُّ اَنْ تَوَلَّوْهُ.
اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْاَمَدُ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ
اَمْ زَالَ عَنْكُمُ الْخُشُوْعُ لِذِكْرِ اللّٰهِ فَتَحَجَّرَتْ
اَفْكَارُكُمْ وَعُقُوْلُكُمْ اَلَا تَرَوْنَ اَنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا
يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ عَنْ مَّخَافَةِ اللّٰهِ. وَاَنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ
فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ اَوْ يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ. اَفَحَسِبْتُمْ
اَنْ تُتْرَكُوْا اَنْ تَقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَاَنْتُمْ لَا تُفْتَنُوْنَ. اَمْ حَسِبْتُمْ
اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ
قَبْلُ وَتُبْتَلُوْا بِمِثْلِ مَا كَانُوْا يُبْتَلُوْنَ فَوَاللّٰهِ لَيَعْلَمَنَّ
اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِيْنَ وَلَيَعْلَمَنَّ
اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَيَعْلَمَنَّ الصَّابِرِيْنَ فَقَدْ
وَرَدَ فِي الْخَبَرِ عَنِ النَّبِيِّ الصَّادِقِ الْاَبَرِّ. صَاحِبِ الْقَبْرِ الْاَعْظَمِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ سَيَكُوْنُ بَعْدِيْ اُمَرَآءُ
فَمَنْ دَخَلَ عَلَيْهِمْ فَصَدَّقَهُمْ بِكَذِبِهِمْ وَاَعَانَهُمْ
عَلٰى ظُلْمِهِمْ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَلَسْتُ مِنْهُ وَلَيْسَ بِوَارِدٍ عَلَيَّ
الْحَوْضَ وَمَنْ لَّمْ يَدْخُلْ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُصَدِّقْهُمْ بِكَذِبِهِمْ

Marfat.com

وَلَمْ يُعِنْهُمْ عَلَىٰ ظُلْمِهِمْ فَهُوَ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَارِدٌ عَلَى الْحَوْضِ۔ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَاتَحَاسَدُوْا وَلَاتَبَاغَضُوْا وَلَاتَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللهِ اِخْوَانًا. وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْعَظِيْمِ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا اِلَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا۔ بَارَكَ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْاٰيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ

اَلْخُطْبَةُ الثَّانِيَةُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللهُ فَلَامُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَاهَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ اَمَّا بَعْدُ فَيَآ اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللهَ تَعَالٰى

Marfat.com

فِي السِّرِّ وَالْعَلَنِ وَذَرُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَحَافِظُوا عَلَى الْجُمَعِ وَالْجَمَاعَةِ وَوَطِّنُوا أَنْفُسَكُمْ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ. وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ أَمَرَكُمْ بِأَمْرٍ بَدَأَ فِيهِ بِنَفْسِهِ ثُمَّ ثَنَّى بِمَلٰٓئِكَةِ قُدْسِهِ. ثُمَّ ثَلَّثَ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ بَرِيَّةِ جِنِّهِ وَإِنْسِهِ. فَقَالَ وَلَمْ يَزَلْ قَائِلًا كَرِيمًا. تَبْجِيلًا لِقَدْرِ حَبِيبِهِ وَتَشْرِيفًا وَّتَعْظِيمًا. إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَهُوَ فِي قَبْرِهِ حَيٌّ اَلْبَخِيلُ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَكَفٰى بِهِ ابْتِهَاجًا وَّفَخْرًا مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا. اَللّٰهُمَّ فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى أَحَبِّ خَلْقِكَ إِلَيْكَ. وَأَكْرَمِهِمْ لَدَيْكَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَصَحْبِهِ وَتَابِعِيهِ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى يَاكَرِيمُ. وَارْضَ اللّٰهُمَّ عَنْ صِدِّيقِ نَبِيِّكَ وَصَدِيقِهِ وَأَنِيسِهِ فِي الْغَارِ وَرَفِيقِهِ. مَنْ قَالَ فِي حَقِّهِ سَيِّدُ مَنْ جَاءَ مِنْكَ

Marfat.com

بِالنَّهْيِ وَالْاَمْرِ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا غَيْرَ رَبِّيْ لَاتَّخَذْتُ
اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَارْضَ اَللّٰهُمَّ عَنِ النَّاطِقِ
بِالصِّدْقِ وَالصَّوَابِ. اَلْفَارِقِ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ
الْاَوَّاهِ الْاَوَّابِ، مَنْ قَالَ فِيْ حَقِّهٖ سَيِّدُ الْجِنِّ وَالْبَشَرِ،
لَوْكَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ
وَارْضَ اَللّٰهُمَّ عَنْ كَامِلِ الْحَيَاءِ وَالْاِيْمَانِ مُحْيِي اللَّيَالِيْ
قِيَامًا وَّدِرَاسَةً وَّجَمْعًا لِّلْقُرْاٰنِ مَنْ قَالَ فِيْ حَقِّهٖ
اَكْمَلُ الْخَلَائِقِ وَسَيِّدُ وُلْدِ عَدْنَانَ. لِكُلِّ نَبِيٍّ
رَفِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَرَفِيْقِيْ فِيْهَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ
رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ. وَارْضَ اَللّٰهُمَّ عَنْ مَرْكَزِ
الْوِلَايَةِ وَالْقَضَاءِ وَبَابِ مَدِيْنَةِ الْعِلْمِ وَالْبَهَاءِ
لَيْثُ بَنِيْ غَالِبٍ اِمَامِ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ. مَنْ
قَالَ فِيْ حَقِّهٖ النَّبِيُّ الْاَوَّاهُ. مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ
مَوْلَاهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ. وَارْضَ اَللّٰهُمَّ عَنِ
السَّيِّدَيْنِ الشَّهِيْدَيْنِ الْقَمَرَيْنِ الْمُنِيْرَيْنِ. رَيْحَانَتَيْ
سَيِّدِ الْكَوْنَيْنِ، مَنْ قَالَ فِيْ حَقِّهِمَا مُنِيْرُ فِضَاءِ
الدَّارَيْنِ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ الْحَسَنُ وَ

Marfat.com

الْحُسَيْنُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، وَارْضَ اللّٰهُمَّ
عَنْ أُمِّهِمَا الْبَتُوْلِ الزَّهْرَآءِ بِضْعَةِ جَسَدِ النَّبِيِّ
عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ الْعَزِيْزَةِ الْغَرَّآءِ
مَنْ قَالَ فِيْ حَقِّهَا مُنْقِذُ الْخَلَائِقِ عَنِ النَّارِ
الْحَاطِمَةِ سَيِّدَةُ نِسَآءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَاطِمَةُ
رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، وَارْضَ اللّٰهُمَّ عَنْ عَمَّيْ
نَبِيِّكَ الْمَخْصُوْصَيْنِ بِالْكَمَالَاتِ بَيْنَ النَّاسِ
أَبِيْ عُمَارَةَ الْحَمْزَةِ وَأَبِي الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى
عَنْهُمَا، وَارْضَ اللّٰهُمَّ عَنِ السِّتَّةِ الْبَاقِيَةِ مِنَ
الْعَشَرَةِ الْمُبَشَّرَةِ بِالْجَنَّةِ الْكِرَامِ وَعَنْ سَآئِرِ
الْبَدْرِيِّيْنَ وَأَصْحَابِ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ اللُّيُوْثِ
الْعِظَامِ. وَعَنْ سَآئِرِ الْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرِيْنَ مِنَ
الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ، وَأَتْبَاعِهِمْ وَتَابِعِيْهِمْ
أَجْمَعِيْنَ إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ. اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ لِأَحَدٍ
مِّنْهُمْ فِيْ عُنُقِنَا ظُلَامَةً وَنَجِّنَا بِحُبِّهِمْ عَنْ
أَهْوَالِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَاجْعَلْهُمْ شُفَعَآءَ لَنَا
وَمُشَفَّعِيْنَ بَيْنَ يَدَيْكَ يَوْمَ الْمَحْشَرِ

اَللّٰھُمَّ یَا مَنْ اَمْرُہٗ بَیْنَ الْکَافِ وَالنُّوْنِ، وَمَنْ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ، نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِجَاہِ نَبِیِّکَ الْاَمِیْنِ الْمَاْمُوْنِ اَنْ تَنْصُرَ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِیْنَ۔ وَتُنْجِزَ الْوَعْدَ وَکَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَوَفِّقْ وُلَاۃَ الْاِسْلَامِ وَسَلَاطِیْنِھِمْ لِمَا تُحِبُّہٗ وَتَرْضَاہُ۔ وَاعْصِمْھُمْ عَنِ الضَّلَالِ وَالْغَیِّ وَ الْمَیْلِ اِلَی الشَّیْطٰنِ وَمَا یَھْوَاہُ۔ اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ الدِّیْنِ الْقَوِیْمَ وَاجْعَلْنَا مِنْھُمْ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ الْمُسْلِمِیْنَ وَلَا تَجْعَلْنَا مَعَھُمْ وَاغْفِرِ اللّٰھُمَّ جَمِیْعَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ، اَلْاَحْیَآءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ۔ اِنَّکَ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ مُجِیْبُ الدَّعَوَاتِ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً ط

Marfat.com

اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ عِبَادَاللّٰهِ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ۔ اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاءِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ، اُذْكُرُوا اللّٰهَ تَعَالٰى يَذْكُرْكُمْ وَادْعُوْهُ يَسْتَجِبْ لَكُمْ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى اَعْلٰى وَاَوْلٰى وَاَعَزُّ وَاَجَلُّ وَاَهَمُّ وَاَكْبَرُ۔

خُطبۂ جُمُعَہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَا يُرْجٰى لِكَشْفِ الشَّدَائِدِ اِلَّا هُوَ وَلَا يُدْعٰى لِرَفْعِ الْمَكَائِدِ اِلَّا هُوَ، وَمَا مُرَادُ الْعَاشِقِيْنَ فِى الدَّارَيْنِ اِلَّا هُوَ۔ وَمَا مَطْلُوْبُ الْوَاصِلِيْنَ فِى الْكَوْنَيْنِ اِلَّا هُوَ۔ اَلْمَخْلُوْقُ كُلُّهُمْ ضُعَفَاءُ، لَا قَوِىَّ اِلَّا هُوَ، وَالنَّاسُ كُلُّهُمْ فُقَرَاءُ لَا غَنِىَّ اِلَّا هُوَ، لَا وَاجِدَ وَلَا مَاجِدَ اِلَّا هُوَ، لَا حَافِظَ وَلَا نَاصِرَ اِلَّا هُوَ، غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِى الطَّوْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ

لَا اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ، وَمَنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ اِلَّا هُوَ،
وَمَنْ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَالسِّرَّ اِلَّا هُوَ، مُوسٰى عَلَى الطُّوْرِ حِيْنَ
نَادَاهُ قَالَ لَا اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ، يُوْنُسُ فِيْ بَطْنِ الْحُوْتِ
حِيْنَ نَادَاهُ قَالَ لَا اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ۔ يُوْسُفُ فِيْ قَعْرِ
الْبِئْرِ حِيْنَ نَادَاهُ قَالَ لَا اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ، اِبْرَاهِيْمُ فِيْ
نَارِ الْحَرِيْقِ حِيْنَ نَادَاهُ قَالَ لَا اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ، وَنَشْهَدُ
اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَهُوَ الْحَيُّ
لَا اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ، وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا
عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ
وَبَارَكَ وَسَلَّمَ، اِعْلَمُوْا اَنَّ الدُّنْيَا دَائِرَةٌ وَلَذَّتُهَا
فَانِيَةٌ وَطَاعَتُهَا بَاقِيَةٌ وَحَاصِلُهَا فَوْتٌ وَاٰخِرُهَا
مَوْتٌ۔ اِخْوَانِيْ بَدَنٌ ضَعِيْفٌ ضَعِيْفٌ، وَسَفَرٌ طَوِيْلٌ
طَوِيْلٌ وَزَادٌ قَلِيْلٌ قَلِيْلٌ، وَبَحْرٌ عَمِيْقٌ عَمِيْقٌ،
وَالنَّارُ حَرِيْقٌ حَرِيْقٌ، وَالصِّرَاطُ دَقِيْقٌ دَقِيْقٌ،
وَالْمِيْزَانُ عَدِيْلٌ عَدِيْلٌ وَالْقِيَامَةُ قَرِيْبٌ
قَرِيْبٌ وَالْحَاكِمُ رَبٌّ جَلِيْلٌ جَلِيْلٌ، وَالْمُنَادِيْ
جِبْرِيْلُ وَيَقُوْلُ الْجَنَّةَ وَعْدِيْ وَعْدِيْ وَيَقُوْلُ

Marfat.com

النَّارُ عَهْدِي عَهْدِي وَيَقُوْلُ الْكَعْبَةُ زَوَّارِي زَوَّارِي
وَيَقُوْلُ آدَمُ صَفِيُّ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَارَبِّ نَفْسِي يَارَبِّ
نَفْسِي وَيَقُوْلُ نُوْحٌ نَجِيُّ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَارَبِّ
نَفْسِي يَارَبِّ نَفْسِي وَيَقُوْلُ إِبْرَاهِيْمُ خَلِيْلُ اللّٰهِ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَارَبِّ نَفْسِي يَارَبِّ نَفْسِي وَيَقُوْلُ
إِسْمٰعِيْلُ ذَبِيْحُ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَارَبِّ نَفْسِي
يَارَبِّ نَفْسِي وَيَقُوْلُ دَاؤُدُ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
يَارَبِّ نَفْسِي يَارَبِّ نَفْسِي وَيَقُوْلُ سُلَيْمَانُ صَاحِبُ
الْمَمْلِكَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَارَبِّ نَفْسِي يَارَبِّ نَفْسِي وَ
يَقُوْلُ يُوْسُفُ صِدِّيْقُ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَارَبِّ نَفْسِي
يَارَبِّ نَفْسِي وَيَقُوْلُ مُوْسٰى كَلِيْمُ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
يَارَبِّ نَفْسِي يَارَبِّ نَفْسِي وَيَقُوْلُ عِيْسٰى رُوْحُ اللّٰهِ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَارَبِّ نَفْسِي يَارَبِّ نَفْسِي وَيَقُوْلُ
رَسُوْلُنَا وَنَبِيُّنَا وَهَادِيْنَا وَشَفِيْعُنَا وَسَيِّدُنَا
مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
يَارَبِّ أُمَّتِي يَارَبِّ أُمَّتِي وَيَقُوْلُ الْجَلِيْلُ الْجَبَّارُ
جَلَّ جَلَالُهُ عَمَّ نَوَالُهُ حَبِيْبِي حَبِيْبِي يَا عِبَادِ

Marfat.com

لَاخَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ
بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْآنِ الْعَظِيْمِ وَنَفَعَنَا
وَاِيَّاكُمْ بِالْاٰيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ اِنَّهٗ
تَعَالٰى جَوَّادٌ كَرِيْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَّءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔

خُطْبَۂ عِيْدُ الْفِطْرِ[1]

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَسْتَعِيْنُهٗ وَاَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ
مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ
يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ
وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ
بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ
اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا[2] اَللّٰهُ اَكْبَرُ[3] اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ

---

[1] خطبہ عیدین ماثورہ نہیں پایا گیا، اس لیے احادیث جمع کر دیں تاکہ مجموعہ ناقص نہ رہے ۱۲۔

[2] ابو داؤد ۱۲ [3] کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکبر بین اضعاف الخطبۃ یکثر التکبیر فی خطبۃ العیدین ۱۲ ابن ماجہ۔

Marfat.com

اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی یَوْمَ الْفِطْرِ رَکْعَتَیْنِ لَمْ یُصَلِّ قَبْلَھَا وَلَا بَعْدَھَا اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَغْدُوْا یَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰی یَاْکُلَ تَمَرَاتٍ وَّیَاْکُلُھُنَّ وِتْرًا اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ یَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰی اِلَی الْمُصَلّٰی فَاَوَّلُ شَیْءٍ یَبْدَاُ بِہِ الصَّلٰوۃُ ثُمَّ یَنْصَرِفُ فَیَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰی صُفُوْفِھِمْ فَیَعِظُھُمْ وَیُوْصِیْھِمْ وَیَاْمُرُھُمْ وَاِنْ کَانَ یُرِیْدُ اَنْ یَّقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَہٗ اَوْ یَاْمُرُ بِشَیْءٍ اَمَرَ بِہٖ ثُمَّ یَنْصَرِفُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ یُصَلُّوْنَ الْعِیْدَیْنِ قَبْلَ الْخُطْبَۃِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

Marfat.com

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ شَهِدْتُّ الصَّلٰوةَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَوْمِ عِيْدٍ فَبَدَأَ بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ
الْخُطْبَةِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ
قَامَ مُتَّكِئًا عَلٰى بِلَالٍ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ
وَوَعَظَ النَّاسَ وَذَكَّرَهُمْ وَحَثَّهُمْ عَلٰى طَاعَتِهٖ
وَمَضٰى اِلَى النِّسَآءِ وَمَعَهٗ بِلَالٌ فَاَمَرَهُنَّ بِتَقْوَى
اللّٰهِ وَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ
الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِيْ اَضْحٰى اَوْ فِطْرٍ اِلَى الْمُصَلّٰى فَمَرَّ عَلَى النِّسَآءِ فَقَالَ
يَا مَعْشَرَ النِّسَآءِ تَصَدَّقْنَ فَاِنِّيْٓ اُرِيْتُكُنَّ اَكْثَرَ
اَهْلِ النَّارِ فَقُلْنَ وَبِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ تُكْثِرْنَ
اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ مَا رَاَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ
عَقْلٍ وَّدِيْنٍ اَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ اِحْدٰكُنَّ
قُلْنَ وَمَا نُقْصَانُ دِيْنِنَا وَعَقْلِنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ
اَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْاَةِ نِصْفَ شَهَادَةِ الرَّجُلِ قُلْنَ
بَلٰى قَالَ فَذٰلِكَ مِنْ نُّقْصَانِ عَقْلِهَا قَالَ اَلَيْسَ

Marfat.com

إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ قُلْنَ بَلَىٰ قَالَ فَذٰلِكَ
مِنْ نُقْصَانِ دِينِهَا اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ
اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَنْ اَنَسٍ رض قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ
يَلْعَبُوْنَ فِيْهِمَا فَقَالَ مَا هٰذَانِ الْيَوْمَانِ قَالُوْا كُنَّا
نَلْعَبُ فِيْهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَبْدَلَكُمُ اللّٰهُ بِهِمَا خَيْرًا
مِّنْهُمَا يَوْمَ الْاَضْحٰى وَيَوْمَ الْفِطْرِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا
اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رض
قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْرِجُ
اِلَى الْعِيْدِ مَاشِيًا وَّيَرْجِعُ مَاشِيًا اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ
قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ
اِلَى الْعِيْدِ رَجَعَ فِيْ غَيْرِهٖ وَعَنْهُ اَنَّهٗ اَصَابَهُمْ
مَّطَرٌ فَصَلّٰى بِهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ
الْعِيْدِ فِي الْمَسْجِدِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ
اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَنْ عَطَاءٍ مُّرْسَلًا اَنَّ النَّبِيَّ

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَطَبَ يَعْتَمِدُ عَلٰى عَنَزَتِهٖ
اِعْتِمَادًا اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَنِ الْبَرَآءِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
نُوْوِلَ يَوْمَ الْعِيْدِ قَوْسًا فَخَطَبَ عَلَيْهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ
اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَنْ
اَبِي الْحُوَيْرِثِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَتَبَ اِلٰى عَمْرِو ابْنِ حَزْمٍ وَّهُوَ بِنَجْرَانَ عَجِّلِ
الْاَضْحٰى وَاَخِّرِ الْفِطْرَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ
اَشَهِدْتَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الْعِيْدَ قَالَ نَعَمْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَصَلّٰى ثُمَّ خَطَبَ وَلَمْ يَذْكُرْ اَذَانًا وَّ
لَا اِقَامَةً ثُمَّ اَتَى النِّسَآءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ
وَاَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَرَاَيْتُهُنَّ يَهْوِيْنَ اِلٰى
اٰذَانِهِنَّ وَحُلُوْقِهِنَّ يَدْفَعْنَ اِلٰى بِلَالٍ ثُمَّ
ارْتَفَعَ هُوَ وَبِلَالٌ اِلٰى بَيْتِهٖ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ
اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ جَابِرٌ

Marfat.com

ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنْ لَّا اَذَانَ لِلصَّلٰوةِ يَوْمَ الْفِطْرِ حِيْنَ يَخْرُجُ الْاِمَامُ وَلَا بَعْدَ مَا يَخْرُجُ وَلَا اِقَامَةَ وَلَا نِدَاءَ وَلَا شَيْءَ لَّا نِدَاءَ يَوْمَئِذٍ وَّلَا اِقَامَةَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَمَرَ بِهَآ اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ طُهْرًا لِّلصِّيَامِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِّلْمَسَاكِيْنِ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُنَادِيًا فِيْ فِجَاجِ مَكَّةَ اَلَآ اِنَّ صَدَقَةَ الْفِطْرِ وَاجِبَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى حُرٍّ اَوْ عَبْدٍ صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ مُّدَّانِ مِنْ قَمْحٍ اَوْ سِوَاهُ اَوْ صَاعٌ مِّنْ طَعَامٍ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ

Marfat.com

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

خُطْبَہ عِیْدُ الْاَضْحٰی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَسْتَعِيْنُهٗ وَاَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا[2] اَللّٰهُ اَكْبَرُ[3] اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ

---

[1] كله عن المشكوٰة الا ما روی عن ابن عمرؓ كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يخرج الى العيدين ماشيا الخ فهو عن ابن ماجة ۱۲۔

[2] ابو داؤد ۱۲۔

[3] كان النبي صلى الله عليه وسلم يكبر بين اضعاف الخطبة يكثر التكبير فی خطبة العيدين ۱۲ ابن ماجة۔

Marfat.com

حَتّٰى يَطْعَمَ وَلَا يُطْعَمُ يَوْمَ الْاَضْحٰى حَتّٰى يُصَلِّيَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَيْهَا وَ عِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِيْٓ اَيَّامِ مِنًى تُدَفِّفَانِ وَفِيْ رِوَايَةٍ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْاَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثٍ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَغَشٍّ فَانْتَهَرَهُمَآ اَبُوْ بَكْرٍ فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَّجْهِهٖ فَقَالَ دَعْهُمَا يَا اَبَا بَكْرٍ فَاِنَّهَآ اَيَّامُ عِيْدٍ وَّفِيْ رِوَايَةٍ يَآ اَبَا بَكْرٍ اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَّهٰذَا عِيْدُنَآ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى اِلَى الْمُصَلّٰى فَاَوَّلُ شَيْءٍ يَّبْدَاُ بِهِ الصَّلٰوةُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰى صُفُوْفِهِمْ فَيَعِظُهُمْ وَيُوْصِيْهِمْ وَيَاْمُرُهُمْ وَاِنْ كَانَ يُرِيْدُ اَنْ يَّقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَهٗ اَوْ يَاْمُرُ بِشَيْءٍ اَمَرَ بِهٖ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ

Marfat.com

لِلّٰهِ الْحَمْدُ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيْدَيْنِ غَيْرَ
مَرَّةٍ وَّلَا مَرَّتَيْنِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَّلَآ اِقَامَةٍ اَللّٰهُ اَكْبَرُ
اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ
عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ يُصَلُّوْنَ الْعِيْدَيْنِ قَبْلَ
الْخُطْبَةِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ
اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْٓ اَضْحٰٓى اَوْ
فِطْرٍ اِلَى الْمُصَلّٰى فَمَرَّ عَلَى النِّسَآءِ فَقَالَ يَا
مَعْشَرَ النِّسَآءِ تَصَدَّقْنَ فَاِنِّيْٓ اُرِيْتُكُنَّ اَكْثَرَ
اَهْلِ النَّارِ فَقُلْنَ وَبِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ
تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ مَا رَاَيْتُ مِنْ
نَّاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّدِيْنٍ اَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ
الْحَازِمِ مِنْ اِحْدٰىكُنَّ قُلْنَ وَمَا نُقْصَانُ دِيْنِنَا
وَعَقْلِنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْاَةِ
نِصْفَ شَهَادَةِ الرَّجُلِ قُلْنَ بَلٰى قَالَ فَذٰلِكِ

Marfat.com

مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِهَا قَالَ أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ
وَلَمْ تَصُمْ قُلْنَ بَلَى قَالَ فَذَلِكَ مِنْ نُقْصَانِ دِينِهَا
اَللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ
الْحَمْدُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُونَ فِيهِمَا فَقَالَ
مَا هٰذَانِ الْيَوْمَانِ قَالُوا كُنَّا نَلْعَبُ فِيهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ
فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَبْدَلَكُمُ
اللهُ بِهِمَا خَيْرًا مِّنْهُمَا يَوْمَ الْأَضْحٰى وَيَوْمَ الْفِطْرِ
اَللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ
عَنِ الْبَرَاءِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُوْوِلَ
يَوْمَ الْعِيدِ قَوْسًا فَخَطَبَ عَلَيْهِ وَعَنْ عَطَاءٍ مُّرْسَلًا
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَطَبَ يَعْتَمِدُ
عَلٰى عَنَزَتِهِ اعْتِمَادًا اَللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ
وَاللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدٍ
خَالَفَ الطَّرِيقَ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ

Marfat.com

فِيْ يَوْمِنَا هٰذَا اَنْ نُّصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعُ فَنَنْحَرُ فَمَنْ
فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ اَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ
اَنْ نُّصَلِّيَ فَاِنَّمَا هُوَ شَاةُ لَحْمٍ عَجَّلَهٗ لِاَهْلِهٖ
لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِيْ شَيْءٍ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ
عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَآ
اُخْرٰى وَمَنْ لَّمْ يَذْبَحْ حَتّٰى صَلَّيْنَا فَلْيَذْبَحْ
عَلَى اسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ
اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْبَحُ وَيَنْحَرُ بِالْمُصَلّٰى
وَعَنْ اَبِي الْحُوَيْرِثِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَتَبَ اِلٰى عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ وَّهُوَ بِنَجْرَانَ عَجِّلِ الْاَضْحٰى
وَاَخِّرِ الْفِطْرَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْبَحُوْٓا اِلَّا مُسِنَّةً اِلَّآ اَنْ يَّعْسُرَ
عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوْا جَذَعَةً مِّنَ الضَّاْنِ وَعَنْهُ اَنَّ

Marfat.com

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَقَرَۃُ عَنْ سَبْعَۃٍ
وَّالْجَزُوْرُ عَنْ سَبْعَۃٍ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ
اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ
وَاَرَادَ بَعْضُکُمْ اَنْ یُّضَحِّیَ فَلَا یَمَسَّ مِنْ شَعْرِہٖ
وَبَشَرِہٖ شَیْئًا وَّفِیْ رِوَایَۃٍ اِذَا رَاٰی ھِلَالَ ذِی
الْحِجَّۃِ وَاَرَادَ اَنْ یُّضَحِّیَ فَلَا یَاْخُذْ مِنْ شَعْرِہٖ
وَلَا مِنْ اَظْفَارِہٖ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ
اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ ذَبَحَ النَّبِیُّ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الذَّبْحِ کَبْشَیْنِ اَقْرَنَیْنِ
اَمْلَحَیْنِ مَوْجُوْئَیْنِ فَلَمَّا وَجَّہَھُمَا قَالَ اِنِّیْ
وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
عَلٰی مِلَّۃِ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ
اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ
اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ عَنْ مُّحَمَّدٍ وَّاُمَّتِہٖ بِسْمِ اللّٰہِ
وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ثُمَّ ذَبَحَ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ

Marfat.com

وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ ضَحّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ اَمْلَحَيْنِ اَقْرَنَيْنِ ذَبَحَهُمَا بِيَدِهٖ وَسَمّٰى وَكَبَّرَ قَالَ رَأَيْتُهٗ وَاضِعًا قَدَمَهٗ عَلٰى صِفَاحِهِمَا وَيَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُّضَحِّيَ بِاَعْضَبِ الْقَرْنِ وَالْاُذُنِ وَعَنْهُ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْاُذُنَ وَاَنْ لَّا نُضَحِّيَ بِمُقَابَلَةٍ وَّلَا مُدَابَرَةٍ وَّلَا شَرْقَآءَ وَلَا خَرْقَآءَ وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ مَاذَا يُتَّقٰى مِنَ الضَّحَايَا فَاَشَارَ بِيَدِهٖ فَقَالَ اَرْبَعًا اَلْعَرْجَآءُ الْبَيِّنُ ظَلْعُهَا وَالْعَوْرَآءُ الْبَيِّنُ عَوَرُهَا وَالْمَرِيْضَةُ الْبَيِّنُ مَرَضُهَا وَالْعَجْفَآءُ الَّتِيْ لَا تُنْقِيْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔[1]

(خطبہ ثانی ص۲۸ پر ملاحظہ ہو)

---

[1] كُلُّهَا مِنَ الْمِشْكٰوةِ ۱۲

خُطْبَةُ النِّكَاحِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[1]

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَ
نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا
مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ
لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ
اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ
وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا
وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا
اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا
سَدِيْدًا ۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ
لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝

---

[1] علامہ طحطاوی نے حصن حصین سے نقل کیا ہے کہ یہ وہی خطبہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے مشکوۃ میں یہ خطبہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے منقول ہے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

یہ خطبۂ نکاح بھی آں حضرت ﷺ سے منقول ہے[1]

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَحْمُوْدِ بِنِعْمَتِهٖ، اَلْمَعْبُوْدِ بِقُدْرَتِهٖ اَلْمُطَاعِ بِسُلْطَانِهٖ، اَلْمَرْهُوْبِ مِنْ عَذَابِهٖ وَ سَوْطِهٖ، النَّافِذُ اَمْرُهٗ فِيْ سَمَآئِهٖ، وَاَرْضِهٖ الَّذِيْ خَلَقَ الْخَلْقَ بِقُدْرَتِهٖ، وَاَمَرَهُمْ بِاَحْكَامِهٖ وَاَعَزَّهُمْ بِدِيْنِهٖ، وَاَكْرَمَهُمْ بِنَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى وَتَبَارَكَ اسْمُهٗ وَتَعَالَتْ عَظَمَتُهٗ جَعَلَ الْمُصَاهَرَةَ سَبَبًا لَاحِقًا وَاَمْرًا مُّفْتَرَضًا اَوْشَجَ بِهِ الْاَرْحَامَ وَالْزَمَ الْاَنَامَ۔ فَقَالَ عَزَّ مِنْ قَآئِلٍ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا وَّكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا۔ فَاَمْرُ اللّٰهِ يَجْرِيْ اِلٰى قَضَآئِهٖ وَقَضَآءُهٗ يَجْرِيْ اِلٰى قَدَرِهٖ وَلِكُلِّ قَضَآءٍ قَدَرٌ وَلِكُلِّ قَدَرٍ اَجَلٌ وَلِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتَابِ۔

---

[1] یا یہ خطبہ پڑھا جائے جو حسب نقل مواہب لدنیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے نکاح کے وقت پڑھا تھا ۱۲ رفعت قاسمی غفرلہٗ (ماخوذ از علم الفقہ جلد ۶)

Marfat.com

خُطْبَةُ الْاِسْتِسْقَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَسْتَعِيْنُهٗ وَاَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ
مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ
اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ
اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ
مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا
بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ
رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا
يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا اِنَّكُمْ شَكَوْتُمْ جَدْبَ دِيَارِكُمْ
وَاسْتِيْخَارَ الْمَطَرِ عَنْ اِبَّانِ زَمَانِهٖ عَنْكُمْ وَقَدْ
اَمَرَ اللّٰهُ اَنْ تَدْعُوْهُ وَوَعَدَكُمْ اَنْ يَّسْتَجِيْبَ لَكُمْ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ

---

[1] ابوداؤد ۱۲ [2] پہلے دو رکعت نماز جماعت سے پڑھے اور قرارت جہر سے پڑھے پھر خطبہ پڑھے اور دونوں کے درمیان جلسہ بھی کرے پھر قبلہ کی طرف منہ کرکے دعا مانگے اور امام قلب ردا کرے مقتدی قلب ردا نہ کریں اور وہاں کفار نہ جانے پائیں ۱۲۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطبہ کیا ہے؟

لفظ ''خطبہ'' خاء کے پیش سے مصدر ہے اس کا اطلاق اس کلام پر ہوتا ہے۔ جس سے کسی کے ساتھ ہم کلام ہو۔ اور عرف شرع میں اس کلام سے عبارت ہے جو ذکر تشہد، درود اور وعظ ونصیحت پر مشتمل ہو۔

خطبہ نماز جمعہ میں شرط اور فرض ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی ادنی مقدار فرض اتنے الفاظ ہیں جو تسبیح وتحمید پر مشتمل ہوں۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے۔ ''فاسعوا الی ذکر اللہ'' کہ اس آیت میں مطلق ذکر فرمایا۔ لمبی مقدار کلام میں جیسے خطبہ کہا جائے اور مختصر کلام میں جیسے خطبہ نہ کہا جائے کوئی فرق نہ کیا تو ثابت ہوا کہ مطلق ذکر شرط ہے۔ لیکن آں حضرت ﷺ سے خطبہ کے نام سے جو منقول وماثور ہے اور جسے آپ ﷺ نے ہمیشہ پڑھا اس کا پڑھنا یا واجب ہے یا سنت ہے۔ صحت جمعہ کیلئے اس کا پڑھنا شرط نہیں کہ اس کے بغیر کوئی ذکر کفایت نہ کرے۔ البتہ صاحبینؒ یہ کہتے ہیں کہ خطبہ کے لیے ذکر طویل ہونا شرط ہے جیسے خطبہ کہا جائے اور عرف میں سبحان اللہ اور الحمد اللہ کو خطبہ نہیں کہتے ہیں۔ (مظاہر حق جدید، ج۲، ص۲۶۰)

جمعہ کی نماز بھی بے شک ہے فرض ہے مگر عام فرائض سے کچھ زیادہ اسمیں خصوصیت ہے اور یہ خطبہ عام خطبوں سے بڑھ کر ایک نئی شان رکھتا ہے۔ جو امتیازی شان ہے۔ علماء لکھتے ہیں کہ ظہر کے چار فرض ہیں، جمعہ کے دو ہو جاتے ہیں دو فرضوں کے قائم مقام یہ دو خطبے ہوتے ہیں جو امام دیتا ہے۔ اسی لیے ان خطبوں کے آداب عام خطبات سے زائد ہیں۔ کہ امام کو دیکھو تو تلاوت قرآن مت کرو، عبادت بھی مت کرو، بڑی عبادت یہ ہے کہ خطبہ سنو اور امام کو دیکھو، گویا بمنزلہ نماز کے ہیں، یہ دو خطبے تو چار رکعتیں ہو جاتی ہیں اس شان سے کہ دو رکعتیں جمعہ کی اور دو رکعتیں قائم مقام ان دو خطبوں کے، اس لیے ان خطبوں کے آداب زیادہ رکھے گئے ہیں۔

(فضائل جمعۃ المبارک، ص۱۶)

شرائط خطبہ

واضح ہو کہ جمعہ کے دونوں خطبوں کے لیے چند شرائط ہیں۔

Marfat.com

(۱) ایک تو یہ کہ خطبات نماز سے پہلے ہوں، لہٰذا اگر نماز کے بعد ہوئے تو ان کو خطبہ نہ قرار دیا جائے گا۔

(۲) دوسرے خطبہ کی نیت۔ چنانچہ حنفیہؒ اور حنابلہؒ کے نزدیک اگر خطبہ کی نیت کے بغیر خطبہ پڑھا گیا تو اسکو نماز کا خطبہ شمار نہ کیا جائے گا۔

(۳) تیسرے یہ کہ خطبہ عربی زبان میں ہوں۔

(۴) چوتھے یہ کہ دونوں خطبے وقت کے اندر ہوں۔ اگر خطبے پہلے پڑھ لیے گئے اور نماز وقت آنے پر ہوئی تو بالاتفاق نماز درست نہ ہوگی۔

(۵) پانچویں یہ کہ خطبہ کو خطیب اونچی آواز سے پڑھے تاکہ حاضرین سن سکیں۔ حنفیہؒ کے نزدیک خطبہ کا اونچی آواز سے ہونا شرط ہے۔ تاکہ حاضرین اس کو سن سکیں بشرطیکہ سننے سے مانع کوئی امر نہ ہو پس اگر کوئی مانع موجود ہو، مثلاً بہرہ پن، یا خطیب سے بہت فاصلہ پر ہونا وغیرہ تو یہ شرط نہیں ہے۔ کہ وہ لوگ خطبہ کو سنیں، کیونکہ حنفیہ کے نزدیک صحت خطبہ کیلئے صرف لا الہ الا اللہ یا الحمد للہ یا سبحان اللہ کہہ دینا کافی ہے اگر یہ لفظ اونچی آواز سے کہہ دیئے گئے تو خطبہ ہوگیا گو اسکو کسی نے نہ سنا ہو، لیکن ان ہی الفاظ پر اکتفا کرنا مکروہ ہے۔ اور بہر حال خطبہ سننے کیلئے کم سے کم ایسے ایک شخص کا موجود ہونا ضروری ہے جس سے جمعہ ہوسکتا ہو یعنی وہ شخص مرد اور بالغ و عاقل ہو گو سفر یا مرض کے باعث معذور ہو۔ (کتاب الفقہ ص ۶۲۴ ج ا و ص ۶۲۶ ج ا)

خطبہ کا رکن

حنفیہؒ کے نزدیک خطبہ میں صرف ایک چیز رکن ہے یعنی ذکر الٰہی مطلقاً کم ہو یا زیادہ لہذا خطبہ کا فرض ادا ہونے کیلئے صرف ایک بار تحمید (الحمد للہ کہنا) یا تسبیح (سبحان اللہ کہنا) یا تہلیل یعنی لا الہ الا اللہ کہنا کافی ہے۔ البتہ محض اسی پر اکتفاء کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ حنفیہؒ کے نزدیک صرف ایک خطبہ شرط ہے اور دوسرا خطبہ سنت ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۶۲۳ ج ا)

خطبہ جمعہ میں فرض دو ہیں ایک وقت جمعہ۔ دوسرا مطلق ذکر اللہ۔ (جواہر الفقہ ص ۳۵ ج ا)

خطبہ کے صحیح ہونے کی شرط

حنفیہؒ کے نزدیک خطبہ کے صحیح ہونے کی چھ شرائط ہیں۔ (۱) خطبہ نماز سے پہلے ہو۔

Marfat.com

(۲) خطبہ ہی کی نیت سے خطبہ پڑھا جائے۔ (۳) وقت کے اندر ہو۔ (۴) کم سے کم ایک شخص اس کو سننے والا ہوا موجود ہو۔ (۵) یہ شخص ان میں سے ہو جن کیساتھ نماز جمعہ ہو سکتی ہو۔ (۶) خطبہ اور نماز کے درمیان کوئی فاصلہ نہ ہو۔ (کتاب الفقہ ص ۶۲۸ جلد اول)

خطبہ کی سنتیں

خطبہ میں پندرہ سنتیں ہیں۔ (۱) طہارت، اسلئے کہ بے وضو اور ناپاک خطبہ پڑھنا مکروہ ہے۔ (۲) کھڑا ہونا، اگر بیٹھ یا لیٹ کر خطبہ پڑھا تب بھی جائز ہے (۳) قوم کیطرف متوجہ ہونا، (۴) خطبے سے پہلے اپنے دل میں اعوذ باللہ پڑھنا۔ (۵) لوگوں کو خطبہ سنانا، اگر لوگوں کو خطبہ نہ سنایا تب بھی جائز ہے۔ یعنی آہستہ پڑھا، (۶) الحمد اللہ سے شروع کرنا (۷) اللہ کی ایسی تعریف کرنا جو اسکے لائق ہو۔ (۸) اشھد ان لاالہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ پڑھنا (۹) نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا۔ (۱۰) وعظ و نصیحت کا ذکر کرنا (۱۱) قرآن شریف پڑھنا، اسکا چھوڑنا برا ہے خطبہ میں پڑھنے کی مقدار چھوٹی تین آیتیں یا بڑی ایک آیت ہے۔ (۱۲) اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور نبی کریم ﷺ پر درود دوسرے خطبہ میں پڑھنا (۱۳) مسلمان مرد اور عورتوں کے لیے دعاء کی زیادتی کرنا (۱۴) خطبہ میں تخفیف کرنا یعنی طوال مفصل میں سے کسی سورۃ کے برابر ہے۔ اور اس سے زیادہ خطبہ پڑھنا مکروہ ہے۔ (۱۵) دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا، دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنے کی مقدار تین آیتوں کی مقدار ہے۔ شمس الائمہ سرخسیؒ دونوں خطبوں میں بیٹھنے کی مقدار یہ بیان کی ہے کہ خطیب اپنے بیٹھنے کی جگہ پر اطمینان سے بیٹھ جائے اور اسکے سب اعضاء اپنی اپنی جگہ ٹھر جائیں اس سے زیادہ نہ بیٹھے اور کھڑا ہو جائے۔ (عالمگیری کتاب الصلوۃ ص ۶۸ ج ۳)

خطبہ کے مستحبات

بلند آواز، دوسرے خطبہ میں پہلے خطبہ سے کم جہر کرنا، خطبہ ثانیہ الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ سے شروع کرنا، منبر پر خطبہ دینا، دوسرے خطبہ میں نبی کریم ﷺ کے آل واصحاب، ازواج مطہرات، خصوصاً خلفائے راشدین اور حضرت حمزہؓ وعباسؓ کے لیے دعا کرنا، خطبہ میں بادشاہ اسلام کے لیے دعاء کرنا جائز ہے لیکن اسکی غلط تعریف یا اسمیں مبالغہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

(شامی، معارف السنن، معارف مدینہ ص ۸۷ ج ۸)

Marfat.com

خطبہ میں ہاتھ چلانا

خطبہ میں ہاتھ اٹھانا یا چلانا (جیسا کہ آج کل مقررین کا طریقہ ہے۔ مکروہ ہے، نبی کریم ﷺ سے یہ ثابت نہیں ہے۔ اگر آپ ﷺ کبھی اشارہ فرماتے تو شہادت کی انگلی سے فرماتے۔

(معارف مدینہ ۹۴، ج ۳)

خطبہ کے وقت بیٹھنے کا طریقہ

سوال خطبہ کے وقت یا دوسری نماز کے وقت گھٹنے پر پاؤں رکھ کر بیٹھنا جیسے کہ اُمراء بیٹھتے ہیں شرعاً کیسا ہے۔؟

جواب اس طرح کی نشست میں تکبر اور گھمنڈ نہ ہو محض ضرورۃ ہو تو جائز ہے مگر اسکی عادت بنانا بالخصوص مسجد میں اور وہ بھی خطبہ کے وقت اس کی عادت مناسب نہیں مسجد میں عاجزی اور خشوع کے ساتھ بیٹھنا چاہیے۔ (فتاوی رحمیہ ص ۲۵۴ ج ۱)

خطبے کے وقت چہرے کا رُخ

خطبہ کے وقت نمازیوں کو امام کی طرف چہرہ کا رخ کرنا مستحب ہے بشرطیکہ استقبال قبلہ باقی رہے۔ ورنہ قبلہ کی طرف رخ کرنا چاہیے۔ کیونکہ قبلہ کی طرف پشت کرنے کی صورت میں صفیں سیدھی کرنا دشوار ہو جائیں گی۔ نیز حلقہ پیدا کرنے کا اندیشہ ہے جس کی ممانعت ہے۔ امام ابو حنیفہؒ خطبہ کے وقت اپنے چہرہ کا رخ امام کی طرف کرلیا کرتے تھے۔ (معارف مدینہ ص ۸۸ ج ۸)

خطبہ کے مسائل

خطبہ میں چند امور سنت ہیں۔ بعض کا تعلق خطیب سے ہے اور بعض امور کا تعلق خطبہ سے ہے۔ خطیب کیلئے سنت یہ ہے کہ وہ حدث اصغر (باوضو) وحدث اکبر (جنابت سے پاک ہو) دونوں سے پاک ہو۔ ایسا نہ ہوا تو گو خطبہ ہو جائیگا۔ لیکن مکروہ ہوگا۔ اگر حالت جنابت (غسل ضروری ہونے) میں خطبہ دیا تو مستحب یہ ہے کہ دوبارہ خطبہ پڑھا جائے۔ اور یہ کہ خطیب خطبہ شروع کرنے سے پہلے منبر پر بیٹھ جائے اور خطبہ کھڑے ہو کر دیا جائے بیٹھ کر یا لیٹ کر خطبہ دینا مکروہ ہے۔

Marfat.com

اور سنت یہ ہے کہ خطبوں کے دوران امام کا رخ سامنے حاضرین کی جانب رہے دائیں بائیں متوجہ نہ ہو دو خطبے پڑھے جائیں۔ دونوں میں ایک سنت ہے اور دوسرا جمعہ کے صحیح ہونے کی شرط ہے۔ اور یہ کہ دونوں خطبوں کے درمیان اتنی دیر کے لیے بیٹھ جائے کہ جس میں تین آیتیں پڑھی جاسکیں (یعنی اپنے بیٹھنے کی جگہ پر اطمینان سے بیٹھ جائے اور اسکے سب اعضاء اپنی اپنی جگہ ٹھہر جائیں) نہ بیٹھنا ناپسندیدہ عمل ہے۔

پہلا خطبہ شروع کرنے سے پہلے دل میں اعوذ باللہ آخیر تک کہہ کر اونچی آواز سے پڑھنا شروع کیا جائے اور خطبہ میں اللہ تعالی کی حمد وثنا جو اسکی شان کے شایاں ہے کلمات شہادت، آں حضرت ﷺ پر درود سلام، اور گناہوں کے مذمت پر مشتمل وعظ، اللہ تعالی کے غضب اور اسکے عذاب سے بچنے اور اس سے ڈرنے کی تلقین ہو اور اپنے اعمال کا بیان ہو جو نجات دنیوی واخروی کے باعث ہیں نیز قرآن کریم کی کوئی آیت بھی پڑھی جائے۔

دوسرا خطبہ حمد وثنائے الہی اور رسول اللہ ﷺ پر درود سلام سے شروع کیا جائے۔ اس میں ایمان دار مردوں اور عورتوں (آل واصحاب وازواج مطہرات خصوصاً خلفائے راشدین اور حضرت حمزہؓ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم اجمعین کے لیے دعائے مغفرت مانگی جائے۔ نیز بادشاہ (مومن) کے حق میں فتح مندی، تائید الہی اور توفیق عمل وغیرہ کی دعا مانگنا مستحب ہے جس میں اسکی رعایا کی بھلائی ہو کیونکہ حضرت موسیٰؓ اشعری اپنے خطبہ میں حضرت عمرؓ کے لیے دعاء کیا کرتے تھے اور اس پر اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

(کتاب الفقہ ص ۶۳۲ ج ۱)

دوسرے خطبے میں پھر ان سب چیزوں کا اعادہ کرنا خطبہ کو زیادہ طول نہ دینا بلکہ نماز سے کم رکھنا۔ خطبہ منبر پر پڑھنا، اگر منبر نہ ہو تو کسی لاٹھی وغیرہ پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہونا، ہاتھ کا ہاتھ پر رکھ لینا جیسا کہ بعض لوگوں کے ہمارے زمانے میں عادت ہے منقول نہیں۔ دونوں خطبوں کا عربی زبان میں ہونا کسی اور زبان میں خطبہ پڑھنا یا اس کے ساتھ کسی اور زبان کے اشعار ملا دینا جیسا کہ ہمارے زمانے میں بعض عوام کا دستور ہے سنت مؤکدہ کے خلاف ہے، خطبہ سننے والوں کو قبلہ رو ہو کر بیٹھنا۔ (علم الفقہ ص ۱۴۸ ج ۱)

مسئلہ سنت یہ ہے کہ خطبہ بلند آواز سے پڑھا جائے تاکہ سب لوگ سنیں آہستہ پڑھنا مکروہ ہے۔
(بحر، عالمگیری)

Marfat.com

مسئلہ سنت ہے کہ خطبہ مختصر پڑھا جائے زیادہ طول نہ ہو اور اسکی حد یہ ہے کہ طول مفصل کی سورتوں میں سے کسی سورت کے برابر ہو اس سے زیادہ طویل پڑھنا مکروہ ہے۔

(شامی، بحر عالمگیری ص ۶۸، ج ۳ کتاب الصلوۃ)

مسئلہ خطبہ مختصر پڑھنا جو دس چیزوں پر شامل ہو۔ ① حمد سے شروع کرنا، ② اللہ تعالیٰ کی ثنا کرنا، ③ کلمہ شہادتین پڑھنا، ④ نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا، ⑤ وعظ و نصیحت کے کلمات کہنا، ⑥ کوئی آیت قرآن مجید کی پڑھنا، ⑦ دونوں خطبوں کے درمیان تھوڑا سا بیٹھنا، ⑧ تمام مسلمان مرد اور عورت کیلئے دعا مانگنا، ⑨ دوسرے خطبے میں دوبارہ الحمد اللہ اور ثناء اور درود پڑھنا، ⑩ دونوں خطبوں کو مختصر کہ اسطرح طوال مفصل کی سورتوں سے نہ بڑھے۔

(جواہر الفقہ ص ۷۶۷ ج ۱)

مسئلہ خطبہ کی سنتوں میں سے کسی سنت کا چھوڑنا مکروہ ہے خطبہ کی ان سنتوں میں سے جس نے کوئی سنت چھوڑی اسنے فعل مکروہ کیا۔ (بحر، کتاب الفقہ ص ۶۳۲ ج ۱)

مسئلہ جو سنتیں جمعہ کے خطبہ کیلئے ہیں انکے خلاف کرنا مکروہ ہے مگر خطبہ اداء ہو جاتا ہے اور نماز جمعہ صحیح ہو جاتی ہے۔ (بحر، جواہر الفقہ ص ۳۵۰ ج ۱)

مسئلہ جب سب لوگ جماعت میں آجائیں یعنی وقت ہو جائے تو امام کو چاہیے کہ منبر پر بیٹھ جائے اور مؤذن اس کے سامنے کھڑے ہو کر اذان کہے اذان کے فوراً بعد امام کھڑے ہو کر خطبہ شروع کر دے۔

مسئلہ خطبہ پڑھنے والے کا بالغ ہونا شرط نہیں اگر کوئی نابالغ خطبہ پڑھ دے تب بھی جائز ہے۔

(درمختار)

مسئلہ خطبے میں اللہ تعالیٰ ذکر کرنا فرض ہے اگر نہ کیا جائے تو وہ خطبہ معتبر نہ ہوگا اور نماز جمعہ کی شرط اداء نہ ہوگی۔ یا صرف الحمد اللہ یا سبحان اللہ کہہ لیا جائے مگر خطبہ کی نیت نہیں کی خطبہ ادا نہ ہوگا۔

(علم الفقہ ص ۱۴۷ ج ۲)

مسئلہ خطبے کا کسی کتاب وغیرہ سے دیکھ کر پڑھنا جائز ہے۔

مسئلہ رمضان کے اخیر جمعے کے خطبے میں وداع فراق رمضان کے مضامین پڑھنا اگرچہ جائز ہے لیکن نبی کریم ﷺ اور ان کے اصحاب ؓ سے منقول نہیں ہے، نہ کتب فقہ میں کہیں اسکا پتہ ہے۔ لہٰذا اس پر ہمیشہ پابندی کرنا جس سے عوام کو اس کے سنت ہونے کا خیال پیدا

Marfat.com

ہونے لگے، نہ کرے۔ (علم الفقہ ۱۴۱ ج ۲)

مسئلہ خطبہ ختم ہوتے ہی فوراً اقامت، (تکبیر، کہہ کر نماز شروع کردینا مسنون ہے خطبے اور نماز کے درمیان میں کوئی دنیاوی کام کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر درمیان میں فصل زیادہ ہوجائے تو اسکے بعد خطبے کے اعادہ کی ضرورت ہے۔ ہاں کوئی دینی کام مثلاً کسی کو کوئی شرعی مسئلہ بتائے یا وضو نہ رہے اور وضو کرنے جائے یا خطبہ کے بعد معلوم ہو کہ اسکو غسل کی ضرورت تھی اور غسل کرنے جائے تو کچھ کراہت نہیں ہے۔ (بہشتی زیور ص ۸۴ ج ۱۱ بحوالہ شامی ص ۷۷۰ ج ۱)

مسئلہ جمعہ کا خطبہ شرط نماز ہے بغیر خطبہ کے نماز جمعہ ادا نہیں ہوتی اور شرط صرف ذکر اللہ سے اداء ہوجاتی ہے۔ (جواہر الفقہ ص ۳۶۶ ج ۱)

مسئلہ چند امور میں خطبہ جمعہ اور عیدین میں فرق ہے۔ (۱) خطبہ عیدین جمعہ کی طرح نماز کے لیے شرط نہیں۔ بلکہ بغیر خطبہ بھی نماز عیدین صحیح ہوجاتی ہے۔ (۲) عیدین کا خطبہ فرض وواجب نہیں ہے بلکہ سنت ہے خطبہ عیدین بعد نماز عید پڑھا جائے پہلے نہیں۔ (جواہر الفقہ ص ۳۶۵ ج ۱)

مسئلہ خطبہ سننے والوں کو قبلہ رخ ہوکر بیٹھ جانا چاہیے۔ (فتاوی ہندیہ ص ۱۴۵ ج ۱)

مسئلہ خطبہ شروع کرنے سے پہلے اعوذ باللہ آہستہ سے پڑھے بسم اللہ نہ پڑھے، اعوذ باللہ زور سے نہ پڑھے۔ اور کسی نے بھی خطبہ سے قبل بسم اللہ پڑھنے کو نہیں لکھا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ خود بسم اللہ پڑھنا مطلوب نہیں ہے۔ (امداد الفتاوی ص ۶۸۰ ج ۱، بحوالہ بحر الرائق ص ۱۵۹ ج ۲)

مسئلہ سنت یہ ہے کہ (نماز جمعہ سے پہلے) خطیب اپنے گوشہ خلوت میں رہے امام کا لوگوں کو سلام کرنا، خطبہ سے پہلے محراب نماز کا ادا کرنا اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر (یعنی نیک کام کا حکم اور بری بات سے روکنے) کے علاوہ کچھ اور کہنا مکروہ ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۶۳۲ ج ۱)

مسئلہ بہتر یہ ہے کہ جو شخص خطبہ پڑھے وہی نماز بھی پڑھائے۔ اور اگر کوئی دوسرا پڑھائے تب بھی جائز ہے۔ (درمختار) اگر کوئی دوسرا شخص امام بنایا جائے تو وہ ایسا شخص ہو جس نے خطبہ سنا ہو، اگر کوئی ایسا شخص امام بنا دیا جائے جس نے خطبہ نہیں سنا تو نماز نہیں ہوگی۔ اور اگر وہ کسی دوسرے کو امام بنالے تب بھی جائز نہیں۔ ہاں اگر نماز جمعہ شروع کردینے کے بعد امام کو حدث (وضو کا نہ رہنا) ہوجائے اور اس وقت کسی کو امام بنائے تو اسمیں یہ شرط نہیں، جس نے خطبہ نہیں سنا، اسکا امام بنانا بھی درست ہے۔ (علم الفقہ ص ۱۵۳ ج ۲)

مسئلہ خطبہ پڑھنے کے بعد اگر خطیب کا وضو ٹوٹ جائے اور کسی دوسرے شخص کو خلیفہ بنایا، اگر

Marfat.com

وہ شخص خطبہ میں حاضر تھا تو جائز ہے۔ اور اگر وہ خطبہ میں حاضر نہ تھا تو جائز نہ ہوگا۔ اگر نماز شروع کرنے کے بعد وضو ٹوٹا تو کسی بھی شخص کو خلیفہ بنانا جائز ہے۔

مسئلہ دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ (یعنی بیٹھ جانا) کا چھوڑنا برا ہے۔ خطبہ سے پہلے بیٹھنا سنت ہے۔

مسئلہ خطیب کے لیے یہ شرط ہے کہ اسمیں جمعہ کی امامت کی صلاحیت ہو۔

مسئلہ خطیب کا نبی اکرم ﷺ کی اقتداء کی نیت سے منبر پر خطبہ پڑھنا سنت ہے۔

مسئلہ خطیب کا بلند آواز سے خطبہ پڑھنا مستحب ہے اور دوسرے خطبہ میں پہلے خطبہ کے لحاظ سے کم جہر کرے یعنی آواز کو زیادہ بلند نہ کرے۔

مسئلہ دوسرا خطبہ اس طرح شروع کرنا چاہیے الحمد اللہ نحمدہ ونستعینہ الخ خطبہ میں نبی کریم ﷺ کے دونوں چچا اور خلفاء راشدین کا ذکر مستحسن ہے۔ اسی طرح برابر معمول چلا آرہا ہے۔

(عالمگیری کتاب الصلوۃ ص۶۹ ج۳)

مسئلہ آدھی آستین کی قمیص پہن کر خطبہ پڑھنا یا نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ وضع مسلمان کی عبادت کی وضع نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ص۶۶ ج۳)

مسئلہ خطبہ جمعہ وعیدین میں خالص عربی نثر میں خطبہ پڑھنا مسنون ومتوارث ہے۔ اسکے سوا کسی اور زبان میں خطبہ پڑھنا یا عربی نظم میں پڑھنا سنت متوارثہ کے خلاف ہے۔ گو خطبہ تو اداء ہو جائے گا لیکن خلاف متوارث ہونے کیوجہ سے کراہت ہوگی۔ (کفایت المفتی ص۲۲۲ ج۳)

مسئلہ دونوں خطبوں کے درمیان اگر دعا مانگے تو دل سے مانگے۔ زبان اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اس حالت میں درست نہیں ہے۔ (فتاوی دار العلوم ص۱۵۷ ج۵، بحوالہ ردالمحتار ص۷۹۶ ج۱)

جمعہ پڑھنے کے بعد دوسری جگہ خطبہ دینا

سوال ایک شخص جو کہ خود جمعہ پڑھ چکا ہو دوسری جگہ خطبہ پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔؟

جواب اس بارے میں صریح جزئیہ نہیں ملا۔ البتہ چونکہ صحت خطبہ کیلئے یہ شرط نہیں کہ خطیب پر جمعہ فرض ہو اس سے معلوم ہوا کہ ایسا شخص (صرف) خطبہ پڑھ سکتا ہے۔

(احسن الفتاوی ص۱۲۸ ج۴، بحوالہ ردالمحتار ص۷۷۱ ج۱)

Marfat.com

نماز سے پہلے خطبہ

جمعہ کی ادائیگی کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ نماز سے قبل خطبہ پڑھا جائے اگر خطبہ کے بغیر نماز جمعہ پڑھ لیں یا وقت سے پہلے جمعہ پڑھ لیں تو جائز نہیں ہے۔ خطبہ میں کچھ چیزیں فرض ہیں اور کچھ سنت ہیں۔ نماز جمعہ کے خطبہ میں فرض صرف دو چیزیں ہیں ایک وقت ہے اور وہ زوال کے بعد نماز سے پہلے ہے پس اگر زوال سے پہلے یا نماز کے بعد خطبہ پڑھا تو جائز نہ ہوگا۔

(عینی شرح کنز)

اور دوسرا فرض ذکر اللہ ہے (بحر الرائق) الحمد للہ یا لا الہ الا اللہ یا سبحان اللہ پڑھنا کافی ہے اور یہ جب ہے کہ خطبہ کی نیت سے پڑھے لیکن اگر چھینک آئی اور الحمد للہ یا سبحان اللہ پڑھا یا کسی چیز پر تعجب کرتے ہوئے لا الہ الا اللہ پڑھا تو بالاجماع خطبہ کے قائم مقام نہ ہوگا۔

مسئلہ اگر خطیب تنہا خطبہ پڑھا یا (صرف) عورتوں کیسامنے پڑھا تو صحیح یہ ہے کہ جائز نہ ہوگا۔ اگر ایک یا دو آدمیوں کیسامنے خطبہ پڑھا اور تین آدمیوں کیسامنے نماز پڑھائی تو جائز ہے اگر خطیب کے خطبے کیوقت سب لوگ سو رہے ہیں یا بہرے ہیں تب بھی جائز ہوگا۔

(عالمگیری ص ۶۸ ج ۳ کتاب الصلوۃ)

نماز فجر پڑھے بغیر خطبہ دینا

سوال اگر کسی نے نماز فجر پڑھے بغیر خطبہ دیا تو درست ہے یا نہیں۔؟

جواب درست ہو جائے گا لیکن نماز جمعہ نہ پڑھائے اگر صاحب ترتیب ہو تو دوسرے سے نماز جمعہ پڑھوائے۔ (امداد الفتاوی ص ۶۳۲ ج ۱)

جمعہ کے خطبہ کے لیے امام کے علاوہ کم از کم تین مردوں کا ہونا ضروری ہے۔ جن سے جماعت قائم ہو سکے۔ (احسن الفتاوی ص ۱۲۳ ج ۴)

خطیب کو لقمہ دینا

چونکہ خطبہ میں کوئی متعین مضمون پڑھنا ضروری نہیں۔ اگر ایک مضمون میں خطیب رک گیا چل نہ سکا تو اور کچھ پڑھ سکتا ہے لہذا لقمہ دینے کی ضرورت نہیں اور خطبہ کی حالت میں ہر قسم کا تکلم (بولنا) ناجائز ہے۔ (احسن الفتاوی ص ۱۴۱ ج ۴)

Marfat.com

خطبہ کی غلطی کا حکم

جمعہ خطبہ فرض ہے۔اور خطبہ کی غلطی ہو جانے سے نماز میں کچھ خلل نہیں آتا ہے۔
(فتاوی دار العلوم ص۱۰۴ ج۵، بحوالہ رد المحتار باب الجمعہ ص۷۵۷ ج۱)

کیا عورت خطبہ دے سکتی ہے؟

سوال یہاں پر جمعہ کے دن کوئی شخص خطبہ پڑھانے والا نہ تھا مجبوری کی وجہ سے عورت نے خطبہ پڑھایا اور مرد نے نماز جمعہ پڑھائی، کیا حکم ہے؟

جواب عورت کا خطبہ صحیح نہیں ہوا، اور خطبہ شرائط صحت جمعہ میں سے ہے تو جمعہ بھی صحیح نہیں ہوا۔ ان سب لوگوں کو ظہر کی نماز کی قضاء پڑھنی چاہیے۔

اگر کوئی خطبہ پڑھنے والا نہ تھا تو جس نے نماز پڑھائی ہے وہی کچھ ذکر اللہ یا کچھ قرآن پڑھ دیتا یا صرف سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر ہی کہہ لیتا تو فرض اداء ہو جاتا جس سے فرض نماز اداء ہو جاتی۔ (امداد الفتاوی ص۷۰۹ ج۱)

کیا خطیب سنت پڑھنے والوں کا انتظار کرے؟

خطیب کو انتظار کرنا سنت پڑھنے والوں کی فراغت کا، لازم نہیں ہے جس وقت کہ مقررہ وقت ہو جائے تو خطیب خطبہ کے لیے کھڑا ہو سکتا ہے۔ اس پر کچھ مؤاخذہ اور گناہ نہیں ہے۔ کیونکہ خطیب متبوع ہوتا ہے تابع نہیں۔ مقتدیوں کو تو یہ حکم ہے کہ جس وقت خطیب خطبہ کے لیے منبر پر جائے نوافل وسنن نہ پڑھیں۔ لیکن خطیب کو یہ حکم نہیں ہے کہ وہ فراغت کا انتظار کرے، اور اگر دو چار منٹ وہ انتظار کرلے تو اسمیں کچھ حرج بھی نہیں ہے۔ لیکن انتظار نہ کرنے سے گنہگار نہ ہوگا۔ (فتاوی دار العلوم ص۷۶ ج۵، بحوالہ رد المحتار باب الجمعہ ص۷۶۵ ج۱)

بیٹھ کر خطبہ دینا

قیام خطبہ کا سنت مؤکدہ ہے اور اگر واجب بھی ہوتا تب بھی عذر میں ساقط ہو جاتا ہے جیسا کہ قیام الصلوۃ (یعنی نماز میں کھڑے ہونا) اور عیدین کا خطبہ مثل خطبہ جمعہ کے احکام میں ہے۔ پس عذر میں خطبہ جمعہ اور عیدین بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔ (امداد الفتاوی ص۶۳۱ ج۱)

خطبہ میں عصاء لینا

جب آنحضرت ﷺ نے لاٹھی پر سہارا دے کر خطبہ پڑھا تو سنت ہو گیا کسی چیز کے سنت ہونے کیلئے مواظبت شرط نہیں۔ اور جس سنت پر ہمیشگی ہو وہ سنت مؤکدہ ہو جاتی ہے۔

(فتاوی دار العلوم ص ۱۷۸ ج ۵)

حدیث سے سہارا لگانا عصا یا قوس پر ثابت ہے اور قہستانی نے محیط سے نقل کیا ہے کہ عصا کا لینا سنت ہے پس شاید تطبیق کی یہ صورت ہو کہ ضرورت ہو تو عصا (لاٹھی بید وغیرہ) ہاتھ میں رکھ لے تو کچھ حرج نہیں ہے اور اگر ضرورت نہ ہو تو نہ لیوے۔

(فتاوی دار العلوم ص ۶۶ ج ۵، بحوالہ رد المحتار باب الجمعہ ص ۷۷۲ ج ۱)

عصا ہاتھ میں لے کر خطبہ پڑھنا ثابت تو ہے لیکن بغیر عصا کے خطبہ پڑھنا اس سے زیادہ ثابت ہے۔ پس حکم یہ ہے کہ عصاء ہاتھ میں لینا بھی جائز ہے۔ اور نہ لینا بہتر ہے۔ اور حنفیہ ؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے پس اسکو ضروری سمجھنا اور نہ لینے کو طعن و تشنیع کرنا درست نہیں، اسی طرح لینے والے کو بھی ملامت کرنا درست نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۱۴ ج ۳)

عصاء کس ہاتھ میں پکڑے؟

دونوں صورتیں جائز ہے جسکو جو صورت موافق ہو اس پر عمل کرے۔ اگر خطبہ ہاتھ میں نہ ہو تو عصاء سیدھے ہاتھ میں پکڑنا اولی ہے، اور اگر خطبہ ہو تو عصاء سیدھے ہاتھ میں نہ لے اور عصاء کو بائیں ہاتھ میں لینا (اسوقت) اولی ہے۔

(فتاوی رحیمیہ ص ۸ ج ۳، بحوالہ مراقی الفلاح ص ۲۹۸ ج ۲)

بغیر خطبہ کے نماز جمعہ

سوال: اگر کسی مسجد میں خطبہ کی کتاب موجود نہ ہو اور نہ زبانی یاد ہو تو بغیر خطبہ نماز جمعہ پڑھی جائے یا نماز ظہر؟

جواب: خطبہ کو فرض ہے وہ ایک دفعہ سبحان اللہ یا الحمد للہ یا اللہ اکبر کہنے سے بھی خطبہ ادا ہو جاتا ہے۔ صاحبین ؒ کے نزدیک بقدر تین آیت یا بقدر تشہد سے خطبہ ادا ہو جاتا ہے۔ پس اگر خطبہ معروفہ یاد نہ ہو تو قدر مذکور پر اکتفاء کر کے جمعہ کی نماز ادا کی جائے اور جس جگہ واجب ہے (جمعہ

یعنی شہر اور قصبہ اور قریہ کبیرہ میں جمعہ چھوڑا نہ جائے۔

(فتاوی دار العلوم ص۸۲ ج۵، بحوالہ غنیۃ المستملی ص۵۱۵ و ص۵۰۸)

خطبہ کی جگہ قرآن پڑھنا

سوال اگر بجائے خطبہ کے کوئی قرآن شریف کا رکوع پڑھ دیا جائے تو جمعہ درست ہے یا نہیں؟

جواب خطبہ کے لیے کافی ہے کہ ایک دفعہ الحمد للہ پڑھنا یا لا الہ الا اللہ پڑھنا یا سبحان اللہ پڑھنا۔ درمختار باب الجمعہ ص۵۸۷ ج۲ میں ہے کہ کافی ہے خطبہ کے لیے تحمید یا تسبیح وغیرہ۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ قرآن شریف کا رکوع پڑھنے سے خطبہ فرض ادا ہو جاتا ہے لیکن اس پر اکتفاء کرنا خلاف سنت ہے۔ سنت یہ ہے کہ دو خطبے پڑھیں جائیں۔

(فتاوی دار العلوم ص۳۵ ج۵)

کیا خطیب لوگوں کو بٹھا سکتا ہے؟

سوال خطیب کا خطبہ شروع کرنے سے پہلے منبر پر سے لوگوں کو یہ کہنا کہ پہلی صف میں آ جایئے جائز ہے یا نہیں۔؟

جواب اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔

(فتاوی دار العلوم ص۱۱۶ ج۵، بحوالہ ردالمحتار باب الجمعہ ص۷۶۸ ج۱)

خطبہ کے شروع میں بسم اللہ کا حکم

خطبہ سے پہلے جہراً (بلند آواز سے) اعوذ باللہ اور بسم اللہ نہ پڑھے۔ یہ منقول اور معمول نہیں ہے درمختار باب الجمعہ ص۷۵۹ ج۱ میں ہے کہ سراً یعنی آہستہ پڑھ سکتا ہے۔ (فتاوی دار العلوم ص۱۲۶ ج۵)، کسی خطبہ سے پہلے بسم اللہ زور سے نہ پڑھے بلکہ آہستہ پڑھے۔ حنفیہؒ کے نزدیک یہی سنت ہے اور جہر کرنا خلاف سنت ہے۔ (فتاوی دار العلوم ص۱۱۲ ج۵)

شروع خطبہ میں دو مرتبہ الحمد للہ کہنا

خطبہ میں الحمد للہ دو مرتبہ پڑھا جاتا ہے اسمیں کوئی مضائقہ نہیں ہے جبکہ اسکو ضروری نہ سمجھا جائے بزرگان دین کا یہ طریقہ رہا ہے۔ (فتاوی رحیمیہ ص۸۰ ج۵)

Marfat.com

خطبہ میں جہر کرنا

خطبہ میں اس قدر جہر (بلند آواز سے پڑھنا) شرط ہے کہ پاس بیٹھنے والا شخص سن سکے۔
(احسن الفتاوی ص ۱۱۳ ج ۴)

ہر جمعہ کو نیا خطبہ ضروری نہیں ہے

خطبہ عربی میں پڑھا جاتا ہے۔ حاضرین عموماً عربی سے ناواقف ہوتے ہیں سمجھ نہیں پاتے اس لیے بھی ہر جمعہ کو نیا خطبہ پڑھنا کیا مفید ہوگا؟

امام صاحب کو پانچ چھ خطبے یاد ہوں تو کافی ہے نماز میں کسی قسم کی کراہت نہیں آتی۔ اگر نیا خطبہ سننے کا شوق ہو تو عربی زبان سیکھیں عالم، حافظ، قاری کو رکھا جائے۔ لوگ مسجد کی عمارت پر تو ہزاروں، لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں مگر امام اور مؤذن پر خرچ کرنے میں ہاتھ تنگ کر لیتے ہیں، یہ بات مناسب نہیں کیونکہ اور اچھے عالم، حافظ، قاری کو رکھا جائے۔

لوگ مسجد کی عمارت پر تو ہزاروں، لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں، مگر امام اور مؤذن پر خرچ کرنے میں ہاتھ تنگ کر لیتے ہیں، یہ بات مناسب نہیں کیونکہ عمدہ عمارت مقصود نہیں ہے، البتہ قابل امام اور مؤذن مطلوبِ شرعی ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۹۰ ج ۵)

ہر ماہ الگ الگ خطبہ کی ضرورت نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۳۹ ج ۵)

جمعہ کا خطبہ سننا واجب ہے

جمعہ کا خطبہ فرض ہے، اس کے یہ معنی ہیں کہ جمعہ کی نماز سے پہلے خطبہ ضرور ہونا چاہئے اور خطبہ کا سننا ان لوگوں پر واجب ہے جو کہ خطبہ کے وقت حاضر ہوں، پس اگر کوئی شخص خطبہ کے ختم ہونے کے بعد آیا اور جماعت میں شامل ہو گیا، اس کی نماز ہو گئی اور خطبہ میں حاضر نہ ہونے اور نہ سننے کی وجہ سے جو قصور ہوا اور تاخیر آنے میں ہوئی، اس سے استغفار اور توبہ کرے اور آئندہ کو احتیاط رکھے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۲۸ ج ۵ بحوالہ رد المختار باب الجمعہ ص ۷۶۸ جلد اول)

دونوں خطبوں کا حکم ایک ہی ہے

(۱) جمعہ کا خطبہ فرض ہے اور اس کے دو حصے ہونا سنت ہے۔ (۲) اوّل و ثانی میں

دونوں کے کچھ فرق نہیں۔ (مسئلہ) سننا سب خطبوں کا واجب ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۶۷۶)

خطبہ کے دوران کے مسائل

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قلت لصاحبك یوم الجمعۃ انصت والامام یخطب فقد لغوت۔ (رواہ السنۃ وابن خزیمۃ)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جمعہ کے دن امام کے خطبہ دینے کے دوران اگر تم نے اپنے ساتھی سے یہ بھی کہا کہ "چپ رہو"۔ تب بھی تم نے غلطی کی"۔

تشریح خطبہ کے دوران ہر وہ کام ممنوع ہے جس سے خطبہ سننے میں خلل ہو، اور مجمع میں اس کی وجہ سے انتشار ہو۔ ایسے مواقع پر خدانخواستہ اگر کوئی ناواقف مسجد میں آکر زور سے بولنے لگے اور دوسرے لوگ بھی اس کو خاموش کرنے کے لیے ہر طرف سے بولنے لگیں تو بہت انتشار ہو جائے گا اور خطیب کی آواز ان سب آوازوں میں دب کر رہ جائے گی، اس لیے حکم دیا گیا کہ دوسروں کو خاموش کرنے کے لیے بھی نہ بولیے۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ خطبہ کے دوران یا عام نمازوں کے وقت مسجد میں بچے یا کچھ ناسمجھ لوگ باتیں کرنے لگتے ہیں، تو اچھے خاصے سمجھ دار لوگ ان کو اتنی تیز آواز سے روکتے ہیں کہ خود یہ آواز ان بچوں کی آواز سے بڑھ جاتی ہے اور اس طرح ان بچوں سے زیادہ یہ لوگ نماز میں خلل ڈالنے کا سبب بن جاتے ہیں۔

نماز سے فارغ ہونے تک خاموش رہے اس لیے کہ جمعہ کا دن عبادت اور توجہ الی اللہ کا خاص دن ہے۔ اس دن کے قیمتی لمحات کو ہرگز ضائع نہ کرنا چاہئے اور اگر کوئی غافل خود نہ کچھ کر سکے تو جو خدا کے بندے تلاوت، ذکر، درود شریف وغیرہ میں مصروف ہیں، ایسے وقت میں بولنے، آواز بلند کرنے سے انہیں تکلیف ہوگی، اس طرح خطبہ کے وقت بات کرنا حتیٰ کہ بات کرنے والوں کو منع کرنا گناہ بتایا گیا ہے، اس لیے بہت ہی خاموشی سے مسجد میں جا کر یا تو نماز میں مشغول ہو جانا چاہئے یا خاموش بیٹھ کر ذکر اور دعاء میں لگ جانا چاہئے۔

(الترغیب ص ۱۵۹ ج ۲، وص ۳۴۳ ج ۱)

مجمع جتنا زیادہ بڑا ہوتا ہے اتنے ہی اس میں قسم قسم کے لوگ ہوتے ہیں اور اسی تناسب

Marfat.com

سے باہم ایذاء رسانی اور تکلیف کے امکانات بھی زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے اس دن صفائی ستھرائی، لباس کی پاکیزگی و نظافت اور حسبِ حیثیت خوشبو کے اہتمام کی بھی تعلیم دی گئی ہے۔ مسجد میں آتے جاتے لوگوں کے اوپر سے پھلانگنے اور تکلیف پہنچانے سے خاص طور پر منع کیا گیا ہے۔

(الترغیب ص ۱۴۵ جلد ۲)

مسجد میں ہر اس چیز سے احتیاط اور بچنا ضروری ہے جس سے لوگوں کو ایذاء پہنچنے اور باہمی تعلقات خراب ہونے کا اندیشہ ہو، جیسے پہلے سے ساتھ بیٹھے ہوئے دو آدمیوں کے بیچ میں گھس کر بیٹھنا یا لوگوں کے اوپر سے پھلانگ کر جانا وغیرہ۔

مسئلہ خطبہ شروع ہو جائے تو تمام حاضرین کو خطبہ کا سننا واجب ہے، خواہ امام کے نزدیک بیٹھے ہوں یا دور، اور کوئی ایسا فعل کرنا جو خطبہ سننے میں مخل ہو مکروہ تحریمی ہے، اور کھانا پینا، بات چیت کرنا، چلنا پھرنا۔ سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا، تسبیح پڑھنا یا کسی کو شرعی مسئلہ بتانا جیسا کہ نماز کی حالت میں ممنوع ہے ویسا ہی خطبہ کے وقت بھی ممنوع ہے۔ ہاں خطیب کو جائز ہے کہ خطبہ پڑھنے کی حالت میں کسی کو شرعی مسئلہ بتادے۔

مسئلہ خطبہ اگر سنت یا نفل پڑھتے میں شروع ہو جائے تو راجح یہ ہے کہ سنتِ مؤکدہ تو پوری کر لے اور نفل میں دو رکعت پر سلام پھیر دے۔ (بہشتی زیور ج ۱۱ ص ۸۲)

مسئلہ دونوں خطبوں کے درمیان میں بیٹھنے کی حالت میں امام کو یا مقتدیوں کو ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا مکروہ تحریمی ہے ہاں بغیر ہاتھ اٹھائے ہوئے اگر دل میں دعاء مانگی جائے تو جائز ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یا اصحابؓ سے منقول نہیں ہے۔

(علم الفقہ ص ۱۴۹ جلد ۲۔ بحوالہ شامی ص ۷۷۲ جلد اول)

مسئلہ خطبے میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ مبارک آئے تو مقتدیوں کو اپنے دل میں درود شریف پڑھ لینا جائز ہے۔

مسئلہ جمعہ کے دن خطبہ کے درمیان کوئی شخص پہنچے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کے لیے کوئی نفل (وغیرہ) درست نہیں۔ (معارف مدنیہ ص ۸۹ جلد ۳)

مسئلہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک خطبہ کے دورانِ کلام کرنا مکروہ تحریمی ہے اور بقولِ صحیح (کراہت سب کے لیے ہے) کوئی فاصلہ پر ہو یا قریب ہو، بات چیت امور دنیا کی ذکرِ الٰہی وغیرہ ہو، بقولِ مشہور (سب مکروہ تحریمی ہے)۔ اور خواہ خطیب سے بیان میں کوئی نامناسب بات

Marfat.com

سرزدھوئی ہو اور یا نہ ہوئی ہو۔

جب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ مبارک (خطبہ میں) کوئی سنے تو اپنے دل میں درود پڑھے۔ اور اگر (خطبہ کے دوران) کوئی ناپسندیدہ بات پیش آجائے تو ہاتھ یا سر کے اشارہ سے منع کیا جاسکتا ہے، واضح رہے کہ خطبہ کے دوران جس طرح کلام کرنا مکروہ ہے، اسی طرح نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ اس میں تمام مسالک کا اتفاق ہے۔ اور سلام کا جواب دینا بھی زبان سے ہو یا دل میں کلام مکروہ کے زمرہ میں ہے۔ اور خطبہ کے وقت یا بعد میں (جماعت کے وقت) سلام کرنا کسی پر لازم نہیں ہے، کیونکہ وہاں سلام میں پہل کرنے کا کوئی شرعی حکم نہیں ہے، بلکہ ایسا کرنا گناہ ہے۔ لہٰذا (سلام کا) جواب دینا بھی لازم نہیں ہے۔ یہی حکم چھینک کے جواب کا ہے۔ امام کا بھی لوگوں کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ البتہ سانپ، بچھو سے بچانے یا نابینا شخص کو نقصان سے محفوظ رکھنے کے لیے آواز دینا کلامِ مکروہ میں نہیں ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۶۳۵ جلد اول)

مسئلہ اگر زبان سے نہ بولے، اور ہاتھ، سر یا آنکھوں سے اشارہ کردے مثلاً ایک شخص کو برا کام کرتے دیکھا اور ہاتھ سے منع کردیا، یا کوئی خبر سنی اور سر سے اشارہ کردیا تو صحیح یہ ہے کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور جو شخص امام سے دور ہے وہ قریب شخص کے حکم میں ہے اس شخص کے لیے بھی خاموش رہنے کا حکم ہے۔

مسئلہ امام کے قریب ہونے کے لیے لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر نہ جائے، ابوجعفرؒ نے کہا ہے کہ جب تک امام خطبہ شروع نہ کرے اس وقت تک پھلانگنا جائز ہے، اور جب امام خطبہ شروع کردے تو مکروہ ہے، اس لیے کہ جب تک امام نے خطبہ شروع نہیں کیا ہر مسلمان کو آگے بڑھنا چاہئے اور محراب سے قریب ہوجائے تا کہ پیچھے آنے والے لوگوں کے لیے گنجائش باقی رہے، اور امام سے قریب ہونے کی فضیلت بھی حاصل ہوجائے اور اگر پہلے شخص نے ایسا نہ کیا یعنی آگے نہ بڑھا تو گویا اس نے بلاعذر اپنی جگہ ضائع کی، اور جو شخص بعد میں آیا اس کو اس جگہ کے لینے کا اختیار ہے، جو شخص امام کے خطبہ پڑھنے کی حالت میں آئے اس کو مسجد میں اپنی جگہ پر بیٹھ جانا چاہئے، اس لیے کہ چلنا اور آگے بڑھنا خطبہ کے وقت عمل ہے۔

مسئلہ لوگوں سے مانگنے کے لیے پھلانگ لگانا سب احوال میں بالاجماع مکروہ ہے رسائل اگر نماز پڑھنے والوں کے سامنے نہ گذرے اور لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے اور لوگوں سے گڑبڑا کر نہ مانگے اور وہ چیز مانگے جس کا مانگنا ضروری ہو تو اس کے مانگنے اور اسے دینے میں کوئی حرج

Marfat.com

نہیں اور اگر اس طریقہ کے موافق نہ ہو تو مسجد کے اندر مانگنے والے کو دینا جائز نہیں ہے۔

(عالمگیری ص ۷۰ جلد ۳)

لیکن خطبہ کے درمیان مانگنا یا چندہ کرنا جائز نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۶ا ج ۳)

مسئلہ جو شخص خطبہ کے وقت حاضر ہو وہ خواہ گھٹنے اٹھا کر بیٹھے، یا چار زانو، جس طرح چاہے بیٹھے، اس لیے کہ خطبہ حقیقت اور عمل میں نماز نہیں ہے لیکن جس طرح نماز میں بیٹھتے ہیں اسی طرح بیٹھنا مستحب ہے۔

مسئلہ اگر ایک شخص نفل پڑھ رہا ہے اور امام نے خطبہ شروع کر دیا تو اگر اس نے سجدہ نہیں کیا ہے تو نماز توڑ ڈالے، اور اگر سجدہ کر لیا تو دو رکعتوں کے بعد نماز پوری کر دے۔

(عالمگیری کتاب الصلوٰۃ ص ۷۰ جلد ۳)

مسئلہ خطبہ کے دوران اس صورت میں بول پڑنا واجب ہو جاتا ہے جب کہ کسی نابینا شخص کو غلط راستہ سے ہٹانا یا کسی کو سانپ بچھو وغیرہ سے بچانا مقصود ہو۔ (کتاب الفقہ ص ۶۳۷ جلد اول)

مسئلہ خطبہ کے وقت جب کہ نماز اور درود شریف پڑھنے کی بھی ممانعت حدیث شریف میں آئی ہے تو اس وقت چندہ جمع کرنا اور ڈبہ لیے پھرنا اور نمازیوں کو مشغول کرنا بدرجۂ اولیٰ ممنوع ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۳۱ جلد ۵ بحوالہ رد المختار باب الجمعہ ص ۶۸۷ جلد اول)

خطیب کا خطبہ میں درود پڑھنا

سوال خطبہ میں جہاں حضرت محمد ﷺ کا نام مبارک آئے تو خطیب کا آں حضرت ﷺ کے نام کے بعد صلی اللہ علیہ وسلم کہنا کیسا ہے۔؟

جواب خطبہ میں جہاں نام آں حضرت ﷺ کا آئے خطیب درود شریف پڑھے (صلی اللہ علیہ وسلم کہے) اور سامعین یعنی خطبہ سننے والے دل دل میں درود شریف پڑھیں۔ حکم شرعی یہ ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۶۷ جلد ۵ بحوالہ رد المختار باب الجمعہ ص ۶۸۷ ج ۱)

مقامی زبان میں خطبہ احتیاط کے خلاف ہے

خطبہ چونکہ سوائے عربی زبان کے اور کسی زبان میں سلف سے ثابت نہیں۔ اس لیے غیر زبان عربی کو اس میں محققین نے مکروہ اور بدعت کہا ہے۔ اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں چونکہ

Marfat.com

احکام عیدین بتلانے مقصود ہوتے ہیں تو وہ خطبہ سے خارج سمجھے ہیں۔ گویا خطبہ عربی علیحدہ ہو گیا۔ اور یہ احکام خطبہ سے علیحدہ بتلائے جاتے ہیں۔ اور جمعہ کے خطبہ کے اندر نماز کی بھی حیثیت ملحوظ ہوتی ہے۔ اور نماز میں ترجمہ قرآن شریف کا صحیح اور معتبر مذہب اور راجح قول کے درست نہیں ہے۔ اور قول ضعیف کمزور و مرجوح کا اعتبار نہیں ہے۔

بہرحال احتیاط اسمیں ہے کہ ایسے مختلف فیہ مسائل میں احتیاط کی جائے، اور غیر عربی کو ترک کیا جائے۔ باقی جو کوئی جیسا کرے اس کی رائے ہے، دوسروں پر حجت نہیں ہے۔

(فتاوی دار العلوم ص ۵۲ ج ۵ بحوالہ عمدۃ الرعایہ ص ۲۴۲ ج ۱)

قرآن مجید اور خطبہ کا دونوں کا اصلی مقصد ایک ہی ہے چنانچہ خطبہ کو قرآن مجید میں ذکر اللہ فرمایا ہے، یہی لفظ ذکر، قرآن کے لیے فرمایا انا نحن نزلنا الذکر الخ بلکہ قرآن شریف کے لیے ذکری بمعنی تذکیر بھی ہے۔ ان ھوالا ذکری للعلمین، پس اگر لفظ ذکر اس پر دال ہے کہ اس سے لوگوں کو ان کی زبان میں نصیحت کی جائے تو چاہیے کہ قرآن شریف کی جگہ بھی یا اس کیساتھ نماز حاضرین کی زبان میں ترجمہ پڑھا جائے بلکہ لفظ ذکری اس پر زیادہ دلالت کرتا ہے

اور اگر قرآن شریف سے تفہیم ناس (لوگوں کو سمجھانا) کو خارج نماز کیساتھ مخصوص کیا جائے اور نماز میں محض تلاوت کا حکم کیا جائے تو خطبہ سے تفہیم ناس کو بھی خارج ہیئت خطبہ کہا جائے (یعنی خطبہ کو بھی تلاوت کی طرح کیا جائے)۔

اور پھر لوگوں کے سمجھانے کو حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہم سے زیادہ جانتے تھے۔ اور روم و فارس اس وقت فتح ہو چکا تھا اور حضرات صحابہؓ میں انکی زبانوں کے جاننے والے بھی موجود تھے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس وقہیں کیا گیا؟ پھر اگر خطبہ سننے والوں میں آٹھ دس زبانوں والے ہوں تو کیا خطیب کیلئے یہ شرط ہو گی۔ کہ وہ سب زبانوں کا ماہر ہو؟ اگر نہیں پھر دوسری زبان والوں کی کیا عایت ہوئی؟۔ (امداد الفتاوی ص ۶۵۷ ج ۱)

احکام شریعت کا دار و مدار

(۱) نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد! یہ امر تو سب کے نزدیک مسلمہ ہے کہ احکام شریعت کا دار و مدار کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع امت، پھر عمل صحابہؓ و تابعین اور قیاس صحیح پر ہے۔ کسی رواج پر نہیں خواہ وہ کتنا ہی قدیم ہو پس

Marfat.com

خطبہ کے معاملہ میں بھی رواج سے کوئی حکم ثابت نہ ہوگا جب تک وہ اصول شریعت سے مؤید نہ ہو خطبہ کے بارے میں قرآن کریم نے فاسعوا الی ذکر اللہ (الآیۃ) سے اشارہ فرمایا ہے پس جبکہ قرآن کریم نے خطبہ کو لفظ ذکر سے تعبیر فرمایا تو ثابت ہوا کہ خطبہ کی حقیقت صرف ذکر اللہ ہے۔ وعظ وتذکیر نہیں ہے۔ لہذا نفس اداء خطبہ یا ذکر اللہ میں سامعین کی تفہیم یا عدم تفہیم (یعنی سننے والوں کا سمجھنا یا نہ سمجھنا) کا کوئی دخل نہیں ہے۔ حنفی المذہب اہل سنت والجماعت کی تحقیق میں خطبہ کی حقیقت صرف ذکر اللہ ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں جیسا کہ تمام کتب احناف میں اس کی تصریح موجود ہے۔ پس خطبہ کو وعظ قرار دے کر حاضرین کی زبان میں پڑھنے پر اصرار کرنا بالکل بے بنیاد اور فقہاء سلف صالحینؒ کی تحقیقات کے خلاف ہے۔

قرآن کریم کے بعد حجت شرعیہ سنت اور اسوۂ رسول اللہ ﷺ ہے اور خطبہ کے بارے میں آپ ﷺ کی سنت مواظبہ (ہمیشگی) یہ ہے۔ کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ عربی زبان میں خطبہ دیا کبھی بھی کسی دوسری زبان میں نہ خود خطبہ دیا نہ کسی سے دلوایا نہ ترجمہ کرایا۔

حضور ﷺ کی ہر سنت کا اتباع خصوصاً عبادات میں ضروری ہے لہذا دوسری دلیل سے بھی خطبہ خالص عربی ہی میں ہونا چاہیے۔

(۲) حضور ﷺ کی سنت کے بعد طریقہ صحابہؓ وسنت خلفاء راشدین واجماع صحابہؓ وتابعینؒ سے بھی یہ ہی ثابت ہے۔ کہ ان حضرات نے ہمیشہ خطبہ خالص عربی میں دیا ہے کبھی کسی عجمی زبان میں خطبہ نہیں دیا۔ جبکہ دوسرے ممالک فتح ہو چکے تھے اور صحابہؓ میں عجمی زبان سے واقف حضرات بھی موجود تھے پس ان سب حضرات کے طرز عمل سے بھی یہی ثابت ہوا کہ خطبہ خالص عربی میں ہونا چاہیے۔

(۳) اور جب خلفاء راشدین کے زمانہ میں ہمیشہ خطبہ عربی میں ہوتا رہا باوجود ضرورت تبلیغ واحکام عجمی زبان اختیار نہ کی گئی۔ اور کسی صحابیؓ نے انکے طرز عمل پر اعتراض بھی نہیں کیا۔ تو اب اجماع امت یعنی اجماع صحابہؓ سے بھی ثابت ہوا کہ خطبہ کی زبان عربی ہونی چاہیے۔

(۴) یہ تو سب کو تسلیم ہے کہ سنت مؤکدہ چھوڑنے سے کراہت تحریمی پیدا ہو جاتی ہے اور سنت مؤکدہ کی تعریف یہ ہے کہ جس کام کو حضور ﷺ نے ہمیشہ کیا ہو لیکن اتفاقاً کبھی

Marfat.com

چھوڑ بھی دیا ہو، ایسا کام سنت مؤکدہ ہے اب ظاہر ہے کہ آپ ﷺ نے عربی پر مواظبت (پابندی) کی ہے اور مواظبت بھی ایسی کہ اتفاقاً بھی کبھی نہیں چھوڑا۔ پس خطبہ کا خالص عربی ہونا سنت مؤکدہ ہوا۔ جس کے چھوڑنے سے کراہت تحریمی پیدا ہوگئی لہٰذا غیر عربی میں خطبہ جائز نہ ہوگا۔ پھر کسی مکروہ تحریمی کام پر اصرار کرنا اور بار بار اسکا ارتکاب کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ لہٰذا اردو نثر یا نظم میں خطبہ پڑھنے کا رواج ہوگیا ہے اس غلط رواج کو بند کرنا اور رسول اللہ ﷺ کی سنت عالیہ متبرکہ کو جاری کرنا نہایت ضروری اور اسمیں کوشش کرنا بڑا ثواب ہے۔

۵ کتاب وسنت کے بعد فقہاء سلف کی تصریحات بھی اس پر دلالت کرتی ہیں۔ کہ خطبہ خالص عربی میں ہونا چاہیے۔

(خطبات جمعہ وعیدین از ص ۳۲ وتا ۳۶ مفتی ابوالناصر عبیدی رحمۃ اللہ علیہ مظاہری)

خطبہ کا اصلی مقصد

سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب مخاطب سمجھتے نہیں تو پھر خطبہ عربی میں پڑھنے سے کیا فائدہ اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ خطبہ جمعہ کا مقصود اصلی وضع وتذکیر نہیں بلکہ ذکر اللہ اور ایک عبادت ہے۔ اور ایک جماعت فقہاء کی اسی وجہ سے اسکو دو رکعتوں کا قائم مقام کہتی ہے۔ تو اب یہ سوال سرے سے منقطع ہوگیا کہ جب مخاطب عربی عبارت کو سمجھتے نہیں تو عربی میں خطبہ پڑھنے سے کیا فائدہ۔

کیونکہ اگر یہ سوال خطبہ پر عائد ہوگا تو پھر صرف خطبہ پر نہ رہیگا۔ بلکہ نماز اور قرأت قرآن اور اذان واقامت اور تکبیرات نماز وغیرہ سب پر یہی سوال عائد ہوجائے گا۔ بلکہ قرأت قرآن پر بہ نسبت خطبہ کے زیادہ چسپاں ہوتا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی غرض وغایت تو اول سے آخر تک ہدایت ہے اور وہ تبلیغ احکام الٰہیہ ہی کے لیے نازل ہوا ہے اور پھر اذان اور اقامت اور تکبیرات جن کا مقصد محض لوگوں کو جمع کرنا یا کسی خاص عمل کا اعلان کرنا ہے۔ یہاں بھی یہ سوال خطبہ کی نسبت زیادہ وضاحت کیساتھ عائد ہوگا کہ حی الصلوٰۃ، حی الصلوٰۃ کو کون جانتا ہے، نماز کو چلو، کی آواز دینی چاہیے۔ یا کم از کم ترجمہ کردینا چاہیے اور اگر یہ شبہ کیا جائے کہ اذان کے تو کلمات مقررہ ہیں ایک اصطلاح سی ہوگئی ہے۔ باوجود معانی نہ سمجھنے کے بھی مقصد اعلان حاصل ہے تو صحیح نہیں کیونکہ نفس اعلان اور اصطلاح کے لیے تو چند کلمات مکبر وشہادتین بھی کافی تھے ان سے

اعلان کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے تو پھر سرے سے باقی الفاظ کا کہنا ہی فضول ہوگا۔لیکن غالباً کوئی سمجھدار مسلمان اسکو تجویز نہ کرے گا کہ نماز قرأت وتکبیرات کیساتھ اور اسی طرح تمام شعائر اسلامیہ اذان اور اقامت وغیرہ کو اردو یا دوسری ملکی زبانوں میں پڑھا جایا کرے۔

بلکہ سب جانتے ہیں کہ قرآن مجید کی اصلی غرض اگرچہ تبلیغ احکام ہی ہے لیکن نماز میں اسکے پڑھنے کی غرض اصلی یہ نہیں ہے بلکہ وہاں صرف ادائیگی عبادت اور ذکر اللہ مقصود ہے اور نماز میں اسی حیثیت سے قرآن کی قرأت کی جاتی ہے۔تبلیغ اور وعظ مقصود نہیں ہوتا اور اگر حاصل ہو جائے تو وہ ضمناً ہے۔ٹھیک اسی طرح خطبہ جمعہ کو سمجھنا چاہیے کہ اسکا مقصد اصلی ذکر عبادت ہے اور وعظ ونصیحت جو خطبہ میں ہے تبعاً ہی حاصل ہو جائے تو بہتر ہے ورنہ کوئی حرج نہیں۔دوسری زبان میں پڑھنا یا عربی میں پڑھ کر ترجمہ کرنا خلاف سنت بلکہ بدعت وناجائز ہے اور صاحبینؒ کے قول پر نماز جمعہ ہی اداء نہیں ہوگی۔

(خطبات جمعہ وعیدین بزبان عربی ص ۶۹ فتوی مولانا محمد شفیعؒ مفتی اعظم پاکستان)

خطبہ قرأت کی طرح ہے

یہ خطبہ کی حقیقت کا بیان ہے لیکن اسوجہ سے مخاطبین کی زبان کا اختیار کرنا لازم نہیں ہے۔

بھلا بتلایئے تو سہی کہ جب حاضرین جمعہ مختلف زبانوں بولنے والے ہوں تو اس وقت بے چارہ خطیب کیا سبیل اختیار کرے گا۔؟

اسکے علاوہ قرآن پاک کے متعلق ارشاد ربانی ہے کہ وانه لتذ كرة للمتقين (اور بلاشبہ قرآن متقیوں کیلئے نصیحت ہے) اور ان فی ذالك لذ كرى وغیرہ وغیرہ بے شمار آیات ہیں تو کیا پھر جب قرآن وعظ ونصیحت ہے اسلئے نماز میں عجمی مقامی غیر عربی، زبانوں میں قرأت کرنے کی اجازت دے دی جائے گی؟

مسئلہ کی (حقیقی) وجہ یہ ہے۔کہ خطبہ قرأت کی طرح تعبدی حکم ہے لہذا اسمیں نقل کی اتباع لازم ہے ورنہ صحابہؓ سے، جب انہوں نے فارس فتح کیا اور وہاں جمعہ قائم کیا اس وقت وہاں فارسی زبان میں خطبہ دینا ثابت ہوتا لیکن کسی صحابیؓ سے یہ منقول نہیں ہے۔پس اس وقت معاملہ ہر ماہر کے لیے ظاہر ہے۔ (امداد الفتاوی جدید ص ۶۵۶ ج ۱)

Marfat.com

اگر خطبہ مقامی زبان میں ہونے لگے تو گرمی محفل کے سوا کچھ نہ ہوگا

سوال سامعین چونکہ عربی زبان نہیں سمجھتے اس لیے خطبہ جمعہ اردو میں پڑھنا چاہیے اور نثر کی بہ نسبت نظم زیادہ مؤثر ہوتی ہے اس لیے نظم زیادہ مناسب ہے۔ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب جمعہ کا خطبہ نماز کی شرطوں میں سے ایک شرط ہے۔ اس کے خاص خاص احکامات، خاص خاص لوازمات اور مخصوص شرطیں ہیں۔ وہ عام وعظوں اور تقریروں کی طرح سے نہیں کہ ہر زبان میں جس طرح سے چاہے کہہ دیا جائے۔ اس کی خصوصیت کے متعلق شریعت کے قطعی اعلانات موجود ہیں۔ حضرات فقہاء کا فیصلہ ہے کہ جو افعال وحرکات نماز کی حالت میں ممنوع ہیں خطبہ میں بھی حرام ہیں۔ سامعین خطبہ کے لیے اس وقت کھانا، پینا، بولنا، یہاں تک کہ سلام کا جواب دینا اور ذکر وتسبیح پڑھنا بھی جائز نہیں۔ اس طرح کی قیودات بتارہی ہیں کہ خطبہ کی مجلس صرف وعظ وتذکیر نہیں بلکہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے نماز کی طرح ہے۔

پس یہ نہیں ہوسکتا کہ نماز کی شرطیں کسی محدث طریقے سے غیر عربی زبان سے ادا کی جائے۔ حجاز کے مخاطب عربی تھے اس لیے خطبہ ہی سے وعظ اور تذکیر کا بھی کام لیا جاتا تھا۔ لیکن اگر غیر عرب عربی نہیں سمجھ سکتے تو ان کی خاطر خطبہ کی شرعی زبان نہیں چھوڑی جاسکتی۔ وعظ ونصیحت اور تفہیم خطبہ کے سوائے دوسرے وقتوں میں بھی ہوسکتی ہے۔ صحابہ کرامؓ کا بلادعجم (عرب کے علاوہ دوسرے ممالک) میں آنا ہوا مگر کسی ایک وقعہ سے بھی یہ ثابت نہیں کہ ان ممالک والوں کی خاطر جمعہ کے خطبہ کی زبان بدلی گئی ہو۔

اسی خصوصیت کے سلسلہ میں خطبہ کا اختصار بھی ہے یعنی مختصر ہونا، احادیث میں صراحت کیساتھ موجود ہے کہ جہاں تک بھی ہو خطبہ کو مختصر کرنا چاہیے۔ اگر موجودہ وسعت نظم ونثر کو قبول کرلیا جائے تو اس شرط صلوۃ کی حقیقت ایک دوگھنٹہ کی گرمی محفل کے سوا کچھ نہ رہے گی۔ لہذا جمعہ کا خطبہ خالص عربی زبان میں اور مختصر وجامع الفاظ میں ہونا چاہیے۔ اردو یا کسی اور دوسری زبان میں اگر کچھ کہنا ہو تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد کہے۔

(فتاوی دار العلوم ص ۱۲۹ ج ۵ بحوالہ مسوی مصفی ص ۱۵۴ ج ۱)

(مطلب یہ ہے کہ خلاف سنت ہونے کے علاوہ اگر خطبہ مقامی زبان میں پڑھنے کی اجازت دے دی جائے تو عام مسجد میں جمعہ کے دن غیر متعین خطبہ کا سب سے بڑا یہ نقصان ہوگا۔

Marfat.com

کہ خطیب کسی خاص تقریر کا پابند ہوگا نہیں تو خطبہ میں سیاسی وغیر سیاسی اور آپس کے اختلاف کا بھی ذکر کریگا۔ کسی ایک کی حمایت کی طرف مائل ہونا ہی مجلس میں (خطبہ کے وقت) گرما گرمی ہو کر جنگ جدال شروع ہوگا اور خطیب صاحب جمعہ کی نماز کا انتظار ہی کرتے رہ جائیں گے، اور نماز جمعہ کی جو حکمتیں (آپس میں اتحاد وغیرہ) مذکور ہوئی ہیں ان کا مقصد بھی فوت ہو جائے گا۔

(احقر محمد رفعت قاسمی)

خطبہ جمعہ سے قبل وعظ

حامداً و مصلیاً، موضوعات کبیر صفحہ ۲۰ کی روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت تمیم داریؓ کے بار بار درخواست کرنے پر جمعہ کی نماز سے پہلے وعظ کی اجازت دے دی تھی اور وہ وعظ فرمایا کرتے تھے اور خطیب کی آمد پر وعظ ختم کر دیا کرتے تھے۔

اگر جمعہ کی نماز کے بعد مجمع ٹھہر جایا کرے تو اس وقت وعظ کہہ دیا جایا کرے ورنہ جمعہ سے قبل وعظ کہہ دیا جائے اور سامعین آ کر شریک وعظ ہوتے رہیں اور خطبہ سے دس منٹ پہلے وعظ ختم کر دیا جائے۔ اور سب لوگ سنتیں پڑھ لیا کریں اس صورت میں سنتوں میں بھی خلل نہیں آئے گا اور وعظ بھی ہو جایا کرے گا۔ یا سنتیں مکان پر پڑھ کر آئیں تو زیادہ بہتر ہے۔

(فتاوی محمودیہ ص ۳۱۸، ج ۲)

اذان اولی ہو جانے اور سنتیں ادا کرنے کیلئے وقت چھوڑ کر خطبہ کی اذان سے پہلے اگر کچھ ضروری باتیں مسلمانوں کو مقامی زبان میں سنا دی جائیں تو مضائقہ نہیں لوگوں کو خیال رکھنا چاہیے کہ سنتیں پڑھ کر فارغ ہو جایا کریں یا علیحدہ جگہ میں سنتیں اداء کر لیا کریں۔

(کفایت المفتی ص ۲۲۴ ج ۳)

خطبہ سے پہلے بیان کرنا بدون حرج کے جائز ہے مگر اس کو لازم نہ قرار دیا جائے کبھی کبھی ترک بھی کر دینا چاہیے۔ تا کہ لوگ ضروری نہ سمجھنے لگیں۔ بیان مختصر ہو اور ایسے وقت ختم کر دیا جائے کہ خطبہ کی اذان سے پہلے چار سنتیں پڑھی جا سکیں۔ پھر جمعہ کا خطبہ بھی مختصر ہونا چاہیے۔ تا کہ لوگ اکتا نہ جائیں اور سنت بھی یہی ہے کہ خطبہ مختصر ہو۔ (فتاوی رحیمیہ ص ۲۶۶ ج ۱)

(یعنی مقامی زبان میں بیان یا تقریر کی اجازت تو ہے لیکن پابندی نہ کی جائے تا کہ عوام اسکو ضروری یا خطبہ کی طرح لازم نہ سمجھنے لگیں۔ اور تین خطبے خیال نہ کریں۔ کیونکہ بعض جگہ اس بیان و تقریر کو بھی خطبہ ہی بولتے ہیں۔ لہذا سمجھا بھی دیا جائے کہ یہ اصل خطبہ نہیں ہے۔ (محمد رفعت قاسمی)

Marfat.com

وعظ کیلئے دو باتیں ضروری ہیں

اسکے متعلق کئی مرتبہ لکھ چکا ہوں کہ اگر خطیب مقامی زبان میں خطبہ کی اذان سے پہلے لوگوں کو وقتی ضرورت اسلامیہ سنا دیا کرے۔ پھر خطبہ کی اذان کہلوا کر عربی زبان میں خطبہ بقدر ادائیگی فرضیت خطبہ پڑھا دیا کرے تو مضائقہ نہیں تا کہ ضرورت تذکیر بھی پوری ہو جائے اور خطبہ کی ھیئت مسنونہ متوارثہ بھی پوری طرح محفوظ رہے۔ بقدر ضرورت عربی خطبہ میں زیادہ سے زیادہ پانچ چھ منٹ (یعنی دونوں خطبوں کیلئے کافی ہونگے۔ مگر خطبہ کی اذان سے پہلے مقامی زبان میں تذکیر (وعظ) کیلئے دو باتیں لازم ہیں۔ اول:۔ لوگ اس وقت اس مکان پر سنتیں نہ پڑتیں ہوں بلکہ کوئی علیحدہ جگہ سنتیں پڑھنے کیلئے ہو۔ دوسرے:۔ یہ کہ لوگ اس تقریر کو رغبت سے سنیں کیونکہ یہ محض ایک متطوعانہ فعل ہے یہ فرض خطبہ نہیں ہے۔ کہ کوئی راضی ہو یا نہ ہو وہ پڑھا جائے۔ نیز اس تقریر میں صرف وہی باتیں کی جائیں جن کا مذہبی لحاظ سے بیان کرنا ضروری ہو تقریر میں طعن وتشنیع وغیرہ ہرگز نہ ہونی چاہیے۔ کہ اس سے آپس میں اختلاف اور بغض وعناد پیدا ہوگا۔

(کفایت المفتی ص ۲۳۰ ج ۳)

خطبہ اور صحابہ رضی اللہ عنہ کا عمل

حضرات صحابہ کرامؓ ایران، روم، حبش وغیرہ ممالک میں وہاں کی زبان جاننے کے باوجود خطبہ عربی میں پڑھتے رہے، وہ اسلام کا ابتدائی زمانہ تھا کثرت سے نومسلم تھے اور وہ لوگ دور حاضر کے لوگوں کی بہ نسبت تعلیم وتبلیغ کے زیادہ حاجت مند تھے کیونکہ اس زمانہ میں نہ اخبارات ورسائل تھے۔ نہ مطابع چھاپے خانے تھے نشر واشاعت کا طریقہ وعظ اور خطبہ ہی تھا اس کے باوجود سامعین کی زبان میں ایک بار بھی خطبہ نہیں پڑھا گیا جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ خطبہ خالص عربی زبان میں ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ مشرق سے مغرب تک سب مسلمان ہمیشہ عربی میں خطبہ پڑھتے رہے جبکہ سننے والے عجمی یعنی غیر عرب تھے جو زبان عربی نہیں جانتے تھے۔ (مصفّی شرح موطا ص ۱۵۴ ج ۱)

خطبہ وعظ وتقریر کی طرح نہیں ہے

اردو میں خطبہ کا سوال عموماً اس لیے پیدا ہوتا ہے کہ خطبہ کو وعظ اور تقریر سمجھ لیا جاتا ہے

لیکن حقیقت یہ نہیں ہے۔ اگر خطبہ محض وعظ اور تقریر ہوتا تو اس کیلئے وہ شرطیں نہ ہوتیں جو حضرات فقہاء نے تحریر فرمائی ہیں مثلاً: (۱) خطبہ جمعہ، جمعہ کے وقت میں یعنی زوال کے بعد ہونا ضروری ہے، اگر زوال سے پہلے خطبہ پڑلیا گیا تو وہ غیر معتبر ہوگا اس کا اعادہ ضروری ہوگا۔ اگر خطبہ صرف وعظ ونصیحت ہوتا تو زوال سے پہلے بلکہ خاص زوال کے وقت بھی جائز ہوتا اسکے لوٹانے کا حکم نہ دیا جاتا۔ (۲) خطبہ نماز سے پہلے شرط ہے اگر جمعہ کی نماز کے بعد خطبہ پڑھا گیا تو جمعہ کی نماز اداء نہ ہوگی، دوبارہ خطبہکے ساتھ پڑھنی ضروری ہوگی۔ اگر خطبہ کا مقصد صرف وعظ ہوتا تو وہ نماز کے بعد پڑھنے سے بھی پورا ہوسکتا تھا۔ (۳) خطبہ کے وقت مردوں کا ہونا ضروری ہے اگر فقط عورتوں کے سامنے خطبہ پڑھا گیا تو وہ ناکافی ہوگا مردوں کے آنے کے بعد خطبہ دوبارہ پڑھنا پڑے گا۔ (۴) شورشغب یا کسی اور وجہ سے سامعین سن نہ سکیں تب بھی خطبہ پڑھا جائے گا اور وہ خطبہ معتبر ہوگا۔ (۵) اگر حاجرین سبھی بہرے ہوں یا سب سو رہے ہوں تب بھی خطبہ پڑھنا ضروری ہے اگر اس حال میں خطبہ نہ پڑھا گیا تو جمعہ کی نماز صحیح نہ ہوگی۔ (۶) خطبہ کے وقت اگر سامعین سب علماء فضلاء ہوں کوئی بھی جاہل نہ ہو تب بھی خطبہ پڑھا جائے گا ورنہ نماز جمعہ صحیح نہ ہوگی۔ اگر خطبہ کا اصلی مقصد صرف وعظ ونصیحت ہی ہوتا تو حضرات علماء کے سامنے اس کی ضرورت نہیں تھی، نماز بغیر خطبہ کے درست ہوجاتی۔

اس طرح کے احکام وشرائط سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ کی اصل حقیقت ذکراللہ ہے، البتہ دوسرے درجہ میں اس کا مقصد وعظ وتذکیر بھی ہے۔ لہذا تکبیر تحریمہ، ثناء، تعوذ، تسمیہ، تحمید، تشہد، درود، دعاء قنوت وغیرہ کے مانند خطبہ بھی عربی میں پڑھنا چاہیے۔ اگر عربی میں خطبہ سمجھ میں نہیں آیا تو نماز میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے وہ بھی کہاں سمجھ میں آتا ہے۔ قرأت بھی ہم کہاں سمجھ سکتے ہیں؟ تو کیا ان تمام کو اردو کا جامہ پہنایا جائے؟

اس مرض کا اصلی علاج یہ ہے کہ عربی اتنی سیکھ لی جائے کہ خطبہ وغیرہ کا مطلب سمجھ سکیں عبادت کی صورت مسخ (بگاڑنا) کرنا یہ اس کا علاج نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۶۹ ج ۱)

عربی خطبہ سے اسلامی اتحاد کی حفاظت ہے

عربی زبان میں خطبہ کی اہم مصلحت اسلامی اتحاد کی حفاظت بھی ہے۔ مسلمان دنیا کے کسی گوشہ میں پہونچ جائے اس کو دوسری عبادت کے مثل خطبہ میں بھی یہ محسوس نہو کہ وہ اجنبی اور

Marfat.com

غریب الوطن ہے۔ اگر ہر جگہ وہاں کی مادری اور ملکی زبان میں خطبہ پڑھا جائے گا۔ تو ایک مسلمان کو دوسرے ملک میں عبادات کے سلسلہ میں بھی غربت اور اجنبیت محسوس ہوگی، وہ نہ وہاں خطبہ پڑھ سکے گا نہ اس کو سمجھ سکے گا اور اس طرح اسلامی اتحاد پارہ پارہ ہو کر رہ جائے گا۔

عربی کیساتھ اردو ترجمہ کرنا بھی مفید نہیں ہے کیونکہ سامعین مختلف ممالک وزبان کے لوگ ہوتے ہیں کس کس کی زبان میں ترجمہ کیا جائیگا؟ نیز اس طرح ترجمہ کرنے میں طوالت ہوتی ہے اور خطبہ میں اس طرح طوالت خلاف سنت اور مکروہ ہے۔ (فتاوی رحیمیہ ص ۲۷۰ ج ۱)

عہد نبوی ﷺ اور خطبہ جمعہ

جس طرح آج تبلیغ احکام اور اس کی تعلیم واشاعت کی حاجت ہے اس وقت (عہد نبوی ﷺ میں) اس سے زیادہ تھی کیونکہ اب تو کتب ورسائل ہر قوم کی زبان میں ہزار ہا موجود ہیں۔ اس وقت سلسلہ طباعت وتصنیف بالکل نہ تھا۔ نیز یہ بھی نہ تھا کہ حضور پر نور ﷺ کے مخاطب ہمیشہ اہل عرب ہی ہوں، بلکہ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ روم وفارس اور مختلف بلاد عجم کے لوگ آں حضرت ﷺ کی مجلس خطبہ میں شریک ہوتے تھے۔ اب اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ آپ ﷺ بوجہ مادری زبان عربی ہونے کے دوسری زبان میں خطبہ نہ دیتے تھے تو اگر خطبہ وعظ وتبلیغ ہی تھا اور تبلیغ سرور کائنات ﷺ کی ظاہر ہے کہ تمام اقوام عرب وعجم کے لیے عام ہے تو عجمیوں (غیر عرب) کی رعایت سے ایسا کیا جاسکتا تھا کہ کسی صحابی کو حکم فرماتے کہ جو خطبہ کے بعد ہی اس کا ترجمہ عجم کی زبان میں سنا دیتے، جیسا کہ بعض وفود وغیرہ سے مکالمہ کے وقت ترجمان سے کام لیا جاتا تھا لیکن تمام عمر نبوی ﷺ میں اس قسم کا ایک بھی واقعہ مروی نہیں۔

حضور ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ ایک سیل رواں کی صورت میں بلاد عجم میں داخل ہوئے اور دنیا کو کوئی گوشہ نہ چھوڑا۔ جہاں اسلام کا کلمہ نہیں پہونچادیا اور شعائر اسلام، نماز جمعہ وغیرہ قائم نہیں کر دیئے۔ ان حضرات کے خطبے تاریخ کی کتابوں میں آج بھی بالفاظہا مذکور ومدون ہیں، ان میں سے کسی ایک نے بھی کبھی بلاد عجم میں اپنے مخاطبین کی ملکی زبان میں خطبہ نہیں دیا حالانکہ وہ ابتداء فتح واسلامی تعلیمات کی اشاعت کا بالکل ابتدائی زمانہ تھا۔ جبکہ تمام لوگ تبلیغ احکام کے آج سے کہیں زیادہ محتاج تھے۔

یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ ان کو عجمی زبان سے واقفیت نہ تھی کیونکہ بہت سے صحابہ کا عجمی زبانوں

Marfat.com

فارسی یا رومی یا حبشی وغیرہ سے واقف ہونا بخوبی تقریر کرسکنا ان کی سوانح اور تذکروں میں بصراحت مذکور ہے۔

حضرت زید ابن ثابتؓ کے متعلق ثابت ہے کہ وہ بہت سی مختلف زبانیں جانتے تھے اور حضرت صہیبؓ روم کے باشندے تھے اسی طرح بہت سے صحابہ ہیں جن کی مادری زبانیں عربی کے علاوہ دوسری تھیں۔ اسکے علاوہ اگر معنی خطبہ کو عجمیوں کے علم میں لانا خطبہ کے وقت ہی ضروری سمجھا جاتا اور خطبہ کا مقصد صرف تبلیغ ہی ہوتی تو جو سوال آج کیا جاتا ہے کہ خطبہ عربی میں پڑھنے کے بعد اس کا ترجمہ اردو یا کسی ملکی زبان میں کردیا جائے۔ کیا یہ اس وقت ممکن نہیں تھا؟ جیسا کہ دوسری ملکی وسیاسی ضرورتوں کے لیے ہر صوبہ میں عمال حکومت اپنے پاس ترجمان رکھتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے ایک مستقل ترجمان انھیں ضرتوں کے لیے اپنے پاس رکھا تھا (بخاری میں موجود ہے) لیکن اس کے باوجود نہ حضرت ابن عباسؓ سے نہ کسی دوسرے صحابیؓ سے یہ غیر عربی زبان میں خطبہ دینا یا خطبہ کا ترجمہ کرانا یا خود کرنا بالکل منقول نہیں اس تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ خطبہ کیلئے سنت یہ ہی ہے کہ وہ صرف عربی زبان میں پڑھا جائے اور ضرورت کے وقت بھی اس کا ترجمہ وغیرہ نہ کیا جائے۔ (خطبات جمعہ وعیدین از ص ۶۲ تا ص ۶۴)

خطبہ جمعہ وعیدین میں فرق ہے

(۱) خطبہ عیدین جمعہ کی طرح نماز کیلئے شرط نہیں بلکہ بغیر خطبہ بھی نماز عیدین صحیح ہوجاتی ہے۔

(۲) خطبہ عیدین فرض وواجب نہیں بلکہ سنت ہے۔

(۳) خطبہ عیدین بعد نمازِ عید پڑھا جاتا ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں کہ ''فرق درمیان خطبہ جمعہ وعیدین کے یہ ہے کہ خطبہ عیدین میں سنت ہے شرط نہیں اور یہ کہ عیدین میں خطبہ نماز کے بعد ہے، بخلاف جمعہ کے۔

بحرالرائق میں ہے کہ اگر عیدین میں بالکل خطبہ نہ پڑھا جائے تو نماز صحیح ہوجائیگی اگرچہ ترکِ سنت سے گنہگار ہوں گے، اسی طرح نماز سے پہلے خطبہ پڑھنے میں خلاف سنت کا گناہ ہوگا، مگر نماز درست ہوجائے گی۔

امور مذکورہ پر نظر کرتے ہوئے اگر خطبہ عیدین میں عربی خطبہ پڑھ کر اردو (یا مقامی زبان میں) ترجمہ سنا دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اول تو اس خطبہ کی وہ شان نہیں کہ شرط

Marfat.com

نماز یا دو رکعت کے قائم مقام ہو۔ دوسرے چونکہ خطبہ عیدین نماز کے بعد ہوتا ہے تو جب خطبہ عربی سے فراغت ہوگی تو نماز عید اور اسکی سنت ادا ہوگی۔ اب خالی وقت ہے اس میں بطور تبلیغ احکام کے ترجمہ سنا دیں تو کوئی مضائقہ نہیں اور تطویل خطبہ بھی لازم نہیں آتا کیونکہ ترجمہ کے وقت اگر کوئی شخص جانا چاہے تو کوئی حرج شرعی ان پر عائد نہیں ہوتا بخلاف خطبہ جمعہ کے کہ وہاں ابھی تک نماز نہیں ہوئی، نماز کا انتظار لامحالہ ضروری ہے۔ (خلاصہ ''الاجوبہ فی عربیہ'' از مفتی محمد شفیع)

خطبہ کا عام حل

جمعہ کی نماز میں مسلمانوں کے اجتماع عظیم اور اظہار شوکت اسلامیہ کو بڑا دخل ہے اجتماع عظیم کے سامنے خطبہ دینے کا مقصد ان کی دینی، اجتماعی ضرورتوں کو رفع کرنا اور ان کے متعلق احکام اسلامیہ کی تبلیغ کرنا، ایک جم غفیر کا اجتماعی حیثیت سے رب العالمین کی بارگاہِ معلیٰ میں سر بسجود ہونا ہے۔

ایک خطبہ ہمیشہ کیلئے متعین کر لینا اور ہر جمعہ کو وہی پڑھ دینا اگرچہ فرضیت کو پورا کر دیتا ہے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ مقصد خطبہ سے دور ہے۔

لیکن خطبہ میں نظم واشعار پڑھنا غیر ضروری باتیں کرنا، عربی نثر کے سوا اور کسی طرح خطبہ پڑھنا بھی سنت قدیمہ متوارثہ کے خلاف ہے۔

بہتر صورت یہ ہے کہ اذان خطبہ سے پہلے مقامی زبان میں تمام ضروری باتیں بیان کر دی جائیں جن میں مسائل بھی ہوں اور دوسری ضروری باتیں بھی ہوں، اس کے بعد خطبہ کی اذان ہو اور زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ میں دونوں خطبے خالص عربی زبان میں ادا کر لئے جائیں، اس میں ضرورت بھی پوری ہو جائے گی اور خطبہ کی وضع مسنون بھی قائم رہے گی۔

(کفایت المفتی، ص ۲۲۰، جلد ۳)

لوگوں کو وقتی ضروریات اور ضروری مسائل سے آگاہ تو کر دیا جائے لیکن تطویل نہ کی جائے۔ تھوڑا سا وقت جو قابل برداشت ہو اس میں صرف کیا جائے۔

(کفایت المفتی، ص ۲۱۹، ج ۳)

تفہیم کی ضرورت سے انکار نہیں لیکن طریقہ ماثورہ کی حفاظت بھی ضروری ہے۔

(کفایت المفتی، ص ۲۱۴، ج ۳)

Marfat.com

خطیب پر یہ لازم نہیں کہ سامعین کو سمجھانے کیلئے غیر عربی میں خطبہ پڑھے۔ یہ تو سامعین یعنی سننے والوں کی کمزوری ہے کہ عربی زبان سے نابلد ہیں۔ (کفایت المفتی، ص ۲۱۲، ج ۳)

(اگر کسی کے پاس حکومت وقت یا کسی اور کے پاس سے دوسری زبان میں کوئی حکم یا پیغام آجائے و بتا۔۔۔ کہ اس کو سمجھے بغیر کیسے چین آئے گی۔ اسلئے کم از کم کچھ تو عربی زبان کی سوجھ بوجھ ہونی چاہئے۔ محمد رفعت قاسمی عفا اللہ عنہ)

جمعہ کا خطبہ شرائط میں سے ہے

(۱) جمعہ کے خطبہ کو باتفاق فقہاء شرائط جمعہ میں شمار کیا گیا ہے۔ اگر خطبہ کا مقصد وعظ و تبلیغ ہی تھا تو جمعہ کے شرائط میں داخل کرنے کے کوئی معنی نہ تھے کہ ادائے جمعہ اس پر موقوف ہو جائے۔

(۲) خطبہ کیلئے ظہر کا وقت ہونا شرط ہے۔ (بحر الرائق، ص ۱۵۸، جلد اول)

خطبہ کیلئے ظہر کا وقت شرط ہے، اگر قبل ظہر خطبہ پڑھ لیا اور نماز جمعہ ظہر کے وقت کے اندر پڑھی تو یہ خطبہ اور نماز دونوں صحیح نہیں ہوئے۔

اگر خطبہ کا مقصد ذکر محض نہ تھا بلکہ وعظ و تبلیغ مقصد ہو تو ظہر کے وقت کی کیا تخصیص ہے۔ اگر زوال سے پہلے کوئی خطبہ پڑھ لے اور نماز بعد زوال پڑھے تو کیا مقصد وعظ ادا نہ ہوگا کہ فقہاء اس صورت میں جمعہ کو بھی ناجائز قرار دیتے ہیں۔

(۳) ادائے خطبہ کیلئے صرف پڑھ دینا کافی ہے کسی کا سننا ضروری نہیں۔ اگر چند بہرے آدمیوں کے سامنے یا سوتے ہوئے لوگوں کے سامنے خطبہ پڑھ دیا پھر نماز جمعہ پڑھی تو خطبہ ادا ہو گیا اور نماز صحیح ہو گی۔ اگر مقصود خطبہ وعظ و تذکیر ہو تو مذکورہ کے جواز کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔

(۴) اگر خطبہ پڑھنے کے بعد امام کسی کام میں مشغول ہو گیا اور نماز میں کوئی معتد بہ فصل ہو گیا تو قول مختار کے موافق خطبہ کا اعادہ کرنا ضروری ہے اگرچہ سننے والے دوبارہ بھی وہی ہونگے جو پہلے سن چکے ہیں۔

اگر وعظ و پند ہی خطبہ کا مقصد ہوتا تو اس اعادہ سے کیا فائدہ متصور ہے۔

(۵) بہت سے فقہاءؒ نے خطبہ جمعہ کو دو رکعتوں کے قائم مقام قرار دیا ہے۔

Marfat.com

(۶) خطبہ کی جو پندرہ سنتیں مذکور ہوئی ہیں وہ بھی یہی بتلاتی ہیں کہ خطبہ کا اصلی مقصد ذکر اللہ ہے وعظ و تبلیغ اس کے مقاصد اصلیہ میں داخل نہیں ورنہ ان آداب اور سنن کا وعظ تذکیر سے کوئی علاقہ معلوم نہیں ہوتا۔

امورِ مذکورہ سے یہ بات اچھی طرح روشن ہوگی کہ خطبہ جمعہ کا مقصد اصلی شریعت کی نظر میں صرف ذکر اللہ ہے وعظ و تذکیر اس کی حقیقت و مقصد کا جزء نہیں۔ البتہ اسکے ساتھ ہی یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ خطبہ میں کلمات وعظ و تذکری کا ہونا سنت ہے، تو جس طرح وعظ و تذکری وغیرہ کے کلمات کا خطبہ میں چھوڑ دینا خلاف سنت ہوا اسی طرح غیر عربی زبان میں پڑھنا یا عربی میں پڑھ کر اس کا ترجمہ سنانا یہ بھی خلاف سنت اور مکروہ ٹھہرا۔

(خطبات ماثورہ، ص ۲۱ بحوالہ رسالہ الاعجوبۃ فی عربیۃ از مولانا مفتی محمد شفیع علیہ الرحمۃ مفتی اعظم پاکستان)

نکاح کے فضائل

مسئلہ نکاح کرنا سنت رسول اللہ ﷺ ہے اور نکاح کے بہت سے فوائد احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔ مثلاً جو شخص باوجود استطاعت کے نکاح سے بے رغبتی اور اعراض کرے، اس کے بارے میں آں حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ "وہ شخص میرے طریق پر نہیں ہے"۔

(فتاویٰ دار العلوم، ص ۴۱، ج ۷، بحوالہ مشکوٰۃ، ص ۲۶۸، ج ۲)

مسئلہ جوان اولاد کے نکاح میں حتی الوسع جلدی کرنا ضروری ہے، خصوصاً لڑکی کے نکاح میں باوجود موقع مناسب ملنے کے دیر کرنا بہت برا ہے۔ حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اگر اس اولاد سے گناہ سرزد ہو تو وبال اسکا باپ پر ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم، ص ۴۳، ج ۷، بحوالہ مشکوٰۃ، ص ۲۷۱، جلد اول)

مسئلہ نکاح ثانی (دوسرا نکاح) شرعاً جائز اور مستحب ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے۔ نکاح ثانی کو رسم کی وجہ سے عیب جاننا گناہ ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم، ص ۴۵، ج ۷)

(آں حضرت ﷺ کی ازواج مطہراتؓ میں اکثر بیوہ عورتیں تھیں، اسی طرح بہت سے صحابہؓ نے بیواؤں سے شادیاں کی ہیں۔ رفعت قاسمی)

مسئلہ شریعت سے مرد کو چار بیویاں رکھنے کی اجازت اور اباحت ہے لیکن ساتھ میں یہ حکم بھی

Marfat.com

ہے کہ ان میں عدل و مساوات کرے، اور اگر ایسا نہ کر سکے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفاء کرے۔

(فتاویٰ دار العلوم، ص ۴۷، ج ۷، بحوالہ قرآن کریم پارہ ۴)

مسئلہ دوسری شادی پہلی بیوی کی اجازت کے بغیر جائز ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ ہر دو بیویوں کے حقوق پوری پوری ادا کرے اور برابری اور عدل کرے۔

(فتاویٰ دار العلوم، ص ۵۱، ج ۷، بحوالہ درمختار، ص ۵۴۶، ج ۲)

نکاح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل

آں حضرت علیہ ﷺ نے اپنے طرز عمل اور ارشادات سے نکاح و شادی کا جو عمومی طریقہ مقرر فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ مرد کی طرف سے عورت کے اولیاء اور سرپرستوں کو پیام دیا جائے اور رشتہ کی طلب و استدعاء کی جائے۔ وہ اگر رشتہ کو مناسب اور قرین مصلحت سمجھیں تو عورت کے عاقلہ بالغہ اور صاحب رائے ہونے کی صورت میں اس کی مرضی معلوم کر کے اور کم سن (کم عمر) ہونے کی صورت میں اپنی مخلصانہ اور خیر خواہانہ صوابدید کے مطابق رشتہ منظور کرلیں اور نکاح کر دیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہی طریقہ فطرت و حکمت کے عین مطابق ہے۔

نکاح و شادی کی اصل ذمہ داریاں چوں کہ منکوحہ عورت پر عائد ہونگی اور وہی ساری عمر کیلئے ان کی پابند ہوگی اس لئے اس کی رائے اور رضامندی لینا بھی ضروری قرار دیا گیا ہے اور اس کے نفس کا اصل مختار خود اسی کو قرار دیا گیا ہے، ولی اور سرپرست کو حق نہیں ہے کہ اس کی مرضی کے خلاف کسی سے اس کا نکاح کر دے۔

اسی کے ساتھ عورت کو شرف نسوانیت کی رعایت سے ہدایت فرمائی گئی کہ معاملہ اولیاء اور سرپرستوں ہی کے ذریعہ طے ہو اور وہی عقد و نکاح کرنے والے ہوں یہ بات عورت کے مقام شرف کے خلاف ہے کہ کسی کی بیوی بننے کا معاملہ وہ خود براہ راست طے کرے اور خود سامنے آ کر اپنے کو کسی کے نکاح میں دے۔ (کورٹ میرج کرے)۔

علاوہ ازیں چونکہ کسی لڑکی کے نکاح کے کچھ اثرات اس خاندان پر بھی پڑتے ہیں اس وجہ سے بھی اولیاء (خاندانی بزرگوں کو کسی درجہ میں دخیل قرار دیا گیا ہے، اس کے علاوہ یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر سارا معاملہ عورت ہی کے ہاتھ میں دے دیا جائے اور اولیاء بے تعلق رہیں تو اس کا بہت زیادہ امکان ہے کہ بے چاری عورت دھوکہ کھا جائے اور کسی کے دام فریب میں آ کر

Marfat.com

خود اپنے حق میں غلط فیصلہ کرلے، ان سب وجوہ کی بناء پر ضروری قرار دیا گیا ہے کہ (خاص استثنائی صورتوں کے علاوہ) نکاح وشادی اولیاء ہی کے ذریعہ ہو۔ (معارف الحدیث، ص۱۰، ج۷)

نکاح کی فقہی حیثیت

مسئلہ: عام حالات میں نکاح کرنا سنت موکدہ اور غلبہ شہوت کے وقت واجب ہے، لیکن اگر بیوی کے حقوق کی ادائیگی میں ظلم کا احتمال ہو تو مکروہ ہے۔ (کتاب الفقہ، ص۲۴، ج۴)

نکاح کے ارکان

مسئلہ: نکاح کے دو رکن (اجزائے لازمی) ہیں۔ (۱) ایجاب۔ (۲) قبول۔ عورت یا مرد کی طرف سے جو کلام پہلے بولا جاتا ہے اس کو ایجاب اور دوسرے کو قبول کہتے ہیں۔

(عالمگیری، ص۵، ج۶)

نکاح کے یہ دو ایسے رکن ہیں کہ ان کے بغیر نکاح کی تکمیل نہیں ہوسکتی ہے، ایک تو ایجاب یعنی وہ الفاظ جو ولی یا ولی کے قائم مقام کی طرف سے (اگر لڑکی نا سمجھ یا چھوٹی ہے) کہے جائیں، دوسرے قبول یعنی وہ الفاظ جو خاوند یا اس کے قائم مقام کی طرف سے کہے جائیں (جب کہ دولہا بہت ہی چھوٹا ہو اور بولنا بھی نہ جانتا ہو)۔ (کتاب الفقہ، ص۲۴، ج۴)

مسئلہ: نکاح نام ایجاب وقبول کا ہے۔ یہ دونوں (عورت کی اجازت اور مرد کا قبول کرنا) رکن نکاح ہیں اور سننا ہر ایک کا عاقدین میں سے دوسرے کے لفظ کو اور سننا گواہوں کا ایجاب وقبول کو، یہ شرائط میں سے ہیں۔ اور سنن ومستحبات میں سے اعلان نکاح وغیرہ ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم، ص۵۳، ج۷، بحوالہ الدر المختار، ص۳۶۰، ج۲)

ایجاب وقبول کا مطلب

''ایجاب'' کہتے ہیں ہامی بھرنے، اقرار کرنے کو، یعنی لڑکی اقرار کرے کہ میں فلاں شخص سے نکاح پر آمادہ ہوں، تیار ہوں، اور یہ اقرار ضروری نہیں ہے کہ لڑکی کی طرف سے الفاظ میں یعنی لفظ ہو۔ اشارۃً کنایۃً بھی کافی سمجھا جاسکتا ہے۔

اور ''قبول'' نام ہے مرد کے اس اعلان کا کہ میں نے فلاں بنتِ فلاں کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔ یہاں مرد کے ساتھ اقرار کے بجائے اعلان کا لفظ اس لئے استعمال کیا گیا کہ مرد کا

Marfat.com

اشارۃً یا کنایۃً اقرار کافی نہیں ہے بلکہ اسے صاف الفاظ میں بہ آواز بلند کہنا ہوگا کہ میں نے قبول کی، یا میں نے قبول کیا۔ اور مرد کا یہ اعلان دلہن بھی سنے، یہ شرعاً بالکل ضروری نہیں ہے بلکہ وکیل اور گواہوں کا سننا کافی ہے (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ: ایجاب وقبول کا ایک ساتھ ہونا شرط نہیں۔ (کتاب الفقہ،ص ۲۶،ج۴)

نکاح کی شرائط

مسئلہ: نکاح میں متعدد شرطیں ہیں۔

(۱) عقد نکاح کرنے والے کا سمجھدار ہونا، (۲) بالغ ہونا،

(۳) آزاد ہونا۔

ان میں سے اول نکاح منعقد ہونے کیلئے شرط ہے، لہٰذا اگر کوئی مجنون یا ناسمجھ بچہ نکاح کا معاملہ کرے تو وہ نکاح منعقد نہ ہوگا، اور آخری دو باتیں نکاح کے نافذ ہونے کیلئے شرط ہیں، اس لئے سمجھدار نابالغ بچہ کا کیا ہوا نکاح اس کے ولی اور سرپرست کی اجازت سے نافذ ہوگا۔ (بدائع)

(۴) محل نکاح (عورت کا ہونا، یعنی اس عورت کا ہونا جس سے بذریعہ نکاح لطف اندوز ہونے کی اجازت شریعت نے دی ہے۔

(۵) عقد کرنے والوں میں سے ہر ایک دوسرے کا کلام سنے۔ (یا ان کا قائم مقام سنے)۔

(۶) گواہ بنانا۔ اکثر علماء کا فیصلہ ہے کہ گواہ بنانا صحتِ نکاح کے لئے شرط ہے، اور گواہی کے لئے چار شرطیں ہیں۔

(۱) آزاد ہونا۔ (۲) سمجھدار ہونا۔

(۳) بالغ ہونا۔ (۴) مسلمان ہونا۔

مسئلہ: اور گواہی کے لئے عدد معین دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں ہونا شرط ہے، لہٰذا ایک مرد کی گواہی سے نکاح نہ ہوگا۔ (بدائع)

گواہ کے لئے صرف مرد ہونا ضروری نہیں، اس لئے ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے نکاح ہو جائے گا۔ (ہدایہ)

مسئلہ: محض دو عورتوں یا دو مخنثوں کی گواہی سے نکاح نہ ہوگا، جب تک ان کے ساتھ کوئی مرد نہ ہو۔ (فتاوٰی قاضی خاں)

مسئلہ صرف ایک مرد کی گواہی سے نکاح نہ ہوگا۔ (فتاویٰ دار العلوم، ص ۱۰۵، ج ۷)

مسئلہ دو گواہوں کا ہونا اور ایجاب وقبول کو سننا فرض ہے اور شرط ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم، ص ۴۷، ج ۷)

۷) نکاح کی ساتویں شرط یہ ہے کہ دونوں گواہ نکاح کرنے والے کا کلام ایک ساتھ سنیں۔

(فتح القدیر)

مسئلہ اگر گواہ بہرے تھے تو نکاح نہ ہوگا (جب تک کہ وہ سن نہ لیں)

مسئلہ ہکلے اور ایسے گونگے کی گواہی سے نکاح ہو جائے گا جو سنتا ہو۔

مسئلہ اگر دو گواہوں میں سے ایک بہرا ہے، دوسرے گواہ نے عاقدین (مرد وعورت) کا کلام سنا اور ہر اسی نے یا کسی دوسرے شخص نے بہرے کے کان میں باآواز بلند کہہ دیا تب بھی نکاح نہ ہوگا جب تک دونوں گواہ ایک ساتھ نہ سنیں۔

۸) آٹھویں شرط: لڑکی اگر بالغ ہو تو اس کی رضامندی ضروری ہے، بالغہ کا ولی نکاح کے لئے مجبور نہیں کر سکتا۔

۹) ایجاب وقبول (عورت ومرد کے کلام) ایک ہی مجلس میں ہوں، لہٰذا مجلس بدل جائے، مثلاً دونوں مجلس میں موجود تھے۔ مرد وعورت میں سے کسی ایک نے ایجاب کیا اور دوسرا قبول کرنے سے پہلے ہی مجلس سے اُٹھ گیا یا ایسے کام میں مشغول ہو گیا جس سے مجلس بدل جاتی ہے تو نکاح نہ ہوگا۔ (عالمگیری، ص ۸، ج ۶)

(یعنی نکاح کرنے والے خواہ مرد وعورت خود ہوں، یا دونوں کے سرپرست ہوں، یا ایک کا سرپرست ہو، اور دوسرا خود ہو، دونوں میں سے پہلے شخص کے کلام کو ایجاب اور دوسرے کے کلام کو قبول کہا جاتا ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ گواہوں کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ نکاح کے مخصوص الفاظ کے معنی بھی جانتے ہوں، لیکن یہ شرط ہے کہ وہ اتنا جانتے ہوں کہ ان الفاظ سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔

(کتاب الفقہ، ص ۳۵، ج ۴ و درمختار، ص ۳۷۷، ج ۲)

مسئلہ نابینا اشخاص یا تہمت یا زنا کے جرم میں سزا یافتہ اشخاص کی شہادت (گواہی) سے بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے، اگرچہ انھوں نے توبہ نہ کی ہو، یا بدکار ہوں۔

مسئلہ بیٹے کی شہادت (گواہی) سے بھی نکاح ہو جاتا ہے اگرچہ نکاح کے علاوہ اس کی گواہی

Marfat.com

باپ یا ماں کے حق میں تسلیم نہیں کی جاتی۔ غرض نکاح کی گواہی کیلئے اصول اور فروع (یعنی اوپر اور نیچے دونوں طرف کے رشتہ داروں) کی گواہی درست ہے۔

(کتاب الفقہ ،ص ۳۳، ج ۴ و علم الفقہ ،ص ۳۶، ج ۲)

مسئلہ دونوں گواہ ایسے ہوں کہ ان کو عدالت میں پیش کر سکیں۔

مسئلہ گواہوں کو مجلس نکاح میں موجود ہونا چاہئے تا کہ وہ ایجاب وقبول کو سنیں۔

(علم الفقہ ،ص ۳۶، ج ۶)

گونگے و نابینا کا نکاح کیسے پڑھایئے؟

مسئلہ جس طرح اور ضروریات نابینا و بہرے کو سمجھائی جاتی اور اس سے دریافت کی جاتی ہیں اسی طرح نکاح بھی کر دیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ،ص ۳۲۳، ج ۱۰ بحوالہ شامی ،ص ۲۶۵، ج ۲)

مسئلہ عورت کی اجازت سے گونگے سے نکاح درست ہے، اور گونگے کا قبول کرنا اشارہ سے ہوسکتا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ،ص ۹۰، ج ۷)

مسئلہ گونگے کا نکاح ایسے اشارہ سے صحیح ہو جائے گا جس سے ایجاب یا قبول (ہاں، اقرار) سمجھ میں آتا ہو اور سننے والوں کو اس کی مراد معلوم ہو جائے۔

(احسن الفتاویٰ ،ص ۳۳، ج ۵ بحوالہ ردالمختار ،ص ۲۹۴، ج ۲)

مسئلہ اگر گونگا لکھنا پڑھنا جانتا ہو تو لکھ کر اس کے سامنے کر دیا جائے اور وہ لکھ دے کہ مجھے قبول ہے۔ اگر لکھنا نہ جانتا ہو تو اشارہ سے قبول کرنا کافی ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ،ص ۶۰، ج ۷ بحوالہ ردالمختار ،ص ۵۸۴، ج ۲)

نابالغ بچوں کے نکاح کا طریقہ

مسئلہ نکاح کی مجلس میں نکاح پڑھانے والا دو گواہوں کے سامنے اور حاضرین مجلس کے روبرو نابالغہ لڑکی (بچی) کے باپ کو خطاب کر کے یوں کہے کہ آپ نے اپنی لڑکی کو بعوض مہر اتنے میں فلاں صاحب کے لڑکے کے نکاح میں ''بیوی بنا کر دی'' نابالغہ کے باپ نے کہا، ''دی''۔ پھر نکاح پڑھانے والا نابالغہ بچہ کے باپ سے خطاب کر کے کہے کہ آپ نے فلاں صاحب کی لڑکی کو اپنے لڑکے کے نکاح میں ''بیوی بنا کر قبول کی'' تو جب بابالغ کے باپ نے کہا کہ ''قبول کی'' تو اس

Marfat.com

طرح سے ایجاب وقبول سے نکاح درست ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ، ص۲۴۷، ج۵)

غیر مسلم جج کے سامنے نکاح کرنا

مسئلہ اگرچہ سرکاری دفتری میں غیر مسلم جج کے روبرو دو مسلمان مرد یا ایک مسلمان مرد اور دو مسلمان عورتوں کی موجودگی میں باقاعدہ ایجاب وقبول ہوجانے سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے اور حقوقِ زوجیت بھی حاصل ہوجاتے ہیں، لیکن نکاح کا یہ طریقہ خلافِ سنت ہے، مسنون طریقہ یہ ہے کہ نکاح علی الاعلان ہو اور خطبہ ماثورہ پڑھا جائے، لہٰذا قانونی کارروائی کے بعد گھر آ کر فوراً مسنون طریقہ سے نکاح کرلیا جائے تاخیر کرنا غیر ضروری، نامناسب اور خلاف مصلحت ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ، ص۲۴۲، ج۵)

نکاح کیلئے کیا قاضی کا ہونا ضروری ہے؟

مسئلہ قاضی شہر کے علاوہ برضاء طرفین اگر دوسرا شخص نکاح پڑھادے تو یہ صحیح ہے نکاح ہو جائے گا۔ (فتاویٰ دارالعلوم، ص۱۵۷، ج۷)

مسئلہ شرعاً پورا اختیار ہے کہ جس کے ذریعے دل چاہے نکاح پڑھوالیا جائے کسی خاص نکاح خواں کی کوئی قید نہیں ہے، لہٰذا جو شخص دیندار اور مسائل نکاح سے واقف ہو، اس سے نکاح پڑھوا لیا جائے۔

مسئلہ نکاح خوانی کسی خاص خاندان یا کسی خاص شخص کا شرعاً حق نہیں ہے۔ جس سے نکاح پڑھوالیا جائے نکاح منعقد ہوجاتا ہے۔ انتظامیہ قضیہ جداگانہ ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم، ص۱۶۳، ج۷)

مسئلہ مسنون یہ ہے کہ خطبہ نکاح کا وہ شخص پڑھائے جو لڑکی کا ولی ہو کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کے نکاح کے وقت خود ہی خطبہ پڑھا تھا، ہاں اگر کوئی جاہل شخص ولی ہو، یعنی وہ خطبہ نہ پڑھ سکتا ہو تو اور کسی سے خطبہ نکاح پڑھوائے۔ (علم الفقہ، ص۲۱، ج۶)

مسئلہ بے نمازی کا پڑھا ہوا نکاح خطبہ درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم، ص۱۴۸، ج۷)

(گو بہتر یہ ہی ہے کہ کسی عالم وصالح شخص سے نکاح پڑھوائے۔ رفعت قاسمی)

مسئلہ نکاح خوانی کی اُجرت درست ہے، اور جو شخص قاضی (نکاح پڑھنے والے) کو بلا کر لے جائے اور نکاح پڑھوائے، اس کے ذمہ اُجرت لازم ہوگی، لڑکے والا ہو یا لڑکی والا۔

(فتاویٰ محمودیہ، ص۱۸۶، ج۹)

Marfat.com

بلاتحریر کے نکاح؟

مسئلہ بلاتحریر کے نکاح منعقد ہو جاتا ہے، تحریر ضروری نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم، ص۸۶، ج۷ بحوالہ بحر الرائق، ص۸۳، ج۳)

مسئلہ نکاح کو رجسٹر میں درج کرنا شرعاً لازم نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ، ص۲۲۹، ج۱۱)

مسئلہ مستحب ہے کہ نکاح نامہ تحریر کر لیا جائے۔ (بحر الرائق، ص۹۷، ج۳)

مسئلہ نکاح نامہ میں نکاح کا دن، تاریخ، وقت، مہر کی تعداد، زوجین اور گواہوں کے نام لکھنے چاہئیں، زوجین یا ان کے وکلاء یا اولیاء سے اور گواہوں سے اس پر دستخط کرا لیے جائیں۔

(علم الفقہ، ص۳۸، ج۶)

نکاح پڑھانے والا لڑکی کا تعارف کیسے کرائے؟

مسئلہ منکوحہ (لڑکی) کا اس طرح تعین ضروری ہے کہ شوہر اور گواہ بخوبی پہچان جائیں، کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے، اگر لڑکی یا والد کے نام لئے بغیر ہی ایسی تعین ہو گئی تو نکاح صحیح ہو گیا۔ مثلاً ① لڑکی مجلس میں موجود ہو تو اس کی طرف اشارہ ہی کافی ہے کسی کے نام لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ② لڑکی مجلس میں نہیں مگر اس کے نام سے سب اسے پہچان لیتے ہیں، اس نام کی کوئی دوسری لڑکی غیر شادی شدہ وہاں نہ ہو تو اس صورت میں صرف لڑکی کا نام لینا کافی ہے۔ والد کا نام لینا بھی ضروری نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ، ص۳۸، ج۵ بحوالہ ردالمحتار، ص۲۹۶، ج۲)

مسئلہ نکاح پڑھاتے وقت گواہوں اور حاضرانِ مجلس کے سامنے لڑکی کا تعارف کرانے کیلئے قاضی صاحب کو (لڑکی اور) باپ کا نام لینا کافی ہے خواہ تعارف ہو یا نہ ہو (کیونکہ) لڑکی کا نام مع ولدیت کے لینا قائم مقام تعارف کے ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم، ص۱۱۸، ج۷)

مسئلہ رجسٹر میں نام غلط درج ہونے سے نکاح میں کوئی فرق نہیں آتا، شرعاً اس بات کا اعتبار ہے کہ نکاح پڑھانے والے نے نکاح کے وقت کیا نام لیا۔ اگر اس وقت صحیح نام لیا تھا (چاہے رجسٹر میں غلط لکھا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے) تو نکاح منعقد ہو گیا ورنہ نہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم، ص۱۱۴، ج۷ بحوالہ ردالمحتار، ص۳۷۸، ج۲)

طریقہ نکاح

لڑکی سے جب اجازت لی جائے تو ضروری ہے کہ دو صاحب اس وقت موجود ہوں جو گواہی دے سکیں کہ ان کے سامنے ان صاحب نے اجازت لی ہے۔ جب مجلس نکاح میں یہ آجائیں تو پہلا کام یہ ہے کہ نکاح پڑھانے والے صاحب ان سے تحقیق فرمائیں کہ انھوں نے لڑکی سے اجازت لی ہے، لڑکی نے زبان سے اجازت دی ہے یا خاموش رہی ہے، انکار نہیں کیا، کنواری لڑکی کی خاموشی بھی اجازت سمجھی جاتی ہے، نکاح پڑھانے والے صاحب ساتھ ساتھ پھر یہ بھی معلوم کرلیں کہ مہر کتنا ہوگا۔ لڑکی کا نام، ولدیت اور مہر معلوم کرنے کے بعد یہ خطبہ شروع کریں اور خطبہ ختم کرنے کے بعد لڑکے سے فرمائیں کہ فلاں صاحب اپنی لڑکی کا (نام لے کر) نکاح اتنے مہر پر آپ سے کر رہے ہیں، لڑکی نے بھی اجازت دے دی ہے، آپ قبول کرتے ہیں؟ لڑکا جیسے ہی جواب میں کہہ دے کہ میں نے قبول کیا تو نکاح ہوگیا، البتہ ضروری ہے کہ بلند آواز سے کہے کہ دوسرے بھی سن لیں۔

ایک شکل یہ بھی ہے کہ نکاح پڑھانے والے لڑکی کے ولی سے کہیں کہ وہ انکو نکاح کا وکیل بنادیں، تب نکاح پڑھانے والے صاحب کہیں گے کہ میں فلاں لڑکی کا نکاح اتنے مہر پر آپ سے کرتا ہوں، جب ایجاب وقبول ہو چکے تو یہ دعاء پڑھیں جو احادیث میں مروی ہے: بارك الله لكما وجمع بينكما بالخير۔

ترجمہ اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو برکتیں عطا فرمائے اور دونوں کو بھلائیوں کے ساتھ اکٹھا رکھے۔

(محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

نکاح میں خطبہ کا حکم

مسئلہ نکاح میں خطبہ مسنون ہے، نکاح کی صحت اس پر موقوف نہیں ہے کیونکہ صحتِ نکاح کی شرط شاہدین (دو گواہ) اور اس کا رکن ایجاب وقبول ہے۔ (فتویٰ دار العلوم، ص۵۷، ج۷)

مسئلہ عورت و مرد اگر دو گواہوں کے سامنے خود ایجاب وقبول کرلیں تب بھی شرعاً نکاح صحیح ہوجاتا ہے، اسی طرح اگر ان کے ولی یا وکیل ایجاب وقبول کرلینگے تب بھی نکاح صحیح ہوجائے گا، اگرچہ خطبہ نہ پڑھا ہو کیونکہ خطبہ پڑھنا صرف مستحب ہے (مسنون ہے)۔ جیسا کہ نکاح کا مسجد میں ہونا اور جمعہ کا دن ہونا بھی مستحب ہے اور ترکِ مستحب سے اصل نکاح تو صحیح ہوجاتا ہے، البتہ

Marfat.com

مستحب کا ثواب حاصل نہ ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ، ص۲۹۶، ج۷)

نکاح کا خطبہ کب پڑھنا چاہئے

سوال: خطبہ نکاح، نکاح سے پہلے پڑھے یا بعد میں پڑھنا چاہئے؟

جواب: نکاح کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ مجلس نکاح میں اولاً خطبہ پڑھا جائے اور اس کے بعد ایجاب وقبول کیا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ، ص۱۰۲، ج۲)

مسئلہ: نکاح سے پہلے خطبہ پڑھے۔ اس کیلئے ضروری نہیں ہے کہ وہ خطبہ مخصوص الفاظ میں ہو۔ ہاں ایسا خطبہ ہو جو روایات میں آیا ہو وہ سب سے بہتر ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص۴۶۵، جلد اول)

مسئلہ: عقد نکاح کا اعلان (یا تشہیر) مستحب ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص۴۶۵، ج۱)

مسئلہ: اگر نکاح میں خطبہ نہ پڑھا گیا تو نکاح ہو جائے گا مگر خلاف سنت ہوگا برکات سے محروم رہے گا۔ (فتاویٰ رحیمیہ، ص۱۰۵، ج۲)

نکاح کا خطبہ بیٹھ کر پڑھے یا کھڑے ہو کر؟

مسئلہ: نکاح کا خطبہ پڑھنا شرط نہیں ہے بلکہ مندوب ہے، بعض حضرات کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں، بعض بیٹھ کر، کھڑے ہو کر پڑھنے میں اعلان کی صورت بھی ہے جو کہ مندوب ہے اور عامۃً یہ چیزیں بیٹھ کر ہوتی ہیں، ان کیلئے مستقل قیام نہیں ہوتا، یہی حال خطبہ نکاح کا بھی ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ، ص۱۵۲، ج۱۱)

مسئلہ: اصل خطبوں میں کھڑے ہو کر ہی پڑھنا ہے، مگر بیٹھ کر بھی جائز ہے، ہندوستان میں عام طور پر اب یہی رواج ہے، عرب میں بھی اب یہی رواج ہو گیا ہے۔ (یعنی بیٹھ کر خطبہ نکاح پڑھنا)۔

(فتاویٰ رحیمیہ، ص۳۷۵، ج۲)

ایک مجلس میں چند نکاحوں کے لئے کتنے خطبے ہوں؟

مسئلہ: اگر ایک ہی مجلس میں چند دولہا ہوں تو صرف ایک مرتبہ خطبہ نکاح پڑھ کر سب سے ایجاب وقبول کرانا درست ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم، ص۴۸، ج۴ بحوالہ ردالمحتار، ص۳۵۹، ج۲)

Marfat.com

ایجاب وقبول کتنی بار؟

مسئلہ نکاح کا ایجاب وقبول کے الفاظ کو صرف ایک بار کہنا کافی ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ، ص ۳۳۵، ج ۱۰ بحوالہ شامی، ص ۲۶۲، ج ۲)

مسئلہ لفظ دیا (نکاح میں) اور دی میں کچھ فرق نہیں آتا اور کیا اور کی میں باعتبار معنی کے کچھ فرق نہیں ہے، یہ محاورات کا فرق ہے، اس سے مسئلہ میں کچھ فرق نہیں آتا اور معنیٰ ایجاب وقبول کے حاصل ہوگئے، اور اگر یہ کہا جائے کہ میں نے قبول کیا، یا میں نے قبول کی، دونوں طرح صحیح ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم، ص ۶۵، ج ۷ بحوالہ ہدایہ، ص ۲۸۵، ج ۲ علم الفقہ، ص ۲۵، ج ۶)

مسئلہ دولہا نے نکاح کے وقت ''قبول کیا'' کے بجائے اگر الحمد للہ کہا تو اس سے نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ (امداد الاحکام، ص ۲۰۱، ج ۲)

مسئلہ ایجاب وقبول کے گواہ آنکھ والے موجود ہوں تو نکاح درست ہو جائے گا اگرچہ خطبہ پڑھانے والا اندھا ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ، ص ۱۹۵، ج ۱۳)

خطبہ نکاح کا سننا؟

مسئلہ نکاح کا خطبہ خود تو مسنون ہے مگر اس کا سننا حاضرین پر واجب ہے اور کچھ تخصیص نکاح کے خطبہ کی نہیں بلکہ تمام خطبوں کا یہی حال ہے خواہ وہ فی نفسہٖ مسنون ہو یا واجب مگر ان کا اول سے لے کر آخر تک سننا حاضرین پر ہر حال میں واجب ہے۔ (طحاوی شرح مراقی الفلاح، ص ۴۱۲)

مہر کی اہمیت

رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے زمانہ جاہلیت میں نکاح کا جو شریفانہ طریقہ عربوں میں رائج تھا، اس میں مہر مقرر کیا جاتا تھا، یعنی نکاح کرنے والے مرد کے لئے ضروری ہوتا تھا کہ وہ بیوی کو ایک معین رقم ادا کرنا اپنے ذمہ لے۔ اسلام میں اس طریقہ کو برقرار رکھا گیا۔

یہ مہر اس بات کی علامت ہے کہ کسی عورت سے نکاح کرنے والا مرد اس کا طالب اور خواستگار ہے اور وہ اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق اس کو مہر کا نذرانہ پیش کرتا ہے یا اس کی ادائیگی اپنے ذمہ لیتا ہے۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے مہر کی کوئی زیادہ مقدار معین نہیں فرمائی کیونکہ نکاح کرنے والوں کے حالات اوران کی وسعت واستطاعت مختلف ہوسکتی ہیں۔ البتہ خودآں حضرت ﷺ نے اپنی صاحبزادیوں کا مہر پانچسو درہم =۱۰۷/اکلوگرام چاندی مقرر فرمایا اورآپ ﷺ کی اکثر ازواج مطہراتؓ کا مہر بھی یہی تھا۔ لیکن حضور ﷺ کے زمانہ میں اورآپ ﷺ کے سامنے اس سے بہت کم اور بہت زیادہ مہر باندھے جاتے تھے، حضور ﷺ کی صاحبزادیوں اورازواج مطہرات والے مہر کی پابندی ضروری نہیں سمجھی جاتی تھی۔ مہر کے بارے میں قرآن وحدیث کی ہدایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض فرضی اوررسمی بات اورزبانی جمع خرچ کی قسم کی چیز نہیں ہے بلکہ شوہر کے ذمہ اس کی ادائیگی لازم ہے، الا یہ کہ بیوی خودہی وصول کرنا نہ چاہے۔

(معارف الحدیث، ص۲۴، ج۷)

مہر میں طے شدہ مقدار وگنتی کا اعتبار ہے

مہر یا کسی بھی سلسلہ کے قرض میں اس معنوی اورعملی قدروقیمت کونہیں دیکھا جاتا کہ آج سے پچاس سال پہلے پانچ ہزار روپے مہر کی حیثیت آج کے ایک لاکھ روپے سے زیادہ ہوتی ہے، بلکہ طے شدہ گنتی اورمقدار کو دیکھا جاتا ہے، مثلاً زید نے بکر سے بیس سال قبل ایک ہزار روپے بطور قرض لئے تھے تو آج وہ ایک ہزار ہی ادا کریگا۔ بکر یہ مطالبہ نہیں کرسکتا کہ بیس سال پہلے جو میں نے ایک ہزار روپے دیئے تھے، آج وہ پچاس ہزار روپے کے برابر ہوگئے ہیں، لہذا پچاس ہزار روپے ادا کرو۔ اسی طرح مہر بھی ایک قرض ہے، سکہ رائج الوقت کی جو گنتی مقرر کی گئی تھی وہ ہی گنتی واجب الاداء ہوگی، چاہے پچاس سال گذر جائیں۔

اگر سکہ رائج الوقت کے علاوہ سونا، چاندی وزن کے لحاظ سے مقرر کیا جائے یا مہر فاطمی (ایک کلو چھ سو پینتیس ملی گرام چاندی مقرر کیا جائے تو اس میں عورت کو فائدہ ہوتا ہے، کیونکہ سونے وچاندی کی قیمت برابر بڑھتی رہتی ہے اورسنت نبویہ ﷺ میں برکت بھی ہے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مہر معجّل اورموجل کی تعریف

فرمایا مہر معجّل اورموجل کے جولغوی معنی ہیں وہی اصطلاح فقہاء میں ہے یعنی مہر فی الحال (فوری طور پر) دیا گیا یا فی الحال دینا اس کا قرار پائے وہ معجّل ہے (علی الفور وعدہ کیا گیا ہو)۔

Marfat.com

اور جس مہر کی کچھ مدت ادائیگی کے لئے مقرر کی گئی یا لاعلی التعین (کوئی وقت ہے، پس اگر نصف مہر معجّل اور موجل ہے اور غیر معین مدت کے لئے مدت موت یا طلاق ہے، پس اگر نصف مہر معجّل اور نصف موجل تو معجّل کا مطالبہ عورت فی الحال کرسکتی ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم، ص۲۴۹، ج۶ بحوالہ درمختار، ص۴۹۲، ج۲)

(مہر موجل جس کی ادائیگی کا علی الفور وعدہ نہ ہو بلکہ کسی مدت پر محمول ہو خواہ وہ مدت معلوم ہو یا مجہول۔ رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ اور جس نکاح میں مہر معجّل (فوری مہر) اور موجل (غیر فوری) کا کچھ ذکر نہ ہو اس میں عرفِ عام کا اعتبار ہے، یعنی جس قدر عرفاً اول دیا جاتا ہو، اس قدر معجّل ہوگا اور باقی موجل۔

(فتاویٰ دارالعلوم، ص۳۵۲، ج۶، بحوالہ عالمگیری، ص۲۹۸، ج۲ و احسن الفتاویٰ، ص۳۰، ج۵)

مہر کی ادنیٰ مقدار

مسئلہ مہر کی ادنیٰ مقدار شریعت نے دس درہم (۳۰ گرام ۶۱۸ ملی گرام) مقرر کی ہے اور زیادہ کی تحدید کچھ نہیں، طرفین جس قدر چاہیں اور وسعت سمجھیں مقرر کرسکتے ہیں، حیثیت سے زیادہ نام آوری وشہرت کیلئے شرعاً پسندیدہ نہیں، بلکہ نہایت مذموم اور برا ہے، احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے اور جب مہر دینے یا معاف کرانے کی نیت ہو تو بہت ہی برا ہے، جس طرح کی دوسرا کسی قسم کا قرض ذمہ رہتا ہے اور اس کی ادائیگی ضروری سمجھی جاتی ہے، اسی طرح دین مہر بھی عورت کا واجب الاداء ہوتا ہے، اس کو اداء کرنا یا معاف کرانا (اگر وسعت نہ ہو) ضروری ہے۔ اور جس شخص کی مہر اداء کرنے کی نیت نہ ہو، وسعت کے باوجود اداء نہ کرے اور نہ معاف کرائے اور نہ عورت معاف کرے تو وہ قیامت میں ماخوذ ہوگا اور اگر ترکہ چھوڑا ہے تو اس سے وصول کیا جائے گا۔ نکاح بہرحال درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ، ص۲۱۸، ج۷)

مسئلہ دس درہم (۳۰ گرام ۶۱۸ ملی گرام) سے کم مہر باندھا جائے تب بھی دس ہی درہم لازم ہو جاتا ہے۔ (ہدایہ، ص۳۰۴، ج۲)

مہر فاطمی کی مقدار موجودہ اوزان سے

مسئلہ شرع محمدی مہر سے مراد عام طور پر مہر فاطمی ہوتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ، ص۲۲۸، ج۹)

مسئلہ حضرت فاطمہ اور دیگر بنات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا مہر چار سو اسی ۴۸۰ درہم تھا یعنی ۶۳۵ گرام ایک کلو چاندی ہے۔ (احسن الفتاویٰ، ص ۳۲، ج ۴)

(۶۳۵ گرام چاندی یا اس کی موجودہ قیمت جو کہ عام بازار میں ہو۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

حیثیت سے زیادہ مہر باندھنا

مسئلہ مہر کا زیادہ کرنا اچھا نہیں سمجھا گیا اور شرعاً پسندیدہ امر نہیں ہے، باقی جو کچھ مقرر کر دیا جائے، اگر چہ وہ شوہر کی حیثیت سے زیادہ ہو وہ مہر لازم ہو جاتا ہے اور نکاح ہو جاتا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم، ص ۳۳۵، ج ۷، بحوالہ ردالمحتار، ص ۴۵۴، ج ۲)

مسئلہ مہر کی ادائیگی ضروری ہے لیکن اگر عورت بخوشی مہر معاف کر دے تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم، ص ۳۲۹، ج ۷)

مسئلہ مہر معجّل کے (جو فوری دینا کیا ہو) ادا نہ کرنے سے نکاح میں کوئی فرق نہیں پڑتا، لیکن عورت وطی (صحبت) سے انکار کر سکتی ہے اور ساتھ جانے سے بھی۔

(فتاویٰ دار العلوم، ص ۲۴۸، ج ۷)

مسئلہ بلا مہر معاف کرائے (یا ادا کئے بغیر بھی) اگر ہمبستری (صحبت) کی گئی تو وہ ناجائز نہیں ہے، لیکن بیوی کو حق ہے کہ مہر معجّل وصول کرنے سے قبل ہمبستری سے روک دے۔

(فتاویٰ محمودیہ، ص ۲۲۸، ج ۹)

مرض الموت میں معافی مہر کا حکم

مسئلہ اکثر دستور ہے کہ بیوی اپنی موت کے وقت مہر معاف کر دیتی ہے یہ معاف کرنا بھی بیوی کے سب وارثوں کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں، کیونکہ معاف کرنا مرض الموت میں وارث (یعنی شوہر، کے لئے ہوا ہے جس سے دوسرے وارثوں کی حق تلفی ہوگی۔)

مسئلہ ایک کوتاہی بہت ہی عام یہ ہے کہ جب کوئی عورت مرنے لگتی ہے، تو اس سے کہتے ہیں کہ مہر معاف کر دے، وہ معاف کر دیتی ہے اور خاوند اس معافی کو کافی سمجھ کر اپنے آپ کو مہر کے قرض سے سبکدوش سمجھتا ہے، اور کوئی وارث مانگے بھی تو نہیں دیتا۔

یاد رکھئے! اول تو اس طرح معاف کرانا بڑی سنگدلی کی بات ہے۔ دوسرے اگر،

Marfat.com

پوری طرح ہوش اور خوش دلی سے معاف بھی کردے تو بھی مہر معاف نہ ہوگا کیونکہ مرض الموت میں معافی بحکم وصیت ہے اور وصیت شوہر کے لئے نہیں کی جاسکتی کیونکہ (وہ وارث ہے) اور وارث کے حق میں وصیت باطل ہے۔

مسئلہ ایک کوتاہی بعض لوگوں میں یہ ہوتی ہے کہ جس (مرد) کا انتقال ہونے لگے، اگر اس نے مہر ادا نہ کیا ہو تو اسکی بیوی کو مجبور کرتے ہیں کہ اپنا مہر معاف کردے حالانکہ بیوی اس (دل سے) بالکل راضی نہیں ہوتی، مگر لوگوں کے اصرار یا رسم سے مجبور ہو کر شرما شرمی میں معاف کردیتی ہے۔ یاد رکھئے! اس طرح مہر معاف کرانا جائز نہیں ہے، بڑا ظلم ہے۔ (اغلاط العوام، ص ۲۳)

نکاح کے اہم مسائل

مسئلہ مشہور ہے کہ پیر کو مریدنی سے نکاح درست نہیں، یہ محض غلط ہے ہمارے پیغمبر ﷺ اپنی سب بیبیوں کے پیر تھے۔ (اغلاط العوام، ص ۱۵۵)

مسئلہ بعض لوگ ساٹھ ساٹھ برس کے بوڑھوں سے تیرہ تیرہ برس کی لڑکیوں کو بیاہ دیتے ہیں، یہ کھلا ظلم ہے۔ (اغلاط العوام، ص ۱۵۷)

مسئلہ بعض لوگ متبنیٰ (یعنی مونہہ بولے بیٹے) کی بیوی سے (انتقال وطلاق کے بعد) نکاح کو مذموم سمجھتے ہیں، یہ محض غلط اور باطل ہے۔ (اغلاط العوام، ص ۱۵۷)

مسئلہ بعض محرم کے ماہ میں نکاح وغیرہ کو بھی ناجائز سمجھتے ہیں، یہ محض غلط ہے۔

(اغلاط العوام، ص ۱۸۳)

مسئلہ عوام میں مشہور ہے کہ دونوں عیدوں کے درمیان (کے مہینہ ماہ ذیقعدہ میں) نکاح نہ کیا جائے، کیونکہ میاں بیوی کا نباہ نہیں ہوتا، سو یہ خلافِ شریعت ہے۔ (اغلاط العوام، ص ۱۶۲)

مسئلہ ماہِ ذی قعدہ (دونوں عیدوں کے درمیان) میں نکاح کرنا درست ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم، ص ۱۵۷، ج ۷)

مسئلہ عصر اور مغرب کے درمیان عقد نکاح کرنا غیر اولیٰ یا مکروہ نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم، ص ۱۴۹، ج ۷)

مسئلہ شادی شدہ عورت جب تک اپنے شوہر سے طلاق، خلع وغیرہ شرعی طریقہ سے علیحدہ نہ ہو جائے، دوسرا نکاح اس عورت سے درست نہیں ہے اگر کرے گی تو نکاح درست نہ ہوگا۔

(فتاویٰ رحیمیہ، ص ۱۱۱، ج ۲)

Marfat.com

مسئلہ سہرا (پھول وغیرہ کے ہار سر پر) باندھ کر نکاح ہو جاتا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم، ص ۱۵۱، ج ۷)

(مگر یہ رسم غیر مسلموں کی ہے اس سے بچنا چاہیے۔ رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ مسجد میں نکاح پڑھنا درست ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم، ص ۱۶۶، ج ۷)

مسئلہ عدت میں نکاح ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ، ص ۳۰۹، ج ۷ و فتاویٰ رحیمیہ، ص ۱۳۰، ج ۳)

مسئلہ زنا سے پیدا ہونے والے لڑکے اور لڑکی کا نکاح دوسرے سے صحیح ہو جاتا ہے، بشرطیکہ اور کوئی مانع شرعی نہ ہو، اسی طرح اس کا نکاح بھی پڑھنا پڑھانا درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ، ص ۳۳۵، ج ۷)

مسئلہ حاملہ عن الزنا (جس کیساتھ زنا کیا ہو) کا نکاح درست ہے، خواہ اس سے ہو جس کا حمل ہے یا دوسرے شخص سے، لیکن اگر دوسرے شخص سے نکاح ہو، نکاح تو صحیح ہو جائیگا لیکن جب تک وضع حمل (ولادت، بچہ پیدا) نہ ہو جائے صحبت و جماع کرنا درست نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم، ص ۱۸۱، ج ۷، بحوالہ در مختار، ص ۴۰۱، ج ۲)

مسئلہ اگر زانی سے نکاح ہو تو بچہ پیدا ہونے سے قبل وطی (صحبت) جائز ہے غیر زانی کے لئے جب تک بچہ نہ ہو جائے، اس وقت تک جائز نہیں ہے۔ (امداد الاحکام، ص ۲۰۳، ج ۲)

مسئلہ بغیر ختنوں کے نکاح ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم، ص ۱۵۷، ج ۷)

مسئلہ نامرد شخص کا نکاح ہو جاتا ہے پھر حسب قاعدہ تاجیل و تفریق قاضی کے ذریعہ ہوتی ہے اور بغیر طلاق شوہر کے دوسرا نکاح (نامرد والی عورت) نہیں کر سکتی۔

(فتاویٰ دار العلوم، ص ۱۹۴، ج ۷ و فتاویٰ رشیدیہ، ص ۴۶۵، جلد اول)

مسئلہ حالت حیض و نفاس میں نکاح درست ہے مگر صحبت درست نہیں ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ، ص ۴۱۴، ج ۱۳)

مسئلہ نکاح کے وقت کلمہ پڑھانا احادیث اور صحابہؓ اور ائمہ مجتہدینؒ سے منقول نہیں ہے، البتہ اگر دولہا و دولہن کے متعلق علم ہو کہ انکے عقائد اچھے نہیں ہیں خلاف شرع ہیں تو جسکے عقائد خلاف شرع ہوں، انکو تجدید ایمان کیلئے کلمہ پڑھانا ضروری ہے، ہر جگہ اس کا التزام کرنا غلط ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ، ص ۳۹، ج ۷، و علم الفقہ، ص ۲۲، ج ۶)

Marfat.com

مسئلہ تنہائی میں صرف مرد اور عورت کے ایجاب وقبول کرنے سے نکاح نہیں ہوتا۔
(فتاویٰ دار العلوم، ص۵۵، ج۴، بحوالہ بحر الرائق، ص۹۴، ج۳)

مسئلہ اگر عورت مجنونہ ہے اس کو کسی وقت ہوش نہیں آتا تو اس کا نکاح بغیر ولی یا حاکم مسلمان کے نہیں ہوسکتا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم، ص۷۹، ج۷ بحوالہ ردالمحتار، ص۴۰۷، جلد اول باب الولی)

مسئلہ بالغہ لڑکی کا نکاح بغیر اس کی رضامندی اور اجازت کے صحیح نہیں ہے اور کسی ولی کو اختیار نہیں ہے کہ بالغہ کا نکاح بغیر اسکی رضامندی کے کرے، اگر نکاح کیا اور بالغہ راضی نہ ہوئی اور اس نکاح کو جائز نہ رکھا تو وہ نکاح باطل ہے اور عمر بلوغ کی شرعاً پندرہ سال ہے اور اگر اس سے پہلے حیض آجائے یا لڑکے کو احتلام ہوجائے تو اسی وقت بلوغت شمار ہوگی، اور اگر حیض وغیرہ نہ ہو تو پورے پندرہ سال ہونے پر بالغہ شمار ہوگی۔ (درمختار، ص۱۹۹، جلد اول)

مسئلہ سولہ سالہ لڑکی شرعاً بالغہ ہے، البتہ ولی کے استفسار (معلوم کرنے) اور اطلاع پر سکوت (خاموشی) کرنا بالغہ کی رضاء اور اجازت سمجھا جاتا ہے اور تمکین وطی وغیرہ کو بھی فقہاء کو بھی فقہاء نے اجازت شمار کیا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم، ص۳۸، ج۸ بحوالہ ردالمحتار، ص۴۱۰، ج۱)

مسئلہ تبلیغی اجتماعات میں نکاح کرنا جائز ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ، ص۲۶۶، ج۵)

نکاح کے بعد مبارک باد کہنا؟

دنیا کی مختلف قوموں اور گروہوں میں شادی اور نکاح کے موقع پر مبارکبادی کے مختلف طریقے رائج ہیں، آں حضرت ﷺ نے اس موقع کے لئے اپنی تعلیم اور عمل سے یہ طریقہ مقرر فرمایا کہ (نکاح کے بعد) دونوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعاء کی جائے یا یہ الفاظ کہے جائیں جو آپ ﷺ سے ثابت ہیں۔

بارك الله لك وبارك عليكما وجمع بينكما في خير۔ (رواہ احمد)

ترجمہ اللہ تعالیٰ تم کو مبارک کرے اور تم دونوں پر برکت نازل فرمائے اور خیر وبھلائی میں تم دونوں کو ہمیشہ متفق اور مجتمع رکھے۔ (معارف الحدیث، ص۲۷، ج۷)

مسئلہ دعوتِ ولیمہ نکاح کے بعد ہر وقت جائز ہے اور ہر طرح سنت اداء ہوجاتی ہے، خواہ نکاح سے اگلے دن کرے، زفاف ہو یا نہ ہوا ور خواہ بعد زفاف کے کرے۔

(فتاویٰ دار العلوم، ص۱۶۷، ج۷ بحوالہ مشکوٰۃ، ص۲۵۰، ج۔۔۔)

Marfat.com

نماز استسقاء کے مسائل

بارش عام انسانوں کی بلکہ اکثر حیوانات کی بھی ان ضروریات میں سے ہے جن پر زندگی کا گویا انحصار ہے، اس لئے کسی عالقہ میں قحط اور سوکھا پڑ جانا وہاں کی عمومی مصیبت بلکہ ایک گونہ عذاب عام ہے، رسول اللہ ﷺ نے جس طرح شخصی اور انفرادی حاجتوں اور پریشانیوں کے لئے ''صلوٰۃ حاجت'' کی تعلیم فرمائی ہے، اسی طرح اس عمومی مصیبت اور پریشانی کے دفعیہ کے لئے بھی آنحضرت ﷺ نے ایک اجتماعی نماز اور دعاء کی تعلیم فرمائی جس کی منظم اور مکمل شکل ''صلوٰۃ استسقاء'' ہے اور استسقاء کے لغوی معنیٰ ہی پانی مانگنے اور سیرابی طلب کرنے کے ہیں۔

(معارف الحدیث، ص۴۲۸، ج۳)

(۱) اول یہ کہ یہ نماز آبادی اور بستی سے باہر صحراء اور جنگل میں براہ راست زمین پر ہونی چاہئے۔

(۲) دوسرے یہ کہ جمعہ یا عید کی نماز کی طرح اس نماز کے لئے نہانے دھونے اور اچھے کپڑے پہننے کا اہتمام نہ کیا جائے بلکہ اس کے برعکس بالکل معمولی اور کم حیثیت کا لباس ہو، مسکینوں اور فقیروں کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضری ہو، کیونکہ سائل کے لئے فقیرانہ صورت اور پھٹے حال مسکینوں کی سی حالت ہی زیادہ مناسب ہے۔

(۳) تیسرے یہ کہ دعاء بہت ابتہال اور الحاح کے ساتھ کی جائے اور اس غرض سے ہاتھ آسمان کی طرف زیادہ اونچے اُٹھائے جائیں۔ (معارف الحدیث، ص۴۳۲، ج۳)

مسئلہ: نماز استسقاء کا بار بار پڑھنا مستحب ہے سنت نہیں۔ (کتاب الفقہ، ص۵۷۷، جلد۱)

مسئلہ: نماز استسقاء کے لئے امام جس کو چاہیں بنالیں جائز ہے مگر بہتر ہے کہ کسی صالح متقی عالم کو امام بنائیں۔ (فتاویٰ دار العلوم، ص۲۴۰، ج۵)

نماز استسقاء سے متعلق مستحب اُمور

امام کے لئے مندرجہ ذیل امور مستحب ہیں۔

مسئلہ: (۱) امام کو چاہئے کہ نماز استسقاء کے لئے جانے سے پہلے لوگوں کو توبہ کرنے صدقہ دینے اور ظلم کی باتوں سے پرہیز کرنے کی تلقین کرے۔

(۲) دشمنوں سے صلح کرلینے کا حکم کرے۔

(۳) امام لوگوں کو کہے کہ تین دن روزے رکھیں اور چوتھے دن امام لوگوں کیساتھ باہر آئے۔

۴) یہ کہ پھٹے پرانے اور گھٹیا لباس پہن کر نکلیں۔

۵) یہ کہ امام لوگوں کو کہے کہ سب اس کے ساتھ نماز کو نکلیں، جن میں بچے، بوڑھے اور مویشی بھی شامل ہوں۔ (کتاب الفقہ، ص ۵۷۶)

نماز استسقاء کا وقت اور طریقہ

استسقاء کے سلسلہ میں سب سے بڑی چیز توبہ، استغفار، عجز و نیاز اور بارگاہ خداوندی میں بندوں کی گریہ وزاری ہے، جو نماز کے علاوہ اور صورتوں سے بھی ہوسکتی ہے لیکن اگر نماز پڑھنا ہی طے ہو جائے تو پھر ضروری ہے کہ بستی یا شہر کے تمام چھوٹے بڑے مسلمان شہر سے باہر عیدگاہ یا کسی وسیع میدان میں جمع ہوں، پورے اخلاص اور دل کی گڑگڑاہٹ کیساتھ توبہ اور استغفار کرتے رہیں، جب اجتماع ہو جائے تو جماعت سے دو رکعت نماز پڑھی جائے، امام صاحب قراءت جہر سے کریں، سلام پھیرنے کے بعد یہ خطبہ پڑھا جائے، اس کے بعد دوسرا خطبہ وہی پڑھا جائے جو جمعہ کے خطبہ اولیٰ کے بعد پڑھا جاتا ہے (جو صفحہ ۴۸ پر ہے) دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ بھی کریں، پھر دعاء مانگیں۔ قلب رداء صرف امام صاحب کریں، مقتدی قلب رداء نہ کریں یعنی مقتدی حضرات چادر کو نہ پلٹیں۔ (ابوداؤد، زادالمعاد وحصن حصین)

مسئلہ نماز استسقاء پڑھنے کا طریقہ وہی ہے جو عیدین کی نماز کا ہے، البتہ اس میں زائد تکبیرات نہ کہی جائیں، بلکہ صرف اتنی تکبیریں ہوں جتنی نماز (دوگانہ) میں مطلوب ہیں، نماز ختم کرنے کے بعد امام وقت یا اس کا نائب دو خطبے پڑھے جیسے عید کے خطبے ہوتے ہیں لیکن اس خطبہ میں امام زمین پر کھڑا ہو اور ہاتھ میں کوئی کمان، تلوار یا عصا ہو، اور جب خطبہ اولیٰ کا کچھ حصہ پڑھ لیا جائے تو امام اپنی چادر پلٹ لے۔ اگر چادر مربع ہو تو اس کا اوپری حصہ نیچے اور نچلا حصہ اوپر کرلے اور اگر گول ہو تو دائیں کنارے کو بائیں طرف اور بائیں کو دائیں جانب کرلے اور اگر کوئی شے استر والی ہے جیسے اوورکوٹ تو اس کے اندرونی حصہ کو اوپر اور اُوپری حصہ کو اندر کرلے۔ (یاد رہے کہ سنت تو چادر ہی ہے) اور جنہوں نے امام کے ساتھ نماز پڑھی وہ اپنی چادروں کو نہ پلٹیں محض امام کا چادر کو پلٹ لینا کافی ہے۔ (کتاب الفقہ، ص ۵۷۲، جلد ۱)

مسئلہ نماز استسقاء کا بہتر وقت صبح کا ہے جبکہ سورج طلوع ہو جائے نماز و خطبہ دعاء کی جائے۔

Marfat.com

حدیث شریف میں آں حضرت ﷺ کا ایسے ہی وقت تشریف لے جانا نمازِ استسقاء کیلئے ثابت ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم، ص ۲۳۹، ج ۵ بحوالہ مشکوٰۃ، ص ۱۳۲ جلد اول و کتاب الفقہ، ص ۵۷۶، جلد اول)

مسئلہ امام صاحبؒ کے نزدیک نماز استسقاء مستحب ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک سنت ہے۔ لہٰذا نماز استسقاء باجماعت پڑھنی چاہیئے۔ (فتاویٰ دارالعلوم، ص ۲۳۸، ج ۵)

مسئلہ امام نماز استسقاء کے لئے اپنے مصلے پر پہونچے، اذان اور تکبیر کے بغیر دو رکعت جہری (آواز کیساتھ) قرأت کیساتھ پڑھائے۔ پہلی رکعت میں سورہ اعلیٰ اور دوسری میں سورہ غاشیہ۔ یا پہلی رکعت میں سورۂ ق اور دوسری رکعت میں سورۂ قمر پڑھنا افضل ہے۔ نماز کے بعد مثل جمعہ کے دو خطبے پڑھے جائیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ، ص ۸۶، ج ۳ و مظاہر حق، ص ۳۲۲، ج ۲)

مسئلہ امام کھڑے کھڑے (خطبہ کے بعد) آہ و بکا کیساتھ اونچے اور اُلٹے ہاتھ کر کے دعاء کرے اور مقتدی بیٹھ کر خشوع و خضوع کیساتھ امام کی طرح اُلٹے ہاتھ کر کے دعاء میں مشغول ہو جائیں اور امام کی دعاء پر آمین آمین کہتے رہیں۔ اور گڑ گڑا کر دعاء کرنے کی کوشش کریں، تا کہ دریائے رحمت جوش میں آجائے اور بامراد لوٹیں۔ دعاء مشکوٰۃ، ص ۱۳۲ جلد اول پر ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ، ص ۸۷، ج ۳ بحوالہ عالمگیری، ص ۱۵۳، ج اول)

نماز استسقاء میں چادر پلٹنے اور دعاء کا طریقہ

مسئلہ چادر پھیرنے کا طریقہ یہ ہے کہ امام اپنے دونوں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے لیجا کر دائیں ہاتھ سے چادر کی بائیں جانب کے نیچے کا کونہ پکڑا جائے اور بائیں ہاتھ سے چادر کی دائیں جانب کے نیچے کا کونہ پکڑ لیا جائے، پھر دونوں ہاتھوں کو پیٹھ کے پیچھے اس طرح پھیرا اور پلٹا جائے کہ دائیں ہاتھ میں چادر کا پکڑا ہوا کونہ دائیں مونڈھے پر آجائے اور بائیں ہاتھ میں چادر کا پکڑا ہوا کونہ بائیں مونڈھے پر آجائے۔ اس طریقہ سے چادر کا دایاں کونہ تو بائیں ہو جائے گا اور بایاں کونا دائیں ہو جائے گا۔ نیز اوپر کا حصہ نیچے پہونچ جائے گا اور نیچے کا حصہ اوپر آجائے گا۔

(مظاہر حق، ص ۳۲۳، ج ۲)

مسئلہ بارش کے لئے دعاء مانگتے وقت ہاتھوں کی پشت کو آسمان کی طرف کر دینا بھی اچھا شگون لینے کے درجہ میں ہے جیسا کہ چادر پلٹ کر اچھا شگون لیا جاتا ہے۔ ہاتھوں کی پشت کو آسمان کی طرف کرنا دراصل اس طرف اشارہ ہے کہ خدا کرے اسی طرح بادلوں کی پشت بھی

Marfat.com

زمین کی طرف ہو جائے اور وہ اپنے ذخیرہ آب کو زمین پر انڈیل دیں۔ حدیث شریف سے یہ ثابت ہے کہ بارش کے لئے دعاء مانگی تو آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف کرلی۔ (مظاہر حق، ص ۲۲۳، ج ۲، وفتاویٰ دار العلوم، ص ۲۳۹، ج ۵، بحوالہ نسائی، ص ۱۳۱، جلد اول)

احکام صدقۃ الفطر

ہر مسلمان مرد و عورت جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا یا اس قدر مالیت کا اسباب ضروری حاجت سے زائد ہو اس پر صدقہ فطر واجب ہے اگر چہ وہ اسباب تجارت کا نہ ہو اور اگر چہ روزے کسی وجہ سے رکھے نہ ہوں۔

اگر گیہوں یا اس کا آٹا یا اس کے ستو دیوے تو نصف صاع واجب ہے جو انگریزی تول سے دو سیر سے کچھ کم ہوتا ہے مگر احتیاطاً پورے دو سیر دے دینا چاہئے۔ اور اگر جو دیوے تو اس کا دو چند دے۔ اور اگر علاوہ اس کے کچھ اور دیوے جیسے چنا، جوار وغیرہ تو اتنا دیوے کہ اس کی قیمت دو سیر گیہوں یا چار سیر جو کے برابر ہو، نابالغ اولاد کی طرف سے بھی فطرہ دینا واجب ہے جبکہ وہ مالک نصاب نہ ہو، ورنہ خود اس کے مال سے ادا کرے، بالغ اولاد اگر مجنون ہو اور مالک نصاب نہ ہو تو اس کے جانب سے بھی دینا واجب ہے ورنہ نہیں۔ اور مالدار ہو تو اسی کے مال سے دے۔ جو لڑکا عید کی صبح صادق کے بعد پیدا ہوا یا جو شخص قبل صبح مر گیا، اس کا فطرہ نہیں اور مستحب یہ ہے کہ عید کے دن عید گاہ جانے سے پہلے ادا کرے اور یہ بھی جائز ہے کہ بعد میں یا کچھ دنوں پہلے دے دے۔ ایک آدمی کا فطرہ ایک فقیر کو دیا تھوڑا تھوڑا کئی آدمیوں کا ایک کو دے دے۔ تو یہ سب جائز ہے۔ جیسے چاہے دے دے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے مسائل روزہ)

احکام قربانی

ہر مرد و عورت مسلمان، مقیم جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا یا اتنی ہی مالیت کا اسباب ضروری روزہ مرہ کی حاجت سے زائد ہو، اس پر واجب ہے کہ اپنی طرف سے قربانی کرے۔ اونٹ، بکرا، دنبہ، بھیڑ، گائے، بھینس مادہ ہو یا نر سب درست ہے۔ گائے، بھینس دو برس سے کم، بھیڑ، بکری ایک برس سے کم کی نہ ہو۔ اور دنبہ چھ مہینہ کا بھی درست ہے جب کہ خوب فربہ ہو، اور سال بھر کا معلوم ہوتا ہو۔ اونٹ، گائے، بھینس میں سات

Marfat.com

آدمی تک شریک ہو سکتے ہیں، مگر کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو، اور قربانی کا جانور بے عیب ہو، لنگڑا، اندھا، کانا اور بہت لاغر اور کمزور نہ ہو۔ اور کوئی عضو تہائی سے زائد کٹا ہوا نہ ہو۔ خصی (یعنی بدھیا) کی اور جس کے سینگ نکلے ہی نہ ہوں اس کی قربانی درست ہے اور پوپلی جس کے دانت نہ رہے ہوں، اور بوچی جس کے پیدائش کان نہ ہوں جائز نہیں۔

قربانی کا وقت ذی الحجہ کی دس تاریخ کو نماز عید سے بارہویں ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک وقت ہے اور دیہات کے باشندوں کو جائز ہے کہ نماز عید سے پہلے قربانی کے جانوروں کو ذبح کر لیں، اس کے بعد نماز کے لئے جائیں۔

اگر چند آدمی قربانی شرکت میں کریں تو محض اندازہ سے گوشت تقسیم کرنا جائز نہیں بلکہ تول تول کر پورا پورا بانٹیں۔ کسی طرف ذرا بھی کمی بیشی نہ ہو۔ ہاں جس حصے میں کلے پائے بھی ہوں اس حصہ میں کمی چاہے جتنی ہو، جائز ہے۔ بہتر ہے کہ کم سے کم تہائی گوشت خیرات کر دے۔

قربانی کی کوئی چیز قصاب کو اجرت میں دینا جائز نہیں۔ اس کی رسی، جھول سب صدقہ کر دینا افضل ہے، کھال کا بیچنا درست نہیں۔ ہاں اگر قیمت خیرات کرنے کے لئے بیچے تو کچھ حرج نہیں۔ قربانی کے ذبح کرنے کے وقت دعاء پڑھنا شرط نہیں کہ بدون اس کے قربانی نہ ہو۔ جس شخص قربانی کی دعاء یاد نہ ہو وہ بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے۔

قربانی کے بجائے رقم مظلومین کو دینا

سوال امسال قربانی کا تمام مال روپیہ اپنے فساد زدگان، بے بس مظلوم بھائیوں کی مرہم پٹی اور ان کی بیوگان اور یتیم بچوں کی امداد کے لئے بھیج دیا جائے اور ایسی حالت میں جب کہ اہل اسلام پر قیامت بپا ہے، قربانی نہ کی جائے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

جواب صاحب نصاب کو قربانی کرنا ضروری ہے، وہ صورت مذکورہ سوال سے ادا نہ ہو گی، البتہ یہ درست ہے کہ قربانی کی جائے اور قیمت چرم قربانی کو وہاں بھیج دیا جائے اور اس کا اہتمام کیا جائے۔ اور کیا اچھا ہو کہ جن لوگوں پر قربانی واجب ہے وہ اپنا تمام و کمال (مال روپیہ وغیرہ) نصاب وہاں بھیج دیں کہ قربانی ہی ذمہ نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسی توفیق دے تو اس سے بہتر کیا ہے۔ الحاصل یہ درست نہیں کہ صاحب نصاب مالک ہیں اور قربانی نہ کریں، اس لئے ایک

Marfat.com

واجب چھوڑ کر اس کی قیمت چندہ میں دینا کسی طرح درست نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم، ص ۳۰۱، ج ۶ بحوالہ عالمگیری، ص ۲۵۲، ج ۲) (تفصیل دیکھئے مسائل عیدین وقربانی)

قنوت نازلہ

سوال: قنوت نازلہ جو مصیبتوں کے پیش آنے پر نمازوں میں پڑھی جاتی ہے اس کے متعلق بعض لوگ چند شبہات بیان کرتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک یہ منسوخ ہے، کوئی کہتا ہے کہ صرف فجر کی نماز میں پڑھنی چاہئے۔ کوئی کہتا ہے کہ رکوع سے پہلے پڑھنی چاہئے، کسی کا خیال ہے کہ قنوت پڑھتے وقت ہاتھ چھوڑے رکھنے چاہئیں۔ لہٰذا عرض ہے کہ ان تمام باتوں کے متعلق جوبات قوی اور معتبر ہو، مفصل تحریر فرما کر اجر عظیم حاصل فرمائیں۔

جواب: قنوت نازلہ مصیبتوں کے وقت فرض نمازوں میں پڑھنا جائز ہے اور اس کا جواز عموماً جمہور ائمہ اور خصوصاً حنفیہ کے نزدیک منسوخ نہیں ہے بلکہ جب کوئی عام مصیبت پیش آئے تو مصیبت کے زمانہ تک قنوت نازلہ پڑھنا جائز ہے۔ ہاں قنوت دوامی جو فجر کی نماز میں امام شافعیؒ کے نزدیک مسنون ہے وہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک منسوخ ہے۔ فقہ حنفی کی کتابوں میں جہاں قنوت فجر کو منسوخ کہا ہے اس سے مراد یہی ہے کہ قنوت دوامی (یعنی ہمیشہ) فجر کی نماز میں پڑھنا منسوخ ہے، قنوت نازلہ منسوخ نہیں ہے۔

جو شخص نماز پڑھے وہ اپنی نماز میں، اور عورتیں اپنی نماز میں قنوتِ نازلہ پڑھیں یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی اجازت یا ممانعت کی تصریح میں نے نہیں دیکھی، بجز فقہاء کے اس قول کے کہ قنت الامام مگر ظاہر ہے کہ یہ حکم باعتبار اصل ہے کیونکہ فرائض میں اصل یہی ہے کہ وہ جماعت سے اداء کئے جائیں۔ اور منفرد کے حکم سے سکوت ہے، تاہم ممانعت کی کوئی وجہ بھی معلوم نہیں ہوئی۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد کفایت اللہ غفرلہٗ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

۲۰/رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

تصدیقات علمائے دیوبند وسہارنپور

الجواب صواب:۔ محمد انور عفا اللہ عنہ دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح:۔ محمد اعزاز علی غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح:۔ خاکسار سراج احمد رشیدی کان اللہ لہٗ دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح:۔ حبیب الرحمٰن عفی عنہ دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح:۔ فقیر اصغر حسین حسنی حنفی دیوبندی غفی عنہ

الجواب صحیح:۔ بندہ ضیاء الحق عفی عنہ دیوبندی

الجواب صحیح:۔ محمد ناظر حسن نعمانی نقشبندی دیوبندی صدر مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

الجواب صحیح:۔ عبد اللطیف عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

حامدا ومصلیا ومسلما ۔قنوت وقت نازلہ احناف کے نزدیک جائز ہے اور بعد رکوع آں حضرت علیہ صلی اللہ نے اس کو اختیار فرمایا ہے۔ احناف کے نزدیک قنوت نمازِ صبح میں علی الدوام ثابت نہیں۔ یہ قنوت جس کی بابت سوال ہے، اس کے جواز میں چون وچرا کرنا لغو ہے۔ جواب جو مجیب نے تحریر فرمایا ہے، عاجز اس سے متفق ہے واللہ اعلم۔ احمد علی عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ میرٹھ اندرکوٹ

Marfat.com

Marfat.com

مکمّل مُدلّل

مسائل سفر

قرآن وسُنّت کی روشنی میں

مُولانا محمّد رِفعت قاسمیؒ مدرّس دارالعلوم دیو بند

حضرات مفتیان کرام دارالعلوم دیو بند کی تصدیق کے ساتھ

مکتبہ خلیل یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور

Marfat.com

نام کتاب : مکمل و مدلل مسائل سفر

تالیف : مولانا محمد رفعت قاسمی مدرس دارالعلوم دیوبند

طابع : وکیل احمد

مطبع : گنج شکر پرنٹرز

قیمت : 66 روپے صرف

ملنے کے پتے

- مکتبہ رشیدیہ مدینہ کلاتھ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
- رحمٰن بک ہاؤس اردو بازار کراچی
- دینی کتب خانہ بلامبٹ روڈ تبلیغی مرکز تیمر گرہ دیر سرحد
- بیت الکتب گلشن اقبال بلاک نمبر۲ کراچی

Marfat.com

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
انتساب	9
عرض مؤلف	10
تصدیق۔ فقیہ امت حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب دامت برکاتہم مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند	11
ارشاد گرامی۔ حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب دامت برکاتہم صدر مفتی دارالعلوم دیوبند	12
رائے گرامی۔ حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب مرتب فتاویٰ دارالعلوم و مفتی دارالعلوم دیوبند	13
آیت قرآنی	14
نماز قصر کا ثبوت	14
نماز قصر اور ائمہ کا مسلک	15
آیت قصر میں خوف کے قید کی وضاحت	16
قصر کی دلیل ہر حال میں ہے	16
قصر خدائی حکم ہے	17
نماز قصر کی رعایت کب تک ہے؟	17
آنحضرتؐ کی قصر نماز	18
غیر مقلدین کا تین میل پر قصر کیوں؟	18
خدا کی دی ہوئی رعایتوں سے فائدہ اٹھانا چاہیے	19
قصر اور امام صاحب کا مسلک	19
آرام دہ سفر میں قصر کا حکم؟	20
پوری نماز پڑھنے کی منت ماننا؟	20
سفر کا مقصد	20
سفر کی قسمیں	21
جائز و ناجائز سفر کا حکم	22
سفر کون سے دن کرے؟	22
کیا جمعہ کے دن سفر کر سکتے ہیں؟	23
سفر کرنے کا مستحب طریقہ	23
رات کے وقت سفر کرنا	23
امت کے حق میں صبح کے وقت کے لیے دعا	24
سفر کے آداب	25
تنہا سفر کرنے کی ممانعت کی وجہ؟	27
رفیق سفر کو امیر بنانا؟	28
بہترین رفقائے سفر	28
سفر میں کم سے کم کتنے رفیق ہوں؟	29
اپنے رفقائے سفر کے ساتھ آنحضرتؐ کا معمول	29
جب مقصد سفر پورا ہو جائے؟	30
سفر میں رات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام کی کیفیت	30
رخصت ہوتے وقت سلام کرنا	31
مسافر کو رخصت کرنے کا طریقہ	32
رخصت کرتے وقت کی دعا	32
سوار ہونے کے وقت کی دعا	32
سفر میں خوف کے وقت کی دعا	34
دوران سفر میں پڑھنے کی دعائیں	34
مسافر کی دعا قبول ہوتی ہے	35
بوقت سفر آپ کن چیزوں سے پناہ مانگتے تھے؟	35

Marfat.com

کسی بستی میں داخل ہونے کے بعد وقت کی دعا 35
قیام گاہ میں قیام کرتے وقت کی دعا 35
مسافت قصر کی حد 36
مدت قصر 37
دور حاضر میں مسافت قصر 37
قصر کون سی نماز میں؟ 39
مسافر کی شرعی تعریف 40
مسافر کہاں سے مانا جائے گا؟ 40
جنگل میں رہنے والے کہاں سے مسافر ہوں گے 41
خانہ بدوش کہاں سے مسافر ہوں گے 42
خانہ بدوشوں کی نیت کا حکم 42
آبادی بڑھ گئی تو مسافر کس جگہ سے مانا جائے گا؟ 43
ریلوے اسٹیشن وایئرپورٹ کا حکم 44
مسافر شرعی پر بحالت سفر قصر واجب ہے 44
قصر نماز کے لیے کس راستہ کا اعتبار ہے؟ 45
سفر قصر والے راستہ سے کیا اور واپسی غیر قصر والے سے؟ 45
بیک وقت دو شہروں میں مقیم کے لیے حکم 45
قیدی کے لیے نماز قصر؟ 47
فوجی کے لیے نماز قصر؟ 47
بحری جنگی مشقوں میں قصر کا حکم 48
مسافر کے گھر کی خبر گیری رکھنا 50
ہم سفر کا حق توبہ سے بھی معاف نہیں 50
سفر میں حقوق العباد کی اہمیت 51
دار الحرب میں سفر کے احکام 52
سفر میں نیت کے احکام 53
نیت کی شرطیں 55
بلا نیت سفر کا حکم 55
نماز میں ہی قیام کی نیت کرنا 55
نماز میں وقت نکلنے کے بعد ٹھہرنے کی نیت کرنا؟ 56
اتفاقیہ قیام کا حکم 56
پہلے قیام کی نیت تھی پھر بدل گئی؟ 57
سفر غیر شرعی کے درمیان سفر شرعی کی نیت کرنا؟ 57
قصر کے لیے ایک ضابطہ 58
قصر کے ممنوع ہونے کی صورتیں 58
کیا سفر میں نماز قضا کر سکتے ہیں؟ 59
سفر میں وقت سے پہلے نماز پڑھنا؟ 60
سفر کی مجبوری کے وقت ایک مثل سایہ کے بعد نماز عصر؟ 60
سفر میں دو نمازوں کو ایک ساتھ پڑھنا 60
کیا سفر میں تہجد وغیرہ پڑھ سکتے ہیں؟ 61
کیا قصر نماز میں درود پڑھیں؟ 61
سفر میں سنت و نفل کا حکم 62
سفر میں وتر کا حکم 62
سفر میں اذان و اقامت؟ 62
مسافر کے لیے نماز جمعہ وتراویح کا حکم 63
جمعہ کی اذان کے بعد مسافر کے لیے خرید و فروخت کا حکم 64
مسافر پر نماز جنازہ کا حکم 64
زیارت قبور کے لیے سفر کرنا کیسا ہے؟ 64
نماز کے لیے سفر کرنا؟ 65
بغیر اجازت ڈھیلوں کا استعمال کرنا؟ 65
مسافر کے لیے مسجد کی چٹائی استعمال کرنا؟ 65

Marfat.com

ریل کے سفر کے احکام 66
ٹکٹ و محصول وغیرہ کے مسائل 67
ریل کے متفرق مسائل 68
ریل میں نماز کا غلط طریقہ 70
ریل میں سیٹ پر بیٹھ کر نماز کا حکم 71
کیا ریل میں بھی قبلہ ضروری ہے؟ 72
ڈرائیور کے لیے نماز قصر 72
ریلوے ملازم کی نماز 73
ڈرائیور کو مالک کی نیت کا علم نہ ہو تو؟ 73
محصول سے بچنا کیسا ہے؟ 73
ریلوے وغیرہ سے ضمان لینا؟ 74
ریل گاڑی کے پانی کا حکم 74
ریل میں غسل جنابت کیسے کرے؟ 74
بحری سفر کی دعائیں 75
بحری سفر میں مسافر کہاں سے ہو گا؟ 75
بحری سفر کے احکام 75
ہوائی سفر کے احکام 76
کیا بندرگاہ میں نماز قصر کرے؟ 77
لنگر گاہ میں حکم قصر کی تفصیل 78
ہوائی جہاز میں نماز کا حکم 78
نماز مغرب پڑھ کر ہوائی سفر کیا اور
سورج دوبارہ نظر آنے لگا؟ 79
نماز قصر کا پیمانہ 79
جہاز کے عملہ کے لیے قصر؟ 80
ہوائی سفر میں دن چھوٹا ہو یا بڑا ہو جائے تو؟ 81
کشتی میں نماز کے احکام 82
کشتی میں قبلہ کا حکم 82
پالکی و ڈولہ میں نماز پڑھنا؟ 83
نئی سواری کی دعا 83
سواری کے لیے جانور کو مارنا کیسا ہے؟ 83
بیل گاڑی پر نماز پڑھنا؟ 83
سواری پر نماز پڑھنے کا حکم 84
اپنی سواری اور ٹریفک سے متعلق احکام 85
عورت کا وطن اصلی میکہ ہے یا سسرال 86
سفر میں عورت خاوند کے تابع ہے 86
سفر میں تابع و متبوع کے احکام 87
کیا عورت تنہا سفر کر سکتی ہے؟ 87
کیا بیوی سفر میں ساتھ رہنے سے
انکار کر سکتی ہے 88
بیوی کا سفر میں ساتھ نہ جانے پر
خرچہ بند کرنا 88
سفر میں کون سی بیوی کو ساتھ رکھے؟ 88
سفر میں اگر دوسری بیوی بھی پہنچ جائے؟ 89
دوسری بیوی بیمار ہو کر اصلی وطن پہنچ جائے؟ 89
کیا مسافر کو بیویوں پر تحفہ تقسیم
کرنا ضروری ہے؟ 90
عورتوں کے لیے تبلیغی سفر کرنا؟ 90
عورت کے لیے سفر حج کرنا؟ 90
عورت کا عدت میں سفر کرنا؟ 91
عورت کا سفر میں وطن کے قریب پاک ہونا؟ 92
وطن کی تین قسمیں ہیں 92
وطن اصلی کے احکام 93
وطن اصلی دوسرے وطن سے باطل
ہو جاتا ہے 94
وطن اصلی دو جگہ بھی ہو سکتا ہے؟ 95
ایک وطن کو چھوڑ کر دوسرے
وطن میں چلا گیا؟ 95
وطن اقامت کے احکام 95

کیا وطن اقامت ایک سے زائد ہو سکتے ہیں؟ 97
وطن سکنیٰ کا حکم 97
سفر میں ملی ہوئی آبادی کا معیار 98
جو آبادی شہر سے متصل نہ ہو؟ 99
سیاح کے لیے قصر کرنا؟ 99
مسافت شرعی سے پہلے ہی واپسی پر حکم 100
سفر غیر شرعی کو شرعی بنالیا 101
اطراف میں دورہ کا حکم 101
تبلیغی جماعت اور مسافت قصر 101
باپ بیٹے کی اور بیٹا باپ کی جائے سکونت پر؟ 102
جس جگہ جائیداد ہو؟ 103
جہاں نکاح ہوا ہے اس کا حکم 103
وطن اصلی کے متعدد ہونے اور بیوی کے وطن اصلی کی تحقیق 104
خلاصہ کلام 105
داماد سسرال میں کب قصر کرے؟ 105
سسرال میں رہنے کا حکم 106
وہ مقام جو سسرال والوں کا وطن نہ ہو؟ 106
بیوی کے وطن اقامت میں شوہر کے لیے حکم؟ 107
ہفتہ میں دو دن گھر رہنے والے کے لیے حکم؟ 107
ہاسٹل میں رہنے والے کے لیے نماز قصر؟ 108
ایک وطن کو باقی رکھتے ہوئے دوسرا وطن بنانا؟ 109
ملازمت کی جگہ نماز قصر 109
کیا جائے ملازمت وطن اصلی ہے؟ 110
سیر و تفریح کے مقام پر نماز قصر؟ 111
تاجر کے لیے نماز قصر کا حکم 111
اس سفر کا حکم جس کے درمیان وطن واقع ہو؟ 112
قصر اور اتمام میں شبہ ہو جانے پر؟ 113
تیمم کے معنی 113
تیمم کرنے کا طریقہ 114
تیمم میں دو ضربیں کیوں ہیں؟ 115
غسل کی نیت سے تیمم کرنا؟ 115
سفر میں تیمم کے مسائل 116
تیمم کے لیے کتنا بڑا ڈھیلا ہو؟ 117
مسجد کی دیوار پر تیمم کرنا؟ 117
نواقض وضو اور تیمم جنابت 118
موزہ پر مسح کا ثبوت 118
موزوں پر مسح کا مطلب 119
موزے کیسے ہوں؟ 119
مسح کے صحیح ہونے کی شرطیں 120
موزے حلال یا حرام چمڑے کے؟ 120
پلاسٹک کے موزے پر جراب ہو تو؟ 120
کانچ یا لوہے کے موزہ پر مسح کا حکم 121
ایک پاؤں والے کے مسح کا حکم 121
عام سوتی موزہ پر مسح کا حکم 122
چمڑے کے موزے کے نیچے عام موزہ کا حکم 122
موزہ کا دھونا کیسا ہے؟ 122
مسافر و مقیم کے لیے مدت مسح 123
مسح موزے کے کس حصہ پر اور کیسے؟ 124
موزہ پر مسح کب ناجائز ہے؟ 127
ڈبل موزے پر مسح کا حکم 128
موزوں پر مسح کیا باطل ہوتا ہے؟ 128
بلا وضو موزہ پر مسح کرنا؟ 130

Marfat.com

مقیم مدت سے پہلے مسافر ہو گیا؟	130
سفر میں روزہ کے مسائل	131
کیا روزہ میں بھی قصر ہے؟	132
بارہ ماہ سفر میں رہنے والے کے لیے روزہ؟	132
کیا سفر میں آنحضرتؐ نے روزہ رکھ کر توڑ دیا تھا؟	133
روزہ سے بچ کر سفر کرنا؟	134
حالت تردد میں روزہ رکھنا؟	134
اڑتالیس میل سے کم سفر کا حکم	134
سفر میں پندرہ دن کی نیت کا حکم	134
صبح صادق کے بعد سفر کرنا؟	134
دوپہر سے پہلے ہی گھر پہنچ جانا؟	135
مسافر کو روزہ توڑنے کی اجازت	135
روزہ دار مسافر کا روزہ فاسد کر دینا؟	135
مسافر رمضان میں روزہ بنیت نفل رکھے؟	136
ضیافت کی وجہ سے روزہ توڑنا؟	136
سفر کی وجہ سے روزوں کا کم یا زیادہ ہونا؟	136
سفر کے فوت شدہ روزوں کا حکم	137
کیا مسافر روزہ کے بدلے فدیہ دے سکتا ہے؟	138
مسافر کا رمضان المبارک میں انتقال ہو جانا؟	138
مسافر عید کب کرے؟	139
جہاز وریل وغیرہ میں نماز عید	139
سفر حج کے وقت کی دعا	140
حالت حیض ونابالغی میں سفر حج	141
سفر حج میں اپنا پیشہ اختیار کرنا	143
سفر حج کی راہ میں قصر؟	143
حج سے پہلے پہنچنے والا مقیم ہے یا مسافر	144
مدینہ طیبہ میں کیا قصر کرے؟	144
منیٰ میں نماز قصر کیوں؟	144
جہاز پر سوار ہو کر طواف کرنا؟	145
مسافر حاجی پر قربانی؟	146
حالت مسافت کی موت کی فضیلت	146
پانی کے سفر میں موت ہو جانا؟	147
مرنے والے مسافر کے چندہ کی بقیہ رقم کا حکم	147
سفر حج میں موت ہو جانا	147
سفر حج میں مرنے والے کا حج	148
سفر میں انتقال ہونے پر غسل کون دے؟	148
کیا مسافر زکوۃ لے سکتا ہے؟	148
بیوی کو چھوڑ کر علم کے لیے سفر کرنا؟	149
سفر میں عمداً قصر نہ کرنے پر حکم کیا ہے؟	149
حنفی مسافر اگر شافعی مسلک پر عمل کرے؟	150
مسافر کی امامت	150
مسافر امام کے پیچھے جماعت کا ثواب ہو گا؟	150
مسافر کا مقیم کی اقتدا کرنا؟	151
مقیم کا مسافر امام کی اقتدا کرنا؟	152
مسافر مقیم امام کے پیچھے نیت کیسے کرے؟	152
مسافر نے سہواً چار رکعت کی نیت کر لی؟	152
مسافر امام ومقتدی مقیم کی نیت کا حکم	153
مسافر مقتدی کو امام کا مسافر ہونا معلوم نہ ہو؟	153
مسافر نے امام کو مقیم سمجھا؟	154
مسافر نے مقیم امام کے پیچھے نماز ادا کی پھر معلوم ہوا کہ نماز فاسد ہو گئی	154
مسافر نے بے وضو نماز پڑھ لی؟	155
مسافر نے دو رکعت پر سلام پھیر دیا؟	155
مسافر امام نے چار رکعت پڑھائیں تو؟	155

Marfat.com

مسافر نے سہواً پوری نماز پڑھ لی؟ 156
مسافر کی نماز فاسد ہونے پر حکم 157
مقیم بقیہ نماز کیسے پوری کرے؟ 157
مسافر بقیہ نماز کیسے پڑھے؟ 158
مسافر کی نماز میں وضو ٹوٹ گیا؟ 158
مقیم نے امام مسافر کے ساتھ ایک رکعت یا قعدہ پایا تو؟ 158
مسافر کی اقتدا کرنے والا مسبوق 159
مسبوق پر سجدہ سہو واجب ہو جائے تو؟ 159
مسافر کا قضا نماز میں مقیم کی اقتداء کرنا؟ 160
مسافر امام کی اقتدا قضا نماز میں؟ 160
مسافر، مقیم امام کے پیچھے قضا نماز میں اقتدا کیوں نہیں کر سکتا؟ 161
کم مسافت سمجھ کر پوری نماز پڑھتا رہا؟ 161
قصر پڑھتا رہا، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ مسافر نہ تھا 161
سفر و حضر کی قضا نمازوں کا حکم 162
قضا پڑھنے کا وقت 162
کیا قضا نمازوں میں ترتیب ضروری ہے؟ 162
صاحب ترتیب کسے کہتے ہیں؟ 163
قضا نماز میں ترتیب کب ساقط ہوتی ہے؟ 164
مسافر مہمان کے حقوق 165
مہمان کا اکرام کرنا؟ 165
مہمان کے احترام میں نماز قضا کرنا 166
مہمان کے لیے شرعی ہدایات 166
مہمان کا اکرام کتنے دن ہے؟ 168
مہمان کے استقبال و داعی کا طریقہ 168
رخصت کرتے وقت خدا حافظ کہنا؟ 169
سفر سے آنحضرت ﷺ کی واپسی کا وقت 169
رات کے وقت سفر سے واپس نہ آنے کی ہدایت 169
سفر سے واپسی میں پڑھنے کی دعا 170
سفر سے واپس آنے پر پہلے مسجد جانے کا حکم! 170
سفر سے آنے پر معانقہ کرنا؟ 171
مسافر کا استقبال کرنا؟ 171
سفر سے واپسی پر ہدیہ دینا 172
سفر سے واپس آنے پر دعوت کرنا؟ 172
جو مسافر وطن پہنچ کر بھی قصر کرتا رہا؟ 172
اپنے کو مسافر اور دنیا کو سرائے سمجھو 173
مآخذ و مراجع 174

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

راقم الحروف اپنی اس کتاب "مکمل ومدلل مسائل سفر" کو رئیس المبلغین حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کاندھلوی قدس سرہٗ کے نام منسوب کرتا ہے جنہوں نے باقاعدہ تبلیغی جماعت کا سلسلہ قائم فرما کر ملک وبیرون ملک عالمی اجتماعات کی بنیاد ڈالی اور اسکی نقل وحرکت تیز ہوئی اور دعوت الی اللہ کی راہ سے اسلام کا پیغام حق دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچا دیا اور پہنچ رہا ہے۔ یا اللہ! اپنی رحمت کاملہ سے حضرت مولانا مرحوم کی قبر کو اپنے نور سے معمور فرما (آمین)

بندہ عاجز خاکسار

محمد رفعت قاسمی خادم التدریس

دارالعلوم دیوبند مورخہ ۲۳ صفر ۱۴۱۴ھ

Marfat.com

عرض مؤلف

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

احقر نے جس دینی خدمت کا آغاز کیا تھا، الحمدللہ اس کی تعداد دس ہو گئی: (تِلْکَ عَشَرَةٌ کَامِلَةٌ ط) اور اب یہ "مکمل ومدلل مسائل سفر" پیش ہے جس میں آداب سفر، سفر کی اقسام، وطن کی تعریف واقسام، مسافر کہاں سے مانا جائے گا، ریل گاڑی، ہوائی جہاز وبحری جہاز، کشتی، بس، ٹرک، کار، گھوڑا وبیل گاڑی میں سفر سے متعلق مسائل، نیز سفر میں پانی دستیاب نہ ہونے پر تیمّم اور موزوں سے متعلق ضروری مسائل، سفر میں دن چھوٹا ہو یا بڑا ہو جانے پر نماز وروزے اور حج سے متعلق مسائل، سفر میں امامت ونماز قصر سے متعلق مسائل، غرض یہ کہ روانگی سے لے کر واپسی تک تمام ضروری (تقریباً چھ سو) مسائل کا مجموعہ ہے۔

اور یہ سب رب العالمین کی خصوصی توفیق اور دارالعلوم دیوبند کا فیض ہے ورنہ دوسرے مشاغل کے ساتھ ایسے اہم کام کا انجام پانا تصور سے بالاتر تھا اور پھر اللہ تعالیٰ کا کرم یہ کہ بغیر کسی اشتہاری مہم کے احقر کی یہ کاوش ملک وبیرون ملک عوام وخواص میں بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھی اور پسند کی جا رہی ہے۔

یقیناً یہ علمی اور دینی خدمت مرتب کے لیے تو باعث صد افتخار ہے ہی اور ارباب دارالعلوم دیوبند کو بھی خوشی ہوگی کہ اس کے ایک ادنیٰ درجہ کے خادم سے یہ بیش بہا خدمت انجام پا رہی ہے اور اس سے مسلمانوں کو اندازہ ہوگا کہ دارالعلوم کے فرزندوں نے زندگی کے شعبہ جات میں کیا کیا اہم کردار ادا کیا ہے اور مخلوق خدا کی رہ نمائی کا فریضہ کس کس طرح انجام دیا ہے۔

یا اللہ! محض اپنے فضل وکرم سے اس کاوش کو بھی قبول فرما کر مؤلف کے لیے زاد آخرت بنا آمین! ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ط اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝﴾

احقر محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ خادم التدریس دارالعلوم دیوبند (انڈیا)

مؤرخہ ۲۳ صفر ۱۴۱۴ھ

Marfat.com

تصدیق

جامع شریعت وطریقت فقیہ الاُمت سیّدی حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب دامت برکاتہ، چشتی، قادری، سہروردی، نقشبندی مفتی اعظم دارالعلوم دیو بند

باسمہ سبحانہٗ وتعالٰی

الحمدللّٰہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علٰی من لا نبی بعدہٗ

امّابعد! اِس دور میں سفر تقریباً ہر انسان کے لیے امر لابدّی ہے، جو لوگ آزاد زندگی گزارتے ہیں، مسائل شریعہ کا ان کو اہتمام نہیں وہ تو ہزارہا سہولیات کے باوجود گھر پر رہتے ہوئے بھی حکم شریعت پر عمل نہیں کرتے، لیکن جن حضرات کو شریعت کا اہتمام ہے اور وہ اپنی زندگی شریعت کے دائرہ میں گزارنا چاہتے ہیں ان کو قدم قدم پر تحقیق مسائل کی ضرورت پیش آتی ہے خصوصاً نماز کے مسائل کہ ریل، ہوائی جہاز، موٹر وغیرہ پر کس طرح نماز صحیح ادا ہوگی اور کس طرح پڑھنے سے نماز فاسد ہوگی، کتنی مسافت پر قصر کا حکم ہوگا کتنی پر نہیں ذلک۔ ایسے حضرات کے لیے کتابوں کا ذخیرہ ساتھ لے جانا دشوار اور ہر جگہ صحیح مسائل بتانے والے افراد کا ملنا اس سے زیادہ دشوار۔ اللہ پاک جزائے خیر دے مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی مدرس دارالعلوم دیو بند کو کہ انہوں نے زیر کتاب ''مسائل سفر'' میں بہت سے وہ مسائل جو سفر میں پیش آتے ہیں ان کو جمع فرمادیا۔

اللہ تبارک وتعالٰی مولانا موصوف کے ان کمالات علمیہ وفقہیہ سے خواص وعوام کو زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور مؤلف کے لیے دارین کی ترقیات کا ذریعہ بنائے۔ فقط واللہ تعالٰی اعلم۔

العبد محمود غفرلہٗ۔ ۲/۱/۱۴۱۵ ہجری

Marfat.com

ارشاد گرامی

حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب دامت برکاتہم
صدر مفتی دارالعلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسّلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین محمد صلی اللّٰہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم وعلیٰ من تابعوھم باحسان الیٰ یوم الدین وبعد

حضرت مولانا حافظ قاری محمد رفعت صاحب سلمہٗ مدرس دارالعلوم دیوبند کی یہ کتاب پہلی کاوش نہیں ہے بلکہ عزیزم سلمہٗ کی اس سے قبل تقریباً دس کتابیں اسی انداز کی شائع ہو کر مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ اُمید ہے کہ یہ کتاب "مسائل سفر" بھی عندالعوام والخواص مقبولیت حاصل کرے گی اور مثل سابق سب کے لیے نافع ومفید بھی ہوگی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کو اسی قسم کے نافع ومفید رسالوں کے تالیف کرنے کی مزید توفیق عطا فرمائیں۔ فقط والسلام

کتبہ

العبد نظام الدین

۱۱ صفر المظفر ۱۴۱۵

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رائے گرامی

حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب مرتب فتاویٰ دار العلوم و مفتی دار العلوم دیو بند

اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے کہ مسلمانوں میں دینی جذبات زندہ وتابندہ ہیں اور ہر کام کرنے سے پہلے وہ معلوم کرتے ہیں کہ یہ کام جائز ہے یا جائز نہیں؟ جائز ہے تو کس طرح ادا کرنا اس کی ذمہ داری ہے اس لیے علماء کا فرض ہوتا ہے کہ زندگی کے ہر پہلو سے متعلق ضروری احکام ومسائل مرتب ومدوّن کر کے ان کی طرف سے ملت کے سامنے پیش کئے جائیں، پھر احکام ومسائل جو بھی پیش ہوں وہ مکمل ومدلل ہوں اور فقہ وفتاویٰ کی کتابوں سے باضابطہ حوالہ جات نقل کیے گئے ہوں تاکہ پورے اطمینان کے ساتھ عمل کر سکیں۔

الحمدللہ دار العلوم دیو بند جو ایشیا کی سب سے بڑی مرکزی دینی درسگاہ ہے، اس سے وابستہ علماء واساتذہ اس طرح کی خدمات انجام دینے میں پیش پیش رہے ہیں اور ملت کی طرف سے یہ فرض کفایہ انجام دیتے رہے ہیں۔ اس وقت خاکسار کے سامنے مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی مدرس دار العلوم دیو بند کی نئی کتاب مسائل سفر (مکمل ومدلل) ہے، میں نے اس کا جستہ جستہ مطالعہ کیا بلکہ کہنا چاہیے اس کتاب سے مستفید ہوا، ماشاء اللہ ہر پہلو سے یہ کتاب عمدہ اور دلچسپ ودلپذیر ہے اور سفر کے تمام پیش آمدہ مسائل پر حاوی ہے۔ پڑھ کر مؤلف کے لیے دل سے دعائیں نکلیں، ان شاء اللہ امت کے لیے یہ کتاب بہترین ہدیہ ثابت ہوگی اور خواص وعوام اسے پڑھ کر راہ یاب ہوں گے اور دلی مسرت محسوس کریں گے۔

مؤلف موصوف کے اس سے پہلے بھی بہت سارے مجموعہ مسائل شائع ہو کر اہل علم میں مقبول عام ہو چکے ہیں ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی یہ علمی دینی خدمت قبول فرمائے اور آئندہ بھی اس طرح کی خدمات کی توفیق عطا فرماتا رہے، خاکسار اپنی طرف سے اس گراں مایہ خدمت پر مبارکباد پیش کرتا ہے۔

طالب دعا: محمد ظفیر الدین غفرلہٗ مفتی دار العلوم دیو بند

مؤرخہ ۱۱ صفر ۱۴۱۵

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ ج اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ [پارہ نمبر۵ سورۃ النساء رکوع ۱۱]

''اور جب تم سفر کرو ملک میں تو تم پر گناہ نہیں کہ کچھ کم کرو نماز میں سے، اگر تم کو ڈر ہے کہ ستائیں گے تم کو کافر۔''

نماز قصر کا ثبوت

تشریح: اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ قصر کی نماز کا حکم شرع میں خوف کی حالت میں ہے۔ اگرچہ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ (نماز قصر) امن کی حالت میں بھی مشروع ہے لیکن صحیح حدیثوں اور اجماع سے یہ امر ثابت ہے۔ منجملہ ایسی احادیث کے وہ حدیث ہے جو یعلیٰؓ بن اُمیہ سے مروی ہے:

قلت لعمر، مالنا قصر وقدامنا؟ فقال سالت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال: صَدَقَۃٌ تَصَدَّقَ اللّٰہُ بِھَا عَلَیْکُمْ فَاقْبَلُوْا صَدَقَتَہٗ. ﴿رواہ مسلم﴾

''یعنی یعلیٰ بن اُمیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ امن کی حالت میں ہمارے لیے قصر کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے عرض کیا تھا، آپؐ نے ارشاد فرمایا: یہ (قصر) ایک صدقہ (عنایت) ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم کو عطا فرمایا ہے تو اس صدقہ کو قبول کرو۔''

ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ:

صحبت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فکان لایزید فی السفر علٰی رکعتین وابوبکر وعمر وعثمان کذالک ﴿متفق علیہ﴾

''یعنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم سفر رہا ہو، حضور نے کبھی (سفر میں) دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھیں۔ حضرت ابوبکر وعمر وعثمان (رضی اللہ عنہم) بھی ایسا ہی کرتے تھے۔''

اس پر سب متفق ہیں اور یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد اہل مکہ کے ساتھ بحیثیت امام کے چار رکعت والی نماز پڑھی اور دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیا پھر لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:

اتموا صلاتکم فانا قدم سفر

''یعنی تم لوگ اپنی اپنی نمازیں پوری کرو میں مسافر ہوں۔''

نیز واضح ہو کہ قصر کے شرعی حکم ہونے میں اُمت کا اجماع ہے۔

﴿معارف القرآن صفحہ ۵۳۱، جلد ۲ و کتاب الفقہ صفحہ ۵۸۷، جلد اوّل﴾

نماز قصر اور ائمہ کا مسلک

مسافر جب اپنے گاؤں یا شہر کی آبادی سے نکل جائے تو اس پر قصر واجب ہے، پوری چار رکعت والی فرض نماز کی دو رکعتیں ہی پڑھنا واجب ہے۔ اگر کوئی شخص سفر کی حالت میں جبکہ اس پر قصر واجب ہے پوری چار رکعت پڑھے گا تو گنہگار ہوگا اور دو واجب کو چھوڑنے والا ہوگا، یعنی ایک واجب تو قصر کا ترک (چھوڑنا) ہوگا اور دوسرے قعدۂ اخیر کے بعد فوراً سلام پھیرنا، کیونکہ مسافر کے حق میں پہلا قعدہ ہی آخری ہوتا ہے، اس کے بعد اسے فوراً سلام پھیر دینا چاہیے تھا اور اس نے نہیں پھیرا بلکہ کھڑا ہو گیا، اس طرح اس نے دوسرے واجب کو ترک کیا یعنی چھوڑ دیا۔

اس موقع پر اتنی بات بھی جاننا چاہیے کہ قصر کے جواز میں کسی بھی عالم اور کسی بھی امام کا اختلاف نہیں ہے، صرف اتنی بات ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک تو قصر واجب ہے، لیکن امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے یہاں قصر اولیٰ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مسافر قصر نہیں کرے گا تو وہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مسلک کی رُو سے گنہگار ہوگا، مگر حضرت امام شافعیؒ کا مسلک اُسے گنہگار قرار نہیں دے گا بلکہ خلاف اولیٰ اور افضل چیز کو ترک کرنے والا کہلائے گا۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۲۲۰، جلد ۲﴾

آیت قصر میں خوف کے قید کی وضاحت

مذکور بالا آیات قران ﴿وَاِذَا ضَرَبْتُم......﴾ کا بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ حالت سفر میں قصر کی اجازت اُسی وقت دی ہوگی جب کافروں کے ستانے اور ان کے پریشان کرنے کا خطرہ ہو، حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آیت میں خوف کی قید عادت اور اغلب کے اعتبار سے لگائی گئی ہے کہ سفر میں اکثر مسافروں کو خوف ہوتا ہے خصوصاً اس زمانے میں جب کہ کافر ہر وقت اور ہر موقع پر درپے آزار ہوتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''فَاقْبَلُوْا صَدَقَتَه'' فرما کر اس طرف اشارہ فرمادیا کہ حالت سفر میں قصر نماز پڑھنے کا حکم صرف خوف کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ یہ آسانی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان تمام بندوں پر ہے جو حالت سفر میں ہوتے ہیں۔ یہ ایک احسان ہے جس سے ہر مسافر فیض یاب ہوسکتا ہے خواہ کسی قسم کا کوئی خوف ہو یا نہ ہو۔

نیز ''فَاقْبَلُوْا'' میں حکم وُجوب کے لیے ہوسکتا ہے یعنی ہر شرعی مسافر کے لیے قصر کرنا واجب اور ضروری ہے چنانچہ اس سے حنفیہ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے کہ حالت سفر میں قصر واجب ہے اور قصر نہ کرنا یعنی پوری نماز پڑھنا غیر پسندیدہ ہے۔ (باعث گناہ ہے)۔

﴿مظاہر حق جدید، ص ۲۲۳، جلد ۲﴾

قصر کی دلیل ہر حال میں ہے

سوال: کیا ہر سفر میں باوجود اَمن واَمان کے بھی ضرور نماز قصر ہی پڑھنا واجب ہے، اس کی دلیل وجوب تحریر فرمائیں۔

جواب: دلیل وجوب یہ حدیث شریف مسلم کی ہے کہ یعلیٰ ابن اُمیہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے نماز قصر کرو اگر تم کو کفار کے فتنہ کا خوف ہو پس اب لوگ مامون ہیں وہ خوف نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے بھی یہ شبہ پیش آیا تھا، تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اسے قبول کرو۔ ﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۹۰، جلد ۴، بحوالہ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۱۸، جلد اوّل﴾

مسئلہ: سفر میں خوف نہ ہو تو بھی قصر نماز پڑھی جائے گی؟ ﴿معارف القرآن، صفحہ ۵۳۴، جلد ۲﴾

Marfat.com

قصر خدائی حکم ہے

وعن ابن عباس قال فرض اللّٰہُ الصَّلاۃ علی لسان نبیکم صلی اللّٰہُ علیہ وسلم فی الحضر اربعا وفی السفر رکعتین.

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ جل شانہ، نے تمہارے نبی کریم ﷺ کی زبانی حضر میں چار رکعت فرض کی ہیں اور سفر میں دو رکعت۔''

﴿صحیح مسلم﴾

وعن ابن عمر قالَ سن رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلَاۃَ السفر رکعتین وَھُمَا تَمامٌ غَیرُ قَصرٍ.

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے سفر کی نماز کے لیے دو رکعتیں مقرر کی ہیں اور وہ ناقص نہیں ہیں پوری ہیں۔''

سفر کی حالت میں قصر نماز پڑھنا قرآن کریم سے ثابت ہے، لہٰذا حدیث شریف کے الفاظ آنحضرت ﷺ نے ایسے اپنے قول وفعل سے واضح کیے ہیں اور ''وَھُمَا تَمامٌ غَیرُ قصر'' کہ وہ ناقص نہیں پوری ہیں، کا مطلب یہ ہے کہ سفر کی نماز کے لیے مشروع یہی دو رکعتیں ہیں نہ یہ کہ پہلے چار رکعتیں مشروع تھیں پھر بعد میں دو رکعتیں کم کر دی گئی ہیں، ایسا نہیں۔

﴿مظاہر حق جدید، صفحہ ۲۳۱، جلد ۲﴾

نماز قصر کی رعایت کب تک ہے؟

سوال: کیا نماز قصر کی رعایت صرف پہلے وقتوں کے لیے تھی جب کہ لوگ پیدل سفر کیا کرتے تھے یا اب بھی باقی ہے؟

جواب: نماز قصر کی رعایت صرف پہلے وقتوں کے لیے مخصوص نہیں تھی، بلکہ قیامت تک کے لیے ہے۔ ﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۷۹، جلد ۲﴾

مسئلہ: جو شخص مسافت شرعی میں قصر نہ کرے تو گنہگار ہوتا ہے؟۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۸۹، جلد ۴ بحوالہ ہدایہ صفحہ ۱۴۸، جلد اوّل﴾

مسئلہ: سفر شرعی میں نماز پوری پڑھنا ممنوع ہے، قصر ہی کا حکم اور جو حکم شریعت کا ہے اسی کی پابندی کرنی چاہیے۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۵۹، جلد ۴، بحوالہ درمختار، صفحہ ۷۳۵، جلد اوّل﴾

Marfat.com

مسئلہ: بعض لوگوں کو پوری نماز کی جگہ قصر پڑھنے میں دل میں گناہ کا وسوسہ پیدا ہوتا ہے، یہ صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ قصر بھی شریعت کا حکم ہے جس کی تعمیل پر گناہ نہیں ہوتا بلکہ ثواب ہوتا ہے۔ ﴿معارف القرآن، صفحہ ۵۳۴، جلد ۲﴾

آنحضرت ﷺ کی قصر نماز

عَنْ انس انَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِظُهْرٍ بِالْمَدِينَة اربَعًا وَصَلَّى الْعَصْرَ بِذِی الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ. ﴿متفق علیہ﴾

• ''حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعت پڑھیں اور ذی الحلیفہ میں عصر کی نماز دو رکعت پڑھیں۔'' ﴿بخاری ومسلم﴾

تشریح: اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ کے سفر کا حال بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب حج کے لیے مکہ کے سفر کا ارادہ فرمایا تو مدینہ میں ظہر کی نماز چار رکعت پڑھی پھر جب مدینہ سے نکلے اور ذوالحلیفہ پہنچے تو وہاں قصر فرمایا اور عصر کی نماز دو رکعت پڑھی اور ذوالحلیفہ ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے تین کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا بھی یہی مسلک ہے کہ جب مسافر شرعی اپنے شہر یا گاؤں کے مکانات سے باہر نکل جائے تو قصر کی نماز پڑھے۔ ﴿مظاہر حق جدید، صفحہ ۲۲۱، جلد اوّل﴾

مسئلہ: جناب رسول اللہ ﷺ کا بوقت سفر یا غزوات (جنگ) میں چار رکعت کی جگہ دو رکعت پڑھنا بسبب قصر کے ہے؟

سفر شرعی میں چار رکعت کی جگہ دو رکعت فرض ہوتی ہے اور یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۹۱ ج ۴، بحوالہ قرآن کریم پارہ نمبر ۵ ومشکوٰۃ شریف، اب الصلوٰۃ السفر، صفحہ ۱۱۹، جلد او نصب الرایۃ، صفحہ ۱۸۹، جلد اوّل، والدر المختار، صفحہ ۱۱۸، جلد اوّل﴾

غیر مقلدین کا تین میل پر قصر کیوں؟

سوال: حنفیہ کے نزدیک اڑتالیس میل پر مسافر دوگانہ پڑھتا ہے اور غیر مقلدین تین میل پر دوگانہ پڑھتے ہیں اور ثبوت میں حضرت انسؓ کی حدیث پیش کرتے ہیں جس میں آنحضرت ﷺ نے تین میل پر دوگانہ پڑھا ہے۔ اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟

Marfat.com

جواب: تین منزل (جس کے ۴۸ میل ہوتے ہیں) کی مسافت کا ارادہ ہو تو شہر سے باہر نکلتے ہی قصر شروع ہو جاتا ہے اور یہی تاویل ہے اس حدیث شریف کی جس میں یہ آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مدینہ شریف سے باہر تین میل پر قصر کیا یعنی ارادہ آپ ﷺ کا دور کا تھا مگر تین میل پر مدینہ سے نکل کر وقت نماز کا ہوا تو آپ ﷺ نے قصر نماز پڑھی۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۷۸، جلد ۴، بحوالہ درمختار، صفحہ ۷۳۵، جلد اوّل﴾

خدا کی دی ہوئی رعایتوں سے فائدہ اٹھانا چاہیے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو اپنی دی ہوئی رخصتوں پر عمل کیا جانا بھی اسی طرح پسند ہے جس طرح اپنے پورے احکام کی بجا آوری پسند ہے۔

تشریح: ایک صاحب جلال وجبروت اور قادر ومختار کل بادشاہ کے سامنے ایک غلام کی خوبی یہ ہے کہ اس میں اپنے عجز وانکسار اور ضعف وناتوانی کا اعتراف کمال درجہ کا ہو۔ جب کبھی شہنشاہ مطلق اس کی کمزوری وعاجزی کے پیش نظر اس کے فرائض میں کوئی تخفیف اور سہولت دے تو شکریے کے ساتھ اس کو نیازمندانہ قبول کرے، یہی شان بندگی ہے اور یہی موقع شناسی اور اپنے مالک کے جذبہ ہمدردی کی قدردانی ہے ایسے وقت میں بہادری دکھانا اور یہ کہنا کہ "نہیں حضور مجھے مہلت نہیں چاہیے میں تو پورا پورا کام کر سکتا ہوں" اپنی حیثیت سے اونچا دعویٰ ہے جو غرور وپندار پر مبنی ہے اور جس پر اگر عتاب نازل ہو جائے تو کچھ بے جا نہیں، غلام کی کامیابی بہت زیادہ محنت کرنے میں نہیں بلکہ اس کا کمال وقت کو پہچاننا اور اشارہ چشم وابرو کو سمجھنا ہے۔ اس لیے جس وقت جو رخصت ملے اس کو قبول کر لینا ہی کمال بندگی اور معراج اطاعت ہے۔

﴿الترغیب والترہیب، صفحہ ۳۰۸، جلد ۲﴾

قصر اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ سفر شرعی میں قصر نماز واجب ہے، قصداً پوری نماز پڑھنا ممنوع ہے کیونکہ یہ حدود اللہ سے تجاوز ہے۔

Marfat.com

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۝

''جو شخص خدائی ضابطوں سے باہر نکل جائے (خلاف ورزی کرے) تو ایسے لوگ اپنا نقصان کرنے والے ہیں۔''

اور ''مَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا'' میں یہ داخل نہیں کیونکہ یہ حکم شارع علیہ السلام کے خلاف کرنا نہیں ہے بلکہ وہ شر ہے۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۷۰، جلد۴، بحوالہ ردالمحتار باب صلاۃ المسافر، صفحہ ۷۳۵، جلد۱، سورۂ بقرہ پارہ ۲﴾

آرام دہ سفر میں قصر کا حکم

مسئلہ: قصر کرنا مسافر کو لازم ہے کہ ریل کا سفر آرام دہ ہے، پوری نماز پڑھنا درست نہیں۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۸۱، جلد۴، بحوالہ غنیۃ، صفحہ ۴۹۹﴾

پوری نماز پڑھنے کی منت ماننا

سوال: مسافر نے منت مانی کہ سفر میں دو چار روز قصداً پوری نماز پڑھا کروں گا تو منت کے دنوں کی نماز پوری پڑھے یا قصر کرے؟

جواب: مسافر کو قصر کرنا یہ منّت اس کی لغو ہے یہ معصیت ہے اور خلاف شرع ہے قصداً پوری نماز پڑھنے سے گنہگار ہوگا اور مقیم کی نماز اس کے پیچھے نہ ہوگی۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۸۹، جلد۴، بحوالہ ردالمحتار، صفحہ ۱۰۸، جلد اوّل﴾

سفر کا مقصد

کسی مسلمان سے محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر ملاقات کے لیے جانا بھی بڑی فضیلت کا عمل ہے اور اللہ کے لیے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس ملاقات کا مقصد کوئی دنیاوی مفاد حاصل کرنا نہ ہو، بلکہ یا تو اس لیے اس سے ملاقات کی جائے کہ وہ نیک آدمی ہے یا کوئی عالم ہے اور اس کی صحبت سے اپنی اصلاح مقصود ہو یا اس لیے ملاقات کی جائے کہ اس کا دل خوش ہو، (مرنے جینے میں) اور مسلمان کا دل خوش کرنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں، اس صورت میں بھی یہ ملاقات اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سمجھی جائے گی اور انشاء اللہ اس پر اجر ملے گا۔

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی بیمار کی عیادت کرے یا اپنے کسی بھائی کے پاس اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر ملاقات کو جائے، اس کو (غیبی) منادی پکار کے کہتا ہے کہ تو بھی مبارک، تیرا چلنا بھی مبارک اور تو نے جنت کی ایک منزل میں ٹھکانا بنالیا۔'' ﴿ترمذی﴾

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ کسی مسلمان سے ثواب کی نیت سے ملنے سے بھی نامہ اعمال میں نیکیوں کا بہت اضافہ ہوتا ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ حکم ان ہی لوگوں سے ملاقات کرنے کا ہے جن کی ملاقات سے اپنا کوئی دینی نقصان نہ ہو، اس کے برخلاف اگر یہ اندیشہ ہو کہ اس ملاقات کے نتیجہ میں کسی گناہ میں مبتلا ہونا پڑے گا یا اس کی بُری صحبت سے اپنے اوپر بُرا اثر پڑے گا، یا غیبت وغیرہ کرنی یا سننی پڑے گی، یا بے فائدہ باتوں سے بہت سا وقت ضائع ہو جائے گا تو ایسی ملاقات اور صحبت سے بچنا ہی بہتر ہے۔ ﴿آسان نیکیاں، صفحہ ۹۲﴾

سفر کی قسمیں

عادۃً سفر دو قسم کے ہو سکتے ہیں۔ اوّل خالص دین کے لیے، دوم دنیا کے لیے۔ اوّل کی مثال سفر حج، سفر جہاد، سفر طلب علم کے لیے، سفر علماء و صلحاء کی زیارت کے لیے، سفر اپنے دینی بھائی کی زیارت کے لیے خواہ رشتہ دار ہو یا نہ، وغیرہ ذالک۔ ان میں جس درجہ کا مقصد ہے، اسی درجہ میں سفر فرض یا واجب یا مستحب ہوتا ہے، بہر حال ان میں ہر قدم پر ثواب ملتا ہے۔

دوسرا سفر دنیا کے واسطے جیسے تجارت (بزنس) کے لیے یا کسب معاش (روزی کی تلاش) کی کسی دوسری صورت کے لیے یا محض تفریح طبع کے لیے۔ یہ بھی ایک حد تک فرض، واجب اور مستحب ہوتے ہیں اور ضرورت سے زائد، مباح اور جائز لیکن عقلمند کے لیے مناسب ہے کہ اس سفر میں نیت دین کی رکھے کیونکہ تمام دنیا کے کاروبار دین کی نیت کرنے سے عبادت بن جاتے ہیں مثلاً تجارت کے لیے نکلے تو یہ نیت کرے کہ جن لوگوں کا نان ونفقہ (خرچہ) اللہ تعالیٰ نے میرے ذمہ واجب کیا ہے وہ ادا کروں گا اور اس سے جو بچے گا اس میں اپنے مفلس بھائیوں کی امداد یا دوسری مذہبی ضرورتوں میں صرف کروں گا، سال پورا ہونے پر زکوٰۃ، صدقۃ الفطر ادا کروں گا اور سفر حج کے لیے اگر رقم جمع ہوگئی تو حج کروں گا اور قربانی کروں گا۔

﴿آداب سفر، صفحہ ٦﴾

Marfat.com

جائز وناجائز سفر کا حکم

سفر خواہ جائز ہو یا ناجائز، مثلاً کوئی شخص چوری کی غرض سے یا کسی کے قتل کرنے کے ارادے سے یا کوئی غلام اپنے مالک کی بلا اجازت یا کوئی لڑکا اپنے والدین کی خلاف مرضی سفر کرے تو ہر حال میں ان کو قصر کرنا چاہیے جبکہ شرعی سفر ہو۔ ﴿علم الفقہ، صفحہ ۱۳۱، جلد ۲﴾

مسئلہ: حنفیہ کے نزدیک مسافر شرعی پر قصر واجب ہوا ہے اگرچہ کوئی شخص (سفر میں) فعل حرام کا مرتکب ہوا ہو، ہاں اس فعلِ حرام کے ارتکاب کا گناہ ہوگا، لیکن قصر واجب ہوگا۔

﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۷۶۳، جلد اوّل وفتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۵۸، جلد ۳، کتاب الصلوٰۃ﴾

سفر کون سے دن کرے؟

حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم ﷺ غزوۂ تبوک کے لیے جمعرات کے دن روانہ ہوئے اور آنحضرت ﷺ اس کو پسند فرماتے تھے کہ جہاد کے سفر کیا ابتداء جمعرات کے دن سے کریں۔ ﴿بخاری﴾

آنحضرت ﷺ جہاد کے سفر میں جمعرات ہی کے دن روانہ ہونا کیوں پسند فرماتے تھے؟

اس میں کئی احتمال ہیں، ایک تو یہ کہ چونکہ بندوں کے نیک اعمال جمعرات ہی کے دن سے اللہ تعالیٰ تک اٹھائے جاتے ہیں اس لیے آنحضرت ﷺ یہ چاہا کرتے تھے کہ جہاد کا عمل آج ہی اللہ تعالیٰ تک اٹھایا جائے کہ وہ افضل اعمال ہے اور دوسرے یہ کہ "خمیس"، لشکر کو بھی کہتے ہیں اور (جمعرات کا دن بھی یوم الخمیس کہلاتا ہے) لہٰذا آپ ﷺ جمعرات کے دن سفر جہاد کی ابتداء کر کے یہ فال نیک لیتے تھے کہ جس لشکر کے مقابلہ پر جا رہے ہیں اس پر فتح حاصل ہوگی۔

بہرکیف اس سلسلے میں سنت نبویؐ کے مطابق جو چیز ہے وہ یہی ہے کہ جب جہاد کے لیے سفر اختیار کیا جائے تو جمعرات کے دن روانگی عمل میں لائی جائے، لیکن اصل مدار استخارہ اور تفویض اور توکل پر ہے۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۵۳۴، جلد ۴﴾

مسئلہ: پنجشنبہ (جمعرات) اور شنبہ (ہفتہ) کی صبح کو اکثر رسول اللہ ﷺ سفر فرمایا کرتے تھے۔

﴿رکن دین، صفحہ ۱۴۶، بحوالہ احیاء العلوم﴾

Marfat.com

(ف۔ ق) سفر کے لیے مستحب تو یہ ایام ہیں لیکن یہ کوئی ضروری اور فرض نہیں ہے بلکہ جب موقع اور سہولت ہو تو سفر کر لیا جائے لیکن آداب سفر وغیرہ کا خیال رکھا جائے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ۔

کیا جمعہ کے دن سفر کر سکتے ہیں؟

مسئلہ: جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے پہلے سفر کرنا بہتر نہیں مگر جائز ہے اور اذان کے بعد نماز جمعہ سے پہلے سفر کرنا حرام ہے۔ (اگر جمعہ نکلنے کا اندیشہ ہو)۔

﴿کنز صفحہ ۳۴۵، جلد ۳، وفتاویٰ عالمگیر، صفحہ ۶۲، جلد ۳﴾

سفر کرنے کا مستحب طریقہ

مسئلہ: جب کوئی شخص اپنے وطن سے سفر کرنے لگے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ دو رکعت نماز (نفل) گھر میں پڑھ کر سفر کرے اور جب سفر سے آئے تو مستحب ہے کہ پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ لے، اس کے بعد اپنے گھر جائے۔ ﴿درمختار وغیرہ﴾

نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی اپنے گھر میں اُن دو رکعتوں سے بہتر کوئی چیز نہیں چھوڑتا جو سفر کرتے وقت پڑھی جاتی ہیں۔ ﴿طبرانی﴾

نبی علیہ السلام جب سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ لیتے تھے۔ ﴿صحیح مسلم﴾

مسافر کو بھی یہ مستحب ہے کہ اثناء سفر میں جب کسی منزل پر پہنچے اور وہاں قیام کا ارادہ ہو تو بیٹھنے سے قبل دو رکعت نماز پڑھ لے۔

﴿شامی علم الفقہ، صفحہ ۴۶، جلد ۲، وکتاب الفقہ، صفحہ ۵۳۰، جلد اول﴾

رات کے وقت سفر کرنا؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا: تم رات کے وقت چلنا اپنے لیے ضروری سمجھو کیونکہ رات کے وقت زمین لپیٹ دی جاتی ہے۔ ﴿ابوداؤد﴾

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جب تم کسی سفر کے لیے گھر سے نکلو تو محض دن کے وقت چلنے پر

Marfat.com

قناعت نہ کرو بلکہ تھوڑا (اگر پیدل یا اونٹ وغیرہ پر سفر کرو تو) رات کے وقت بھی (اگر امن ہو تو) چلا کرو کیونکہ رات میں سفر آسانی کے ساتھ طے ہوتا ہے اور اس خیال سے مسافر کی ہمت میں سفر میں کوئی بار نہیں ہوتا کہ ابھی میں نے بہت تھوڑا فاصلہ طے کیا ہے جب کہ حقیقت میں وہ کافی فاصلہ طے کر چکا ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اوّل تو رات کے وقت چلنے کے علاوہ کوئی شغل نہیں ہوتا، دوسرے فاصلے کی علامت ونشانات پر نظر نہیں پڑتی اور یہ چیزیں راستہ پر نظر میں سفر کو بھاری کر دیتی ہیں۔ چنانچہ اسی مفہوم کو زمین کے لپیٹ دیئے جانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اس سے یہ واضح ہوا کہ یہاں یہ مراد نہیں ہے کہ دن کے وقت بالکل چلو ہی مت، چنانچہ دوسری احادیث میں یہ حکم بیان فرمایا گیا ہے کہ اپنا سفر دن کے ابتدائی حصہ اور آخری حصہ میں طے (کرنے کی کوشش) کرو اور کچھ حصہ رات کے وقت بھی چلو۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۵۴۱، جلد ۴﴾

(مطلب یہ کہ رات میں بھی سفر کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔ مسافر اپنی سہولت دیکھے، شریعت نے کوئی خاص دن ووقت مقررہ ضروری نہیں کیا۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

اُمت کے حق میں صبح کے وقت کے لیے دُعا

حضرت صخرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا (یوں دُعا دی) ''اے اللہ! میری اُمت کے لیے دن کے ابتدائی حصہ میں برکت عطا فرما، یعنی اگر میری اُمت کے لوگ دن کے ابتدائی حصہ (صبح) میں طلب علم میں مشغول ہوں یا اپنے ذریعہ معاش میں منہمک ہوں اور یا سفر وغیرہ کریں تو اس میں انہیں برکت حاصل ہو۔'' چنانچہ آنحضرت ﷺ جب کوئی چھوٹا یا بڑا لشکر روانہ فرماتے تو اس کو دن کے ابتدائی حصہ میں روانہ فرماتے۔ اور صخرہ رضی اللہ عنہ جو ایک تاجر (بزنس مین) تھے (اس دُعا کی برکت حاصل کرنے کے لیے) اپنا تجارتی مال دن کے ابتدائی حصہ ہی میں روانہ کرتے تھے؛ چنانچہ وہ مالدار ہوئے اور ان کے مال میں بہت اضافہ ہوا۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۵۴۱، جلد ۴﴾

Marfat.com

سفر کے آداب

رسول اللہ ﷺ جمعرات کے دن سفر میں جانے کو پسند فرماتے تھے۔ ﴿بخاری﴾

اور تنہا سفر کرنے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا بلکہ دو آدمیوں کے ساتھ سفر کرنے کو بھی ناپسند فرمایا اور اس کی ترغیب دی کہ کم از کم تین آدمی ساتھ ہوں (ترمذی) اور چار ساتھی ہوں تو بہت ہی اچھا ہے۔ ﴿ابوداوٗد﴾

آپ ﷺ نے فرمایا: جب سفر میں تین آدمی ساتھ ہوں تو ایک کو امیر بنالیں۔ ﴿ابوداوٗد﴾

آپ ﷺ نے فرمایا: سفر میں جس کے پاس اپنی ضرورت سے فاضل کھانے پینے کی چیزیں ہوں تو ان لوگوں کا خیال کرے جن کے پاس اپنا توشہ نہ ہو۔ ﴿مسلم﴾

آپ ﷺ نے فرمایا۔ جب لمبے سفر سے واپس آؤ تو رات کو اپنے گھر میں نہ جاؤ۔ (بخاری شریف)۔ (اگر پہلے سے اطلاع کر دی گئی تو کوئی حرج نہیں)۔

آپ ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو چاشت کے وقت مدینہ طیبہ میں داخل ہوتے اور پہلے مسجد میں جا کر دو رکعتیں پڑھتے پھر تھوڑی دیر لوگوں کی ملاقات کے لیے وہیں تشریف فرما رہتے۔ ﴿بخاری شریف﴾

آپ ﷺ نے فرمایا: سفر میں اپنے ساتھیوں کا سردار وہ ہے جو ان کا خدمت گزار ہو۔

﴿اسلامی آداب، صفحہ۲۲، ومظاہر حق، صفحہ۵۴۲، جلد۴﴾

سفر میں جن لوگوں کے پاس کتا یا گھنٹی ہو اُن کے ساتھ (رحمت کے) فرشتے نہیں ہوتے۔

﴿مسلم۔ اسلامی آداب، صفحہ۲۳، مظاہر حق صفحہ۵۳۵، جلد۴﴾

جب سرسبزی کے زمانے میں جانوروں پر سفر کرو تو اُونٹوں (اور دوسرے جانوروں) کو ان کا حق دے دو، جو زمین ہے یعنی اُن کو چراتے ہوئے لے جاؤ۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ۵۳۶، جلد۴﴾

اور جب خشک سالی میں سفر کرو (جب کہ جنگل میں گھاس پھونس نہ ہو) تو رفتار میں تیزی اختیار کرو (تاکہ جانور جلدی منزل پر پہنچ کر آرام پالے) اور ایک روایت میں ہے اس سے پہلے سفر ختم کر دو کہ جانور بالکل بے جان ہو جائے۔ ﴿مسلم﴾

جانوروں کی پشتوں کو منبر نہ بناؤ۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ۵۴۴، جلد اوّل﴾

Marfat.com

(مطلب یہ کہ باتیں کرنے کے لیے جانور کی پشت پر سوار ہو کر نہ کھڑے رہو بلکہ اگر کسی سے بات کرنی ہے تو اس کی پشت پر سے اتر کر اپنی حاجت پوری کرو اور پھر اس پر سوار ہو جاؤ، خواہ مخواہ جانور کو تکلیف نہ پہنچاؤ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اپنی سواری موٹر کار، اسکوٹر وغیرہ کو بھی اس پر قیاس کرنا چاہیے کہ بلاوجہ رکنا یا بند کیے بغیر اس پر سوار رہنا غلط ہے کیونکہ یہ پٹرول وغیرہ کی فضول خرچی ہے جو اللہ کو ناپسند ہے۔ رفعت قاسمی غفرلہ)

جب منزل پر پہنچ جائیں تو جانوروں کے کجاوے اور زینیں کھول دیں بعد میں نفل نماز میں یا کسی اور کام میں مشغول ہوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی عمل تھا۔ ﴿ابوداؤد﴾

اور جب رات کو جنگل میں پڑاؤ ڈالو تو راستہ میں قیام کرنے سے پرہیز کرو، کیونکہ رات کو طرح طرح کے جانور اور زہریلے کیڑے مکوڑے نکلتے ہیں اور راستے میں پھیل جاتے ہیں۔ ﴿مسلم﴾

جانور کے گلے میں تانت (پلاسٹک کی رسّی وغیرہ) مت ڈالو کیونکہ اس سے گلا کٹ جانے کا خطرہ ہے۔ ﴿بخاری﴾

جب کسی منزل پر اترو تو سب اکٹھے قیام کرو اور ایک ہی جگہ رہو اور دُور دُور قیام نہ کرو۔ ﴿ابوداؤد﴾

اور جب کوئی شخص اپنی سواری پر بٹھانے لگے اور آگے بیٹھنے کی درخواست کرے تو اُسے بتا دو کہ آگے بیٹھنے کا تمہارا ہی حق ہے، اگر پھر بھی وہ آگے بیٹھنے کی درخواست کرے تو قبول کرلو۔ ﴿ترمذی و مظاہر حق، صفحہ ۵۴۵، جلد ۴﴾

سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے، تمہیں نیند اور کھانے پینے سے روکتا ہے، لہٰذا جب وہ کام پورا ہو جائے جس کے لیے تم گئے تھے تو جلد گھر واپس ہو جاؤ۔ ﴿بخاری و مسلم و اسلامی آداب از صفحہ ۲۲ تا ۲۵﴾

مسئلہ: اگر سواری کسی جانور پر ہے تو اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ اس پر رکھنا جائز نہیں۔ ﴿احیاء﴾

مسئلہ: جانور کے منہ پر نہ مارے کہ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

مسئلہ: جانور کی پیٹھ پر نہ سوئے کیونکہ اس سے جانور کو تکلیف ہوتی ہے۔

مسئلہ: صبح و شام کچھ دیر کے لیے جانور کی پشت سے اُتر کر پیدل بھی چلے یہی سلف صالحین کی سنت ہے، اس میں جانور بھی کچھ آرام حاصل کرلے گا اور اپنے پاؤں بھی کھل جائیں گے۔

مسئلہ: ضروری ہے کہ جس کا جانور کرایہ پر کیا (یا جس سواری پر سوار ہو) اس کو ٹھیک ٹھاک بتا دیا جائے کہ فلاں فلاں سامان اس پر رکھوں گا۔

Marfat.com

مسئلہ: حدیث شریف میں ہے کہ جب کوئی سوار اللہ کے ذکر میں مشغول ہوتا ہے تو فرشتہ اس کے ساتھ ہو جاتا ہے اور اگر فضول اشعار اور گانے میں مشغول ہے تو شیطان سفر میں جاتا ہے۔ ﴿رفیق سفر، صفحہ ۱۴ بحوالہ طبرانی، کنز، صفحہ ۳۴۱، جلد ۳﴾

مسئلہ: کہیں پڑاؤ ڈالو تو وہاں نہ زیادہ جگہ گھیرو اور نہ راستہ روکو۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۵۴۶، جلد ۴﴾

سفر کا ارادہ کرنے سے پیشتر جن کے حقوق دبائے ہوں ان کے حوالہ کرے اور قرض خواہوں کا قرض بے باق کرے اور جن لوگوں کا خرچ دینا اپنے ذمہ ہو اُس کی فکر کرے اور کسی کی امانت ہو تو وہ مالک کے پاس پہنچائے اور توشہ سفر مال حلال سے اتنا زیادہ ہو کہ اس میں سے رفیقوں کو دینے کی بھی گنجائش ہو۔ ﴿احیاء العلوم، صفحہ ۴۱۲، جلد ۲﴾

(یہ اس لیے کہ موت کا اطمینان نہیں تاکہ حقوق باقی نہ رہیں۔ رفعت قاسمی)

مسئلہ: آنحضرت ﷺ جب سفر کیا کرتے تھے اپنے ساتھ پانچ چیزیں لے جاتے تھے: (۱) آئینہ (۲) سرمہ دانی (۳) مسواک (۴) کنگھی (۵) سوئی دھاگہ و قینچی۔

﴿احیاء العلوم، صفحہ ۴۲۰، جلد ۲ و امداد الفتاویٰ﴾

تنہا سفر کرنے کی ممانعت کی وجہ؟

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر لوگ اس چیز کو جو تنہا سفر کرنے سے درپیش آتی ہے اتنا جان لیں جتنا میں جانتا ہوں تو کوئی سوار رات میں کبھی سفر (کرنے کی ہمت) نہ کرے۔'' ﴿بخاری﴾

تشریح: ''اس چیز سے'' دینی اور دنیاوی نقصانات مراد ہیں، چنانچہ دینی نقصان تو یہ ہے کہ تنہائی کی وجہ سے نماز کی جماعت میسر نہیں ہوتی اور دنیاوی نقصان یہ ہے کہ کوئی غم خوار و مددگار نہیں ہوتا کہ اگر کوئی ضرورت یا کوئی حادثہ پیش آئے تو اس سے مدد حاصل ہو سکے، سوار اور رات کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ سوار کو پیادہ کی بہ نسبت زیادہ خطرہ رہتا ہے اور خصوصاً رات میں۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۵۳۵، جلد ۴﴾

Marfat.com

رفیق سفر کو امیر بنانا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر (مثلاً سفر میں) تین شخص ہوں تو ان میں سے کسی ایک کو امیر بنا لینا چاہیے۔ ﴿ابوداؤد﴾

تین شخص سے مراد جماعت ہے کہ جس کا ادنیٰ درجہ تین آدمی ہیں۔ ویسے یہ حکم اس صورت کے متعلق بھی ہے جبکہ دو آدمی بھی ساتھ سفر کر رہے ہوں۔

حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی سفر میں ایک سے زائد لوگ ہوں تو اس صورت میں ان میں سے اُس شخص کو اپنا امیر و سردار مقرر کر لیا جائے جو سب سے افضل ہو اور کسی کو اُمیر سردار بنا لینے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ اگر دوران سفر کسی معاملہ میں آپس میں کوئی نزاعی صورت پیدا ہو جائے تو اس امیر و سردار کی طرف رجوع کر لیا جائے اور وہ جو فیصلہ کرے اس کو تسلیم کر کے اپنے نزاع کو ختم کر دیا جائے۔

اور اُمیر و سردار کے لیے یہ ضروری ہو گا کہ وہ اپنے تمام رفقاء سفر کے حق میں خیر خواہ و مہربان اور غمگسار ہو اور اپنی سرداری کو اپنے لیے محض وجہ افتخار سمجھ کر کسی بُرائی میں مبتلا نہ ہو بلکہ حقیقی معنیٰ میں اپنے آپ کو ان کا خادم سمجھے۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۵۴۲، جلد ۴﴾

بہترین رُفقاء سفر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: (مثلاً کسی سفر کے) بہترین ساتھی اور رفقاء وہ ہیں جو (کم از کم) چار کی تعداد میں ہوں۔''

تشریح: چار رفقاء اور ساتھیوں کو ''بہترین'' اس اعتبار سے فرمایا گیا ہے کہ فرض کیجیے اگر ان چاروں میں سے کوئی ایک بیمار ہو جائے اور وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو کر اپنے تین ساتھیوں میں سے کسی ایک ساتھی کو وصیت کرے تو باقی دو ساتھی اس کی وصیت کے گواہ ہو جائیں۔

ویسے علماء کرام نے لکھا ہے کہ پانچ ساتھی چار سے بہتر ہیں بلکہ پانچ سے بھی جتنے زیادہ ہوں اتنے ہی بہتر ہوں گے اور یہاں حدیث شریف میں ''چار'' کا ذکر کر کے گویا ادنیٰ درجہ بیان کیا گیا ہے۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۵۴۲، جلد ۴﴾

Marfat.com

سفر میں کم سے کم کتنے رفیق ہوں

حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ سفر میں کم سے کم تین افراد ہونے چاہئیں۔ اوّل تو وہ جماعت سے نماز ادا کریں اور دوسرے یہ کہ اگر ایک شخص کو دوران سفر کسی ضرورت سے کہیں جانا پڑے تو دو باقی رہیں اور آپس میں ایک دوسرے کی دل بستگی واطمینان کا ذریعہ بنیں اور اس شخص کو آنے میں دیر ہو جائے تو دونوں میں سے ایک اس کی خبر گیری کرے اور تاخیر کا سبب جاننے کے لیے چلا جائے اور دوسرا سامان وغیرہ کی دیکھ بھال کرتا رہے۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۵۴۲، جلد ۴﴾

(یہ سب مستحبات میں سے ہیں۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

اپنے رفقاء سفر کے ساتھ آنحضرت ﷺ کا معمول

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (سفر کے دوران) چلتے وقت (تواضع وانکسار کی وجہ سے اور دوسروں کی مدد وخبر گیری کے پیش نظر قافلہ سے پیچھے رہا کرتے تھے۔

اس حدیث سے آنحضرت ﷺ کے کمال انکسار سپتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کس بلند مقام پر تھے اور یہ کہ آپؐ اپنے رفقاء اور ساتھیوں کے حق میں کس قدر مہربان اور خیر خواہ تھے کہ ان کی راحت پر اپنی راحت کو کبھی ترجیح نہیں دیتے تھے۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۵۴۴، جلد ۴﴾

مسئلہ: منزل پر پہنچ کر تمام رفقاء سفر کو ایک ہی جگہ اکٹھا ٹھہرنے کے لیے حکم فرمایا کرتے تھے اور اس پر صحابہ کرامؓ اتنا عمل کرنے لگے تھے کہ جب کسی منزل پر اُترتے تو آپس میں اتنے پاس پاس ٹھہرتے کہ کہا جانے لگا کہ اگر ان سب پر ایک ہی کپڑا پھیلا دیا جائے تو سب کو ڈھانک لے۔

سفر میں آپؐ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ رہتے اور کوئی کام سب کو کرنا ہوتا، مثلاً کھانا وغیرہ پکانا ہوتا تو آپ بھی کام کاج میں ضرور حصہ لیتے تھے مثلاً ایک سفر میں سب اصحاب نے کھانا پکانے کا ارادہ کیا اور ہر ایک نے الگ الگ کام لیا تو حضور ﷺ نے لکڑیاں چن لینے کا کام اپنے ذمہ لیا۔ ﴿زاد المعاد﴾

(اُس زمانہ میں جنگل میں لکڑیوں کو چُننے، جمع کر کے استعمال کرنے کی عام اجازت تھی اور اب بھی بعض علاقوں میں ہے۔) ﴿محمد رفعت قاسمی﴾

Marfat.com

جب مقصد سفر پورا ہو جائے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے جو تمہیں نہ تو (آرام وراحت سے) سونے دیتا ہے اور نہ (ڈھنگ سے) کھانے پینے دیتا ہے، لہٰذا جب تم میں سے کوئی شخص (کہیں سفر میں جائے اور) اپنے سفر کی غرض کو پورا کرلے (یعنی جس مقصد کے لیے سفر کیا وہ مقصد پورا ہو جائے) تو اس کو چاہیے کہ اپنے گھر والوں کے پاس واپس آ جانے میں جلدی کرے۔'' [بخاری و مسلم]

''سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ سفر اپنی صورت کے اعتبار سے جہنم کے عذاب کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔

جیسے جسمانی تکلیف اور روحانی اذیت کے اعتبار سے کسی شخص کے حق میں سفر پریشانیوں اور صعوبتوں کا ذریعہ ہونے سے کم نہیں ہوتا، خصوصاً اُس دَور میں جبکہ آج کی طرح سفر کے تیز رفتار واطمینان بخش ذرائع نہیں تھے، لوگ سفر کے دوران کیسی کیسی پریشانیاں برداشت کرتے تھے اور کیسی کیسی مصیبتوں سے دوچار ہوتے تھے جس کا صحیح اندازہ آج کے دَور میں نہیں لگایا جا سکتا۔

حدیث میں سفر کی بطور خاص دو پریشانیوں کا جو ذکر کیا گیا ہے کہ سفر کے دوران نہ تو وقت پر اور طبیعت کے موافق کھانا پینا ملتا ہے اور نہ آرام وچین کی نیند نصیب ہوتی ہے، وہ محض مثال کے طور پر ہے ورنہ سفر میں تو نہ معلوم کتنے ہی دینی ودُنیاوی اُمور فوت ہوتے ہیں، جیسے جمعہ کی نماز، گھر اور دیگر رشتہ دار کے حقوق بروقت ادا نہیں ہوتے اور گرمی وسردی کی مشقت وتکلیف اور اسی طرح کی دوسری پریشانیاں برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ [مظاہر حق، صفحہ ۵۴۷، جلد ۴]

سفر میں رات کے وقت آپ ﷺ کے آرام کی کیفیت

آنحضرت ﷺ کا معمول مبارک یہ تھا کہ جب آپ ﷺ سفر پر ہوتے اور رات کے وقت کسی جگہ پڑاؤ ڈالتے اور رات کا کچھ حصہ باقی ہوتا تو داہنی کروٹ پر لیٹ کر آرام فرماتے جیسا کہ غیر سفر میں داہنی کروٹ پر لیٹنے کی عادت مبارکہ تھی اور اگر ایسے وقت پڑاؤ ڈالتے کہ رات کا تقریباً پورا

Marfat.com

حصہ گزر چکا ہوتا اور صبح ہونے والی ہوتی تو اس صورت میں آپ ؐ پوری طرح لیٹنے کی بجائے دست مبارک کو کھڑا کر لیتے اور اس کی ہتھیلی پر سر رکھ کر آرام فرماتے ایسا اس وجہ سے کیا کرتے تھے تاکہ غفلت کی نیند نہ آ جائے اور فجر کی نماز قضا نہ ہو جائے اگرچہ داہنی کروٹ پر سونے کی صورت میں بھی غفلت کی نیند طاری نہ ہوتی۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۳۹۱، جلد ۵﴾

رخصت ہوتے وقت سلام کرنا

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم گھر میں داخل ہو تو اپنے گھر والوں کو سلام کرو۔

تشریح: حدیث شریف کے الفاظ "فودعوا اهله" جو وداع سے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ گھر سے باہر جاتے وقت اپنے اہل وعیال کو سلام کے ذریعہ وداع کہو، اسی لیے بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس رخصتی سلام کا جواب واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے کیونکہ یہ سلام اصل میں دعا اور وداع ہے اور اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اپنے اہل وعیال کے پاس سلام کو ودیعت (امانت) رکھو۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جب تم نے رخصت ہوتے وقت اپنے اہل وعیال کو سلام کیا تو گویا تم نے سلام کی خیر وبرکت کو اپنے اہل وعیال کے پاس امانت رکھا جس کو تم آخرت میں واپس لو گے جیسا کہ کوئی شخص اپنی چیز کسی کے پاس امانت رکھتا ہے اور پھر اس کو واپس لے لیتا ہے۔

اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ تم سلام کو اپنے گھر والوں کی ودیعت (امانت وسپردگی) میں دے دو تاکہ تم لوٹ کر ان کے پاس آؤ تو اپنی ودیعت (امانت) کو واپس لے لو جیسا کہ امانتیں واپس لی جاتی ہیں۔

یہ بات گویا اس امر کی نیک فال لینے کے مترادف ہے کہ گھر سے رخصت ہونے والا سلامتی کے ساتھ لوٹ کر آئے گا اور اس کو دوبارہ سلام کرنے کا موقع ملے گا۔ (انشاء اللہ)۔

﴿مظاہر حق، صفحہ ۳۴۹، جلد ۵﴾

مسافر کو رخصت کرنے کا طریقہ

مسئلہ: کسی ملاقاتی یا مہمان کو رُخصت کرنے کے وقت مکان کے باہر تک اس کے ساتھ جانا یا سفر کا ارادہ کرنے والے کو شہر سے باہر یا تھوڑی دور تک پہنچا دینا مسنون و مستحب ہے۔

حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ اور خود جناب رسول اللہ ﷺ جب کسی کو سفر پر روانہ فرماتے تو اس کے ساتھ کسی قدر دُور تک جاتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مہمان کے ہمراہ گھر کے دروازہ تک جانا مسنون ہے، یعنی رسول اللہ ﷺ ایسا کیا کرتے تھے۔ ﴿ابن ماجہ، الجواب المتین، صفحہ ۴۴﴾

رخصت کرتے وقت کی دعا

کسی کو رخصت کرتے وقت آنحضرت ﷺ کا معمول تھا کہ آپؐ اس کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے لیتے اور فرماتے یعنی دعا دیتے تھے: (اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ) ''تمہارا دین، تمہاری امانت اور خاتمہ والے اعمال کو میں خدا کے سپرد کرتا ہوں، وہ ان کی حفاظت فرمائے۔''

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کو رخصت کرنے کے وقت مصافحہ فرمانا بھی آپؐ کا معمول تھا۔ ﴿معارف الحدیث، صفحہ ۲۲۳، جلد ۵ ومظاہر حق، صفحہ ۲۲۵، جلد ۳، وحصن حصین، صفحہ ۱۲۷﴾

اور جب مسافر چلا جائے تو اس کے لیے یہ دعا کرے: (اَللّٰهُمَّ اطْوِ لَهُ بُعْدَهُ وَهَوِّنْ عَلَيْهِ السَّفَرَ) ''اے اللہ خیر و عافیت کے ساتھ اس کی مسافت طے کرا دے اور سفر کو اس کے لیے آسان کر دے۔'' ﴿حصن حصین، صفحہ ۶۸﴾

(اگر یہ دعائیں یاد نہ ہوں تو کم از کم آیت قرآنی: (فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ) (پارہ ۱۳) یا خدا حافظ ہی کہہ دے۔) محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ

سوار ہونے کے وقت کی دعا

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دستور تھا کہ جب آپؐ سفر پر جاتے اور اُونٹ پر سوار ہوتے تو پہلے تین دفعہ اللہ اکبر کہتے اور اس کے بعد:

Marfat.com

(سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِيۡنَ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ
○اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ فِیْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَاتَرْضٰی اَللّٰهُمَّ
اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَةُ فِی الْاَهْلِ وَالْمَالِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ
مِنْ وَّعْثَآءِ السَّفَرِ وَکَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْاَهْلِ وَالْمَالِ)

تشریح: اس دعا کا ایک ایک جزو اپنے اندر بڑی معنویت رکھتا ہے پہلی بات اس حدیث میں یہ بتائی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اونٹ پر سوار ہونے کے بعد سب سے پہلے تین دفعہ ''اللہ اکبر'' کہتے تھے۔

اس زمانہ میں خاص کر اُونٹ جیسی سواری پر سوار ہونے کے بعد خود سوار کو اپنی بلندی وبرتری کا احساس یا وسوسہ پیدا ہو سکتا تھا، اسی طرح دیکھنے والوں کے دلوں میں اس کی عظمت وبڑائی کا جو خیال آ سکتا تھا، رسول اللہ ﷺ تین دفعہ اللہ اکبر کہہ کر اُس پر تین ضربیں لگاتے تھے اور خود اپنے کو اور دوسروں کو بتاتے تھے کہ عظمت وکبریائی بس اللہ ہی کے لیے ہے۔ اس کے بعد آپؐ کہتے تھے: سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ، الخ

اس میں اس کا اعتراف واظہار ہے کہ اس سواری کو ہمارے لیے مسخر کر دینا اور ہم کو اس طرح اس کے استعمال کی قدرت دینا بھی اللہ ہی کا کرم ہے، ہمارا کوئی کمال نہیں ہے۔ اس کے بعد آپؐ فرماتے وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ یعنی جس طرح آج ہم یہ سفر کر رہے ہیں، اسی طرح ایک دن اس دنیا سے سفر کر کے ہم اپنے خدا کی طرف جائیں گے جو اصل مقصود ومطلوب ہے اور وہی سفر حقیقی سفر ہوگا اور اس کی فکر اور تیاری سے بندے کو کبھی غافل نہ رہنا چاہیے اور اس کے بعد پہلی دعا آپ کرتے کہ ''اے اللہ! اس سفر میں مجھے نیکی اور پرہیزگاری اور اُن اعمال کی توفیق دے جن سے تو راضی ہو'' بلاشبہ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے بندوں کے لیے سب سے اہم مسئلہ یہی ہے، اس لیے ان کی اوّلین دعا یہی ہونی چاہیے۔ اس کے بعد آپؐ سفر میں سہولت کی اور سفر جلدی پورا ہو جانے کی دعا کرتے اور اس کے بعد آپؐ اللہ کے حضور میں عرض کرتے: ''اے اللہ! تو ہی سفر میں میرا حقیقی رفیق وساتھی ہے اور تیری ہی رفاقت ومدد پر میرا اعتماد ہے اور گھربار اور اہل وعیال جن کو میں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ان کا نگہبان اور نگران بھی تو ہی ہے اور تیری نگہبانی پر بھروسہ ہے۔ یعنی سفر میں بھی تیری رحمت سے عافیت وسہولت نصیب رہے اور واپس آ کر بھی خیر وعافیت دیکھوں۔''

﴿معارف الحدیث، صفحہ ۲۱۷، جلد ۵ ومظاہر حق، صفحہ ۲۱۸، جلد ۳ وحصن حصین، صفحہ ۱۷۱، واحکام حج صفحہ ۲۵﴾

(نوٹ) اگر کسی شخص سے یہ لمبی دعا یاد نہ ہو سکے تو کم از کم یہ آیت شریفہ ہی یاد کر لے یا

Marfat.com

ترجمہ ہی اپنی زبان میں یاد کرے: (سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ○ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ○) ﴿پارہ ۲۴ سورۃ الزخرف﴾

سفر میں خوف کے وقت کی دُعا

اگر کسی موقع پر (سفر و حضر میں) دشمن وغیرہ سے ناگہانی نقصان پہنچنے کا خوف ہو تو سورۃ لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ اخیر تک پوری پڑھے۔

حضرت ابوالحسن قزوینی فرماتے ہیں کہ یہ سورت ہر نقصان و مضرت سے امان دینے والی ہے، آزمودہ عمل ہے۔ ﴿حصن حصین، صفحہ ۱۷۰﴾

دورانِ سفر پڑھنے کی دُعائیں

① اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ. اَللّٰهُمَّ اَصْحِبْنَا فِي سَفَرِنَا وَاخْلُفْنَا فِي اَهْلِنَا)

''اے اللہ تو ہی سفر کا ساتھی ہے اور تو ہی اہل و عیال میں (ہمارا) قائم مقام ہے۔ اے اللہ تو ہمارے سفر میں ہمارا رفیق بن جا اور ہمارے اہل و عیال میں ہمارا قائم مقام (اور محافظ) بن جا۔ ﴿حصن حصین، صفحہ ۱۷۴﴾

② اور جب کسی بلندی (پہاڑی وغیرہ) پر چڑھے تو اللہ اکبر کہے اور جب اترے تو سبحان اللہ کہے۔

③ اور اگر سواری کے جانور کو ٹھوکر لگے (ایکسیڈنٹ وغیرہ ہو جائے) تو فوراً بسم اللہ کہنا چاہیے یا (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ) (پارہ ۲، سورۃ بقرہ) پڑھنا چاہیے۔

﴿حصن حصین، صفحہ ۱۷۳﴾

④ اور جب تک سفر میں رہے وقتاً فوقتاً یہ پانچ سورتیں پڑھ لیا کرے ① قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ (پوری سورت) ② اِذَا جَآءَ (پوری سورت) ③ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (پوری سورت) ④ سورۃ الناس (پوری سورت) اور ہر سورت کو ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' سے شروع کرے اور اسی پر ختم کرے۔ ان کے پڑھنے سے سفر میں خیر و برکت اور سفر میں خوش حالی و فارغ البالی نصیب ہوتی ہے۔

﴿حصن و حصین، صفحہ ۱۷۷﴾

Marfat.com

مسافر کی دُعا قبول ہوتی ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین دعائیں قبول کی جاتی ہیں، ان کی قبولیت میں کوئی شک نہیں ایک تو باپ کی دعا اور دوسری مسافر کی دعا اور تیسری مظلوم کی دعا۔

﴿ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ﴾

تشریح: مسافر کی دعا کے بارے میں دو احتمال ہیں یا تو یہ کہ مسافر کی دعا اس شخص کے حق میں قبول ہوتی ہے جو اس کے ساتھ احسان کا اور اچھا سلوک کرتا ہے اور اس کی بددعا اس شخص کے حق میں قبول ہوتی ہے جو اس کو تکلیف و ایذا پہنچاتا ہے اور اس کے ساتھ بُرا سلوک کرتا ہے یا پھر یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ مسافر کی دعا مطلقاً قبول ہوتی ہے خواہ وہ اپنے لیے کرے یا دوسرے کے لیے۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۹۲، جلد ۳، باب الدعا﴾

بوقتِ سفر آپؐ کن چیزوں سے پناہ مانگتے تھے؟

حضرت عبداللہ ابن سرجس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کرتے تو پناہ مانگتے، سفر کی مشقت اور محنت سے، واپسی کی بُری حالت سے اور اعمال صالح اور اہل و مال میں زیادتی کے بعد نقصان سے، مظلوم کی بددعا سے اور واپس آکر اہل و مال کو بُری حالت میں دیکھنے سے۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۲۱۸، جلد ۳﴾

کسی بستی میں داخل ہونے کے وقت کی دعا

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے (فرماتے ہیں) کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے تھے۔ آپؐ کا معلوم تھا کہ جب وہ بستی دکھائی دیتی جس میں آپؐ جانے کا ارادہ رکھتے تھے تو تین مرتبہ کہتے: اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْھَا اور اس کے بعد یہ دعا فرماتے اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاھَا وَحَبِّبْنَا اِلٰی اَھْلِھَا وَحَبِّبْ صَالِحَ اَھْلِھَا اِلَیْنَا۔ ﴿معارف الحدیث، صفحہ ۲۲۰، جلد ۵، حصن حصین، صفحہ ۱۷۶﴾

قیام گاہ میں قیام کرتے وقت کی دعا

حضرت خولہؓ بنت حکیم کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جو شخص کسی نئی جگہ (خواہ حضر و سفر میں) آئے اور پھر یہ کلمات کہے تو اس کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی جب تک کہ وہ اس جگہ سے نہ چلا جائے اور وہ کلمات یہ ہیں: اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔

Marfat.com

ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ جو شخص ان مذکورہ بالا کلمات کو صبح وشام تین تین مرتبہ پڑھے گا تو اس دن زہریلے جانوروں سے حفاظت حاصل رہتی ہے۔

❁ معارف الحدیث، صفحہ ۲۲۰، جلد ۵ ومظاہر حق، صفحہ ۲۱۹، ج ۳، وحصن حصین، ص ۱۷۶ ❁

(یعنی ریلوے اسٹیشن یا بس اسٹینڈ، ایئرپورٹ وغیرہ پر اُترتے وقت یہ مذکورہ دعا پڑھے گا تو انشاء اللہ حفاظت بھی رہے گی اور سنت پر عمل بھی ہوگا۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسافت قصر کی حد

قرآن وحدیث میں مسافتِ قصر کی کوئی حد بیان نہیں کی گئی بلکہ مطلقاً سفر ذکر کیا گیا ہے۔

قصر نماز کے باب کی احادیث پر نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جہاں جہاں قصر نماز کا ذکر کیا گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قصر نماز پڑھنے کو بیان کیا گیا ہے، ان تمام مواقع کی مسافت میں فرق ہے، بعض مسافت کم ہے اور بعض مسافت زیادہ ہے، آپؐ کے بعد صحابہؓ تابعینؒ اور ائمہ، علماء نے اُمت کی آسانی کے لیے اپنے اپنے اجتہاد کے ذریعہ اور غور وفکر سے حد مقرر کی ہے کہ اس حد سے کم مسافت میں نماز قصر نہیں ہو سکتی بلکہ پوری ہی پڑھی جائے گی اور اس مسافت یا اس سے زائد مسافت کی صورت میں قصر واجب ہوگا۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مسافتِ قصر کے سلسلہ میں تین منزل کی حد مقرر کی ہے اور ایک منزل اتنی مسافت پر ہو کہ چھوٹے دنوں میں قافلہ صبح کو چل کر دوپہر کے بعد منزل پر پہنچ جائے۔

اس سلسلہ میں اگر چاروں ائمہ کے مسلک کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ حقیقت اور نتیجہ کے اعتبار سے سب کا یکساں ہی مسلک ہے کیونکہ حنفیہ کے نزدیک مشہور مسلک کے مطابق مسافت قصر اڑتالیس ۴۸ میل (سواستّر کلومیٹر) مقرر ہے۔

طحاوی کے قول کے مطابق شوافع کے یہاں سولہ فرسخ مقرر ہے اور سولہ فرسخ حساب کے اعتبار سے ۴۸ اڑتالیس میل سواستّر کلومیٹر کے برابر ہیں۔ اسی طرح حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام احمدؒ کا یہی مسلک ہے۔ لہٰذا چاروں مسلکوں میں مسافت قصر اڑتالیس میل ہوئی۔ واللہ اعلم۔ ❁ مظاہر حق جدید، صفحہ ۲۳۲، جلد ۲ ❁

مسئلہ: ہمارے نزدیک معمول سفر قصر کے لیے اڑتالیس ۴۸ میل یعنی سواستّر کلومیٹر سولہ میل کی ایک منزل قرار دی گئی ہے۔ ❁ فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۴۴، جلد ۴، وآپ کے مسائل، صفحہ ۳۷۹، جلد ۲ ودرالمختار باب صلاۃ المسافر، صفحہ ۷۳۵، جلد اوّل، ومظاہر حق، صفحہ ۲۲۰، جلد ۳ ❁

(آج کل مسافروں کے لیے سہولت یہ ہوگئی ہے کہ ٹکٹ پر مسافت سفر لکھی ہوئی ہوتی ہے کہ مسافر کو جہاں جانا وہ یہاں سے کتنے کلومیٹر ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مدتِ قصر

مسئلہ: مسافر کو اس وقت تک قصر کرنا چاہیے جب تک کہ اپنے وطن اصلی نہ پہنچ جائے یا کسی مقام پر کم سے کم پندرہ دن ٹھہرنے کا قصد نہ کرے، بشرطیکہ وہ مقام ٹھہرنے کے لائق ہو، اگر کوئی شخص دریا میں ٹھہرنے کی نیت کرے یا دارالحرب میں یا اسی طرح جنگل میں تو اس نیت کا کچھ اعتبار نہ ہوگا، ہاں خانہ بدوش لوگ اگر جنگل میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کریں تو صحیح ہو جائے گی اس لیے کہ وہ جنگلوں میں ہی رہنے کے عادی ہوتے ہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص اس مقدار مسافت کو طے کرنے سے پہلے ہی جس کا سفر میں اعتبار کیا گیا ہے کسی مقام پر ٹھہرنے کی یا اپنے وطن لوٹ جانے کی نیت کرے تو وہ مقیم ہو جائے گا۔ اگرچہ پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کی ہو، اب یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے سفر کے ارادہ کو ختم کر دیا۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۲۲۰، جلد۲، و آپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۴، جلد۲، و معارف القرآن صفحہ ۵۴۳، جلد۲، کتاب الفقہ ۷۷۲، جلد۱﴾

دورِ حاضر میں مسافت قصر

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ذیل کے بارے میں مسافت سفر سے متعلق علامہ شامیؒ نے تین اقوال نقل فرمائے ہیں: ۱۵ فرسخ۔ ۱۸ فرسخ۔ ۲۱ فرسخ اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ کتب فقہ میں جس میل کا ذکر ہے اس سے شرعی میل مراد ہے، انگریزی میل مراد ہونا بعید ہے اور ۱۵ فرسخ میں ۴۵ میل اور ۱۸ فرسخ میں ۵۴ میل اور ۲۱ فرسخ میں ۶۳ میل ہوتے ہیں اور ۱۶ فرسخ کا بھی ایک قول نقل کرتے ہیں اس وقت میل کو کلومیٹر سے ملانے کی سخت ضرورت ہے، اگر ۱۶ فرسخ والا قول لیا جائے تو ۴۸ میل ہوتے ہیں اور ایک میل شرعی دو ہزار گز کا ہوتا ہے اور ایک میل انگریزی ۱۷۶۰ گز کا ہوتا ہے اور مفتی شبیر احمد صاحب مفتی مدرسہ شاہی نے بڑی تحقیقات کے ساتھ میل اور کلومیٹر میں تطبیق دی ہے انہوں

نے لکھا ہے کہ میل شریعت کے اعتبار سے ۴۸ میل میں ۸۲ کلومیٹر ۲۹۶ میٹر ہوتا ہے اور ۴۸ میل شرعی میں ۸۷ کلومیٹر، ۸۲ء۷ میٹر ۴۰ سینٹی میٹر ہوتا ہے اور انگریزی میل کے اعتبار سے ۴۸ میل انگریزی ۷۷ کلومیٹر ۲۴۸ میٹر ۵۱ سینٹر دو ملی لیٹر ہوتا ہے اور بعض اکابر نے ۴۸ میل انگریزی کا بھی اعتبار کیا ہے مگر فقہ کی کسی کتاب میں اس کی تحقیق نہیں ملتی ہے، لیکن فقہ کی کتاب میں یہ بات البتہ ملتی ہے کہ مسائل میں جب اختلاف ہو جائے تو اتمام کے قول کو ترجیح دی جائے گی اس لیے ۴۸ میل شرعی میں جو ۸۴ کلومیٹر ۲۹۶ میٹر سے کم ہوتا ہے اس سے کم کی مسافت میں قصر نہیں کرنا چاہیے۔ (مستفاد ایضاح المسائل، صفحہ ۶۸ تا ۱۱۷)۔ نیز حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی نے احسن الفتاویٰ میں قریب قریب اسی کی تائید فرمائی ہے اگرچہ انہوں نے انگریزی میل کے قول کو حضرت تھانویؒ کی طرف نسبت کرنے کو غیر صحیح کہا تھا اور بعد میں اس سے رجوع کر لیا ہے مگر پھر بھی وہ اپنی اسی تحقیق پر قائم ہیں تو کیا ان دونوں مفتیوں کی تحقیق صحیح ہے اور اگر ان لوگوں کی تحقیق صحیح نہیں ہے تو حضرت والا سے درخواست ہے کہ براہ کرم میل شرعی میں کلومیٹر کا کیا حساب بیٹھتا ہے اپنی تحقیق سے آگاہ فرمائیں۔ دورحاضر کے لحاظ سے مسافت کے لیے کلومیٹر کتنا ہوتا ہے؟ جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

والسلام محمد رفعت قاسمی خادم دارالعلوم دیوبند، ۲۸ ذی الحجہ، ۱۴۱۴ھ

جواب: باسمہ سبحانہ وتعالیٰ وباللہ العصمۃ والتوفیق۔ حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ سفر شرعی کی مسافت کی تعیین میں حضرات صحابہ، تابعین ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ مختلف ہیں۔ عمدۃ القاری شرح بخاری وغیرہ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی روایات بھی اس بارے میں مختلف ہیں مگر صحیح اور راجح مذہب امام صاحبؒ کا یہ ہے کہ میلوں وغیرہ سے کسی مقدار کی تحدید نہ کی جائے بلکہ تین دن میدانی علاقہ میں پیدل چل کر جس قدر مسافت انسان بآسانی طے کر سکتا ہے وہی مسافت شرعی ہے۔ ایک روایت امام صاحبؒ کی یہ ہے کہ آپ نے سفر شرعی کی مسافت تین منزل قرار دی ہے۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اس کا حاصل بھی تقریباً وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا (تین دن کی مسافت)۔ الغرض جمہور مشائخ احناف رحمہم اللہ نے میلوں کے ساتھ تعیین کا اعتبار نہیں کیا اس لیے کہ تین دن کی مسافت اصل مذہب ہے جو راستہ وغیرہ کے اختلاف سے مختلف ہو سکتی ہے، اسی کے ساتھ ساتھ بہت سے فقہاء کرام رحمہم اللہ نے میل اور

Marfat.com

فراسخ کے ساتھ بھی تعیین فرمائی ہے اور ان کے اقوال بھی مختلف ہیں۔ ہندوستان کے عام بلاد میں چونکہ راستے تقریباً یکساں ہوتے ہیں، اس لیے محققین علماء ہند نے میلوں کی تعیین فرما کر اڑتالیس میل انگریزی مسافت قصر قرار دے دی ہے کیونکہ عندالفقہاء اوقات معہودہ میں اتنی ہی مسافت بآسانی پیادہ مسافر یہاں کے ہموار عام راستوں میں طے کرسکتا ہے۔ پہاڑی اور گھاٹیوں والے راستوں کی صحیح کیفیت اور چلنے والوں میں متوسط قویٰ والے آدمی کی رفتار وغیرہ لکھ کر ارباب فتویٰ سے مسافت قصر کی تقریبی تعیین کرالی جائے (والبسط یطلبمن جواہر الفقہ المجلد الاوّل) اڑتالیس میل انگریزی بحساب چکرورتی برابر ستتر کلومیٹر دو سو اڑتالیس میٹر اور دو ملی لیٹر ہوتے ہیں، (تقریباً سوا ستتر کلومیٹر) اتنی مسافت پر محققین حضرات قصر کے واجب ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں اور یہ قول پندرہ فرسخ والے قول کے قریب قریب ہی ہے۔

تنبیہ: یہ بات بھی دھیان میں رکھنے کے لائق ہے کہ فرسخ والے اقوال احناف کا اصل مذہب نہیں بلکہ تقریبی مقدار ہیں۔ پس ان ہی اقوال پر بنیاد رکھتے ہوئے ماعدا کی بالکلیہ نفی کردینا روایت ودرایت دونوں کے خلاف ہے نیز بعض محققین علماء اڑتالیس میل سے کم اور بعض اس سے زیادہ کے قائل ہیں پس اڑتالیس میل انگریزی والا قول اعدل واوسط الاقاویل ہے اس لیے بھی ہمارے نزدیک اسی کو ترجیح حاصل ہے اور صاحب احسن الفتاویٰ زادمجدہٗ نے بھی اڑتالیس میل انگریزی کی طرف تقریباً رجوع فرما لیا ہے (ملاحظہ ہو احسن الفتاویٰ، جلد۴، باب صلوٰۃ المسافر، صفحہ ۱۵) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم، ھذا ما کتبہ احقر الزمن العبد محمود حسن غفرلہٗ بلندشہری خادم دارالافتاء دارالعلوم دیوبند ۱۴۱۴/۲۹/ ۱۲ یوم الجمعہ۔ اصاب الی الحق العبد نظام الدین غفرلہٗ۔ الجواب صحیح محمد ظفیر الدین وکفیل الرحمٰن نشاط۔ الجواب صحیح محمد طاہر عفا اللہ عنہ۔ الجواب صحیح حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ۔

قصر کون سی نماز میں؟

مسئلہ: تین رکعت یا دو رکعت کے فرائض میں قصر نہیں ہے؟

قصر صرف چار رکعت کے فرائض یعنی ظہر، عصر، عشاء میں ہے۔

علم الفقہ، صفحہ ۱۳۰، جلد۲، ومظاہر حق، صفحہ ۲۲۸ ج۲، وکتاب الفقہ صفحہ ۷۵۸، جلد اوّل واحکام سفر صفحہ ۳۶

مغرب وفجر اور سنن اور وتر میں قصر نہیں ہے۔ معارف القرآن، صفحہ ۵۳۴، جلد۲

Marfat.com

مسافر کی شرعی تعریف

سفر شرعی جس کے لیے احکام مخصوص ہیں، تین شرطوں پر موقوف ہے۔ اوّل: یہ کہ سفر کم از کم اتنی دور کا ہو جس کو پیادہ (پیدل) چلنے والے بسہولت تین دن میں طے کر سکیں خواہ ریل وغیرہ کے ذریعہ ایک دو گھنٹہ ہی میں طے ہو سکتا ہو، جس کی مقدار آج کل اڑتالیس میل ہے مگر پہاڑوں اور دریاؤں میں یہ تعداد معتبر نہ ہوگی، بلکہ تجربہ سے جو مقدار تین روز کی مسافت ثابت ہو وہی ٹھیک سمجھی جائے گی۔

دوسری شرط یہ ہے کہ ابتداء سفر ہی سے اتنی دُور جانے کا قصد ہو اور اگر ابتداء دس بیس میل کے سفر کا قصد (خیال وارادہ) کر کے گھر سے نکلا اور وہاں پہنچ کر پھر آگے جانے کی ضرورت پیش آ گئی اور یہاں سے تیس میل اور آگے چلا گیا اور وہاں پہنچ کر پھر آگے جانے کی ضرورت پیش ہوئی تو یہ شخص اس وقت تک شرعی مسافر نہ کہلائے گا جب تک کہ ایک دفعہ اڑتالیس میل (سوا ستتر کلو میٹر کا قصد نہ کرے۔ خواہ ساری عمر پھرتا رہے اور ساری دنیا میں پھر آئے۔ ﴿شامی﴾

تیسری شرط یہ ہے کہ سفر کا قصد کر کے اپنی جائے اقامت کی آبادی سے باہر نکل جائے محض قصد کر لینے سے مسافر نہ ہوگا، بلکہ اپنی بستی سے باہر نکلتے ہی اس پر مسافر کے احکام جاری ہو جائیں گے اگرچہ اپنی بستی کے باغات یا ریلوے اسٹیشن آبادی کے اندر یا اس سے ملا ہوا ہو تو اسٹیشن پر وہ مسافر شرعی نہ ہوگا۔ (بلکہ اسٹیشن سے باہر نکل کر مسافر شرعی مانا جائے گا جبکہ اسٹیشن بستی سے خارج نہ ہو۔ ﴿احکام سفر، صفحہ ۳۵، از مفتی شفیع﴾

مسافر کہاں سے مانا جائے گا؟

مسئلہ: جب کوئی شخص قصر عائد کرنے والی مسافت اڑتالیس میل یعنی سوا ستتر کلو میٹر کے سفر کا ارادہ کر کے اپنی قیام گاہ سے روانہ ہو کر اپنی بستی سے آگے چلا جائے تب نماز قصر پڑھے، خواہ وہ اس شہر کا باشندہ ہو یا نہ ہو۔

پس اگر کوئی شخص شہر (اپنی بستی) سے روانہ ہوا تو جب تک ادھر کے مکانات سے گزر نہ جائے جدھر سے وہ (سفر پر) روانہ ہوا، نماز قصر نہ پڑھے اگرچہ دوسری جانب اس کے مقابلہ میں مکانات ہوں (یعنی اپنی بستی) شہر کی حدود سے باہر نکلنا ضروری ہے نیز یہ ضروری ہے کہ

Marfat.com

تمام ہی مکانات سے گزر جانے پر تحقق سفر ہو اگرچہ وہ مکانات متفرق ہوں لیکن وہ (اس مسافر کے) شہر کے مکانات کہے جاتے ہوں۔

مسئلہ: اگر کوئی ایسا محلہ ہو جو شہر سے منقطع (الگ) ہو گیا جو پہلے شہر میں شامل تھا تو جب تک اس سے نکل نہ جائے نماز قصر نہ کرے، بشرطیکہ وہ مکانات آباد ہوں، ہاں اگر وہ مکانات غیر آباد ہوں جن میں کوئی بستا نہ ہو تو (مسافر قرار دیئے جانے کے لیے) ان سے آگے جانے پر تحقق سفر موقوف نہیں ہے۔

مسئلہ: تحقق سفر کے لیے ضروری ہے کہ کسی شہر کے متصل جو رہائش گاہیں ہیں اور وہ بستی جو شہر سے ملی ہوئی ہے اس سے آگے نکل جائے تب ہی وہ مسافر ہو گا۔ (جب وہ اپنے شہر کی آبادی سے باہر ہو جائے تو شریعت کی رُو سے وہ مسافر بن گیا اور جب تک اپنی آبادی کے اندر چلتا رہے تب تک وہ مسافر نہیں ہے) بخلاف ان بستیوں (آبادیوں کے) جو (شہر سے نہیں بلکہ) شہر کے بیرونی میدانوں سے ملحق (ملی ہوئی) ہیں کہ ان سے آگے جانا ضروری نہیں ہے۔

مسئلہ: مسافر کے لیے یہ بھی شرط نہیں ہے کہ (اس کی بستی کے) مکانات نظر سے اوجھل ہو جائیں (تب ہی سفر سمجھا جائے) مثلاً کوئی شخص چھولداری یا خیموں سے روانہ ہوا (جو اس کی بستی سے باہر ہوتے ہیں) تو جب تک ان سب سے باہر نہ نکل جائے مسافر متصور نہ ہو گا، یہ خیمے خواہ قریب قریب ہوں یا متفرق طور پر ہوں۔

﴿ کتاب الفقہ، صفحہ ۷۶۶، جلد اوّل و فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۶۳۸، جلد اوّل ﴾

(آج کل تو ہر شہر و قصبہ اور دیہات وغیرہ کی حدود میں سرکاری بورڈ یعنی میل، کلومیٹر کے پتھر لگے ہوئے ہیں جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں علاقہ شروع یا ختم ہو گیا ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

جنگل میں رہنے والے کہاں سے مسافر ہوں گے؟

مسئلہ: اگر کوئی شخص دریائی علاقہ یا گھنے جنگل میں رہتا ہے تو جب تک دریائی علاقہ یا جھاڑ سے باہر نہ نکل جائے مسافر متصور نہ ہو گا جبکہ وہ جنگل بہت زیادہ وسیع یا اس دریا کا منبع یا اس کے گرنے کی جگہ بہت دُور نہ ہو اگر ایسی صورت ہو تو صرف آبادی سے آگے جانے پر سفر کا اعتبار ہو جائے گا۔

Marfat.com

مسئلہ: تحقق سفر کے لیے ایک شرط یہ ہے کہ مسافر اپنی جائے اقامت (رہنے کی جگہ) کے قریب جو فناء (میدان) ہے اُس سے آگے چلا جائے، فناء سے وہ جگہ مراد ہے جو بستی والوں کے رفاہی مقصد کے لیے مہیا کی جائے، مثلاً گھوڑ دوڑ کا میدان، قبرستان یا ملبہ وغیرہ پھینکنے کی جگہ۔ اب اگر یہ فناء (میدان) کھیت سے چار سو ہاتھ لمبے میدان کے فاصلہ پر ہو تو اس سے آگے جانا (تحقق سفر کی) شرط نہیں ہے۔ ﴿کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، صفحہ ۷۶۷، جلداوّل و بہشتی زیور، صفحہ ۴۷۵ و مجمع، صفحہ ۱۶۰، جلداوّل و فتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۵۸، واحسن الفتاویٰ، صفحہ ۷۲، جلد ۴﴾

خانہ بدوش کہاں سے مسافر ہوں گے؟

مسئلہ: خیموں میں رہنے والوں (خانہ بدوشوں) کے سفر کا آغاز اس وقت خیال کیا جائے گا جب وہ خیموں اور ان کے متعلقات، یعنی بچوں کے کھیلنے کے میدان، کوڑی کی جگہ، یا جانوروں کے باڑہ سے آگے چلے جائیں۔

اسی طرح ضروری ہے کہ اگر پڑاؤ (خیمہ) اونچی جگہ پر ہے تو اس کے نشیب سے اور اگر نشیب میں ہے تو اس کی بلندی سے گزر جانے کے بعد سفر متصور ہوگا، نیز عرض وادی سے گزر جانے پر جب کہ اس کے پاٹ سے گزر جاتا ہو سفر کا آغاز متصور ہوگا اور یہ مسائل اس صورت میں ہیں جبکہ اس نشیب وفراز یا وادی کا رقبہ حد اعتدال سے زیادہ نہ ہو، اگر یہ رقبہ بہت زیادہ وسیع ہے تو صرف اس جگہ سے آگے جانے پر تحقق سفر ہوگا جہاں لوگ رات کو بات چیت کے لیے (چوپال وغیرہ میں) اکٹھے ہوتے ہیں، مثلاً وہ مکانات جہاں جمع ہو کر بستی کے لوگ ایک دوسرے سے اپنی ضروریات حاصل کرتے ہیں۔

مسئلہ: وہ مسافر جس کی رہائش نہ مکانوں میں ہو اور نہ خیموں میں، ان کے سفر کا آغاز ان کی اقامت گاہ کی متعلقہ جگہوں سے آگے جانے پر متصور ہوگا۔ ﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۷۶۵، جلد ۱﴾

خانہ بدوشوں کی نیت کا حکم

جو لوگ خانہ بدوش ہیں اور ہمیشہ جنگلوں میں خیمے ڈال کر رہتے ہیں، ان کے لیے خیمے ہی جائے اقامت سمجھے جائیں گے اور اسی لیے ان لوگوں کو ہمیشہ نماز پوری چار رکعت پڑھی

Marfat.com

چاہیے کیونکہ عادۃً یہ دوسری بستی کی طرف منتقل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ البتہ اگر ایسا کریں کہ اڑتالیس میل کے سفر کا دفعتہً (ایک دم) ارادہ کر کے نکلیں تو مسافر سمجھے جائیں گے۔ (جبکہ مسافتِ قصر پر ہو تو مسافر ہو جائیں گے)۔ ﴿احکام سفر، صفحہ ۴۰، وبدائع صنائع، صفحہ ۱۰۱، ج ۱ وامداد الفتاویٰ، صفحہ ۵۷۹، جلد اوّل وعالمگیری، صفحہ ۵۹، جلد ۳، وعلم الفقہ، صفحہ ۱۳۱، جلد ۲﴾

آبادی بڑھ گئی تو مسافر کس جگہ سے مانا جائے گا؟

سوال: آج کل شہر اتنے وسیع ہو گئے ہیں کہ بہت سی بستیاں اور گاؤں جو پہلے الگ الگ تھے، اب شہر سے ملحق ہو کر شہر کا ایک حصہ بن گئے ہیں۔ مثال کے طور پر دہلی اور بمبئی اور دیگر شہر، البتہ پورا شہر مختلف محلوں، حلقوں اور کالونیوں پر مشتمل ہوتا ہے جن کے نام جُداجُدا ہوتے ہیں اب سفر میں جانے والا شخص اپنے محلہ یا حلقہ کی حدود سے نکل کر مسافر بنے گا یا شہر دہلی کی حدود سے نکل کر مسافر بنے گا؟

اگر تو مسافت شہر دہلی کی حدود سے نکل جانے پر شروع ہوتی ہے تو مزید ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شہر دہلی کی آبادی دوسرے شہر غازی آباد کی آبادی سے ملی ہوئی ہے آبادی کا تو تسلسل ہے مگر آبادی کا نام حتیٰ کہ ضلع اور صوبہ بھی بدل جاتا ہے، اب شہر کی حد تک کہاں مانی جائے جہاں تک سرکاری اعتبار سے اس کی حد ہے یا جہاں تک آبادی کا تسلسل ہے؟

جواب: وطن اصلی یا وطن اقامت کی آبادی سے باہر جانے پر شرعی مسافر کا اطلاق ہوگا، دوسری آبادی اگرچہ متصل ہو مگر وہ دوسری آبادی ہے، دونوں کے نام الگ الگ ہیں، حکومت اور کارپوریشن (میونسپلٹی، نگر پالیکا) نے دونوں آبادیوں کے حدود الگ الگ مقرر کیے ہیں اس لیے وہ دونوں دو مستقل آبادیوں (یعنی شہر) کے حدود سے تجاوز کر جائے اور اگر متصل ہونے کی وجہ سے کارپوریشن نے دونوں کو ایک کر دیا ہو تو اب وہ آبادی شہر کا محلّہ ہے اور محلہ شہر کا جزو ہے لہٰذا اب اس سے تجاوز ہونے پر مسافت کے احکام جاری ہوں گے۔

﴿فتاویٰ رحیمیہ، جلد ۶، بحوالہ شامی، صفحہ ۲۷، جلد اوّل، باب صلوٰۃ المسافر، مراقی الفلاح، صفحہ ۲۳۰، جلد ۱﴾

ریلوے اسٹیشن وایئرپورٹ کا حکم

سوال: ایئرپورٹ وریلوے اسٹیشن وغیرہ پر نماز میں قصر ہوگا یا نہیں؟

جواب: اگر اسٹیشن پر آبادی مسلسل ہے (یعنی اسی بستی میں داخل ہے) تو ابھی وہاں مسافر نہیں، پوری نماز لازم ہے، وہاں سے چلنے کے بعد سفر ہوگا تو تب قصر ہوگا۔ ﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۲۸، جلد ۱۴﴾

(یعنی جس جگہ اسٹیشن حدود شہر میں داخل ہو تو وہاں پر قصر کے احکامات شروع نہ ہوں گے۔ رفعت قاسمی غفرلہ)

مسافر شرعی پر بحالت سفر قصر واجب ہے

سوال: ایک شخص نے بمبئی جانے کا ارادہ کیا اور ارادہ گھر سے یہی ہے کہ میں سفر میں چھ ماہ رہوں گا، تو اب یہ شخص قصر کرے گا یا نہیں؟

جواب: راستہ میں وہ شخص قصر کرے گا کیونکہ وہ شخص سفر شرعی کے (۴۸ میل یعنی سوا ستتر کلومیٹر) کے ارادہ سے گھر سے نکلا ہے لہٰذا علت قصر پائی گئی ہے، باقی جب بمبئی پہنچے گا اور وہاں اس کی نیت چھ ماہ کے قیام کی ہے تو وہاں پوری نماز پڑھے گا (راستہ میں جب کہ وہ سفر اڑتالیس میل یعنی سوا ستتر کلومیٹر ہے تو قصر ہی پڑھے گا وہاں پہنچ کر اگر پندرہ یوم سے زیادہ قیام کی نیت ہے تو پوری نماز پڑھے۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۳۷۴، جلد ۴، بحوالہ ردالمختار، صفحہ ۷۳۲، جلد اوّل، باب صلاۃ المسافر﴾

مسئلہ: سفر کی شرعی حیثیت کو ختم کرنے والی محض نیت اقامت (ٹھہرنے کی) کرنے سے قصر کا حکم باطل نہیں ہوتا جب تک کہ فی الواقع کوئی شخص اقامت اختیار ہی نہ کر لے، چنانچہ مثلاً کوئی شخص قاہرہ سے چلے اور استنبول میں پندرہ یوم یا اس سے زیادہ قیام کرنے کی نیت ہو تو جب تک سفر میں ہے قصر واجب ہوگا یہاں تک کہ وہاں پہنچ کر اقامت نہ کر لے۔ ﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۷۶۲، جلد اوّل وفتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۸۴، جلد ۴ وفتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۲۳۹، ونور الایضاح، صفحہ ۱۰۸﴾

Marfat.com

قصر نماز کے لیے کس راستہ کا اعتبار ہے؟

سوال: میرے گاؤں سے پشاور شہر کو تین راستے جاتے ہیں، ایک راستہ اڑتالیس میل کا ہے اور دوسرا راستہ چالیس میل کا ہے اور تیسرا راستہ پیدل پینتیس میل کا ہے۔ تینوں راستوں کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: جس راستہ پر سفر کیا جائے اس کا اعتبار ہے اگر وہ اڑتالیس میل ہو تو قصر لازم ہے، خواہ دوسرا راستہ اس سے کم مسافت کا ہو۔

﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۰، جلد ۲ وفتاویٰ دارالعلوم دیوبند، صفحہ ۴۵۲، جلد ۴، وامداد لاحکام، صفحہ ۷۲۲، جلد اوّل وردالمحتار باب صلاۃ المسافر، صفحہ ۷۳۵، جلد اوّل وفتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۱۳۶، جلد اوّل وفتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۲۲۸، جلد اوّل درمختار، صفحہ ۷۳۰، جلد اوّل﴾

سفر قصر کرنے والے راستے سے کیا اور واپسی غیر قصر والے سے

سوال: ایک جگہ کے دو راستے ہیں، اگر ریل سے جائے تو قصر لازم ہے اور پیدل کے قریب کے راستہ کو جانے سے پوری نماز پڑھے گا اگر گیا تو ریل سے اور آیا پیدل یعنی قریب کے راستہ کو تو گھر پہنچنے تک قصر پڑھے یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں واپسی میں بھی وہ شخص قصر کرے گا جب تک کہ وہ وطن میں نہ پہنچ جائے، کیونکہ اس گاؤں میں اس نے پندرہ دن قیام کی نیت نہیں کی تھی وہ گاؤں ابھی تک وطن اقامت نہیں ہوا تھا۔ ﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۶۴، جلد ۴﴾

بیک وقت دو شہروں میں مقیم کے لیے حکم

سوال: میری مستقل رہائش سمندری (شہر کا نام ہے) میں ہے جو فیصل آباد سے تیس میل پر ہے۔ میں فیصل آباد میں مستقل ملازمت کرتا ہوں اور ملازمت کی وجہ سے فیصل آباد ہی کو وطن سکونت سمجھتا ہوں دوران سفر قصر نماز کے لیے کس شہر کو پیش نظر رکھنا ہوگا مستقل خاندانی رہائش کو یا جہاں ملازمت کرتا ہوں؟

جواب: دونوں کا اعتبار ہوگا، جس شہر سے آپس سفر شروع کریں گے وہاں کا بھی اور دوسرے کا بھی۔ مثال کے طور پر آپ فیصل آباد سے سرگودھا کی طرف سفر کر رہے ہیں تو وہ جگہ فیصل آباد سے اڑتالیس میل یا زیادہ کی مسافت پر ہونی چاہیے تب آپ مسافر ہوں گے اور اگر آپ فیصل آباد سے گوجرہ کی طرف سفر شروع کریں تو سمندری آتے ہی آپ مقیم ہو جائیں گے اب آگے کی جگہ اگر سمندری سے اڑتالیس میل ہو تو آپ مسافر ہوں گے ورنہ نہیں۔ اسی طرح اگر آپ کو سمندری کی طرف جانا ہے، راستے میں فیصل آباد آتا ہے۔ آپ وہاں پہنچ کر مقیم ہو جائیں گے۔ اب اس سے آگے کی مسافت ۴۸ میل ہو تو مسافر ہوں گے ورنہ نہیں۔ ﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۳، جلد ۲﴾

مسئلہ: شرعی مسافر کا راستہ میں کئی جگہ ٹھہرنے کا ارادہ ہے مثلاً دس دن یہاں پانچ دن وہاں اور بارہ دن وہاں لیکن پورے پندرہ دن کہیں ٹھہرنے کا ارادہ نہیں تب بھی وہ مسافر رہے گا یعنی قصر کرے گا۔ ﴿بہشتی زیور، صفحہ ۴۹، جلد ۲ بحوالہ کبیری، صفحہ ۱۵۰﴾

(اگر منتہائے سفر اڑتالیس میل ہو تو یہ حکم ہوگا اور اگر ابتداء سفر مسافت قصر کی نیت نہ ہو تو مسافر نہ ہوگا۔ رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ: شرعی مسافر اگر راستہ میں کہیں ٹھہر جائے تو اگر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہے تو برابر وہ مسافر رہے گا چار رکعت والی فرض نماز دو رکعت پڑھتا رہے اور اگر پندرہ دن یا اس سے زیادہ نیت کر لی ہے تو اب وہ مسافر نہیں رہا۔ پھر اگر نیت بدل گئی اور پندرہ دن سے پہلے جانے کا ارادہ ہو گیا تب بھی وہ مسافر نہ بنے گا۔ نمازیں پوری پورے پڑھے، پھر جب یہاں سے چلے تو اگر یہاں سے وہ جگہ اڑتالیس میل (سوا ستتر کلومیٹر) ہے جہاں جانا ہے تو پھر مسافر ہو جائے گا اور اگر اس سے کم ہو تو مسافر نہیں ہوگا۔

﴿بہشتی زیور، صفحہ ۴۸، جلد ۲، بحوالہ مراقی الفلاح، صفحہ ۲۳۱﴾

مسئلہ: اڑتالیس میل جانے کا ارادہ کر کے گھر سے نکلے لیکن گھر ہی سے یہ بھی نیت ہے کہ فلاں علاقہ میں پندرہ دن ٹھہروں گا تو مسافر نہیں رہا (یعنی یہ قصد کر لینا کہ فلاں دیہات میں ایک دو منزل کے بعد قیام ہوگا) اگر یہ قصد و نیت ہو تو اُسے مسافر قرار نہ دیں گے۔

پورے راستہ پوری نماز پڑھے، پھر اگر گاؤں میں پہنچ کر پورے پندرہ دن نہیں ٹھہرنا ہوا تب بھی مسافر نہ بنے گا۔ ﴿بہشتی زیور، صفحہ ۴۹، جلد ۲، بحوالہ مراقی الفلاح، صفحہ ۲۳۱﴾

Marfat.com

قیدی کے لیے نماز قصر

مسئلہ: نماز کے قصر و اتمام کا مدار اقامت اختیار و اضطراری پر نہیں ہے بلکہ اس کا مدار پندرہ روز تک اقامت کے تیقن پر ہے، چنانچہ بیوی، خادم، غلام اور قیدی کی اقامت اختیاری نہیں ہوتی بلکہ شوہر اور مالک کی اقامت کے تابع اور غیر اختیاری ہوتی ہے۔ لہٰذا جب انہیں پندرہ روز تک شوہر اور مالک کی اقامت کا علم ہو جائے تو ان پر اتمام یعنی پوری نماز پڑھنا ضروری ہے۔
غرضیکہ جنگی قیدی کو اگر قرائن سے ظن غالب ہو جائے کہ پندرہ روز تک اُسے اسی مقام پر رکھا جائے گا تو اس پر اتمام (پوری نماز پڑھنا) ضروری ہے، قصر جائز نہیں۔

﴿احسن الفتاویٰ، صحہ ۸۷، جلد۴﴾

مسئلہ: قیدی نے قصر لازم ہونے کے باوجود غلطی سے نماز پوری پڑھ لی اور دو رکعت پر قعدہ کیا ہے تو فرض ادا ہو گیا مگر سجدۂ سہو لازم ہے اگر سجدۂ سہو نہ کیا تو نماز کا اعادہ ضروری ہے اور اگر قعدہ کرنا بھول گیا تو سرے سے نماز نہیں ہوئی۔

﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۸، جلد۵، بحوالہ مراقی الفلاح، صفحہ ۲۴۶، جلد اوّل وطحطاوی، صفحہ ۲۴۵، جلد اوّل﴾

مسئلہ: شہر میں امیر (کمانڈر) کی اقامت کی نیت کرنے سے فوج کا سپاہی جنگل میں مقیم ہو جائے گا۔ ﴿فتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۶۰، جلد۳﴾

فوجی کے لیے نماز قصر

سوال: ہم لوگ میدان جنگ میں شامل ہیں لیکن دس روز کہیں، بیس روز کہیں ٹھہرنا ہوتا ہے، ہم کو پہلے سے کوئی اطلاع نہیں ہوتی، چاہے ایک روز میں گھر چلے آئیں یا دس سال تک بھی نہ آئیں اس صورت میں نماز قصر پڑھیں یا نہیں؟
جواب: ایسی حالت میں نماز قصر ہی ادا کرنی چاہیے۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۸۷، جلد۴ بحوالہ ہدایہ، صفحہ ۱۴۹، جلد اوّل﴾

مسئلہ: اگر اسلامی لشکر کسی جگہ کا قصد کرے اور ان کے ساتھ سائبان اور چھوٹے بڑے ڈیرے ہیں اور وہ راستہ میں کسی جگہ جنگل میں اتر کر ڈیرے کھڑے کر دیں اور پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کریں تو مقیم نہ ہوں گے، اس لیے کہ یہ سب لے چلنے کا سامان ہے مسکن نہیں ہے۔

﴿عالمگیری، صفحہ ۵۹، جلد۳﴾

Marfat.com

بحری جنگوں مشقوں میں قصر کا حکم

بحریہ کے جہاز جب سمندر میں مختلف جنگی مشقوں کے لیے مشق یا گشت کرتے ہیں تو کیا ان میں نماز قصر پڑھنی ہوگی یا پوری جبکہ ان جہازوں کے تفصیلی حالات حسب ذیل ہیں:

❶ کھانے پینے اور رہائش اور دیگر تمام ضروریات زندگی جیسے گھر میں مقیم ہوتے ہیں سب مہیا ہیں، جہاز اکثر دو دنوں سے لے کر ہفتہ عشرہ تک مسلسل سمندر میں رہتے ہیں، بعض اوقات کراچی سے صرف تیس چالیس میل پر ہوتے ہیں لیکن سفر کے حساب سے وہ سینکڑوں میل ایک ہی دن میں طے کر جاتے ہیں، مثلاً کبھی ان مشقوں کے دوران کو، کبھی مغرب وشمال وجنوب کو بیس پچیس یا تیس میل قطر کے دائرہ کے اندر گھومتے رہتے ہیں تو کیا یہاں کل سفر کا حساب ہوگا یا کراچی سے فاصلہ کا؟

❷ ایک بار مثلاً انہوں نے شرعی ۳ منزل (اڑتالیس ۴۸ میل) کراچی سے فاصلہ طے کرلیا اور پھر دو یا تین دن اس سے کم فاصلہ پر رہے اور مختلف اطراف کو چلتے رہے تو یہاں قصر ہوگی یا نہیں؟

❸ جہاز صرف چند گھنٹوں کے لیے سمندر میں گیا کراچی بندرگاہ سے پورے اڑتالیس پچاس میل سیدھا ایک طرف گیا اور پھر سیدھا واپس بندرگاہ آ گیا تو کیا حکم ہے؟

❹ جہاز چند گھنٹوں کے لیے کراچی سے روانہ ہوا پھر سیدھا ایک طرف نہیں بلکہ مختلف اطراف کو مڑتا ہوا اس نے پچاس سے زائد میل سفر کیا اور اسی طرح واپس ہوتے ہوئے پچاس سے زائد میل سفر ہوا لیکن اس دوران کبھی بھی اور کسی جگہ پر بھی کراچی سے اڑتالیس میل پر نہ تھا تو کیا حکم ہے؟

❺ بندرگاہ سے جہاز بیس پچیس میل کے فاصلہ پر دو تین دن مشقیں کرتے رہے پھر تیسرے یا چوتھے دن اڑتالیس میل سے زائد فاصلہ پر جا کر پھر واپس آ گئے تو کیا بعد میں سب نمازیں واپسی بندرگاہ تک پوری ہوں گی یا قصر؟

❻ کراچی سے جہاز چلا پچاس سے زیادہ میل فاصلہ تک جانے کا ارادہ تھا، پھر راستہ میں خراب ہوگیا یا کسی مصلحت کی بنا پر واپس آ گیا تو کیا نماز پوری ہوگی یا قصر؟

Marfat.com

7 بعض اوقات جنگی مشقوں کی مصلحتوں کی بنا پر کسی کو بھی نہیں بتایا جاتا سوائے چند خصوصی افراد کے جو اس کام یعنی سمتوں اور فاصلوں کے معلوم کرنے پر مامور ہوتے ہیں کہ جہاز بندرگاہ سے اتنے فاصلہ پر ہے تو کیا معلوم کرنا فرض ہے جبکہ ان افراد کو جن کو معلوم ہے سختی سے منع کر دیا ہو کہ کسی کو نہ بتائیں تو کیا وہاں اپنے اندازہ پر قصر یا پوری نماز پڑھیں گے؟

علاوہ ازیں بحری سفر کے بارے میں شرعی احکام سے متعلق آگاہ فرمائیں گے کہ کتنے میل کی مسافت پر قصر کا حکم ہے؟

1 دوران مشق اگر جہاز اڑتالیس میل سے کم فاصلہ کے قطر مشرق و مغرب جنوب و شمال چکر لگاتے ہیں تو نماز پوری پڑھی جائے گی اگرچہ کل سفر کے حساب سے سینکڑوں میل طے کر جائیں، جب تک ساحل کراچی سے اڑتالیس میل فاصلہ نہ ہو جائے قصر نہ کیا جائے۔

2 جب ایک بار ساحل کراچی سے اڑتالیس میل سفر کیا اور سفر شروع کرتے وقت اڑتالیس میل یا اس سے زائد سفر کا ارادہ بھی تھا تو اس صورت میں روانگی کے بعد واپسی تک قصر کیا جائے۔

3 قصر کیا جائے۔

4 نماز پوری پڑھی جائے۔

5 اگر سفر شروع کرتے وقت اڑتالیس میل یا اس سے زیادہ کا ارادہ تھا تو شروع سے قصر کیا جائے، اگر شروع سے اڑتالیس میل کا ارادہ نہیں تھا تو اڑتالیس میل ہو جانے کے بعد بندرگاہ واپسی تک قصر کیا جائے۔

6 جس وقت ارادہ تبدیل ہو، اس وقت سے نماز پوری پڑھی جائے، اس سے قبل قصر کیا جائے۔

7 ظاہر ہے کہ جہاز کے عام ملازمین کمانڈر کے تابع ہیں اور اس سلسلہ میں مسئلہ یہ ہے کہ متبوع یعنی کمانڈر کی نیت کا اعتبار ہوگا اور جب نیت معلوم نہ ہو سکے جیسا کہ سوال میں کہا گیا ہے کہ نیت و ارادہ معلوم کرنا مشکل ہے تو اگر آفیسران نمازی ہیں تو ان کو دیکھ لیا جائے کہ کس طرح نماز پڑھتے ہیں، قصر کے ساتھ یا پوری نماز پڑھتے ہیں ورنہ تابع یعنی جہاز کے باقی حضرات اپنی حالت کا اعتبار کریں، اڑتالیس میل کے بعد قصر کریں اور اس سے پہلے تمام یعنی پوری نماز پڑھیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔ ﴿احسن الفتاویٰ از صفحہ ۸۳ تا ۸۵، جلد ۴﴾

Marfat.com

مسافر کے گھر کی خبر گیری رکھنا

حج اور جہاد بڑی عظیم عبادتیں ہیں لیکن اگر کوئی اپنی عدم استطاعت کی وجہ سے یہ عظیم عبادتیں خود انجام نہ دے سکے۔ ان کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے ان عبادتوں کے ثواب میں حصہ دار بننے کا بہترین راستہ پیدا فرما دیا ہے اور وہ یہ کہ جو شخص کسی مجاہد کو جہاد کی تیاری میں مدد دے یا کسی حاجی کے سفر حج کی تیاری میں مدد کرے، اللہ تعالیٰ اس کو بھی جہاد اور حج کے ثواب میں حصہ دار بنا دیتے ہیں، اسی طرح اگر کوئی شخص جہاد یا حج (وغیرہ) کے سفر پر گیا ہے تو اس کے پیچھے اس کے گھر والوں کی خبر گیری کرنا، ان کی ضروریات پوری کر دینا بھی ایسا عمل ہے جس سے انسان جہاد یا حج کے ثواب میں حصہ دار ہو جاتا ہے۔ سنن نسائی میں ہے کہ حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا اَوْ جَهَّزَ حَاجًّا، اَوْ خَلَفَهُ فِي اَهْلِهِ، الخ)

''جو شخص کسی مجاہد کو (جہاد کے لیے) تیار کرے، یا کسی حاجی کو (حج کے لیے) تیار کرے (یعنی اس کے اسباب فراہم کرنے میں مدد دے) یا اس کے پیچھے اس کے گھر کی دیکھ بھال کرے یا کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرائے تو اس کو ان سب لوگوں جتنا ثواب ملتا ہے، بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے ثواب میں کوئی کمی ہو۔ (اس کو بھی ثواب ملے گا)۔ ❁آسان نیکیاں، صفحہ ۱۲۲❁

ہم سفر کا حق توبہ سے بھی معاف نہیں

جس طرح اللہ تعالیٰ نے مکان کے پڑوسی کے بہت سے حقوق رکھے ہیں اسی طرح ہم سفر کے بھی حقوق بیان فرمائے ہیں اور ہم سفر سے مراد وہ شخص ہے جس سے خواہ پہلے جان پہچان نہ ہو، لیکن کسی سفر کے دوران وہ ساتھ ہو گیا، مثلاً بسوں، ریلوں، ہوائی جہاز وغیرہ میں اپنے قریب بیٹھنے والا، اس کو قرآن شرف کی اصطلاح میں (وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ) (پارہ پنجم) ''وہ ہم سفر جو تھوڑے وقت کے لیے پڑوسی بنا ہو'' اس کا حق یہ ہے کہ اپنے کسی عمل سے اس کو تکلیف نہ پہنچائی جائے۔

Marfat.com

بعض لوگ سفر میں اپنے آرام کی خاطر اپنے ہم سفروں کو تکلیف پہنچانے سے گریز نہیں کرتے، حالانکہ یہ سوچنا چاہیے کہ سفر تو ایک مختصر وقت کے لیے ہوتا ہے جو کسی نہ کسی طور گزر ہی جاتا ہے لیکن اپنے کسی عمل سے ہم سفر کو ناحق کوئی تکلیف پہنچی تو اس کا گناہ اور شدید گناہ ہمیشہ کے لیے اپنے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔

اور یہ گناہ چونکہ حقوق العباد (انسانی حقوق) سے تعلق رکھتا ہے اس لیے صرف توبہ سے معاف نہیں ہوگا جب تک کہ وہ ہم سفر اس کو معاف نہ کرے، اور عموماً جن لوگوں سے سفر میں ملاقات ہوتی ہے، سفر کے بعد نہ اُن سے کبھی ملاقات ہوتی ہے اور نہ ان کا پتہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن سے معافی کرالی جائے۔ اس لیے سفر کے اختتام کے بعد اس گناہ کی معافی کا عام حالات میں کوئی راستہ نہیں رہتا، اس لحاظ سے ہم سفر کو تکلیف پہنچانے کا گناہ انتہائی سنگین گناہ ہے جس کی معافی بہت مشکل ہے۔

دوسری طرف اگر ہم سفر کے ساتھ حُسنِ سلوک کیا جائے، حتیٰ الامکان ایثار سے کام لیا جائے، اس کو راحت اور آرام پہنچانے کی کوشش کی جائے یا کم از کم اُس سے خندہ پیشانی کا معاملہ کیا جائے تو یہ بہت بڑے ثواب کا کام ہے اور معمولی توجہ سے ثواب کا ایک بڑا خزانہ اپنے لیے جمع کیا جا سکتا ہے۔ آسان نیکیاں، صفحہ ۹۱

سفر میں حقوق العباد کی اہمیت

انسان جس طرح انفرادی زندگی میں شریعت مطہرہ کا پابند ہے اسی طرح اجتماعی معمولات زندگی میں بھی شریعت کا مکلّف ہے، لہٰذا جب ساتھی (مسافر) ایک دوسرے کا خیال رکھیں گے تو دنیا کے اندر بھی آسانی و بہتری حاصل ہوتی ہے اور آخرت میں تو ہے ہی۔ چنانچہ جگہ جگہ قرآن وحدیث میں ساتھیوں اور معاشرے میں شریک افراد کے حقوق کا خیال رکھنے کی تاکید کی گئی ہے چاہے وہ کسی بھی مذہب وملت سے تعلق رکھتے ہوں۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے جہاں پر عبادت کا تذکرہ فرمایا ہے وہیں پر دیگر انسانوں کے حقوق کا بھی ذکر کیا ہے۔ پانچویں پارہ میں (وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ، الخ) فرما کر اس میں اس شخص کو بھی شامل کرلیا ہے جو ریل، جہاز، بس یا اور کسی مجلس میں آپ کے ساتھ بیٹھا ہو۔

Marfat.com

اس لیے خاص طور پر مسافر پر ضروری ہے کہ ہم سفر (اپنے ساتھیوں) کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کا معاملہ کرے کم از کم ان کو تکلیف پہنچانے سے احتراز کرے۔

اسی طرح گندگی پھیلانا، تھوکنا، پھلوں کے چھلکے پھیلانا، ریل یا بسوں کی کھڑکیوں سے اس طرح سے تھوکنا یا پانی گرانا کہ دوسروں پر چھینٹ پہنچے یا فلش وغیرہ کو گندا کرنا یا وہاں کا سامان چرانا کہ جس سے کہ بعد میں آنے والوں کو تکلیف ہو جائز نہیں ہے بلکہ ڈبل گناہ ہے۔

اور اسی طرح جہاں پر سب کے حقوق برابر ہوں (عام مسافر خانہ، پلیٹ فارم وغیرہ میں) بلاضرورت حد سے زیادہ جگہ گھیر لینا یا دوسروں کو بیٹھنے کی سہولت نہ دینا، یہ بھی غیر مناسب اُمور ہیں۔ ان چھوٹی چھوٹی باتوں سے ہم سفر اس کے حسنِ اخلاق کو یاد کر کے ذکر خیر ہی کرے گا اور ہو سکتا ہے کہ اس کے اخلاق بھی دُرست ہو جائیں تو یہ اس کے لیے ذخیرہ آخرت ہو جائے گا۔

محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ

دارالحرب میں سفر کے احکام

مسئلہ: ایک شخص دارالحرب میں امن طلب کر کے داخل ہوا اور موضع اقامت (یعنی ٹھہرنے کی جگہ) میں قیام کی نیت سے سکونت پذیر ہوا تو اس کی نیت صحیح ہے۔ خلاصہ

مسئلہ: اگر دارالحرب میں سے کوئی دارالحرب میں ہی مسلمان ہو اور کافروں کو اس کے اسلام لانے کی خبر ہوئی اور وہ لوگ اُسے قتل کرنے کے لیے اس کو تلاش کرنے لگے، وہ خوف زدہ ہو کر اڑتالیس میل (سوا ستتر کلومیٹر) کے سفر کا ارادہ کر کے وہاں سے بھاگ گیا تو مسافر ہو جائے گا، اگرچہ کسی جگہ ایک مہینہ تک یا اس سے بھی زیادہ چھپا ہوا رہے، اس لیے کہ اب وہ اُن سے لڑنے والا ہو گیا اور یہی حکم اس شخص کا ہے جو امن مانگ کر دارالحرب میں داخل ہوا تھا اور پھر وہ لوگ اپنا عہد و پیمان توڑ کر اس کے قتل کرنے کے درپے ہو گئے۔

مسئلہ: اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص دارالحرب کے کسی شہر میں مقیم تھا جب وہاں کے لوگوں نے اس کو قتل کرنا چاہا تو یہ اسی شہر میں کہیں چھپ گیا، تو یہ شخص پوری نماز پڑھے گا اس لیے کہ وہ اس شہر میں مقیم تھا اور جب تک وہاں سے باہر نہ نکلے گا مسافر نہ ہو گا۔

مسئلہ: اسی طرح اگر دارالحرب میں سے کسی ایک شہر کے لوگ مسلمان ہو گئے اور دارالحرب

Marfat.com

والوں نے اُن سے لڑائی شروع کر دی، جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں تو اگر وہ اپنے شہر ہی میں ہیں تو پوری نماز پڑھیں گے۔

مسئلہ: اسی طرح دار الحرب والے اگر ان کے شہر پر غالب آ جائیں اور وہ مسلمان ایک منزل چلنے کا قصد کر کے وہاں سے نکل جائیں، تب بھی وہ پوری نماز پڑھیں گے اور اگر تین منزل یعنی اڑتالیس میل کے سفر کا ارادہ کر کے نکلے ہیں تو نماز میں قصر کریں گے۔

مسئلہ: اگر وہ لوگ پھر اپنے شہر میں واپس آ جائیں اور مشرکین اس شہر میں آنے سے ان کا تعارض نہ کریں تو پوری نماز پڑھیں گے، اگر مشرکین مسلمانوں کے شہر پر غالب آ جائیں اور اقامت اختیار کر لیں، پھر مسلمان اپنے شہر کی طرف واپس ہوں اور مشرکین اس کو خالی کر دیں تو دیکھیں گے کہ اگر مسلمان اس شہر میں اپنے گھر و مکانات بنا لیتے ہیں اور وہاں سے نکلنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے تو وہ دارالاسلام سمجھا جائے گا اور اس میں پوری نماز پڑھیں گے اور اگر وہاں گھر وغیرہ تعمیر کرنے کا خیال نہیں ہے بلکہ ایک مہینہ ٹھہر کر دارالاسلام میں آنے کا ارادہ ہے تو نماز قصر کریں گے۔

مسئلہ: اگر مسلمانوں کا لشکر دار الحرب میں داخل ہوا اور کسی شہر پر غالب آ گیا اور اس میں اپنے گھر وغیرہ تعمیر کر لیے تو پوری نماز پڑھیں گے۔ ﴿فتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۶۰، جلد ۳﴾

سفر میں نیت کے احکام

مسئلہ: مسافر نے نماز کے وقت کے اندر نماز پڑھتے ہوئے اقامت کی نیت کر لی تو پوری نماز پڑھے، خواہ منفرد ہو یا مقتدی ہو، یا مسبوق ہو یا مدرک ہو۔ اگر لاحق ہے اور امام کے فارغ ہونے کے بعد اقامت کی نیت کر لی تو پوری نماز نہ پڑھے اور اگر امام کے فارغ ہونے سے پہلے اقامت یعنی قیام کی نیت کی اور لاحق نے قیام کی نیت کے بعد قیام کر لیا اور نماز کا وقت ابھی باقی ہے تو چار رکعتیں پڑھے اور اگر نماز کا وقت نکل گیا ہے تو دو رکعتیں پڑھے اور اگر نماز کا وقت نکل گیا اور وہ نماز پڑھ رہا ہے، پھر اقامت کی نیت کر لی تو قصر ہی پڑھے۔ ﴿خلاصہ﴾

مسئلہ: مسافر نے اگر سلام کے بعد اقامت کی نیت کی اور اس پر سجدۂ سہو واجب تھا تو اس نماز میں اس کی نیت صحیح نہ ہوگی کیونکہ اس نے نماز سے نکلنے کے بعد اقامت کی نیت کی اور امام

Marfat.com

ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق سجدۂ سہو اس سے ساقط ہو جائے گا اس لیے کہ وہ اگر سجدۂ سہو کی طرف عود (لوٹے) کرے گا تو اس کے فرض چار ہو جائیں گے اور نماز کے اندر سجدۂ سہو واقع ہو گا، اس لیے نماز باطل ہو جائے گی اور اگر سجدۂ سہو ادا کر لیا اور پھر اقامت کی نیت کی تو اس کی نیت صحیح ہے اور اس کی نماز کی چار رکعات ہو جائیں گی، خواہ ایک سجدہ کیا ہو یا دو سجدے کیے ہوں۔ اگر سجدے کے اندر اقامت کی نیت کی تب بھی یہی حکم ہے، اس لیے کہ جب اس نے سجدہ کیا، تو نماز کا تحریمہ پھر عود کر آیا اور اس کی ایسی صورت ہوگئی کہ اس نے نماز کے اندر اقامت کی نیت کر لی ہے۔

مسئلہ: اگر ایک شخص نماز کے شروع وقت میں مسافر تھا اور وہ نماز اس نے قصر سے پڑھ لی پھر اسی وقت میں اقامت کی نیت کر لی تو اس کا فرض نہ بدلے گا اور اگر ابھی تک نماز نہیں پڑھی تھی یہاں تک کہ نماز کے آخر وقت میں اقامت کی نیت کر لی تو فرض کی چار رکعت ہو جائیں گی اگرچہ اتنا وقت باقی نہیں ہے کہ جس میں پوری نماز ادا ہو سکے بلکہ تھوڑی سی نماز پڑھ سکتا ہے اور اگر وقت گزرنے کے بعد قیام کی نیت کی تو سفر کی نماز قضا کرے گا۔

﴿فتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۶۱، جلد ۲﴾

مسئلہ: نماز پڑھتے ہوئے یا نماز کے اندر ہی پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت ہوگئی تو مسافر نہیں رہا یہ نماز پوری پڑھے۔ ﴿بہشتی زیور، صفحہ ۴۹، جلد ۲ بحوالہ مراقی الفلاح، صفحہ ۲۲۲، جلد ۱﴾

مسئلہ: واضح ہو کہ جب تک سفر کی نیت نہ کی جائے قصر کرنا صحیح نہیں ہو گا چنانچہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ قصر درست ہونے کے لیے سفر کی نیت شرط ہے، لیکن سفر کے لیے دو باتیں شرط ہیں، ایک تو یہ کہ ابتدائے سفر سے ہی اس پوری مسافتِ شریعۃ یعنی اڑتالیس میل کو طے کرنے کی نیت ہو۔ اگر کوئی شخص یوں ہی منہ اٹھا کر یعنی بغیر نیت کے چل پڑے اور خبر نہیں کہ کہاں جانا ہے تو اس میں قصر نہ ہو گا، خواہ تمام زمین کے گرد پھر جائے کیونکہ قصر کے فاصلہ تک جانے کا ارادہ نہیں ہوا، اس بات پر سب متفق ہیں۔

دوسری شرط ارادہ کا مستقل ہونا، یعنی ارادہ میں کسی دوسرے کا تابع نہ ہو، لہٰذا جو شخص سفر میں دوسرے کا تابع ہو، اس کی نیت سے کچھ نہیں ہوتا جب تک کہ متبوع کی نیت نہ ہو، مثلاً

Marfat.com

کوئی بیوی اپنے خاوند کے ساتھ سفر میں ہے یا سپاہی اپنے سردار کے ساتھ یا ملازم اپنے مالک کے ساتھ ہو۔ اب اگر بیوی نے (بطور خود) قصر کے قابل مسافت کے ارادہ کر لیا، لیکن خاوند نے نہیں کیا تو بیوی کو قصر نہیں کرنا چاہیے۔ یہی حال سپاہی یا ملازم کا ہے (کہ اس کے اپنے ارادہ سے قصر عائد نہیں ہوتا) خواہ پہلے سے کسی کی نیت یہ ہو کہ موقع پاتے ہی اپنے متبوع کی ماتحتی سے علیحدہ ہو جائے گا یا ایسی نیت نہ ہو۔

مسئلہ: حنفیہ کے نزدیک سفر کی نیت کے لیے بالغ ہونا شرط ہے، چنانچہ نابالغ کی نیت درست نہیں ہوگی۔

کتاب الفقہ، صفحہ ۷۶۲، جلد اوّل و بہشتی زیور، صفحہ ۴۹، جلد ۲ بحوالہ مراقی الفلاح، صفحہ ۲۲۲

نیت کی شرطیں

مسئلہ: حنفیہؒ کے نزدیک سفر کی نیت کی تین شرطیں ہیں۔ ❶ شروع سے پوری مسافت قطع کرنے کی نیت کا ہونا۔ ❷ ارادہ مستقل ہونا۔ ❸ بالغ ہونا۔ کتاب الفقہ، صفحہ ۷۶۳، جلد اوّل

بلا نیت سفر کا حکم

سوال: ایک شخص نے تفریح کی نیت کی مگر کسی جگہ کی نیت نہیں کی، مہینوں برسوں سفر میں رہا تو کیا وہ قصر کرے؟

جواب: وہ شخص کہ جس نے ابتداً یا کسی موقع پر اڑتالیس میل کے سفر کی نیت نہیں نماز پوری پڑھے قصر نہ کرے۔

فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۵۴، جلد ۴ بحوالہ رد المحتار، صفحہ ۷۳۳، جلد اوّل و احکام سفر، صفحہ ۴۲

نماز میں ہی قیام کی نیت کرنا

مسئلہ: اگر کوئی مسافر کسی نماز کے وقت گو وہ اخیر وقت ہو جس میں صرف تحریمہ کی گنجائش ہو پندرہ دن اقامت (ٹھہرنے) کی نیت کرلے تو وہ مقیم ہو جائے گا اور اگر ابھی تک اس وقت کی نماز نہ پڑھی اور چار رکعت والی نماز ہو تو اسے قصر جائز نہیں اور اگر قصر کے ساتھ نماز پڑھ چکا ہو تو پھر اعادہ (لوٹانے) کی حاجت نہیں۔ رد المحتار وغیرہ و علم الفقہ، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲

مسئلہ: اگر کوئی مسافر نماز کی حالت میں اقامت کی نیت کرلے خواہ اوّل نماز میں یا درمیان میں یا اخیر میں مگر سجدۂ سہو یا سلام سے پہلے تو اس کو وہ نماز پوری پڑھنا چاہیے اس میں قصر جائز نہیں، ہاں اگر نماز کا وقت گزر جانے کے بعد کرے یا لاحق (نماز کے دوران وضو ٹوٹ گیا پھر شامل ہوا) ہو تو اس کی نیت کا اثر اس نماز میں نہ ہوگا اور یہ نماز اگر چار رکعت والی ہوگی تو اس کو قصر کرنا اس میں واجب ہوگا، ہاں اس نماز کے بعد البتہ اس کو قصر جائز نہ ہوگا۔ مثلاً ① کسی مسافر نے ظہر کی نماز شروع کی اور ایک رکعت پڑھنے کے بعد وقت نماز کا گزر گیا اس کے بعد اس نے

Marfat.com

اقامت کی نیت کی تو یہ نیت اس نماز پر اثر نہ کرے گی اور یہ نماز اس کو قصر سے پڑھنا ہو گی۔ ② کوئی مسافر کسی مسافر کا مقتدی ہوا اور لاحق ہو گیا پھر جب اپنی گئی ہوئی رکعتیں ادا کرنے لگا تو اس نے اقامت کی نیت کر لی تو اس نیت کا اثر نماز پر کچھ نہ پڑے گا اور نماز اگر چار رکعت والی ہو گی تو اس کو قصر سے پڑھنا ہو گی۔ ﴿درمختار و علم الفقہ، صفحہ ۱۳۴، جلد ۲﴾

مسئلہ: اگر کسی نے اڑتالیس میل کی مسافت کا سفر شروع کیا پھر اس سفر کو پورا کرنے سے پہلے واپس آ گیا تو جب سے واپسی کا ارادہ کیا اسی وقت سے پوری نماز واجب ہو گی اور یہی حکم اس صورت میں ہے جبکہ مسافت سفر پوری کرنے سے پہلے ٹھہرنے کی نیت کر لی۔ اس صورت میں اُسی جگہ سے جہاں پہنچ گیا ہے پوری نماز واجب ہو گی۔ (یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے اپنا ارادہ فسخ کر دیا)۔ ﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۶۷۰، جلد اوّل و علم الفقہ، صفحہ ۱۳۱، جلد ۲﴾

نماز میں وقت نکلنے کے بعد ٹھہرنے کی نیت کرنا؟

سوال: زید سفر میں تھا، اس نے غروب آفتاب سے کچھ قبل عصر کی نماز شروع کی، مگر دوگانہ نماز پوری ہونے سے قبل آفتاب غروب ہو گیا اور نماز ہی میں زید نے اس شہر میں اقامت کی نیت کر لی تو یہ دو رکعتیں پڑھے یا پوری کرے؟

جواب: اگر غروب آفتاب سے قبل اقامت کی نیت کی تو پوری نماز پڑھے اگر غروب کے بعد نیت کی ہو تو قصر کرے۔

﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۸۱، جلد ۴، بحوالہ ردالمحتار، صفحہ ۶۷۷، جلد اوّل و طحطاوی، صفحہ ۳۰۳، جلد اوّل﴾

اتفاقیہ قیام کا حکم

مسئلہ: اگر کسی شخص نے (مسافت شرعی میں) پندرہ روز سے کم ٹھہرنے کی نیت کی، یا ٹھہرنے کی نیت کے بغیر ہی ٹھہر گیا تو اس کو مسافر ہی قرار دیا جائے گا اور اس پر قصر واجب رہے گا، اگرچہ اسی حال میں برسوں (کافی عرصہ) گزر جائیں البتہ اگر مثلاً قافلہ کے آنے کا انتظار ہے اور یہ معلوم ہے کہ پندرہ یوم سے پہلے نہیں آئے گا تو ایسے شخص کو اقامت کی نیت کرنے والا تصور کیا جائے گا اور اسی حالت میں اس کو پوری نماز پڑھنا واجب ہے۔

﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۶۷۰، جلد اوّل و فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۵۳، جلد ۴ و ہدایہ صفحہ ۱۴۹، جلد اوّل، باب صلاۃ المسافر و مظاہر حق، صفحہ ۲۲۴، جلد ۲﴾

Marfat.com

مسئلہ: کسی جگہ بلاقصد وارادہ پندرہ روز سے زیادہ بھی قیام کی صورت میں مسافر نماز قصر کرتا رہے گا۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۲۲۷، جلد۲﴾

مسئلہ: اتفاقیہ اسباب سے جانا ملتوی ہوگیا، پندرہ روز ٹھہرنے کا قصد پھر بھی نہیں کیا ہمیشہ جانے کا ارادہ رہتا ہے اور کوئی وجہ پیش آ جاتی ہے تو قصر ہی کرتا رہے گا خواہ کتنے ہی دن اور مہینے گزر جائیں۔ ﴿فتاویٰ محمدیہ، صفحہ ۹۹﴾

پہلے قیام کی نیت تھی پھر بدل گئی

سوال: زید مسافر نے قصبہ میں پندرہ روز قیام کی نیت کر کے چار رکعت نماز پڑھادی مگر عصر کے وقت پندرہ روزہ قیام کی نیت فسخ (ختم) کر دی اور چار رکعت والی نماز کو دو ہی رکعت پڑھنا پڑھانا شروع کر دی تو یہ امامت و نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ مسافر کو بعد نیت قیام عزم کے فسخ کرنے پر پوری نماز پڑھنی چاہیے یا قصر؟

جواب: زید کا پہلے بہ نیت قیام پوری نماز پڑھنا اور بعد کو بوجہ فسخ کرنے نیت قیام کے قصر کرنا درست ہے، مسافر کو بعد فسخ کرنے نیت قیام کے قصر ہی پڑھنا چاہیے۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۷۳، جلد۴ بحوالہ ہدایہ صفحہ ۱۴۹ جلداوّل﴾

سفر غیر شرعی کے درمیان سفر شرعی کی نیت کرنا؟

سوال: زید جب اپنے گھر سے چلا تو شرعی مسافر بننے (۴۸ میل کی) نیت نہیں تھی مگر درمیان سفر میں اس نے شرعی مسافر بننے کی نیت کر لی تو اب وہ کس وقت سے قصر کرے؟ مثلاً زید دہلی سے شاہدرہ آیا واپس ہونے کی نیت سے مگر شاہدرہ میں کوئی ایسی صورت پیش آئی کہ وہ کلکتہ جانے لگا تو اب وہ شاہدرہ سے نکل کر قصر کرے یا شاہدرہ میں ہی قصر پڑھے؟

جواب: حامداً و مصلیاً شاہدرہ میں یہ شخص مسافر نہیں بلکہ یہاں سے سفر شروع کرنے کے بعد۔ لہٰذا شاہدرہ سے نکل کر قصر کرے اور شاہدرہ میں چونکہ بحکم مقیم ہے، اس لیے پوری نماز پڑھے۔ ﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۶۰، جلد دہم بحوالہ محیط السرخسی۔ فتاویٰ ہندیہ، صفحہ ۱۳۹، جلداوّل﴾

(شاہدرہ کے بعد پھر دہلی آئے گا دہلی سے نکل کر مسافر مانا جائے گا کیونکہ راستہ میں اپنا وطن دہلی پڑے گا۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

قصر کے لیے ایک ضابطہ

سوال: زید ٹیکسی ڈرائیور ہے اور میرٹھ میں مقیم ہے، معلوم یہ کرنا ہے کہ مثلاً زید میرٹھ سے مظفرنگر کے لیے روانہ ہوا، جب کہ یہ مسافت ۳۵ میل ہے تو وہاں تو قصر نہیں ہوگا لیکن اگر وہاں سے دیوبند آنا پڑے تو مسافتِ قصر ہو جائے (یعنی میرٹھ سے اڑتالیس میل ہے) تو اس صورت میں قصر کرے؟

جواب: اگر میرٹھ زید کا وطن اصلی ہے یا وطن اقامت ہے اور وہاں سے صرف مظفرنگر کی نیت سے چلا جو کہ ۳۵ میل ہے تو قصر نہیں کرے گا، پھر مظفرنگر سے دیوبند کا ارادہ ہو گیا تو بھی قصر نہیں کرے، پھر دیوبند سے سہارنپور کا ارادہ ہو گیا تب بھی قصر نہیں کرے اگرچہ میرٹھ سے سہارنپور تک مسافت قصر (اڑتالیس میل) ہے مگر چونکہ ابتداء سفر کے وقت مسافت قصر کی نیت نہیں تھی اور درمیان میں بھی کسی جگہ مسافت قصر کی نیت نہیں کی، جہاں بھی (درمیان میں) نیت کی مسافت قصر سے کم کی نیت کی ہے۔

ضابطہ یہ ہے کہ جب سے پوری مسافت قصر کی نیت سے سفر ہوگا تب قصر لازم ہوگا ورنہ تھوڑی تھوڑی مسافت کی نیت سے اگر تمام دنیا میں بھی گھوم جائے تب بھی قصر نہیں کرے گا۔

﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۲۸، جلد اوّل وامداد الاحکام، صفحہ ۲۴۷، جلد ۱﴾

قصر کے ممنوع ہونے کی صورتیں

مسئلہ: چند اُمور کے پیش آ جانے پر قصر کرنا (دو رکعت پڑھنا) ممنوع ہو جاتا ہے مثلاً اگر کسی نے پورے پندرہ روز متواتر (کسی جگہ) ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا تو قصر کرنا منع ہوگا (یعنی فرض نماز کی چار رکعت کی جگہ دو پڑھنا) منع ہوگا۔ اگر پندرہ روز سے کم، خواہ ایک ہی ساعت کم ہو ٹھہرنے کی نیت کی تو اُسے مقیم نہ قرار دیا جائے گا اور نماز کا قصر کرنا صحیح ہوگا۔ اس کی چار شرائط ہیں:

اوّل یہ کہ عملی طور پر سفر ختم کر دیا ہو۔ (اگر چلتا رہا، سفر کرتا رہا تو یہ نیت صحیح نہ ہوگی) اگر ٹھہرنے کا محض ارادہ کیا ہے لیکن سفر ابھی تک جاری ہے تو مقیم متصور نہ ہوگا اور قصر واجب رہے گا۔

Marfat.com

دوسری شرط یہ ہے کہ وہ جگہ جہاں ٹھہرنے کی نیت کی ہے ٹھہرنے کے قابل ہو۔ چنانچہ اگر کسی صحرا (جنگل) میں ٹھہرنے کا ارادہ کیا۔ جہاں ٹھہرنے کی کوئی جگہ نہیں ہے یا کوئی ویران جزیرہ یا سمندر ہے تو اس صورت میں قصر واجب رہے گا۔

تیسری شرط یہ ہے کہ جہاں ٹھہرنے کی نیت کی ہے وہ ایک ہی مقام ہو، اگر دو شہروں میں جن میں کسی کی تعیین نہیں کی گئی، قیام کی نیت کی ہے تب بھی ٹھہرنے کی نیت (جو مانع قصر ہو) صحیح نہ ہوگی۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ نیت کرنے والا اپنے ارادہ کا مختار ہو، اگر کسی تابع نے قیام کرنے کی نیت کی تو اس کی نیت درست نہ ہوگی اور نماز پوری پڑھی جائے گی جب تک متبوع کی نیت معلوم نہ ہو۔

﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۷۷۰، جلد اوّل وعلم الفقہ، صفحہ ۱۳۶، جلد ۲، احکام سفر، صفحہ ۳۹، وعالمگیری، صفحہ ۵۹، جلد ۳﴾

مسئلہ: مسافر اپنے وطن اصلی میں داخل ہونے سے فوراً مقیم ہو جاتا ہے خواہ ایک منٹ کے لیے داخل ہو اور پھر فوراً واپس جانے کی نیت ہو۔ ﴿احکام سفر، صفحہ ۴۰﴾

کیا سفر میں نماز قضاء کر سکتے ہیں؟

مسئلہ: سفر میں بعض پکے نمازی بھی نماز قضا کر دیتے ہیں اور عذر یہ کہ ایسے رش و بھیڑ میں نماز کیسے پڑھیں؟ یہ بڑی کم ہمتی اور غفلت کی بات ہے اور پھر ریل میں کھانا پینا اور دیگر طبعی حوائج کا پورا کرنا بھی تو مشکل ہوتا ہے، لیکن مشکل کے باوجود ان طبعی حوائج کو بہر حال پورا کیا جاتا ہے۔ آدمی ذرا سی ہمت سے کام لے تو مسلمان کیا، غیر مسلم بھی نماز کے لیے جگہ دے دیتے ہیں اور سب سے بڑھ کر افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض حضرات حج کے مقدس سفر میں بھی نماز کا اہتمام نہیں کرتے اور وہ اپنے خیال میں تو ایک فریضہ ادا کرنے جارہے ہیں مگر ایک دن میں خدا کے پانچ فرض غائب کر دیتے ہیں۔ حاجیوں کو خاص طور سے یہ اہتمام کرنا چاہیے کہ سفر حج کے دوران ان کی ایک بھی نماز با جماعت فوت نہ ہو، بلکہ ریل میں اذان واقامت اور جماعت کا بھی اہتمام کیا جائے۔

﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۹، جلد ۲ وفتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۲۵۶، جلد اوّل﴾

مسئلہ: عام طور پر ریل گاڑیوں میں رش تو ہوتا ہے لیکن اگر ذرا ہمت سے کام لیا جائے تو آدمی

کسی بڑے اسٹیشن پر نماز پڑھ سکتا ہے۔ بہر حال اگر واقعی ایسی حالت پیش آ جائے (کہ ہجوم ورش کی وجہ سے چلنا پھرنا ممکن ہی نہ ہو) تو اس کے سوا کیا چارہ ہے کہ نماز قضا کی جائے لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ طہارت اور وضو حدامکان سے خارج ہو یعنی نماز پڑھنا کسی طرح بھی ممکن ہی نہ ہو۔ ﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۹۰، جلد ۲﴾

سفر میں وقت سے پہلے نماز پڑھنا

مسئلہ: نماز کا قضا کرنا جائز نہیں، ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ آپ مثل اوّل ختم ہونے کے بعد عصر کی نماز پڑھ کر سوار ہوا کریں اور مغرب کی نماز آخری وقت میں گھر آ کر پڑھ لیا کریں۔ مغرب کا وقت عشاء کا وقت داخل ہونے تک باقی رہتا ہے۔ عشاء کا وقت داخل ہونے سے پہلے مغرب پڑھ لی جائے تو قضا نہیں ہوگی۔

﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۵۲، جلد ۲ و عالمگیری، صفحہ ۶۲، جلد ۳﴾

سفر کی مجبوری کے وقت ایک مثل سایہ کے بعد نماز عصر؟

سوال: بس (موٹر) کا وقت ایسا ہے کہ اگر مذہب حنفی کے موافق عصر کی نماز پڑھی جائے تو بس چھوٹ جاتی ہے اور اگر نہ پڑھی جائے تو درمیان میں اتنا وقت نہیں ملتا کہ نماز پڑھی جا سکے تو ایسی پریشانی کے وقت امام شافعیؒ کے مسلک کے مطابق ایک مثل سایہ ہو جانے کے بعد کیا نماز پڑھنا درست ہے؟

جواب: بس سے سفر کرنے میں مذکورہ پریشانی ہو تو ریل سے سفر کیا جائے اگر ریل سے بھی سفر کرنے میں یہ پریشانی اور الجھن پیش آتی ہو تو مجبوری کی وجہ سے ایک مثل سایہ کے بعد نماز پڑھ سکتا ہے اور یہ صاحبین رحمہما اللہ کا قول ہے۔ ﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفہ ۱۳، جلد ۵﴾

سفر میں دو نمازوں کا ایک ساتھ پڑھنا

سوال: کیا دورانِ سفر وقت سے پہلے ایک نماز کے ساتھ دوسرے وقت کی نماز ادا کر سکتے ہیں؟

جواب: دو نمازوں کو جمع کرنا حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے، بلکہ ہر نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا لازم ہے البتہ سفر کی ضرورت سے ایسا کیا جا سکتا ہے کہ پہلی نماز کو اس کے آخری وقت

Marfat.com

میں پڑھا جائے اور پچھلی نماز کو اس کے اوّل وقت میں پڑھ لیا جائے، اس طرح دونوں نمازیں ادا تو ہوں گی اپنے اپنے وقت میں لیکن صورتاً جمع ہو جائیں گی۔

اور اگر پہلی نماز کو اس قدر مؤخر کر دیا کہ اس کا وقت نکل گیا تو قضا ہو گئی اور اگر پچھلی نماز کو اس طرح مقدم کر دیا کہ ابھی تک اس کا وقت ہی نہیں داخل ہوا تھا تو وہ نماز ہی ادا نہیں ہو گی اور اس کا دوبارہ پڑھنا ضروری ہوگا۔

﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۱۰۹، جلد۲ وکتاب الفقہ، صفحہ ۷۸۵، جلد اوّل﴾

مسئلہ: اگر اس طرح جمع کرے کہ ظہر کو اس کے آخری وقت میں پڑھے اور عصر اوّل وقت میں تو یہ جمع درست ہے، یہ جمع صورتاً ہے حقیقتاً نہیں، یعنی ایسا نہ کرے کہ عصر کے ساتھ پڑھے، یہ درست نہیں ہے۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۸۵، جلد۴ وغنیۃ المستملی، صفحہ ۵۰۷ ومظاہر حق، صفحہ ۳۳۹، جلد۲ وفتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۲۹، جلد۱۴﴾

مسئلہ: حنفیہ کے نزدیک حج میں عرفات کے سوا کہ وہاں ظہر وعصر جمع کی جاتی ہیں اور ظہر کے وقت میں پڑھی جاتی ہیں اور کہیں اور کسی وقت میں سفر وحضر میں جمع کرنا ظہر وعصر کا ظہر کے وقت میں درست نہیں ہے۔ اسی طرح مغرب وعشاء حنفیہ کے نزدیک سوائے مزدلفہ کے اور کہیں جمع نہیں ہو سکتی۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۸۲، جلد۲، بحوالہ درمختار، صفحہ ۲۵۴، جلد۱﴾

سفر میں تہجد وغیرہ پڑھ سکتے ہیں؟

سوال: کیا سفر میں نماز تہجد واشراق وچاشت اور جمعہ کے دن صلوٰۃ التسبیح پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: وقت اور فرصت ہو تو بلاشبہ پڑھ سکتے ہیں۔ ﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۹۲، جلد۲﴾

قصر میں درود پڑھیں؟

مسئلہ: جس طرح فجر کی نماز میں دو رکعت پر بیٹھ کر پہلے التحیات للہ، الخ پھر درود شریف پھر دعا مسئلہ: پڑھ کر سلام پھیرتے ہیں۔ قصر نماز میں اسی طرح کرنا چاہیے۔

﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۹۲، جلد۲﴾

Marfat.com

سفر میں سنت و نفل کا حکم

مسئلہ: اگر مسافر سفر میں ہے اور کسی جگہ نماز کے لیے ہی ٹھہرا ہے تو اس کو سنتیں پڑھنے کی ضرورت اور تاکید نہیں۔ تاہم اگر عجلت نہ ہو تو پڑھنا افضل ہے البتہ اگر کسی جگہ مقیم ہے مثلاً دو چار روز کے لیے ٹھہرا ہوا ہے تو اس کو پوری سنتیں پڑھنا چاہئیں یہی قول راجح ہے۔

﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۱۶۳، جلد ۷﴾

مسئلہ: جلدی کی صورت میں سنت فجر کے سوا دوسری سنتوں کا چھوڑنا جائز ہے، بحالت اطمینان سنن مؤکدہ پڑھنا ضروری ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سفر میں سنتیں پڑھنا ثابت ہے۔

﴿اعلاء السنن، صفحہ ۱۹۰، جلد ۷، وفتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۴۵، جلد ۴ وشامی، صفحہ ۵۳۲، جلد اوّل واحسن الفتاویٰ، صفحہ ۷۱، جلد ۴﴾

سفر میں وتر کا حکم

مسئلہ: وتر واجب ہیں ان کا ترک کرنا (چھوڑنا) کسی حال میں جائز نہیں ہے، مسافر ہو یا مقیم۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۷۵، جلد ۴ ور دالمختار، صفحہ ۴۲۷، جلد اوّل وترمذی باب السفر، صفحہ ۷۲، جلد او مظاہر حق، صفحہ ۲۳۲، جلد ۲﴾

مسئلہ: فجر و مغرب اور وتر کی نماز میں کوئی کمی نہیں ہے جیسے ہمیشہ پڑھتا ہے ویسے ہی پڑھے۔

﴿بہشتی زیور، صفحہ ۴۸، بحوالہ جوہرہ نیرہ، صفحہ ۸۵﴾

سفر میں اذان واقامت؟

مسئلہ: مسافر جب سفر میں نماز پڑھے تو اذان وتکبیر کہہ لے اگرچہ تنہا ہو، اذان کی برکت سے فرشتے آکر اس میں شریک ہو جائیں گے۔ اذان وتکبیر دونوں نہ کہے اور صرف تکبیر کہہ لے تب بھی جائز ہے۔

مسئلہ: اگر سفر میں سب لوگوں کی نماز قضا ہوگئی تو اذان وتکبیر کہہ کر اس کو جماعت سے ادا کریں۔ ﴿الجواب المتین، صفحہ ۱۵، وہدایہ، صفحہ ۷۶، جلد اوّل ومشکوٰۃ، صفحہ ۶۶، جلد اوّل ونور الایضاح، صفحہ ۶۰، ودرمختار، صفحہ ۴۸، جلد اوّل﴾

Marfat.com

مسئلہ: سفر خواہ شرعی ہو یا لغوی، اس میں اگر سب رفقاء موجود ہوں تو اذان کہنا مستحب ہے اور اقامت سنت مؤکدہ، سفر میں تنہا نماز پڑھنے کا بھی یہی حکم ہے۔ ریل کے ڈبہ میں چونکہ سب لوگ یکجا ہی ہوتے ہیں اس لیے اس میں باجماعت نماز ہو یا تنہا دونوں صورتوں میں اذان مستحب ہے اور اقامت سنت مؤکدہ چلتی ریل میں ایک ڈبہ کے مسافروں کا دوسرے ڈبہ والوں سے کوئی تعلق نہیں، اس لیے ہر ڈبہ میں اذان و اقامت مستقل ہو گی اگرچہ دوسرے ڈبہ سے اذان کی آواز پہنچ چکی ہو۔ ﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۲۹۴، جلد ۲ و کتاب الفقہ، صفحہ ۵۱۴، جلد اوّل﴾

مسافر کے لیے نمازِ جمعہ و تراویح کا حکم

مسئلہ: مسافر پر نمازِ جمعہ فرض نہیں ہے اور اگر کہیں موقع مل جائے اور نمازِ جمعہ پڑھے تو اچھا ہے، ضروری نہیں ہے، اگر جمعہ پڑھ لیا تو اب ظہر کی نماز اس کے ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے اور اگر جمعہ نہ پڑھا تو ظہر کی نماز پڑھنی چاہیے۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۸۷، جلد ۴، بحوالہ ہدایہ، صفحہ ۱۵۲، جلد اوّل باب الجمعہ﴾

مسئلہ: تراویح بھی سفر میں پڑھیں، اگر تراویح کے وقت کسی جگہ ٹھہرے ہوئے ہوں تو جماعت سے اور اگر جماعت نہ ملے تو تنہا پڑھیں، اگر سفر کی وجہ سے قرآن پاک کی ترتیب قائم نہ رہ سکے تو معذوری ہے۔ ﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۳۷، جلد ۱۳﴾

مسئلہ: اگر چند آدمی سفر میں ہوں تو نمازِ ظہر جمعہ کے روز باجماعت پڑھ سکتے ہیں اور ان کو (اگر نمازِ جمعہ نہ پڑھیں تو) ظہر باجماعت ہی ادا کرنا چاہیے۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم قدیم، صفحہ ۵۸، جلد اوّل﴾

مسئلہ: مسافر جمعہ کی نماز کا امام بن سکتا ہے۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۸۹، جلد ۴ بحوالہ ہدایہ، صفحہ ۱۵۲، جلد اوّل﴾

مسئلہ: مسافروں اور قیدیوں کو امام کے جمعہ سے فارغ ہونے تک ظہر کی نماز پڑھنے میں تاخیر کرنا مستحب ہے۔ ﴿فتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۱۷، جلد ۳﴾

Marfat.com

جمعہ کی اذان کے بعد مسافر کے لیے خرید وفروخت؟

مسئلہ: جمعہ کی اذان کے بعد مسافر کے لیے خرید وفروخت یا ہوٹل میں کھانا کھانا، چائے پینا فی نفسہ جائز تو ہے مگر مظنّۂ تہمت سے بچنے کے لیے احتراز واجب (ضروری) ہے۔ کسی کو کیا معلوم کہ یہ مسافر ہے؟۔ ﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۱۱۷، جلد۴﴾

مسافر پر نمازِ جنازہ کا حکم

مسئلہ: نمازِ جنازہ فرض کفایہ ہے یعنی اگر بعض افراد ادا کرلیں تو سب کے ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔ اگر اس جنازہ پر نماز پڑھی جا چکی ہے تو مسافر کے لیے نماز کا سوال ہی نہیں اور اگر نہیں پڑھی گئی تو بہتر یہ ہے کہ یہ مسافر بھی (جس کو راستہ میں نمازِ جنازہ ملے) شریک ہو جائے، ہاں اگر کچھ دشواری ہو یا اس کو جانے کی جلدی ہو اور نماز میں تاخیر ہو تو مسافر نمازِ جنازہ نہ پڑھنے سے گنہگار نہ ہوگا۔ یہی حال دفن کرنے کا ہے کہ اگر موقع وگنجائش ہے تو دفن کرنے میں شریک ہو جائے ورنہ گناہ نہیں ہے۔ ﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۱۹، جلد۷﴾

زیارت قبور کے لیے سفر کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ: زیارت قبور کی ترغیب حدیث میں آئی ہے، یہ قید نہیں کہ اپنے شہر کی قبر کی ہی زیارت کی جائے، اس کے لیے سفر کرنے کی ممانعت بھی نہیں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن ابن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی قبر کی زیارت کی ہے اور انکی قبر مدینہ طیبہ سے مسافت پر ہے۔ حدیث پاک میں مساجد کی نیت سے سفر کرنے کو منع فرمایا گیا ہے کہ ایک مسجد کو دوسری مسجد پر فضیلت دے کر سفر مت کرو، صرف تین مساجد ہیں جن کو دیگر مساجد پر فوقیت حاصل ہے، ان کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے سفر کی اجازت ہے۔

﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۱۵۶، جلداوّل﴾

Marfat.com

نماز کے لیے سفر کرنا

سوال: برہان پور میں حضرت شاہ نظام الدینؒ کے زمانہ سے مغرب کی نماز موصوف کی درگاہ کے پاس ہوتی ہے دور دراز سے لوگ اس کے لیے سفر کر کے آتے ہیں۔ مشہور یہ کر رکھا ہے کہ جو چند سال مغرب کی نماز یہاں پڑھے تو ایک حج کا ثواب ملتا ہے۔ کیا اس طرح نماز پڑھنا جائز ہے؟

جواب: یہ طریقہ بے اصل ہے، اس کی کوئی بنا (حقیقت) شریعت میں نہیں ہے۔ تین مساجد کے متعلق مخصوص ثواب کی تصریح احادیث میں موجود ہے۔ ① مسجد حرام، ② مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ③ مسجد اقصیٰ۔ ان کے علاوہ کسی اور مسجد کے لیے سفر کرنے کی ممانعت ہے۔

﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۱۲، جلد اوّل﴾

بغیر اجازت ڈھیلوں کا سفر میں استعمال کرنا؟

سوال: اپنے مدرسہ کے استنجے کے ڈھیلے ہم طالب علم سفر میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر متولی اجازت دے تو وہ شرعاً اجازت سمجھی جائے گی یا نہیں؟

جواب: حامداً و مصلیاً یہ ڈھیلے مدرسہ میں استعمال کرنے کے لیے ہیں۔ سفر میں لے جانے کے لیے نہیں، متولی کی اجازت سے متعلق اوّل تحقیق کیجیے خود متولی کو اجازت دینے کی بھی اجازت ہے یا نہیں؟ ﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۴۹۸، جلد اوّل﴾

مسافر کے لیے مسجد کی چٹائی استعمال کرنا

سوال: مسافر اگر مسجد کی چٹائی لیٹنے کے لیے استعمال کرے تو کیا یہ فتویٰ کی رُو سے درست ہے اور تقویٰ کی رُو سے ناجائز؟

جواب: حامداً و مصلیاً۔ فتویٰ کی رُو سے درست ہے اور تقویٰ کی رُو سے احتیاط اولیٰ ہے، حرام نہیں ہے۔ ﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۴۷۹، جلد اوّل﴾

Marfat.com

ریل کے سفر کے احکام

مسئلہ: ریل میں بلاعذر بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں کیونکہ قیام (کھڑے ہونا) فرض ہے، بلاعذر شرعی کے بیٹھ کر پڑھنے سے نماز فرض ادا نہ ہوگی۔ ﴿شرح منیہ وامداد الفتاویٰ، صفحہ ۳۵۱، جلد ا واحسن الفتاویٰ، صفحہ ۸۹، جلد ۴، وآپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۶، جلد ۲﴾

مسئلہ: ہاں اگر کوئی شخص کسی مرض یا کمزوری کے سبب ریل کی حرکت میں کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا، گر جانے کا خطرہ ہے تو اس کے لیے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے جیسے زمین پر نماز کا حکم ہے کہ قیام پر قدرت نہیں رکھتا بیٹھ کر پڑھے، لیکن تجربہ شاہد ہے کہ عام حالات میں لوگ چلتی ہوئی ریل میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتے ہیں، مگر بہت سے لوگ ناواقفیت سے بلاوجہ بیٹھ کر نماز ادا کرتے ہیں، ان کی نماز ادا نہیں ہوتی، اعادہ یعنی نماز کا لوٹانا واجب ہے۔ (یہ مسائل ہلکی رفتار کی گاڑی کے لیے ہیں، تیز رفتاری ٹرین میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ممکن نہیں ہے) وہاں پر بیٹھ کر جائز ہے۔

مسئلہ: اگر کھڑے ہونے پر قدرت تو ہے مگر ریل میں اتنی جگہ نہیں کہ کھڑے ہو کر نماز ادا کر سکے تو مناسب یہ ہے کہ اس وقت تو بیٹھ کر نماز ادا کر لے مگر بعد میں اس کو قضا کرنا پڑے گا کیونکہ تنگی جگہ کی وجہ سے فرض قیام ساقط نہیں ہوتا۔ ﴿بحر الرائق﴾

مسئلہ: ریل گاڑی کھڑی ہو یا چل رہی ہو، اس میں نماز جائز ہے۔

﴿آداب السفر، صفحہ ۲۱ وعلم الفقہ، صفحہ ۱۳۰ جلد ۲، وفتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۱۲۰، جلد ۲﴾

مسئلہ: بس میں بھی بیٹھ کر نماز نہیں ہوتی، بس والوں سے یہ طے کر لیا جائے کہ نماز کے وقت کسی مناسب جگہ پر روک دے اور اگر نہ روکیں تو نماز قضا پڑھنا ضروری ہے۔ بہتر ہوگا کہ بس میں جیسے بھی ممکن ہو نماز ادا کرے مگر گھر آ کر نماز لوٹائے۔

﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۹۰، جلد ۲ وآداب السفر، صفحہ ۲۲، وبہشتی زیور، صفحہ ۵۰، جلد ۲ ونور الایضاح، صفحہ ۸۲، ورفیق سفر، صفحہ ۲۸، وفتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۲۵۳، جلد اوّل﴾

Marfat.com

مسئلہ: جب اپنے شہر کی آبادی سے باہر ہو جائے تو مسافر بن جائے گا اور جب تک آبادی کے اندر اندر چلتا رہے گا تب تک مسافر نہیں ہے اور اسٹیشن اگر آبادی کے اندر ہے تو آبادی کے حکم میں ہے اور اگر آبادی کے باہر ہو تو وہاں پہنچ کر مسافر ہو جائے گا۔

﴿بہشتی زیور، صفحہ ۴۸، لد۲، بحوالہ جمع، صفحہ ۱۶۰، جلد اوّل فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۶۱، جلد ۱۰، وفتاویٰ دارالعوم، صفحہ ۴۷۲، جلد ۴﴾

مسئلہ: ریل کی سیٹی پر بھی نماز توڑ دینا درست ہے، اگر سفر نہ کرنے سے کچھ حرج ہو۔

﴿امداد الفتاویٰ، صفحہ ۵۶۴، جلد اوّل﴾

ٹکٹ و محصول وغیرہ کے مسائل

مسئلہ: ریل والوں کی طرف سے جس قدر اسباب بلا محصول لے جانے کی اجازت ہے اس سے زیادہ لے جانا جائز نہیں۔

مسئلہ: رشوت دے کر اسباب و سامان کا وزن کم لکھوانا جائز نہیں، مثلاً ایک کوئنٹل نو کلو تھا، آپ نے وزن کرنے والے کو یا کلرک کو کچھ دے کر پورا ایک کوئنٹل لکھوا دیا، اس صورت میں آپ سے دو گناہ ہوئے ایک رشوت دینے کا دوسرا بلا محصول اسباب لے جانے کا۔

مسئلہ: اگر کسی صورت میں آپ سے محصول وغیرہ بلا استحقاق ظلماً لے لیا گیا تو شرعاً آپ کو اجازت ہے کہ مفت سوار ہو کر باقاعدہ اور اجازت سے زیادہ اسباب لے جا کر اسی قدر اپنا حق وصول کر لو، لیکن دو باتوں کا خیال نہایت ضروری ہے۔ اوّل یہ کہ جس کمپنی کی ریل میں تم پر ظلم ہوا تھا اسی ریل میں وصول کرنا جائز ہے، دوسری ریلوے سے نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اپنا حق وصول کرنا صورتِ مذکورہ میں گو جائز ہے مگر ظاہری حکام اور ملازمتوں کی گرفت اور مواخذہ کا اندیشہ ہے۔ اگر خدانخواستہ کہیں بے موقع پھنس گئے تو مال کا بھی نقصان ہوگا اور عزت میں بھی خلل آئے گا اور پریشانی ہوگی اور تمہارے مسئلہ کو کوئی نہیں پوچھے گا، اس لیے بہتر یہ ہے کہ صبر کرو اللہ تعالیٰ کے خزانہ سے بہت اجر ملے گا۔

مسئلہ: اگر کبھی اتفاق سے بلا ٹکٹ سوار ہو گئے یا کسی ضرورت سے بلا محصول قاعدہ سے زیادہ اسباب لے گئے اور اب شرمندگی ہوئی ہے اور ریل والوں کا حق ادا کرنے کو طبیعت چاہتی ہے تو

Marfat.com

آسان ترکیب یہ ہے کہ آپ نے ریل والوں کا جس قدر نقصان کیا ہے، اسی قیمت کا ٹکٹ لے کر چاک کر ڈالو، اس سے نفع (سفر) نہ اٹھاؤ، دیکھیے ریل والوں کے پاس ان کا حق پہنچ گیا۔ مثلاً دہلی سے لکھنؤ تک بلا ٹکٹ سفر کر لیا تھا پھر بتوفیق خدا ندامت ہوئی، تو لکھنو سے دہلی تک کا ٹکٹ لے کر ضائع کر دیجیے گا لیکن اس خیال کے لوگ اس زمانہ میں بہت کم ہیں۔

مسئلہ: اگر ریل کے ملازموں سے تعلقات ہیں، ان لوگوں نے تم سے کہہ دیا کہ تم فلاں جگہ سے بلا ٹکٹ سوار ہو کر یہاں آ جانا تو ایسا کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔ اسی طرح ایک شخص کے نام کا پاس ہے اور قانوناً اس کو یہ اجازت نہیں کہ دوسرے شخص کو اپنے پاس سے سفر کرائے تو دوسرے کو اس پاس سے سفر کرنا درست نہیں ہے۔

مسئلہ: جس درجہ کا ٹکٹ ہو اس سے بڑے درجہ میں سفر کرنا درست نہیں، ہاں یہ جائز ہے کہ اپنے ٹکٹ سے کم درجہ میں بیٹھ جائے لیکن اس صورت میں یہ جائز نہیں کہ جس قدر دونوں ٹکٹوں کے پیسوں میں فرق ہے اس کو کسی ترکیب سے ریل والوں سے وصول کرنے لگو، کیونکہ انہوں نے تم کو روکا نہیں ہے، تم اپنی مرضی سے کم درجہ کے ڈبہ میں بیٹھے۔

❁ رفیق سفر از صفحہ ۲۷ تا صفحہ ۴۰ و امداد الفتاوی، صفحہ ۴۴۶، جلد ۳ ❁

ریل کے متفرق مسائل

مسئلہ: جب تک ریل میں جگہ ہو خواہ مخواہ لوگوں کو دھکیلنا اور روکنا جائز نہیں ہے۔ جب مقدار پوری ہو گئی تو روکنا اور منع کرنا جائز ہے، لیکن ضعیف و غریب و پریشان مسافر کے ساتھ نرمی کرنا اور تنگی میں جگہ دے دینا بہت ثواب ہے۔

مسئلہ: جب دوسرے شرکاء کی رضا نہ ہو تو استحقاق سے زیادہ جگہ گھیرنا جائز نہیں ہے، مثلاً دس مسافروں کا درجہ ہے یعنی سیٹ ہے اور دس ہی سوار ہیں تو ہر شخص کا حصہ ایک تختہ کا دسواں حصہ ہے تو اس سے زیادہ جگہ پر بلا رضامندی قبضہ درست نہیں ہے اور اگر آٹھ مسافر بیٹھے ہیں تو ایک تختہ (ایک بنچ، سیٹ) کا چوتھائی ہر ایک کا حصہ ہے، یعنی حق ہے۔

مسئلہ: جو مسافر کسی ضرورت سے باہر نکلا ہو، اس کا اسباب و بستر سمیٹ کر خود اس کی جگہ قبضہ نہ کرنا چاہیے۔ البتہ استحقاق سے زیادہ جگہ اگر اسنے روک رکھی ہو تو کم کر دینا درست ہے۔

Marfat.com

مسئلہ: ریل میں جو چیز کسی کی چھوٹ گئی ہو، اس کو اٹھا کر اپنے کام میں لانا جائز نہیں، بلکہ جب مالک کے ملنے سے مایوسی ہو تو صدقہ کر دے، لیکن اگر خود محتاج ہو تو خود استعمال کر سکتا ہے۔

مسئلہ: ریل میں اگر کسی سے قرآن مجید چھوٹ گیا اور یہ اندیشہ ہے کہ ہم اگر نہ اٹھائیں گے تو دوسرے مسافر بے حرمتی کریں گے تو ایسی حالت میں اٹھا لے اور صدقہ کر دے۔

مسئلہ: اسٹیشن پر اگر کوئی چیز خریدی اور گاڑی چھوٹ گئی، قیمت ادا نہ ہو سکی تو اس چیز کا کھانا اور استعمال کرنا جائز ہے لیکن جس طرح بھی ممکن ہو پھر اس کی قیمت پہنچا دو۔ ہمیشہ کی آمدورفت کا کوئی قریب کا اسٹیشن ہے تو پھر کسی معتبر شخص کی معرفت ادا کر دو، اگر باوجود پوری کوشش کے نہ مل سکے تو وہ قیمت اس شخص کی طرف سے صدقہ سمجھ کر مسکین غریب کو دے دو لیکن اتفاق سے وہ پھر کہیں مل جائے اور مطالبہ کرے تو دوبارہ دینا ہوگا۔ اس صدقہ کا ثواب تم کو ہوگا۔

مسئلہ: اگر تم نے کسی چیز کی قیمت پہلے دے دی اور گاڑی چھوٹ گئی، بائع (بیچنے والے) نے اس کو تمہارے پاس پھینکنا چاہا لیکن وہ گاڑی میں نہ پہنچ سکی گر کر ضائع ہو گئی تو آپ کی قیمت اس کے ذمہ باقی رہی، شرعاً اس سے وصول کرنے کا آپ استحقاق رکھتے ہو، مگر بہتر یہ ہے کہ معاف کر دو ثواب حاصل ہوگا۔ ﴿رفیق سفر، صفحہ ۳۰ تا ۳۲﴾

مسئلہ: اسٹیشن پر چیزیں خرید کر یا اپنا ناشتہ وغیرہ نکال کر کسی غریب آدمی کے سامنے کھاؤ تو تھوڑا بہت بقدر تناسب اس کو بھی دے دو، نیز مکان پر کئی غریب آدمیوں کو کھانا کھلانے سے زیادہ ثواب اس کا ہوگا، اگر اتنی گنجائش نہ ہو یا ہمت و توفیق نہ ہو تو ایک طرف کو علیحدہ ہو کر پوشیدہ کھا لو، خصوصاً چھوٹے بچوں کے سامنے اس کا بہت خیال رکھو۔

مسئلہ: اگر کسی غریب آدمی کا بچہ سامنے بیٹھا ہے تو کچھ اپنے بچوں کو خرید کر دیا ہے تو اس کو بھی کسی قدر ضرور دے دو، ثواب عظیم ہوگا، ورنہ دور جا کر خریدو اور پوشیدہ طور پر کھلا دو تا کہ غریب بچہ کو حسرت نہ ہو، اس میں انشاء اللہ کسی قدر ثواب ہوگا۔

﴿رفیق سفر، صفحہ ۳۳ و مظاہر حق، صفحہ ۵۳۶، جلد ۴﴾

مسئلہ: پلیٹ فارم پر جانے کے لیے جو طریقہ وراستہ قانوناً رائج ہو اس کے خلاف کرنا جائز نہیں، مثلاً کسی اسٹیشن پر قانون مقرر ہے کہ اسٹیشن ماسٹر کی اجازت ضروری ہے، تو بغیر اس کی

Marfat.com

اجازت کے وہاں جانا جائز نہ ہوگا اور اگر اسٹیشن پر یہ قانون ہے کہ بغیر ٹکٹ کے پلیٹ فارم پر جانے کی اجازت نہیں تو وہاں پر پلیٹ فارم ٹکٹ لینا ضروری ہے، اس کی خلاف ورزی کرنا جائز نہیں۔
﴿رفیق سفر، صفحہ ۳۰﴾

مسئلہ: ایرڈروم ایئرپورٹ کے جس حصہ میں حکومت کی طرف سے جانے پر پابندی ہو وہاں بغیر اجازت جانا شرعاً جائز نہیں ہوگا۔
﴿آداب ملاقات، صفحہ ۵۳﴾

مسئلہ: ریل یا جہاز میں یا ریلوے پلیٹ فارم پر یا ویٹنگ روم میں جہاں سب مسافروں کا حق برابر ہے اس میں کوئی اپنا کام کرنا جس سے دوسرے مسافروں کو تکلیف ہو جائز نہیں مثلاً گندگی پھیلانا، پھل وغیرہ کھا کر چھلکے بکھیر دینا، پان کی پیک یا سگریٹ کا دھواں اس طرح نکالنا جس سے دوسروں کو تکلیف ہو، سخت گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ایسے کام کرنے والے پر لعنت کے الفاظ آچکے ہیں۔

مسئلہ: ریل کی کھڑکیوں سے پان کی پیک یا پانی وغیرہ اس طرح ڈالنا جس سے پچھلی کھڑکیوں میں بیٹھنے والوں پر پانی کی چھینٹیں پڑ جائیں، یہ سب اُسی ایذا رسانی میں داخل ہیں۔

مسئلہ: ریل و جہاز کے غسل خانوں کو گندہ کر دینا جس سے بعد میں آنے والے کو نفرت ہو یہ بھی اُسی درجہ کا گناہ ہے۔
﴿آداب السفر، صفحہ ۲۰﴾

(اسی طرح جہاز وغیرہ کے غسل خانوں سے جہاز کا صابن، تیل، میک اپ وغیرہ کا سامان چُرانا، اٹھا کر لے جانا جائز نہیں ہے اور اس میں ڈبل گناہ ہے۔ ایک چوری کا، دوسرے بعد میں آنے والوں کی تکلیف دہی کا۔ محمد رفعت قاسمی)

ریل میں نماز کا غلط طریقہ

مسئلہ: ریل میں بعض حضرات نماز اس طرح پڑھتے ہیں کہ ریل کے ایک تختہ (سیٹ) پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ جاتے ہیں جیسا کہ کرسی یا موڑھے وغیرہ پر بیٹھتے ہیں اور دوسری سیٹ پر سجدہ کرتے ہیں یہ جائز نہیں ہے، ایسا کرنے سے نماز ادا نہیں ہوتی کیونکہ اوّل تو قیام چھوٹا اور قیام (کھڑا ہونا) فرض تھا اور دوسرے یہ کہ سجدہ میں گھٹنوں کا بھی زمین پر ٹکنا ضروری تھا، وہ بھی ترک ہوا، (چھوٹ گیا)۔ ریل میں اگر قبلہ ایسے رخ پر واقع ہو تو بیچ میں کچھ اسباب (سامان وغیرہ)

Marfat.com

رکھ کر ایک سیٹ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنی چاہیے اور سامنے کے تختہ (سیٹ) پر سجدہ کرنا چاہیے، اگر اپنا سامان نہ ہو (رکھنے کے لیے) تو دوسرے مسافروں کا جو بہت سا اسباب ہوتا ہے ان کی اجازت سے اس کو رکھ سکتے ہیں اور اگر اسباب نہ ہو یا نہ ملے تو اس طرح نماز نہیں پڑھنی چاہیے، جب اسٹیشن آئے تب نماز پڑھیں، اگر ریل میں مسافر اس قدر زیادہ ہوں کہ نماز پڑھنے کی کوئی صورت نہ ہو سکے اور سجدہ و رکوع نہ ہو سکے تو نماز کو ایسی حالت میں مؤخر کرنا چاہیے اور اشارہ سے نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ ﴿بہشتی زیور﴾

ریل میں سیٹ پر بیٹھ کر نماز کا حکم

سوال: ریل کے سفر میں اگر تختہ (سیٹ) پر بیٹھ کر نماز پڑھ لی جائے اور منہ قبلہ کی طرف نہ ہو تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب: جو لوگ ریل کے تختہ پر بیٹھ کر نماز پڑھ لیتے ہیں، تین وجہ سے ان کی نماز صحیح نہیں ہوتی۔

① نماز کی جگہ کا پاک ہونا شرط ہے اور ریل کے تختہ کا پاک ہونا مشکوک ہے، چھوٹے بچے ان پر پیشاب کر دیتے ہیں۔

② نماز میں قبلہ کی طرف رُخ کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی ناواقف لوگوں کا یہ خیال ہے کہ سفر میں قبلہ کی پابندی نہیں، یہ غلط ہے۔ سفر میں قبلہ کی طرف رُخ کرنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح وطن میں ضروری ہے بلکہ شریعت کا حکم تو یہ ہے کہ سفر میں نماز کے دوران اگر قبلہ کا رُخ بدل جائے تو نماز کی حالت میں ہی قبلہ کی طرف گھوم جائے، ہاں اگر سفر میں قبلہ رُخ کا پتہ نہ چلے اور کوئی صحیح رُخ بتانے والا بھی موجود نہ ہو تو خوب غور و فکر اور سوچ بچار سے کام لے کر خود ہی اندازہ لگا لے کہ قبلہ کا رُخ اس طرف ہو گا اور اسی رُخ پر نماز پڑھ لے۔ اب اگر نماز کے بعد معلوم ہوا کہ اس نے جس رُخ پر نماز پڑھی ہے وہ قبلہ کی سمت نہیں تھی تب بھی اس کی نماز ہو گئی، دوبارہ لوٹانے کی ضرورت نہیں اور اگر نماز کے اندر ہی قبلہ کے رُخ کا پتہ چل جائے تو نماز توڑنے کی ضرورت نہیں، نماز کے اندر ہی قبلہ کی طرف گھوم جائے۔

③ نماز میں قیام یعنی کھڑا ہونا فرض ہے، آدمی خواہ گھر پر ہو یا سفر میں، جب تک اس کو کھڑے ہونے کی طاقت ہے بیٹھ کر نماز صحیح نہیں ہو گی، اس میں مَردوں کی تخصیص نہیں،

Marfat.com

عورتوں کے لیے بھی یہی حکم ہے، بعض عورتیں بیٹھ کر نماز پڑھ لیتی ہیں یہ جائز نہیں ہے، وتر اور فرض ان کو بھی کھڑے ہو کر پڑھنا لازم ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہو گی (بغیر عذر کے) البتہ نوافل بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں۔ ﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۹، جلد ۲ و احسن الفتاویٰ، صفحہ ۸۷، جلد ۴، وفتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۲۹، جلد ۱۴ و امداد الفتاویٰ، صفحہ ۵۶۹، جلد اوّل وفتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۲۵۳، جلد اوّل وفتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۵۹، جلد ۲﴾

کیا ریل میں بھی قبلہ ضروری ہے؟

مسئلہ: ریل میں نماز پڑھنے میں استقبال (رُخ) قبلہ ضروری ہے، قبلہ کیطرف منہ کر کے نماز شروع کرے اور نماز پڑھنے کی حالت میں اگر ریل کا رُخ قبلہ سے بدل جائے اور نماز پڑھنے والا یہ جانتا ہے کہ ریل کا رخ بدل گیا تو یہ بھی (نماز میں ہی) قبلہ کی طرف کو پھر جائے اگر اس کی نماز پڑھنے کی حالت میں ریل کا رُخ چند مرتبہ بدلا اور اس نے برابر قبلہ رخ ہو کر نماز ادا کی اور چار رکعتیں نماز کی چار طرف کو ادا ہوئیں تو کچھ مضائقہ (حرج) نہ سمجھے، بلکہ یوں ہی ہونا ضروری ہے اور اگر اس کو نماز پڑھنے میں ریل کا رُخ بدلنے کی خبر نہ ہوئی اور ایک ہی طرف کو نماز پڑھتا گیا تو نماز ہو گئی۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۲۵۳، جلد اوّل﴾

مسئلہ: ریل کا رُخ پھرنے کا علم ہوتے ہی فوراً قبلہ کی طرف گھوم جائے، اگر نہیں گھوما یا گھومنے کی جگہ نہیں تھی تو نماز دوبارہ پڑھے، البتہ اگر نماز کے بعد ریل کے گھومنے کا علم ہوا تو یہ نماز صحیح ہو گی۔ ﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۸۷، جلد ۴، وفتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۲۹، جلد ۱۴﴾

ڈرائیور کے لیے نمازِ قصر

سوال: مَیں ریت وبجری کا ٹرک چلاتا ہوں، کیا میں نمازِ قصر کرو؟

جواب: اگر آپ کراچی (یا اپنے علاقہ) کی حدود ختم ہونے کے بعد اڑتالیس میل یعنی سوا ستتر ۷۷ کلومیٹر یا اس سے زیادہ دُور جاتے ہیں تو نماز قصر کریں سفر کی قضا شدہ نماز گھر پر ادا کی جائے تب بھی نماز قصر پڑھیں گے۔ ﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۰، جلد ۲﴾

مسئلہ: ٹرک وریل چلانے والے ڈرائیور لوگ (جبکہ اڑتالیس میل کے سفر پر پندرہ دن سے کم پر ہوں) جب تک سفر میں رہیں گے قصر پڑھیں گے۔

﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۸۷، جلد ۴، وفتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۷، جلد ۱۳﴾

(یعنی روزانہ دورانِ سفر قصر پڑھیں گے اور یہی حکم پائلٹ یعنی جہاز کے عملہ اور کشتی و بحری جہاز وغیرہ کے ڈرائیور کے لیے ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

ریلوے ملازم کی نماز

سوال: میں ریلوے میں ملازم ہوں، میری ڈیوٹی ٹرین کے ساتھ ہوتی ہے، میں کراچی سے کوئٹہ (شہر) گاڑی سے جاتا ہوں، کوئٹہ سے پھر کراچی روزانہ آتا ہوں۔ میری رہائش اور فیملی کراچی میں ہے تو کیا مجھے دورانِ سفر نماز قصر پڑھنی چاہیے؟

جواب: کراچی سے باہر سفر کے دَوران آپ قصر کریں گے اور کراچی میں آ کر پوری نماز پڑھیں گے۔ آپ کا سفر اگرچہ ڈیوٹی کی حیثیت میں ہے لیکن سفر کے احکام اس پر بھی لاگو ہیں (اگر اڑتالیس میل یعنی سوا ستتر کلو میٹر ہو تو)۔ ❁ آپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۱، جلد۲ وفتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۷۶، جلد۴، وصفحہ ۴۸۶، بحوالہ ردالمحتار، صفحہ ۷۳۲، جلد اوّل وفتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۱۶۵، جلد۷ ❁

ڈرائیور کو مالک کی نیت کا علم نہ ہو تو؟

سوال: ایک شخص نے مسافرانہ نماز پڑھی، دَورانِ نماز اس نے ارادہ کیا کہ مجھے پندرہ روز تک یہیں رہنا ہے، اس لیے وہ تو اپنی شروع کردہ نماز پوری کر کے فارغ ہوا، اس کے ڈرائیور کو علم نہ تھا کہ مالک نے اقامت کی نیت کر لی ہے، نماز کے بعد اس کے مالک نے ڈرئیور کو بتایا، تو یہ دوبارہ پڑھے یا آئندہ سے چار؟

جواب: ملازم کو جب تک مالک کی نیت کا پتہ نہ چلے اُس وقت تک وہ قصر ہی پڑھے گا، لہٰذا ڈرائیور کا یہ دوگانہ صحیح ہوگیا، آئندہ پوری نماز پڑھے، لہٰذا احتیاطاً یہ نماز بھی لوٹا لے تو بہتر ہے۔ اگر یہ دونوں جماعت کر لیتے، مالک امام بنتا تو جماعت کا ثواب ہوتا اور ڈرائیور کی نماز میں بھی کوئی اشکال نہ ہوتا۔ ❁ احسن الفتاویٰ، صفحہ ۷۷، جلد۴ ❁

محصول سے بچنا کیسا ہے؟

سوال: بعض لوگ یہ کرتے ہیں کہ محصول سے بچنے کے لیے اپنا سامان (مال وغیرہ) دوسرے مسافروں کو دے دیتے ہیں، تاکہ وزن میں کمی رہے اور محصول بالکل نہ لگے یا کچھ کم لگے، یہ کیسا ہے؟

Marfat.com

جواب: اگر دوسرے مسافروں سے یہ کہہ دے کہ میرے پاس وزن زیادہ ہے اور تمہارے پاس کم ہے تو اس زائد وزن کو اپنے حصہ میں لگالو اور مجھ پر یہ احسان کرو، مجھ کو محصول نہ دینا پڑے تو اس میں کچھ حرج معلوم نہیں ہوتا، جیسا کہ اپنا کچھ بوجھ کسی دوسرے حاضر کو جو ساتھ مسافر ہے دے دے کہ یہ اسباب (سامان) اپنے اسباب کے وزن میں محسوب کرلے۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم قدیم، صفحہ ۶، جلد ۶﴾

ریلوے وغیرہ سے ضمان لینا؟

مسئلہ: زیادہ محصول کا مال کم محصول میں دکھا کا منگانا حرام ہے اور بڑے افسران کی رضامندی یا اجازت اس لیے معتبر نہیں کہ وہ ریلوے کے مالک نہیں ہیں۔

مسئلہ: اصل مصارف وصول کرنا جائز ہے اور خرچہ ضروری بھی اصل مصارف کے ساتھ ملحق ہے جس میں خطوط کے ٹکٹ بھی داخل ہیں۔ ﴿امدادالفتاویف، صفحہ ۴۵۰، جلد اوّل﴾

مسئلہ: ریلوے کمپنی ضامن ہوتی ہے، حفاظتِ اموال کی، اس لیے اس سے وصول کرنا درست ہے۔ ﴿امدادالفتاویٰ، صفحہ ۳۲۱، جلد ۳﴾

ریل گاڑی کے پانی کا حکم

سوال: ریل گاڑی کے فلش میں پانی ہوتا ہے وہ پاک سمجھا جائے گا یا ناپاک، اس میں پانی ہوتے ہوئے تیمّم کرنا جائز ہے یا نہیں جبکہ اس پانی سے وضو کرتے ہوئے طبیعت کو کراہت معلوم ہوتی ہے؟

جواب: حامداً ومصلیاً وہ پانی پاک ہے طبعی کراہت کی وجہ سے شبہ نہ کیا جائے ایسی حالت میں تیمم جائز نہیں۔ ﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۴، جلد ۲﴾

ریل میں غسل جنابت کیسے کرے؟

مسئلہ: عموماً ریل میں اتنا پانی موجود رہتا ہے، جس سے غسل ہو سکے، لیکن بالفرض وضو کے لیے پانی ہو، مگر غسل کے لیے بقدر کفایت پانی نہ ہو تو غسل کے لیے تیمم کیا جا سکتا ہے لیکن اس کے لیے مندرجہ ذیل شرائط ہیں۔

Marfat.com

① ٹرین کے کسی ڈبہ میں اتنا پانی نہ ہو جس سے غسل کے فرائض ادا ہو سکیں۔
② راستہ میں ایک میل شرعی کے اندر اسٹیشن نہ ہو جہاں پانی کا موجود ہونا معلوم ہو۔
③ ٹرین کے تختوں (سیٹوں) پر اتنی مٹی (گرد) جمی ہوئی ہو جس سے تیمم ہو سکے۔
اگر مندرجہ بالا شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو جس طرح ہو سکے اس وقت تو نماز پڑھ لے، بعد میں غسل کر کے نماز کا اعادہ ضروری ہے۔ (اگر غسل کی حاجت پیش آ گئی تھی)۔

﴿آپ کا مسائل، صفحہ ۵۲، جلد ۲﴾

بحری سفر کی دعائیں

بحری سفر میں ڈوبنے وطوفان سے محفوظ رہنے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ سوار ہوتے وقت جہاز یا کشتی میں آیات ذیل پڑھے:

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

﴿پارہ ۱۲: سورہ ھود﴾

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝

﴿پارہ ۲۴: سورۃ الزمر﴾

بحری سفر میں مسافر کہاں سے ہوگا؟

مسئلہ: سمندر کا سفر ہو تو اگر وہ سمندر کسی شہر سے لگتا ہے جیسے جدہ سے سفر ہے تو اس صورت میں جہاز کے حرکت کرتے وقت سفر شروع متصور ہوگا اس کے لیے فصیل وغیرہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اگرچہ وہ شہر فصیل والا ہو۔ (حدود کے لیے دیوار وغیرہ بنا دیتے ہیں) تاہم اگر جہاز شہر کی عمارتوں کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے تو جب تک ان عمارتوں سے آگے نہ نکل جائے نماز قصر نہ پڑھی جائے۔ ﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۷۶۵، جلد اوّل واحسن الفتاویٰ، صفحہ ۹۶، جلد ۴﴾

بحری سفر کے احکام

مسئلہ: دریا میں بذریعہ جہاز یا کشتی سے جو سفر کیا جائے اس کے بھی عام احکام وہی ہیں جو خشکی میں سفر کے ہیں، مگر چند احکام میں فرق ہے۔ ان کو بیان کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

مسئلہ: خشکی میں تین دن کا سفر شرع کے اعتبار سے اڑتالیس میل (سوا ستتر کلو میٹر) سمجھا جاتا ہے لیکن دریا اور پہاڑ کے سفر میں یہ مسافت معتبر نہیں ہے، بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ متوسط درجہ کی کشتی تین دن میں کتنی مسافت طے کرتی ہے وہی مسافت قصر ہوگی اگر بڑا جہاز پانی کا اس کو ایک ہی گھنٹہ میں طے کر لے، اسی طرح پہاڑ کی چڑھائی میں متوسط طاقت والا آدمی تین دن میں جتنی مسافت طے کر سکتا ہے وہ ہی مسافت سفر شرعی ہوگی اور نماز کا قصر اس پر لازم ہو گا۔ اگرچہ ہوائی جہاز یا کسی دوسری سواری میں وہ ایک گھنٹہ میں طے ہو سکے۔

مسئلہ: دریا کے سفر میں کشتی یا جہاز پر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بغیر عذر کے بھی فرض نماز بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت ہے، لیکن کھڑے ہو کر پڑھنا سب کے نزدیک افضل ہے۔

﴿شرح منیہ، صفحہ ۲۷۰، واحسن الفتاوی﴾

مسئلہ: ریل کو اُس پر قیاس کرنا جائز نہیں۔ ریل میں بغیر عذر شرعی کے بیٹھ کر نماز پڑھنا بالاتفاق ناجائز ہے اور اگر کسی نے بغیر عذرِ شرعی کے بیٹھ کر نماز پڑھ لی تو اعادہ لازمی ہوگا اور اگر کشتی یا بحری جہاز لنگر ڈالے ہوئے (کنارہ پر) کھڑا ہے تو اس میں بلا عذر بیٹھ کر نماز جائز نہیں۔

مسئلہ: جیسے ریل کی سواری میں نماز کے وقت قبلہ کی طرف رُخ کرنا ضروری ہے، اسی طرح کشتی اور پانی کے جہاز میں قبلہ کی طرف رُخ کرنا فرض ہے۔ قبلہ کی شناخت دریا میں چاند، سورج اور دوسرے ستاروں سے بھی ہو سکتی ہے اور قطب نما سے بھی۔

ہوائی سفر کے احکام

مسئلہ: ہوائی سفر کے بھی عام احکام وہ ہی ہیں جو زمین پر سفر کے ہیں، البتہ ہوائی جہاز میں نماز ادا کرنے میں یہ تفصیل ہے کہ جب تک ہوائی جہاز زمین پر کھڑا ہے یا زمین پر چل رہا ہے اس وقت تو وہ ریل کے حکم میں ہے، اس پر نماز بالاتفاق جائز ہے۔

لیکن جب وہ پرواز کر رہا ہو تو اس حالت میں بھی عذر کی وجہ سے نماز جائز ہے ورنہ قواعد فقہ کی رو سے اس میں نماز جائز نہ ہونی چاہیے مگر یہ عذر ایسا ہے جو ہوائی جہاز کے سفر کے لیے تقریباً لازمی ہے کیونکہ ہوائی جہاز کو ہر جگہ نہ اتارا جا سکتا ہے اور اس کا اتارنا ہر مسافر کے اختیار میں ہے اور بغیر جہاز کو زمین پر اتارے ہوئے خود اترنے کا کوئی امکان بھی نہیں۔

لیے اگر یہ اندیشہ ہو کہ جہاز کے منزل پر پہنچنے تک نماز کا وقت ختم ہو جائے گا تو نماز ہوائی جہاز میں جائز ہے۔

مسئلہ: اگر ہوائی جہاز میں نماز کھڑے ہو کر پڑھ سکتا ہے تو کھڑے ہو کر ادا کرے، ورنہ بیٹھ کر پڑھے۔

مسئلہ: ہوائی جہاز میں اکثر تو وضو کے لیے پانی مل جاتا ہے اور اگر پانی نہ ملے تو تیمم جائز ہے بشرطیکہ منزل پر اُترنے تک نماز کا وقت ختم ہونے کا خطرہ ہے۔

مسئلہ: جس شخص کا ہوائی سفر طویل ہو اور یہ خطرہ ہو کہ بعض اوقات پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کی ضرورت پڑے گی تو اس کو چاہیے کہ مٹی کا برتن ساتھ رکھ لے، اس پر تیمم ہو سکتا ہے یا کپڑے کے تھیلے میں مٹی بھر کر ساتھ رکھ لے۔ تھیلے کے اوپر تیمم ہو جائے گا جبکہ مٹی کی گرد کپڑے کے اُوپر تک پہنچی ہے۔

مسئلہ: جس طرح بحری جہاز کے سفر میں قبلہ کا استقبال (رُخ قبلہ) نماز کے لیے ضروری ہے۔ اسی طرح ہوائی جہاز کے سفر میں بھی استقبال قبلہ ضروری ہے۔ اگر قبلہ کے رُخ کا پتہ نہ چلے اور کوئی بتلانے والا بھی نہ ہو تو اندازہ اور اٹکل سے کام لے کر رُخ سیدھا کرے جس طرف اس کا اندازہ قائم ہو جائے تو وہی اس کے لیے سمت قبلہ ہے۔ اگر بعد میں بالفرض اندازہ غلط بھی معلوم ہو تو نماز صحیح ہو گی، لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔

﴿احکام سفر، صفحہ ۴۸، وامداد الفتاویٰ، صفحہ ۵۸۰، جلد اوّل وامداد الاحکام، صفحہ ۱۴۷، جلد اوّل. ونظام الفتاویٰ، صفحہ ۲۸۰ جلد اوّل﴾

کیا بندرگاہ میں نماز قصر کرے؟

سوال: کراچی کے رہنے والے یا جہاز کے ملازم بحری جہاز سے سفر کریں تو ان کو قصر نماز کب شروع اور کب ختم کرنا چاہیے؟

کیا جہاز میں بیٹھ جانے کے بعد جب تک جہاز ساحل سمندر پر کھڑا ہے یا اس کے روانہ ہونے کے بعد قصر کرنا شروع کرے؟

جواب: بندرگاہ اور انتظارگاہ یعنی بندرگاہ پر جگہ نہ ہونے کی صورت میں جہاں جہاز انتظار میں ٹھہرائے جاتے ہیں، فناء مصر (شہر) میں داخل ہیں، فناء مصر کے درمیان زرعی زمین اور ۱۶، ۱۳۷

Marfat.com

میٹر کا فاصلہ نہ ہو تو احکام سفر میں فناء بحکم مصر ہے۔ لہٰذا بوقت روانگی اور بوقتِ واپسی دونوں صورتوں میں دو مقامات میں نماز پوری پڑھی جائے گی، البتہ جو شخص کراچی میں مقیم نہ ہو اور یہاں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت نہ ہو وہ قصر پڑھے گا۔ ﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۹۰، جلد ۴﴾

لنگرگاہ پر حکم قصر کی تفصیل

سوال: ہمارا شہر دریا کے کنارے پر واقع ہے، فاصلہ تقریباً پچاس گز سے زیادہ نہیں اور دریا میں کشتی تقریباً ایک سو سے تین سو گز کے فاصلہ پر رکتی ہے، کیا اس سے قصر کا حکم شروع ہوگا؟

جواب: لنگرگاہ فناء مصر (شہر ہی) ہے جس کا حکم یہ ہے کہ شہر سے ایک سو پچاس گز، ۱۶، ۱۳۷ میٹر سے کم فاصلہ پر ہو اور درمیان میں زرعی زمین نہ ہو تو یہاں قصر نہیں، کم از کم اتنا فاصلہ ہو یا درمیان میں زرعی زمین ہو تو حکم قصر شروع ہوگا پس اس لنگرگاہ کے سامنے دریا کے کنارے پر اگر کوئی عمارت ہے تو وہ شہر سے پچاس گز اور اس سے لنگرگاہ سو گز پر ہے درمیان میں ۱۶، ۱۳۷ میٹر خلا نہیں، اس لیے یہ بحکم شہر ہے اور اگر دریا کے کنارے پر کوئی مکان اس جانب نہیں تو شہر سے ۱۶، ۱۳۷ میٹر خلا ہونے کی وجہ سے یہاں حکم قصر ہے۔

﴿احسن الفتاویٰ، صفہ ۴۷، جلد ۴، بحوالہ ردالمحتار، صفحہ ۷۳۲، جلد اوّل﴾

ہوائی جہاز میں نماز کا حکم

مسئلہ: بوقت پرواز ہوائی جہاز میں نماز کا حکم چلتے ہوئے بحری جہاز کی طرح ہے، یعنی اس میں بوجہ عذر نماز جائز ہے۔

البتہ ٹھہرنے کی حالت میں دونوں کا حکم مختلف ہے، ہوائی جہاز زمین پر ہو تو اس میں بالاتفاق نماز صحیح ہے اور بحری جہاز کنارے کے ساتھ لگا ہوا ہو تو اس میں نماز کا جواز مختلف فیہ ہے، عدم جواز راجح ہے اور اگر بحری جہاز کا عملہ نماز کے لیے اترنے کی اجازت نہ دے تو جہاز میں نماز پڑھ لے مگر بعد میں اعادہ واجب ہے۔

﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۹۰، جلد ۴، وآپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۷، جلد ۲ وامداد الفتاویٰ، صفحہ ۵۸۹، جلد اوّل﴾

Marfat.com

نمازِ مغرب پڑھ کر ہوائی سفر کیا اور سورج دوبارہ نظر آنے لگا

سوال: ایک شخص مغرب کی نماز ادا کر کے ہوائی جہاز میں سوار ہوا، جہاز مغرب کی طرف اتنا تیز چلا کہ آفتاب دوبارہ نظر آنے لگا تو کیا اس پر مغرب کی نماز دوبارہ واجب ہوگی؟

نیز روزہ دار نے روزہ افطار کر لیا تھا تو روزہ صحیح ہوا یا نہیں؟

جواب: مغرب کی نماز دوبارہ پڑھنا واجب نہیں، روزہ بھی صحیح ہو گیا، مگر قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ دوبارہ غروب تک امساک (کھانے پینے سے رکنا) واجب ہے۔

﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۷۰، جلد ۴ بحوالہ ردالمختار، صفحہ ۳۴۴، جلد اوّل و آپ کے مسائل، صفحہ ۱۰۹، جلد دوم﴾

مسئلہ: جہاں چھ مہینے کا دن اور چھ مہینے رات رہتی ہے وہاں نمازوں کے اوقات کا اندازہ کر کے ادا کی جائیں۔ مثلاً چوبیس گھنٹے کے دن رات ہوتے ہیں، اس میں پانچ نماز بفصل معہود پوری کر لیں اور روزے میں قریب کے ملک کا لحاظ کر لیں اور اس سے روزہ کا مہینہ بھی معلوم ہو جائے گا۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۶۸، جلد ۲ بحوالہ درمختار، صفحہ ۳۳۵، جلد اوّل فی فاقد وقت العشاء وامداد الاحکام، صفحہ ۴۰۵، جلد اوّل﴾

(وہاں وقت کا اندازہ کر کے ہر چوبیس گھنٹہ میں پانچ نمازیں الگ الگ فصل کے ساتھ ادا کرنا واجب ہیں۔ مختار قول یہی ہے۔ محمد رفعت قاسمی)

نمازِ قصر کا پیمانہ

مسئلہ: بحری جہاز کا عملہ تمام تر سہولتوں (آرام دہ سفر، عمدہ کھانا پینا وغیرہ) کے باوجود مسافر ہے۔ البتہ جہاز کسی شہر میں لنگرانداز ہو اور بندرگاہ شہر کا ایک حصہ تصور کی جاتی ہو اور اس جگہ پندرہ دن کا یا اس سے زیادہ رہنے کا ارادہ ہو تو پوری نماز ادا کی جائے گی۔

آپ کا یہ ارشاد بجا ہے کہ ”سفر میں نمازِ قصر کا حکم دیا جانا سفر کی تکالیف اور مشکلات کی وجہ سے ہے۔“ لیکن چونکہ سفر میں عموماً تکلیف و مشقت پیش آتی ہی ہے، اس لیے شریعت نے قصر کا مدار سفر پر رکھا ہے جو کہ سبب ظاہر ہے، ورنہ لوگوں کو یہ فیصلہ کرنے میں دشواری پیش آتی کہ اس سفر میں تکلیف و مشقت ہے یا نہیں؟

Marfat.com

خلاصہ یہ کہ حکم کی اصل علت تو تکلیف ومشقت ہی ہے مگر اس کا کوئی پیمانہ مقرر کرنا مشکل تھا۔ اس لیے شریعت نے احکام کا مدار خود تکلیف پر نہیں رکھا بلکہ سفر پر رکھا ہے خواہ اس میں مشقت ہو یا نہ ہو۔ ﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۸، جلد۲ وامداد الفتاویٰ، صفحہ ۵۸۹، جلد اوّل﴾

جہاز کے عملہ کے لیے قصر؟

سوال: میں جہاز کے عملہ میں ملازم ہوں۔ جہاز ہمیشہ دُور ممالک میں پھرتا رہتا ہے، کبھی ایک جگہ دس پندرہ دن، مہینہ دو مہینہ کھڑا رہتا ہے، معلوم نہیں ہوتا کہ کب وہاں سے روانہ ہوگا اور بعض اوقات جہاز ایک مقام مقرر سے دوسرے مقام مقرر تک جاتا ہے، ہم کو چھ سات ماہ بعد یا بعض مرتبہ سال دو سال بعد اپنے مکان جانے کا اتفاق ہوتا ہے تو کیا ہم کو ایسی حالت میں نماز قصر پڑھنی چاہیے یا پوری؟

جواب: اس صورت میں جب تک اپنے وطن میں پہنچنا نہ ہو، نماز کو برابر قصر کرنا چاہیے اور جب وطن پہنچو، اُس وقت نماز پوری پڑھو اور جو جہاز مقررہ جگہ سے مقررہ جگہ تک جاتا ہے اس کے ملازم کا بھی یہی حکم ہے برابر حالت سفر میں نماز قصر پڑھے۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۶۴، جلد۴ وصفحہ ۴۷۶، جلد۴ بحوالہ درمختار، صفحہ ۷۳۸، جلد ۱ باب صلاۃ المسافر﴾

(کیونکہ عملہ کو روانگی کا علم نہیں ہے اس لیے قصر کریں گے اور اگر جہاز وغیرہ کسی شہر میں لنگر انداز ہو اور بندرگاہ شہر کا حصہ تصور کی جاتی ہو اور اس جگہ پندرہ دن یا اس سے زیادہ رہنے کا ارادہ ہو تو پوری نماز پڑھی جائے گی۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

مسئلہ: شریعت میں وہم وخیال کا اعتبار نہیں، بلکہ ظن غالب کا اعتبار ہے، اگر ان کو کمپنی کی طرف سے حکم سفر آنے کا غالب گمان ہو، جس کا معیار یہ ہے کہ اکثر مہینے میں ان کو حکم سفر آتا رہتا ہے، جس کی وجہ سے کبھی ایسا موقع نہیں ملتا کہ اپنے ارادہ واختیار سے دس پندرہ دن قیام کرسکیں، یہ حالت ہو تو ان کا رنگون میں (جہاں بھی جہاز لنگر انداز ہو) قصر کرنا درست ہوگا بشرطیکہ وہ ان کا وطن اصلی نہ ہو اور اگر ظن غالب نہیں محض خیال ووہم ہی ہے کہ شاید سفر کا حکم آجائے تو اس کا اعتبار نہیں، اگر یہ لوگ رنگون (جہاں بھی جہاز لنگر انداز ہو) میں اقامت کی نیت کرلیں، یا ظن غالب سے کبھی یہ معلوم ہو کہ پندرہ دن تک ابھی کہیں دور جانا نہیں ہے تو مقیم ہو

Marfat.com

جائیں گے اور نماز پوری پڑھنی چاہیے اور اگر گذشتہ دنوں میں اگر کبھی ایسا ہوا ہو کہ ظن غالب سے پندرہ دن تک کہیں جانا ان کو متحقق نہ تھا، یا پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لی تھی اور ظن غالب سے نیت پورا ہونے کی اُمید تھی اور اس وقت غلطی سے یہ لوگ قصر کرتے رہے تو ان ایام کی نماز کا اعادہ ضروری ہے۔ ﴿امداد الاحکام، صفحہ ۷۱۵، جلد اوّل﴾

ہوائی سفر میں دن چھوٹا ہو یا بڑا ہو جائے تو؟

سوال: ہوائی جہاز کے ذریعہ کوئی شخص مغرب کی سمت جا رہا ہے سورج غروب نہیں ہو رہا تو نماز کس طرح ادا کرے اور روزہ کس وقت افطار کرے؟ یا اس کے برعکس مشرق کی طرف جا رہا ہے جس کا دن بہت چھوٹا رہے گا؟

جواب: ردالمحتار صفحہ ۳۳۹ جلد اوّل کی عبارت سے ثابت ہوا کہ مغرب کی طرف جانے والا شخص اگر چوبیس گھنٹے میں پانچ نمازیں ان اوقات میں ادا کر سکتا ہو تو ہر نماز اس کا وقت داخل ہونے پر ادا کرے اور اگر اس کا دن اتنا طویل ہو گیا کہ چوبیس گھنٹے میں پانچ نمازوں کا وقت نہیں آتا تو عام ایام میں اوقات نماز کے فصل کا اندازہ کر کے اس کے مطابق نمازیں پڑھے، یہی حکم روزہ کا ہے اگر طلوع فجر سے لے کر چوبیس گھنٹے کے اندر غروب ہو جائے تو غروب کے بعد افطار کرے۔

جن ممالک میں مستقل طور پر ایام اتنے طویل ہوں کہ چوبیس گھنٹے میں صرف بقدر کفایت کھانے پینے کا وقت ملتا ہو، ان میں قبل الغروب (غروب سے پہلے) افطار کی اجازت نہیں، تو عارضی طور پر شاذ و نادر ایک دن طویل ہو جانے سے بطریق اوُلیٰ اس کی اجازت نہ ہو گی، البتہ اگر چوبیس گھنٹے کے اندر غروب نہ ہو تو چوبیس گھنٹے پورے ہونے سے اتنا وقت پہلے کہ اس میں بقدر ضرورت کھا پی سکتا ہو، افطار کر لے، اگر ابتداء صبح صادق کے وقت بھی سفر میں تھا تو اس پر روزہ فرض نہیں بعد میں قضا رکھے اور اگر اس وقت مسافر نہ تھا تو روزہ رکھنا فرض ہے اور اتنے طویل روزے کا تحمل نہ ہو تو سفر ناجائز ہے۔

جو شخص جانب مشرق جا رہا ہے، نماز کے اوقات اس پر گزرتے رہیں گے، ان اوقات میں نماز ادا کرے گا اور روزہ غروب آفتاب کے بعد افطار کرے، کیونکہ صوم (روزہ) کے معنی ہیں طلوع فجر سے غروب شمس تک امساک (روکنا)۔

﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۷۱، جلد ۴ بحوالہ ردالمحتار، صفحہ ۸۸، جلد ۲﴾

Marfat.com

کشتی میں نماز کے احکام

مسئلہ: کشتی میں نماز پڑھی اور وہ شخص کشتی سے باہر نکلنے پر قادر ہے تو مستحب یہ ہے کہ فرض نماز کے لیے کشتی سے باہر نکلے۔
﴿محیط سرخسی﴾

مسئلہ: اگر کشتی چل رہی ہو اور کھڑے ہونے پر قادر ہے اور اس کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھے تو امام صاحب کے نزدیک کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

مسئلہ: اگر کشتی بندھی ہوئی ہو اور چلتی نہ ہو تو اس میں بیٹھ کر نماز پڑھنا بالاجماع جائز نہیں ہے۔
﴿تہذیب﴾

مسئلہ: اگر کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور وہ کشتی بندھی ہوئی زمین پر ٹھہری ہوئی ہے تو جائز ہے اور اگر کشتی زمین پر ٹھہری ہوئی نہیں ہے اور اس سے باہر نکلنا ممکن ہے تو اس میں نماز جائز نہ ہوگی۔
﴿محیط سرخسی﴾

مسئلہ: اگر کشتی دریا کے اندر ٹھہری ہوئی ہے اور وہ ہل رہی ہے تو اصح یہ ہے کہ اگر ہوا سے خوب ہل رہی ہو تو چلتی کشتی کے حکم میں ہے اور اگر ہوا سے کچھ ہلتی ہو تو ٹھہری ہوئی کشتی کے حکم میں ہے۔

مسئلہ: اگر کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے سر میں درد (چکر) ہو جاتا ہے، تو کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنا بالاجماع جائز۔ ﴿(خلاصہ) عالمگیری، صفحہ ۶۳، جلد ۳ و احسن الفتاویٰ صفحہ ۴۹، جلد ۴ و ردالمحتار صفحہ ۱۴۷، جلد اوّل و آپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۷، جلد ۲﴾

کشتی میں قبلہ کا حکم

مسئلہ: کشتی میں نماز شروع کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا لازم ہے۔

مسئلہ: جب کشتی گھومے تو نماز پڑھنے والا اپنا منہ قبلہ کی طرف پھیر لے اور اگر قدرت کے باوجود منہ نہ پھیرے گا تو نماز جائز نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر کشتی میں اشارہ سے نماز پڑھی، حالانکہ رکوع وسجدہ پر قادر تھا تو سب کے قول کے مطابق نماز جائز نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر کشتی کے اندر اقامت کی نیت کرے تو مقیم نہ ہوگا، کشتی کے ملاح کے لیے بھی یہی حکم ہے، لیکن کشتی اگر اس کے شہر یا گاؤں کے قریب ہے تو اس وقت اصل اقامت کی وجہ سے مقیم ہو جائے گا۔ ﴿محیط﴾

مسئلہ: اگر مسافر نے کشتی کے اندر شہر سے باہر نماز شروع کی اور اسی حالت میں کشتی چلتے چلتے شہر میں داخل ہوگئی تو وہ پوری چار رکعتیں پڑھے گا۔
﴿عالمگیری، صفحہ ۶۳، جلد ۳، وامداد الاحکام، صفحہ ۱۲۷، جلد اوّل﴾

پالکی وڈولہ میں نماز پڑھنا؟

مسئلہ: اگر کسی کو بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہو تو پالکی پر بھی نماز پڑھنا درست ہے لیکن پالکی جس وقت کہاروں کے کاندھوں پر ہو اس وقت نماز پڑھنا درست نہیں زمین پر رکھوالیں تب پڑھیں۔

مسئلہ: اگر اونٹ سے یا بہلی سے اترنے میں جان یا مال کا خطرہ ہے تو بغیر اترے بھی نماز درست ہے۔ ﴿بہشتی زیور، صفحہ ۵۱، جلد ۲ بحوالہ نور الایضاح، صفحہ ۱۰ واحسن الفتاویٰ، صفحہ ۸۸، جلد ۴﴾

اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسْئَلُکَ مِنۡ خَیۡرِهَا وَخَیۡرِ جَبَلْتَهَا عَلَیۡهِ وَاَعُوۡذُبِکَ مِنۡ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَیۡهِ. ﴿حصن حصین، صفحہ ۱۶۵﴾

نئی سواری کی دعا

جب کوئی نئی سواری (سائیکل یا موٹر سائیکل، کار، بس وغیرہ) خریدے تو اس پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھے (انشاء اللہ تعالیٰ خیر و برکت اور حفاظت رہے گی)۔

(اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسْئَلُکَ مِنۡ خَیۡرِهَا وَخَیۡرِ مَاجَبَلْتَهَا عَلَیۡهِ وَاَعُوۡذُبِکَ مِنۡ شَرِّهَا وَشَرِّهَا جَبَلْتَهَا عَلَیۡهِ) ﴿حصن حصین، صفحہ ۱۶۵﴾

سواری کے جانور کو مارنا کیسا ہے؟

مسئلہ: گھوڑے وغیرہ میں سواری کے جانور کو کوڑا وغیرہ مار کر چلانا جائز ہے؟ اگر باوجود طاقت کے، چلنے میں سستی کرے تو معمولی طور سے مار دینا جائز ہے، مگر منہ و سر پر نہ مارے، طاقت سے زیادہ بوجھ لاد کر یا ناتواں جانور کو خواہ مخواہ مارنا اور بے دردی سے مارنا پیٹنا یہ سب ظلم اور سخت ممنوع ہے۔ ﴿الجواب المتین، صفحہ ۴۴﴾

بیل گاڑی پر نماز پڑھنا؟

سوال: جب کہ گاڑی میں گھوڑا و بیل جتے ہوئے ہوں، اس پر کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا، خواہ فرض ہو یا سنن و نوافل ہو صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: فرائض وسنن مؤکدہ بغیر عذر جائز نہیں، نوافل جائز ہیں، اگر استقبال قبلہ (قبلہ کی طرف رخ کرنا) مشکل ہو تو وہ بھی معاف ہے، اسی طرح گھوڑے پر بھی نوافل پڑھے جا سکتے ہیں، سجدہ کی بجائے اشارہ کافی ہے۔ نہ استقبالِ قبلہ ضروری ہے اور نہ ہی گھوڑے اور رکاب اور زین (جو کپڑا گھوڑے پر ڈالتے ہیں) وغیرہ کی طہارت۔

خود نمازی پر نجاست نہ ہو، اگر گاڑی ایسی ہو کہ اس کا وزن جانور پر نہ ہو جیسے اونٹ گاڑی تو اس پر فرض بھی جائز ہے مگر استقبالِ قبلہ اور قیام (کھڑے ہونا) شرط ہے۔

[احسن الفتاویٰ، صفحہ ۸۸، جلد۴ و بہشتی زیور، صفحہ ۱۵، جلد۲، ونورالایضاح، صفحہ ۱۰]

سواری پر نماز پڑھنے کا حکم

مسئلہ: سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے لیکن فرض نہیں۔ حنفیہ کے نزدیک فجر کی سنتوں کو بھی سواری سے اتر کر پڑھنا واجب ہے، اس لیے اس کو بغیر کسی عذر کے بیٹھے بیٹھے پڑھنا جائز نہیں ہے، فرض نماز سواری پر جائز نہیں ہے لیکن مندرجہ ذیل اعذار کی صورت میں جائز ہے۔

1. کوئی شخص جنگل میں ہو اور اپنی جان و مال کی ہلاکت کا خوف غالب ہو مثلاً یہ ڈر ہو کہ اگر سواری سے اتر کر نماز پڑھوں گا تو کوئی چور یا رہزن مال واسباب لے کر چلتا بنے گا، یا کوئی درندہ نقصان پہنچائے گا یا قافلہ سے بچھڑ جاؤں گا یا راستہ بھول جاؤں گا۔
2. یا سواری میں کوئی ایسا سرکش جانور ہو یا کوئی ایسی چیز ہو جس پر اترنے کے بعد پھر چڑھنا ممکن نہ ہو۔
3. یا نماز پڑھنے والا اتنا ضعیف اور کمزور ہو کہ خود سے نہ تو سواری سے اتر سکتا ہو اور نہ سواری پر چڑھنے پر قادر ہو اور نہ ہی کوئی ایسا شخص پاس موجود ہو جو سواری سے اتار سکے اور چڑھا سکے۔
4. یا زمین پر اتنی کیچڑ ہو کہ اس پر نماز پڑھنا ممکن نہ ہو۔
5. یا بارش کا عذر ہو۔ بہر حال ان صورتوں میں فرض نماز بھی سواری پر پڑھی جا سکتی ہے، کیونکہ اعذار اور ضرورتیں شرعی قواعد وقوانین سے مستثنیٰ ہیں۔

مسئلہ: سواری پر نماز کا جواز نمازی کا شہر سے باہر ہونے کے ساتھ مشروط ہے خواہ مسافر ہو یا مسافر نہ ہو، چنانچہ اگر کوئی مسافر بھی شہر کے اندر ہو تو اس کے لیے سواری پر نفل نماز پڑھنی جائز نہیں ہے۔

Marfat.com

مسئلہ: صحیح یہ ہے کہ شہر وآبادی کے مکانات سے باہر ہوتے ہی سواری پر نماز نفل پڑھنا جائز ہے جیسا کہ قصر کے جواز کے سلسلہ میں قاعدہ ہے۔

﴿مظاہر حق جدید، صفحہ ۲۲۶، جلد ۲، و کتاب الفقہ، صفحہ ۵۶۶، جلد اول۔ تفصیل دیکھیے عالمگیری، صفحہ ۶۵، جلد ۱﴾

اپنی سواری اور ٹریفک سے متعلق احکام

اگر راستے میں کوئی گندگی پڑی ہو یا کوئی ایسی چیز ہو جس سے گزرنے والوں کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو مثلاً کوئی کانٹا، کوئی رکاوٹ، کوئی ایسا چھلکا جس سے پھسل کر گرنے کا خطرہ ہو، اس کو راستے میں سے ہٹا دینا بھی بڑی نیکی کا کام ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے: (تُمِيطُ الاَذٰی عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ) (بخاری و مسلم) کہ راستے سے گندگی (تکلیف دہ چیز کو) دُور کر دو تو یہ بھی صدقہ ہے، یعنی اس پر صدقہ کی طرح ثواب ملتا ہے۔

احادیث سے واضح ہے کہ گزرگاہوں کو صاف ستھرا رکھنے اور لوگوں کو تکلیف سے بچانے کی اسلام میں کتنی اہمیت ہے کہ ایک کانٹے دار شاخ کو راستے سے ہٹا دینے پر، جو ایک چھوٹا سا عمل نظر آتا ہے، اتنے اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے اور جب تکلیف دہ چیز کو ہٹانے کی اس قدر ترغیب دی گئی ہے تو راستے کو گندگی سے آلودہ کرنا جس سے گزرنے والوں کو تکلیف ہو، کتنا بڑا گناہ ہوگا، اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ گزرنے والوں کے لیے تکلیف کا سامان پیدا کرنے میں یہ بات بھی داخل ہے کہ اپنی سواری، کار، موٹر سائیکل وغیرہ کو ایسی جگہ کھڑا کر دینا کہ جس سے دوسری سواریوں کا راستہ بند ہو جائے، یا اُن کو چلنے میں دشواری کا سامنا ہو، یا اس طرح بے قاعدہ گاڑی چلائی جائے جس سے دوسروں کو کسی بھی اعتبار سے تکلیف ہو، یہ ساری باتیں گناہ ہیں اور اُن سے پرہیز کرنا، اتنا ہی ضروری ہے جتنا دوسرے کسی گناہ کبیرہ سے۔

اسی طرح ٹریفک کے جو قواعد مقرر کیے گئے ہیں ان کا مقصد گزرگاہوں میں نظم وضبط پیدا کرنا ہے اور ان کی پابندی صرف قانون کا تقاضا ہی نہیں ہے بلکہ ایک دینی فریضہ بھی ہے، اگر ان کی پابندی کی جائے کہ اس سے معاشرے میں نظم وضبط پیدا ہوگا، لوگوں کو راحت ملے گی اور ان کو تکلیف سے بچانے کے لیے ممکنہ کوشش ہو سکے گی تو ان سب اعمال پر انشاء اللہ اجر

Marfat.com

ثواب ملے گا اور اگر ان قواعد کی خلاف ورزی کی جائے تو اس سے دو بڑے گناہ ہوں گے، ایک لوگوں کو تکلیف پہنچانے کا اور دوسرے نظم وضبط میں خلل ڈالنے کا اوز ذمہ داروں کے احکام کی خلاف ورزی کرنے کا۔

افسوس ہے کہ آج کل ان باتوں کو گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا اور اچھے خاصے بظاہر دیندار اور پڑھے لکھے لوگ بھی اس قسم کے گناہوں میں بے محابا مبتلا رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عنائیت فرمائے۔ (آمین)

﴿آسان نیکیاں، صفحہ ۱۹۹ از مولانا محمد تقی عثمانی﴾

عورت کا وطن اصلی میکہ یا سسرال؟

مسئلہ: شادی کے بعد اگر عورت مستقل طور پر اپنی سُسرال میں رہنے لگی تو اس کا اصلی گھر سسرال ہے تو اگر تین منزل (اڑتالیس میل) چل کر میکے گئی اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہیں ہے تو مسافر رہے گی، مسافت کے قاعدے سے نماز اور روزہ ادا کرے اور اگر وہاں کا رہنا ہمیشہ کے لیے دل میں نہیں تھا تو جو وطن پہلے سے اصلی تھا وہی اب بھی اصلی رہے گا۔

﴿بہشتی زیور، صفحہ ۵۰، جلد ۲ بحوالہ متقی، صفحہ ۱۶۴، جلد اول، وامداد الفتاویٰ، صفحہ ۵۷۹، جلد اول﴾

مسئلہ: کسی شہر میں محض نکاح کر لینے سے وہ وطن اصلی نہیں ہوتا، بلکہ اہل کا وہاں رکھنا اور وہاں سے منتقل نہ کرنا شرط ہے۔ ﴿امداد الاحکام، صفحہ ۶۹۷، جلد ۱﴾

مسئلہ: مسافر نے ایک شہر میں نکاح کیا اور اس کا ارادہ بنفسہ وہاں قیام کرنے کا نہیں ہے، لیکن بیوی کو وہیں (میکہ باپ کے گھر) پر رکھنے کا ارادہ ہے تو وہ مقیم ہو جائے گا، جب بھی یہاں آئے گا (گھر داماد) پوری نماز پڑھے گا۔ ﴿امداد الاحکام، صفحہ ۶۹۷، جلد ۱﴾

سفر میں عورت خاوند کے تابع ہے

مسئلہ: کوئی عورت اپنے خاوند کے ساتھ سفر میں ہے، راستہ میں وہ (خاوند) جہاں اور جتنا عرصہ ٹھہرے گا، اتنا ہی عورت ٹھہرے گی، بغیر اس کی رضا کے زیادہ نہیں ٹھہر سکتی تو ایسی حالت میں شوہر کی نیت کا اعتبار ہوگا، اگر شوہر کا ارادہ پندرہ دن ٹھہرنے کا ہو تو عورت مسافر نہیں

Marfat.com

رہی، چاہے عورت ٹھہرنے کی نیت کرے یا نہ کرے اور اگر مرد کا ارادہ کم ٹھہرنے کا ہو تو عورت بھی مسافر ہے۔ ﴿بہشتی زیور، صفحہ ۴۹، جلد ۲ بحوالہ مجمع، صفحہ ۱۶۴، جلد اول﴾

مسئلہ: عورت تابع مرد کے ہے، اس کا شوہر جہاں اس کو رکھے وہی وطن ہوگا۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۸۳، جلد ۴ بحوالہ در مختار، صفحہ ۷۴۴، جلد اول﴾

سفر میں تابع و متبوع کے احکام

مسئلہ: جو شخص دوسرے کا تابع ہو اور اس کی اطاعت اس پر لازم ہو تو وہ اس کی اقامت سے مقیم ہو جاتا ہے اور اسی کے سفر کی نیت پر نکلنے سے مسافر ہو جاتا ہے۔ اصل اس میں یہ ہے کہ جو شخص اپنے اختیار سے اقامت کر سکتا ہے وہ اپنی نیت سے مقیم ہو جاتا ہے اور جو شخص اپنے اختیار سے اقامت نہیں کرتا وہ اپنی نیت سے مقیم نہیں ہوتا، یہاں تک کہ اگر عورت اپنے شوہر کے ساتھ اور غلام اپنے مالک کے ساتھ اور شاگرد اپنے استاد کے ساتھ اور نوکر اپنے آقا کے ساتھ اور سپاہی اپنے افسر کے ساتھ سفر کریں تو ظاہر روایت کے مطابق وہ اپنی نیت سے مقیم نہ ہوں گے۔

﴿فتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۶۱، جلد ۳ وعلم الفقہ، صفحہ ۱۳۲، جلد ۲ وکتاب الفقہ، صفحہ ۷۷۰، جلد اول واحکام سفر، صفحہ ۴۰﴾

مسئلہ: مگر یہ لوگ طبعاً مقیم اس وقت سمجھے جائیں گے جس وقت ان کو اپنے امیر و آقا (شوہر کی) نیت اقامت کا علم ہو جائے اور اگر علم سے پہلے انہوں نے نماز مسافرانہ طور پر قصر کر کے پڑھ لی تو جائز ہوگئی، اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ ﴿احکام سفر، صفحہ ۴۰، بحوالہ بدائع﴾

کیا عورت تنہا سفر کر سکتی ہے؟

مسئلہ: اگر اڑتالیس میل (سوا ستتر کلومیٹر) کا سفر ہو تو جب تک مردوں میں سے کوئی اپنا محرم یا شوہر ساتھ نہ ہو، اس وقت تک سفر کرنا درست نہیں ہے، بغیر محرم کے سفر کرنا بڑا گناہ ہے، اگرچہ اس سے کم سفر ہو، تب بھی بغیر محرم کے ساتھ جانا بہتر نہیں، حدیث شریف میں اس کی بڑی ممانعت آئی ہے۔

مسئلہ: جس محرم کو خدا اور رسول کا ڈر نہ ہو اور شریعت کی پابندی نہ کرتا ہو تو ایسے محرم کے ساتھ بھی سفر کرنا درست نہیں ہے۔

﴿بہشتی زیور، صفحہ ۵۰، جلد ۲ بحوالہ مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۲۲۱، جلد اول وفتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۰۱، جلد ۳﴾

Marfat.com

مسئلہ: بوڑھی عورت کو بھی بغیر شوہر یا کسی محرم کے سفر نہیں کرنا چاہیے۔

﴿بحر، صفحہ ۳۳۹، جلد ۲، ومظاہر حق جدید، صفحہ ۲۶۶، جلد ۳، وامداد الاحکام، صفحہ ۱۵۷، جلد ۲﴾

کیا بیوی سفر میں ساتھ رہنے سے انکار کرسکتی ہے؟

مسئلہ: جائے ملازمت پر لے جانا بیوی کو بغیر اس کی رضامندی کے جائز نہیں، خصوصاً جب کہ بیوی کو ایذا رسانی و تکلیف پانے کا اندیشہ ہو۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۱۹، جلد ۶﴾

مسئلہ: بیوی کا فریضہ ہے کہ اپنے مونس وہمدم شوہر کی پاسداری کر کے اس کو راحت پہنچائے، لیکن اگر اس کا اپنا مکان چھوڑ کر شوہر کے ساتھ دوسرے شہر میں جانے سے شوہر کی طرف سے ایذ وضرر کا اندیشہ ہے تو اس بات (سفر میں ساتھ رہنے) میں شوہر اس کو مجبور نہیں کرسکتا ہے۔

﴿شامی، صفحہ ۶۳۷، جلد ۲﴾

مسئلہ: اور اس حکم عدولی سے نفقہ یعنی ضروری خرچ ساقط نہیں ہوگا۔

مسئلہ: شب باشی میں مساوات اس وقت ضروری ہے جب دونوں بیویاں ساتھ ہوں، اگر ایک اپنے مکان پر ہو، دوسری سفر میں ساتھ ہو تو یہ مساوات ضروری نہیں۔ ﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۳۶۶، جلد ۱۰، بحوالہ درمختار، صفحہ ۴۹۵، جلد ۲ وفتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۱۹، جلد ۱۸ وامداد الفتاویٰ، صفحہ ۱۷۵، جلد ۲﴾

بیوی کا سفر میں ساتھ نہ جانے پر خرچہ بند کرنا؟

سوال: زید اپنی بیوی کو سفر میں لے جانا چاہتا ہے اور بیوی جانے سے انکار کردے تو زید بیوی کا نفقہ (ضروری خرچہ) بند کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں زید اپنی بیوی کا نفقہ بند نہیں کرسکتا ہے۔

﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۴۱۲، جلد ۵ ودرمختار، صفحہ ۸۹۰، جلد اول﴾

سفر میں کون سی بیوی کو ساتھ رکھے؟

مسئلہ: جس شخص کی دو بیویاں ہوں، اس کو اختیار ہے کہ سفر میں جس بیوی کو چاہے پاس رکھے، قرعہ اندازی کی ضرورت نہیں ہے، البتہ بہتر اور مستحب ہے، اگر قرعہ اندازی نہ کرے گا تو گنہگار نہیں ہوگا۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۰۳، جلد ۸، بحوالہ درمختار، صفحہ ۵۴۷، جلد ۲ باب القسم ومظاہر حق، صفحہ ۱۲۲، جلد ۴ وامداد الفتاویٰ، صفحہ ۳۷۷، جلد ۲﴾

Marfat.com

مسئلہ: سفر ومجبوری کی وجہ سے عورت کے ساتھ مقاربت نہ ہوئی ہوتو عدم مقاربت کی وجہ سے کچھ گناہ شوہر پر نہیں ہے۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۰۴، جلد ۶، بحوالہ درمختار، صفحہ ۴۷، جلد ۲﴾

سفر میں اگر دوسری بیوی بھی پہنچ جائے؟

مسئلہ: سفر میں جس بیوی کو چاہے ساتھ رکھ سکتا ہے اس پر شوہر ماخوذ نہ ہوگا، لیکن اگر مسافر کی دوسری بیوی بھی سفر میں پہنچ جائے یا بلالے تو پھر شوہر پر عدل وانصاف ضروری ہے، ہاں اگر ان میں سے ایک اپنا حق ساقط کردے (یعنی چھوڑ دے) اور دوسری بیوی کو دے دے تو پھر پاس رکھ کر بھی عدل نہ کرنے میں مسافر (شوہر) گنہگار نہ ہوگا۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۲۰۴، جلد ۸ بحوالہ درمختار، صفحہ ۵۵۱، جلد ۲﴾

دوسری بیوی بیمار ہوکر اصل وطن پہنچ جائے؟

سوال: ایک شخص جس کی سکونت اور ایک بیوی اصلی وطن میں ہے اور دوسرے شہر میں صرف دوسری بیوی کے قیام وسکونت کے لیے مکان بنایا چند سال کے رہنے کے بعد، امراض کی وجہ سے دوسری بیوی کو وطن اصلی جانا پڑا اور اس دوسرے شہر کے مکان کو بند کردیا، بعض سامان بھی اب تک یہیں ہیں اور دوسری بیوی کا، پھر اسی دوسرے شہر میں آنا ابھی تک مشکوک ہے، ایسے حال میں وہ شخص اگر دو دن کے لیے کسی ضرورت سے یا مکان کی نگرانی کے خیال سے اس شہر میں مسافت طے کرکے آئے تو اس کو قصر کرنا ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ: اگر اس دوسرے شہر میں پھر بطور وطن رہنے کا ارادہ نہیں ہے جس طرح پہلے رہتا تھا، تب تو وہ وطن نہیں رہا، وہاں جاکر قصر کرے گا۔ جب مسافت سفر (اڑتالیس میل، سوا ستتر کلو میٹر) طے کرکے آئے اور اگر اب بھی اسی طرح رہنے کا ارادہ ہے تو وہ بھی وطن ہے پس اس شخص کے دو وطن ہوجائیں گے۔

﴿امداد الفتاویٰ، صفحہ ۵۸۵، جلد اول وفتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۹۲، جلد ۴ بحوالہ غنیۃ المستملی، صفحہ ۵۰۶﴾

کیا مسافر کو بیویوں پر تحفہ تقسیم کرنا ضروری ہے؟

سوال: ایک شخص کی دو بیویاں ہیں، تحفہ وغیرہ جو سفر سے لاتا ہے دوسری بیوی کو نہیں دیتا، کہتا ہے کہ تحفہ وہدیہ میں مساوات ضروری نہیں، کیا یہ طرزِ عمل ٹھیک ہے؟

جواب: عدل (برابری، انصاف) کرنا دونوں زوجہ میں ضروری ہے، تارک اس کا عاصی آثم، تارک فرض ہے اور فاسق ہے (فرض کو چھوڑنے والا گنہگار ہے)۔ دو بیویوں کے درمیان ہر ایک امر میں کھانے اور کپڑے اور پاس رہنے میں مساوات کرے، حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور ان میں وہ مساوات نہ کرے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی ایک کروٹ ساقط ہوگی۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۰۴، جلد ۸ بحوالہ قرآن کریم، سورۃ النساء ودر مختار، صفحہ ۵۴۷، جلد ۲ ومشکوۃ شریف، صفحہ ۲۷۹، جلد ۱﴾

عورتوں کے لیے تبلیغی سفر کرنا؟

مسئلہ: حامداً ومصلیاً تبلیغی جماعت کا مقصد دین سیکھنا، اس کو پختہ کرنا اور دوسروں کو دین سیکھنے سکھانے اور پختہ کرنے کے لیے آمادہ کرنا ہے اور اس جذبہ کو عام کرنے کے لیے طویل سفر بھی اختیار کیے جاتے ہیں، جس طرح مرد اپنے دین کو سمجھنے اور پختہ کرنے کے محتاج ہیں، عورتیں بھی محتاج ہیں اور گھروں میں عامۃً اس کا انتظام نہیں ہے، اس لیے اگر لندن یا کسی بھی دور دراز مقام پر محرم کے ساتھ حدود شرع کی پابندی کا لحاظ رکھتے ہوئے عورتیں جائیں اور کسی کے حقوق تلف نہ ہوں تو شرعاً اس کی اجازت ہے بلکہ دینی اعتبار سے مفید اور اہم ہے۔

اگر بچے اتنے چھوٹے نہیں کہ بغیر والدہ کے تڑپیں گے اور ان کی پرورش نہیں ہو سکے گی اور بچوں کی نانی ان کی دیکھ بھال اطمینان بخش طریقہ پر کرلیں گی تو پھر سفر کی اجازت ہے۔

﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۱۰۸، جلد ۱۴﴾

عورت کے لیے سفر حج کرنا؟

مسئلہ: عورت کو حج کے لیے جانا بغیر کسی محرم وشوہر وغیرہ کے جائز نہیں ہے، عورت پر حج اس وقت فرض ہوتا ہے کہ اس کے پاس اس قدر روپیہ ہو کہ وہ دونوں کا خرچ اٹھا سکے، یعنی اپنا خرچ اور محرم

Marfat.com

کا خرچ اور مرد کے ذمہ حج اس وقت فرض ہوتا ہے کہ علاوہ اپنے خرچ کے اپنے اہل وعیال کے لیے مدت سفر کا خرچ کافی چھوڑ جائے اور جو کچھ قرض ہو وہ سب ادا کر دے۔

مسئلہ: اگر عورت نے غیر محرم کے ساتھ جا کر حج ادا کر لیا تو حج اس کا ادا ہو گیا اور جو فرض اس کے ذمہ تھا وہ ساقط ہو گیا اور غیر محرم کے ساتھ سفر کرنے کا گناہ اس پر ہوا، توبہ واستغفار کرے۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۵۲۲ ج ۶، بحوالہ عالمگیری مصری، صفحہ ۲۰۳ ج ۱، ودر مختار، صفحہ ۲۰۰، جلد اول﴾

مسئلہ: اگر عورت کے ذمہ حج فرض ہو تو شوہر اس کو حج سے نہیں روک سکتا ہے، اگر شوہر ساتھ نہ جائے تو دوسرے محرم کے ساتھ حج کر سکتی ہے اور بعض نے کہا اگر صلحا کے ساتھ سفر کرے تو درست ہے۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۵۴۰، جلد ۶، بحوالہ در مختار، صفحہ ۳۴۳، جلد ۲ کتاب الحظر﴾

عورت کا عدت میں سفر کرنا؟

سوال: شوہر کے انتقال کو سوا مہینہ ہو گیا ہے اور میں یہاں سورت شہر میں ہوں اور کاروبار (بزنس) شوہر کا مدراس شہر میں ہے تو کیا سرکاری کاغذات پر دستخط کی ضرورت سے وہاں جا سکتی ہوں یا نہیں؟

جواب: جس ضرورت سے نکلنے کی اجازت ہے اس سے وہ ضرورت مراد ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہ ہو، طبیعت کی خواہش کو ضرورت قرار دینا غلط ہے اور عدت کے اندر فرض حج کے لے بھی سفر نہیں کر سکتی۔ ﴿فتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۱۶۲، جلد ۲، وہدایہ، صفحہ ۴۱۰، جلد ۲﴾

عزیز واقارب بیمار ہوں تو ان کی عیادت کے لیے بھی جانے کی اجازت نہیں ہے، سرکاری معاملہ کے لیے وکیل سے مشورہ کیا جائے، کاغذات یہاں پر (جہاں پر آپ ہیں) بھیجے جا سکتے ہوں تو منگوائے جائیں یا پھر مہلت طلب کر لی جائے۔ عدت کا عذر اگر قابل قبول نہ ہو تو ڈاکٹر کا سٹیفکیٹ بھیج دیا جائے کہ سفر کے قابل نہیں ہے۔ اگر کوئی عذر قابل قبول نہ ہو اور نقصان شدید کا اندیشہ ہو تو سفر کر سکتی ہے مگر نقصان برداشت کر لینا (جب کہ نعم البدل ہو) اچھا ہے۔ ﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۴۰۰، جلد ۵﴾

Marfat.com

عورت کا سفر میں وطن کے قریب پاک ہونا؟

سوال: کوئی عورت سفر میں حیض کے ساتھ ہو اور ایسی جگہ پہنچ کر پاک ہوئی جہاں سے وطن مسافت سفر سے کم ہو اور اس حالت میں اس پر نماز کا وقت آ گیا تو یہ قصر پڑھے گی یا پوری؟ اور اگر یہ نماز قضا ہوگی تو پوری نماز قضا کرے گی یا دوگانہ؟

جواب: خواہ ادا پڑھے یا قضا بہر صورت اس پر پوری نماز فرض ہے اور یہ حکم جب کہ ابتدا سفر سے حائضہ ہو، اگر حالت طہارت میں سفر کی ابتدا ہوئی ہو تو حیض ختم ہو جانے کے بعد بھی قصر ہی پڑھے گی۔ ﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۸۷، جلد۴ بحوالہ درمختار، صفحہ ۷۴۶، جلد اول﴾

مسئلہ: چار منزل ۴۸ میل سے زیادہ جانے کی نیت سے کوئی عورت چلی لیکن پہلی دو منزلیں (۲۴ میل) حیض کی حالت میں گزریں جب بھی وہ مسافر نہیں ہے، اب غسل کر کے پوری چار رکعتیں پڑھے، البتہ حیض سے پاک ہونے کے بعد وہ جگہ اگر تین منزل (۴۸ میل) ہو یا چلتے وقت پاک تھی راستہ میں حیض آ گیا ہو تو وہ البتہ مسافر ہے، نماز مسافروں کی طرح (یعنی قصر کرے) پڑھے۔ ﴿بہشتی زیور، صفحہ ۴۹، جلد۲﴾

وطن کی تین قسمیں ہیں

وطن کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وطن اصلی، دوسرے وطن اقامت، تیسرے وطن سکنیٰ۔

وطن اصلی وہ ہے جہاں پر آدمی اپنے اہل وعیال کے ساتھ رہتا ہو (یا جائے پیدائش ہو) اور اس میں زندگی گزارنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ (یعنی مستقل طریقہ پر اور وہاں سے منتقل نہ ہو)

مسئلہ: وطن اصلی متعدد بھی ہو سکتے ہیں مثلاً ایک شخص کے متعدد اہل وعیال مختلف شہروں میں رہتے ہیں اور وہیں زندگی گزارنے کا خیال ہے تو یہ تمام شہر اس شخص کے لیے وطن اصلی سمجھے جائیں گے اور یہ شخص جب ان شہروں میں داخل ہوگا تو بلانیت کے محض داخل ہونے سے مقیم ہو جائے گا۔ ﴿بدائع﴾

مسئلہ: اگر کسی شخص کے ماں باپ خویش واقارب ایک شہر میں مستقل طور پر رہتے ہیں اور اس کے اہل وعیال دوسرے شہر میں مستقل طور پر رہتے ہیں اور وہیں زندگی گزارنے کا خیال رکھتے ہیں تو اس کا وطن اصلی وہ شہر ہوگا جس میں اہل وعیال ہیں۔

﴿احکام سفر، صفحہ ۴۱، وکتاب الفقہ، صفحہ ۷۷۳، جلد اول﴾

مسئلہ: جب تک اس کو چھوڑ کر دوسرا وطن اس جیسا وطن نہ بنا لے وہی وطن اصلی رہے گا۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۸۰، جلد ۴ بحوالہ درمختار، صفحہ ۷۴۳، جلد اول﴾

وطن کی دوسری قسم وطن اقامت ہے وطن اقامت اس کو کہتے ہیں جس میں مسافر پندرہ روز یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کر کے مقیم ہو جائے، بشرطیکہ یہ جگہ عادۃً وعموماً ٹھہرنے کے قابل ہو، جنگل وکشتی وغیرہ نہ ہو۔ (اس کو وطن مستعار اور وطن حادث بھی کہتے ہیں۔ ﴿عالمگیری، صفحہ ۸۴۷﴾

تیسری قسم وطن کی وہ ہے جس میں مسافر پندرہ روز سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے۔

﴿احکام سفر، صفحہ ۴۱، وزیلعی، صفحہ ۲۱۴﴾

وطن اصلی کے احکام

مسئلہ: وطن اصلی کا حکم یہ ہے کہ مسافر اس میں خواہ کسی طرح داخل ہو جائے، مقیم سمجھا جائے گا، اقامت کی نیت کرے یا نہ کرے، قصداً داخل ہو یا بلا قصد۔

مسئلہ: جن شہروں کے اسٹیشن وسط شہر میں واقع ہیں، ان شہروں کے باشندوں اگر ریل میں بیٹھے ہوئے اس شہر سے گزریں گے تو یہاں پہنچتے ہی مقیم ہو جائیں گے، پھر اگر آگے مسافت قصر یعنی ۴۸ میل جانے کا قصد ہے تو شہر کی بستی سے نکل کر پھر مسافر ہو جائیں گے اور اگر اس سے کم مسافت کا ارادہ ہے تو بعد میں بھی بدستور مقیم رہیں گے، مثلاً ایک دہلی کا رہنے والا بمبئی سے اپنے وطن دہلی کو واپس آتا ہے لیکن کسی ضرورت سے یہ چاہتا ہے کہ اول سیدھا غازی آباد چلا جائے۔ (بمبئی سے آتے ہوئے پہلے اپنا وطن دہلی آتا ہے پھر اس کے بعد ایک دو اسٹیشن بعد غازی آباد آتا ہے) اور پھر اپنے وطن دہلی کو واپس آتا ہے تو جس وقت ریل گاڑی دہلی کے اسٹیشن پر پہنچے گی یہ اُسی وقت سے مقیم ہو جائے گا۔ غازی آباد کے زمانہ میں بھی اس کو پوری نماز اقامت سے پڑھنی چاہیے اور اگر بجائے غازی آباد کے اس طرح مراد آباد کا قصد ہے تو دہلی اسٹیشن کی حدود تک تو یہ مقیم رہے گا اور جب گاڑی اسٹیشن سے نکل جائے گی تو پھر از سر نو مسافر ہو جائے گا۔ اسٹیشن دہلی پر اگر نماز پڑھے گا تو چار رکعتیں پڑھنی ہوں گی اور اسٹیشن گزرنے کے بعد پڑھے گا تو دو رکعت پڑھنی ہوں گی، بشرطیکہ وقت نماز باقی ہو۔ (کیونکہ دہلی سے مراد آباد مسافت قصر ہے اس لیے پھر یہ مقیم مسافر ہو جائے گا)۔

Marfat.com

مسئلہ: اور اگر مثلاً عصر کے وقت دہلی اسٹیشن پر گاڑی پہنچی تھی اور نماز نہ پڑھنے پایا تھا کہ اسٹیشن پر سورج غروب ہو گیا، اب اسٹیشن دہلی گزرنے کے بعد عصر کی قضا نماز پڑھنا چاہے تو پوری چار رکعتیں پڑھنی ہوں گی۔ ﴿احکام سفر، صفحہ ۴۲﴾

مسئلہ: وطن اصلی سفر سے باطل نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص ساری عمر سفر میں رہے پھر بھی جو اس کا وطن اصلی ہے وہ وطن ہی سمجھا جائے گا، وہاں ایک گھنٹہ (بلکہ داخل ہوتے ہی مقیم ہو جائے گا) کے لیے بھی آئے گا تو پوری نماز پڑھنا ہوگی۔ ﴿بدائع صنائع﴾

مسئلہ: انسان کا وطن اصلی بدلنے کی صورت صرف یہ ہے کہ اس جگہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے شہر یا بستی میں مع اہل وعیال کے منتقل ہو جائے اور وہیں عمر گزارنے کی نیت کر لے، تو اب یہ وطن اصلی بن گیا اور جس جگہ کو چھوڑ دیا ہے وہ وطن نہیں رہا۔ جب وہاں پہنچے گا تو نماز قصر ادا کرنی ہوگی۔ ﴿بدائع﴾

اور جب تک پہلے وطن کو چھوڑنے اور دوسری جگہ کو وطن نہ بنانے کی نیت نہ کرے تو پہلا وطن ہی وطن اصلی رہے گا۔ ﴿بدائع﴾

مسئلہ: یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ایک شخص کے دو یا زائد مقام بھی وطن اصلی ہو سکتے ہیں جبکہ دونوں جگہ اس کے اہل وعیال ہوں اور دونوں جگہ اہل وعیال کی نیت عمر گزارنے کی ہو۔

﴿احکام سفر، صفحہ ۴۳، وعالمگیری، صفحہ ۶۳، جلد ۳ وکتاب الفقہ، صفحہ ۳۷۷، جلد ۱﴾

وطن اصلی دوسرے وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہے

مسئلہ: ایک وطن اصلی دوسرے وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہے، یعنی اگر کوئی شخص کسی مقام میں تمام عمر سکونت کے ارادہ سے مقیم تھا اس کے بعد اس نے اس مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام میں اسی نیت سے سکونت اختیار کر لی تو اب یہ دوسرا مقام وطن اصلی ہو جائے گا اور پہلا مقام وطن اصلی نہ رہے گا، یہاں تک کہ اگر ان دونوں مقاموں میں سفر کی مسافت ہو اور اس دوسرے مقام سے سفر کر کے پہلے مقام میں جائے تو مقیم نہ ہوگا۔

﴿علم الفقہ، صفحہ ۳۲، جلد ۲ وکتاب الفقہ، صفحہ ۳۷۷، جلد اول﴾

مسئلہ: کسی ایک وطن کے باطل ہو جانے کے لیے یہ شرط نہیں کہ دونوں کے درمیان قصر عائد کرنے والا فاصلہ بھی ہو۔ ﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۳۷۷، جلد اول﴾

Marfat.com

مسئلہ: وطن اصلی وطن اقامت سے باطل نہیں ہوتا، یعنی اگر کوئی شخص کسی مقام میں پندرہ روز کی سکونت اختیار کرے اور اس کے بعد اپنے وطن اصلی میں جائے تو معاً وہاں پہنچتے ہی مقیم ہو جائے گا۔

﴿علم الفقہ، صفحہ ۳۲، جلد ۲ و کتاب الفقہ، صفحہ ۷۷۴، جلد اول﴾

وطن اصلی دو جگہ بھی ہو سکتا ہے؟

سوال: ایک شخص اپنے وطن اصلی سے بیوی بچے اور سامان لے کر مستقل ارادہ کر کے دوسری جگہ رہنے لگا، لیکن پہلے وطن میں اس کا سامان و جائیداد بھی موجود ہے تو کیا دونوں جگہ اس کا وطن ہوگا؟

جواب: اس سامان و جائداد سے اگر چہ خود ہی منتفع ہوتا ہے اس سے اپنی ملکیت کو ختم نہیں کیا تو بھی اس جگہ کی وطنیت ختم ہوگئی چونکہ دوسری جگہ مستقل رہائش اختیار کر لی ہے، اب وہاں سے کلیتہً منتقل ہونے کا قصد نہیں ہے تو دوسری جگہ وطن اصلی بن گیا، لیکن اگر پہلی جگہ بھی بلحاظ موسم آئے اور رہنے کا قصد ہے تو دونوں جگہ وطن اصلی ہو جائے گا۔

﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۲۲، جلد ۱۴ بحوالہ بحر، صفحہ ۱۳۶، جلد ۲﴾

ایک وطن کو چھوڑ کر دوسرے میں چلا گیا؟

سوال: ایک شخص پہلے امرتسر میں رہتا تھا، پھر لاہور میں مع اہل وعیال کے چار سال سے اقامت گزین ہے اور امرتسر میں کچھ زمین بھی ہے، اگر امرتسر اور لاہور میں مسافت سفر کی ہو تو اس شخص کو امرتسر میں قصر کرنا ہوگا یا نہیں؟

جواب: اگر اس شخص نے لاہور کو وطن اصلی بنا لیا ہے اور امرتسر کی سکونت چھوڑ دی تو امرتسر میں اگر پندرہ دن کی اقامت کی نیت نہیں کی تو وہاں قصر کرے گا۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفہ ۴۴۴، جلد ۴ بحوالہ درمختار، صفحہ ۷۴۲، جلد اول﴾

وطن اقامت کے احکام

مسئلہ: وطن اقامت جس میں پندرہ روز یا اس سے زیادہ قیام کی نیت کی ہے اس کا حکم یہ ہے کہ جب تک مقیم رہے نماز پوری مقیم والوں کی طرح پڑھے اور جب یہاں سے سفر شرعی

Marfat.com

اڑتالیس میل کے سفر کی نیت کر کے نکلے تو سفر شروع ہوتے ہی مسافرانہ نماز ادا کرے۔ (درمختار) پھر اگر کبھی اس وطن اقامت میں داخل ہو تو جب تک یہاں پندرہ دن یا اس سے زائد قیام کی دوبارہ نیت نہ کرے اس وقت تک مسافر ہی رہے گا، مسافرانہ نماز قصر پڑھنا چاہیے، اس کا حاصل یہ ہے کہ وطن اقامت میں خواہ کتنا ہی طویل زمانہ گزرا ہو جب یہاں سے سفر کرے گا یہ وطن باطل ہو جائے گا۔ ﴿احکام سفر، صفحہ ۴۴﴾

مسئلہ: وطن اقامت تین اُمور سے باطل (ختم) ہو جاتا ہے، اول وطن اصلی سے یعنی وطن اقامت سے وطن اصلی میں پہنچ جائے گا تو مقیم ہو جائے گا، پھر وہاں سے اُس وطن اقامت میں جائے تو مقیم نہ ہوگا، ہاں پھر وہاں پہنچ کر اگر پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کر لے تو دوبارہ وطن اقامت ہو جائے گا۔

دوسرے یہ کہ وطن اقامت کو اسی جیسا دوسرا وطن اقامت باطل کر دیتا ہے یعنی اگر کوئی شخص ایک مقام میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت سے اقامت (ٹھہرنے کی نیت) کرے اور اس کے بعد اس مقام کو چھوڑ دے اور بجائے اس کے دوسرے مقام میں اسی نیت کے ساتھ اقامت کر لے تو وہ پہلا مقام وطن نہ رہے گا، وہاں جانے سے مقیم نہ ہوگا۔

﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۴۷۷، جلد ۱﴾

تیسرے وطن اقامت سے سفر کے لیے روانہ ہونا، لہٰذا اگر کوئی مسافر کسی قابل رہائش مقام پر جو قصر کی مسافت پر واقع ہے پندرہ روز ٹھہرا اور پھر یہاں سے کسی اور جگہ جانے کے لیے سفر کا ارادہ کیا تو سفر شروع ہوتے ہی وہ وطن اقامت باطل ہو جائے گا لہٰذا اگر وہاں واپس آنے کی کوئی ضرورت لاحق ہو تو نماز پوری نہ پڑھی جائے گی (بلکہ قصر کیا جائے گا) کیونکہ سفر کا آغاز ہوتے ہی وہ وطن جو اقامت تھا وہ ختم ہو چکا ہے، لیکن اگر اس کے علاوہ کسی اور جگہ سے سفر کیا تو وہ وطن اقامت باطل نہ ہوگا۔ اس کے بطلان کے لیے دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ مسافر اپنے سفر کے دوران اُس جگہ سے نہ گزرے۔ اگر وہیں سے گزرا تو اس کو وطن اقامت ہونا ختم نہ ہوگا۔

دوسرے یہ کہ جہاں سے سفر شروع ہوا ہے وہاں سے وطن اقامت تک قصر عائد کرنے والی مسافت ہو۔ اگر اس سے کم مسافت ہو تو اس کا وطن اقامت ہونا ختم نہ ہوگا۔

﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۷۷۵، جلد اول وتفصیل غایۃ الاوطار، صفحہ ۴۰۹، وعالمگیری باب صلوٰۃ المسافر، صفحہ ۷۸۳، جلد ۹ وبدائع صنائع وشامی﴾

کیا وطن اقامت ایک سے زائد ہو سکتے ہیں؟

مسئلہ: دوسرا وطن اقامت پہلے کے لیے تب ہی مبطل ہوگا جب کہ پہلے کی وطنیت کو ختم کر کے وطن اقامت بنایا گیا ہو اور اگر پہلے کی وطنیت کو ختم نہیں کیا گیا بلکہ اس کی رہائش بدستور باقی ہے، بیوی بچے اور سامان وہیں ہے اور دوسرے مقام میں شرعی اقامت کے ساتھ مقیم ہو گیا تو اس سے پہلا وطن اقامت باطل نہیں ہوگا۔

بقا اہل و ثقل (بیوی بچوں اور سامان کے موجود رہنے) سے بقا اقامت وطن رہتا ہے، عرف سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ جو شخص بال بچوں سمیت ایک شہر میں ہو، گو یہ اس کا وطن اصلی نہ ہو محض اس کے لیے ایک دو دن کے لیے سفر پر چلے جانے سے یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ یہاں سے ترک سکونت کر گیا ہے اور نہ اس سفر کو کوئی ترک سکونت کہتا ہے اور نہ ہی سفر سے واپسی کو کوئی تجدید توطن یا استیناف سکونت قرار دیتا ہے۔ (اصل مدار نیت پر ہے)۔

البتہ اگر بیوی بچے وغیرہ بھی ہمراہ لے جائے اور ارادہ یہاں واپسی کا نہ ہو تو اب یقیناً کہا جاتا ہے کہ وہ یہاں سے رہائش ترک کر گیا ہے۔ ﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۱۰۱، جلد ۴﴾

مسئلہ: اس امر کی توضیح ضروری ہے کہ بقا وطن اقامت کا حکم اس صورت میں ہے جبکہ وہاں اہل وعیال چھوڑ کر گیا ہو یا سامان مقبوض مکان میں رکھ گیا ہو۔ اگر سامان کسی کے پاس ودیعت رکھ کر گیا تو وطن اقامت باطل ہو جائے گا، اس کے لیے اُسے عرف میں سکونت نہیں کہا جاتا ہے۔

﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۱۰۲، جلد ۴ بحوالہ درمختار، صفحہ ۸۰، جلد ۲ و تفصیل امداد الاحکام، صفحہ ۶۹۹، تا ۷۰۱، جلد اول﴾

وطن سُکنیٰ کا حکم

وطن سُکنیٰ جس میں پندرہ روز سے کم ٹھہرنے کی نیت کی ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں قیام کے باوجود انسان مسافر کے حکم میں رہے گا، نماز قصر ادا کرے گا جب تک بیک وقت پندرہ روز کے قیام کی نیت کر کے اس کو وطن اقامت نہ بنائے اس وقت تک نماز قصر ہی ادا کرنا ہوگی۔

مسئلہ: اگر اول دس دن کے قیام کی نیت کی پھر چھ دن گزرنے کے بعد پانچ دن کی نیت کر لی اور اسی طرح دو دو چار چار دن کی نیت بڑھاتا رہا، مگر پورے پندرہ دن کی نیت بیک وقت نہ ہوئی تو نماز مسافرانہ ہی ادا کرنی ہوگی، اگرچہ ساری عمر اسی طرح گزار دے۔ ﴿بدائع﴾

Marfat.com

خلاصہ یہ ہے کہ وطن سکنیٰ شرعی اعتبار سے کوئی وطن نہیں۔ (احکام سفر، صفحہ ۴۴) (یہ قیام شرعی اعتبار سے وطن نہیں کہلائے گا)۔

سفر میں ملی ہوئی آبادی کا معیار

سوال: پنج گور، ایک تحصیل ہے اس کے اندر بارہ موضع ہیں، ایکدوسرے سے ڈیڑھ میل، ایک میل، دومیل کے فاصلہ پر واقع ہیں، ہر ایک کی کافی آبادی ہے، جتنے رقبے میں یہ مواضع واقع ہیں، وہ سب علاقہ ''پنجگور'' کہلاتا ہے، مندرجہ بالا بیان کے تحت ذیل کے سوالات کا جواب کیا ہوگا؟

❶ جو شخص سفر کرنا چاہے وہ اپنی بستی کی آبادی سے باہر نکل کر مسافر ہے یا سب بستیوں سے تجاوز کے بعد؟

❷ جب واپس آئے تو اپنی بستی میں داخل ہو کر مقیم ہوگا یا مطلق پنجگور میں داخل ہونے سے؟

❸ باہر کا آدمی بیس دن کی نیت سے ''پنجگور'' آیا مگر کبھی اس بستی میں اور کبھی اس بستی، یہ قصر کرے یا پوری نماز پڑھے۔

جواب: دو بستیوں کے درمیان وجود مزارع یا قدر غلو (۱۶، ۱۳۷ میٹر) علامت انقطاع ہے۔ معہٰذا اگر دو مواضع عرف عام میں ایک ہی شہر کے دو محلے سمجھے جاتے ہوں تو فصل مذکور کے باوجود دونوں کو ایک منع قرار دیا جائے گا۔

سوال میں مذکور تفصیل سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر موضع مستقل ہے اور ''پنجگور'' ان سب مواضع پر شامل علاقہ کا نام ہے، لہٰذا سفر کی ابتدا اور انتہا اور اقامت میں ہر موضع الگ شمار کیا جائے گا، اگر کم از کم پندرہ شب ایک جگہ گزارنے کی نیت ہو اور صرف دن میں دوسرے موضع میں جائے تو مقیم ہوگا ورنہ نہیں۔ ﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۷۵، جلد ۴﴾

مسئلہ: ایک شہر کے مختلف محلے مختلف بستیوں کے حکم میں نہ ہوں گے، بلکہ ایک ہی جگہ سمجھی جائے گی اور مختلف محلوں میں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کرنے والا مقیم سمجھا جائے گا، لیکن آس پاس کے گاؤں اور جداگانہ (الگ) بستیاں جن کے نام اور احکام اور تمام کاروبار جدا ہوں، ایک جگہ متصور نہ ہوں گے اور جن شہروں میں شہر اور چھاؤنی کی بستیاں اور بازار اور اسٹیشن وغیرہ بالکل جدا ہیں وہ بھی مختلف شہر شمار کیے جائیں گے۔ ﴿احکام سفر، صفحہ ۳۹﴾

Marfat.com

جو آبادی شہر سے متصل نہ ہو؟

سوال: ایک شخص لاہور شہر سے پندرہ میل مضافات میں رہتا ہے، اس کے گھر سے چار میل کے فاصلہ پر ایک بس اسٹاپ ہے، اب اس کو مسافر کہاں سے شمار کریں گے پہلے اسٹیشن سے یا دوسرے سے؟ آبادی دوسرے بڑے اسٹیشن تک لگی ہوئی ہے اور اگر آبادی الگ بھی ہو، مگر یہاں کے عرف عام میں اس کو لاہور ہی میں شمار کیا جائے تو پھر کیا حکم ہوگا؟ یعنی سفر اور اقامت کا حکم ضلع کے اعتبار سے ہوگا یا بستی کے اعتبار سے؟

جواب: اگر اس بستی سے شہر تک مسلسل عمارات نہیں بلکہ بقدر غلوہ (۱۶، ۱۳۷ میٹر) یا اس سے زائد خلا ہے یا درمیان میں زرعی زمین ہے تو یہ مستقل آبادی شمار ہوگی، اس کے مکانات سے نکلنے پر قصر کا حکم شروع ہو جائے گا اور اگر شہر سے متصل ہے، خواہ شہر کی نواحی کچی آبادی یا جھونپڑیوں وغیرہ ہی سے متصل (ملی ہوئی) ہو تو یہ شہر میں داخل ہے اس لیے حدود شہر سے باہر نکلنے پر مسافر ہوگا۔ اسٹیشن اگر شہر سے متصل ہو یعنی درمیان میں زرعی زمین یا ۱۶، ۱۳۷ میٹر خلا نہ ہو تو اس پر حکم قصر نہیں ہے۔

عبارات فقہ میں اتصال آبادی کا کوئی معیار نظر سے نہیں گزرا، بظاہر اس کا مدار رویتِ ظاہرہ پر ہے یعنی دیکھنے میں اتصال نظر آئے مگر وجود مزارع یا قدر غلوہ بہرکیف موجب انقطاع ہے، کیونکہ فناء مصر صحت جمعہ میں اگر چہ مطلقاً بحکم مصر ہے مگر حکم قصر میں وجود مزارع یا قدر غلوہ الحاق بالمصر سے مانع ہے، حالانکہ فناء متعلقات مصر سے ہے تو یہ قریہ مستقلہ میں یہ فصل بطریق اولیٰ مانع الحاق ہوگا۔ البتہ فصل مذکور کے باوجود اگر عرف عام میں دو مقام ایک ہی شہر کے دو حصے سمجھے جاتے ہوں تو حکم اتحاد ہوگا اور ریلوے اسٹیشن فناء مصر (شہر کی حدود) میں داخل ہے (بعض جگہ حدود میں داخل نہیں ہوتا ہے)۔

﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۷۳، ج ۴، بحوالہ درمختار، صفحہ ۷۳۲، جلد اول﴾

سیّاح کے لیے قصر کرنا؟

سوال: کوئی شخص برابر بارہ سال سے سیاحی کرتا ہے، آج اس گاؤں میں، کل اس گاؤں میں رہتا ہے تو ہمیشہ قصر پڑھے یا نہیں؟

Marfat.com

جواب:اس میں تین صورتیں ہیں: (۱) کسی مقام سے چلنے کے وقت تین منزل یعنی ۴۸ میل یا زائد کا سفر کا قصد ہے اور کسی جگہ پہنچ کر پندرہ روز یا زائد قیام کا قصد نہیں، اس صورت میں قصر پڑھے۔ (۲) کسی مقام سے چلنے کے وقت ۴۸ میل یا زائد کے سفر کا قصد ہے اور کسی جگہ پہنچ کر پندرہ روز یا زائد قیام کا قصد ہے، اس صورت میں راستہ میں قصر پڑھے اور جگہ ٹھہرنے میں پوری پڑھے۔ (۳) کسی مقام سے چلنے کے وقت تین منزل (۴۸ میل) یا زائد کے سفر کا قصد نہیں یعنی جس جگہ سے اب چلا ہے نہ یہاں سے چلنے کا وقت اور نہ اس کے قبل جس جگہ سے چلا تھا اس کے چلنے کے وقت سے بھی تین منزل کا ارادہ نہیں ہوا تو پوری نماز پڑھے۔

﴿امداد الفتاویٰ، صفحہ ۵۷۳، جلد اول﴾

مسافت شرعی سے پہلے ہی واپسی پر حکم

سوال: سفر میں گیا مگر تین منزل (۴۸ میل) نہ پہنچا کہ واپسی ہوئی تو اثنائے سفر قصر کرے یا نہ کرے؟

جواب:اس صورت میں قصر نہیں کرے گا، کیونکہ جب تین منزل سے پہلے واپس ہو گیا تو مسافر نہ رہا۔ ﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۲۳۸، جلد اول﴾

صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص با ارادہ سفر چار منزل (۴۸ میل سے زیادہ) اپنے شہر سے نکلا اور دو منزل جا کر لوٹنے کی نیت کی تو اس صورت میں اسی وقت سے نماز پوری پڑھے اور اگر تین منزل (۴۸ میل) جا کر یعنی پہنچ کر واپس لوٹے تو اپنے شہر میں آنے تک قصر کرے۔ علامہ شامیؒ نے کہا ہے کہ جبکہ ابتدا قصر کے لیے شہر سے نکلنا شرط ہے ویسے ہی بقا کے لیے مدت سفر کا پورا ہو جانا شرط ہے۔

﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۵، جلد ۵، وغایۃ الاوطار، صفحہ ۳۶۱، جلد اول وہدایہ، صفحہ ۱۴۶، جلد اول﴾

مسئلہ: مسافت شرعی (۴۸ میل) طے کرنے سے پہلے ہی سفر موقوف کر کے واپسی کا ارادہ کر لیا، یا اس جگہ پندرہ روز قیام کی نیت کر لی تو اب وہ مسافر نہیں رہا، نماز پوری پڑھے، سفر مستحکم نہ ہونے کی وجہ سے قصر جائز نہیں۔

﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۵، جلد ۵ وعالمگیری، صفحہ ۸۹، جلد ۱ وکتاب الفقہ، صفحہ ۲۷۷، جلد اول﴾

سفر غیر شرعی کو شرعی بنالیا

سوال: زید وطن سے مظفر نگر کے لیے ۴۸ میل سے کم دو یوم کے لیے گیا اور وہاں پہنچ کر سہارن پور (جو کہ ۴۸ میل سے کم ہے) جانے کی ضرورت محسوس ہوئی چلا گیا اور سہار نپور سے میرٹھ (جو کہ سہارنپور سے سفر شرعی ہے) واپس آ گیا، میرٹھ سے مظفر نگر سفر شرعی نہیں اور نہ مظفر نگر سے سہارنپور، ہاں میرٹھ سے سہار نپور سفر شرعی ہے، پس سفر کے دو ٹکڑے علیحدہ و مستقل نیت مظفر نگر سے روانگی کے وقت سفر بنیں گے یا نہیں یعنی سہار نپور سے میرٹھ آتے وقت تو سفر شرعی کا حکم وہی ہوگا۔ مظفر نگر سے سہار نپور تک بھی حکم سفر ہوگا یا نہیں؟

جواب: درمختار سے معلوم ہوا ہے کہ یہ شخص مظفر گر سے سہار نپور جاتا ہوا قصر نہ کرے گا کیونکہ یہاں سے مسافت شرعی نہیں ہے اور سہار نپور سے میرٹھ آتے ہوئے قصر کرے گا (کیونکہ سہار نپور سے میرٹھ تک سفر شرعی ہے)۔ ﴿امداد الفتاویٰ، صفحہ ۵۹۶، جلد اول﴾

اطراف میں دورہ کا حکم

سوال: زید سرکاری ملازم ہے، اس کے رہنے کا مقام مثلاً دہلی ہے مگر اس کو کبھی صرف اطراف میں اڑتالیس میل کے اندر یا کم زیادہ دورہ کرنا پڑتا ہے اور دورہ میں چھ یا دس دن گزر جاتے ہیں، رہنے کے مقام کو واپس نہیں آتا، اس صورت میں قصر کرے یا نہ؟

جواب: اگر گھر سے نکلنے کے وقت اس نے ارادہ کیا تھا کہ اس دورہ میں منتہائے سفر فلاں مقام ہے جو کہ ۴۸ میل یا زیادہ رہائش گاہ سے ہے تو قصر لازم ورنہ نہیں۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۸۴، جلد ۴ وصفحہ ۴۶۱، جلد ۴ وامداد الاحکام، صفہ ۷۲۱، جلد اول و درمختار، صفحہ ۷۴۳، جلد ا وفتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۵۴، جلد ۴﴾

تبلیغی جماعت اور مسافت قصر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر تبلیغی جماعت والے دیوبند سے دہلی تک کا ارادہ کریں جس جماعت میں دارالعلوم کے طلبہ بھی شامل ہیں اور یہ سفر شرعی ہے، اگر وہ حضرات راستے میں کسی گاؤں میں ایک دن، کسی قصبہ میں دو دن تک

Marfat.com

قیام کرتے ہوئے دہلی پہنچے تو ان لوگوں پر قصر واجب ہوگا یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب دیں، مہربانی ہوگی؟

مسئلہ: اسی طرح اگر وہی جماعت تبلیغی بستی نظام الدین سے (یعنی جو دہلی میں تبلیغی جماعت کا مرکز کہلاتا ہے) سہارنپور تک کا ارادہ کرے اور اسی ماقبل کی طرح قیام کرتے ہوئے دیوبند تک آئے اور دیوبند تین دن تک قیام کرکے پھر سہارنپور جائے تو کیا وہ طلبہ جو دارالعلوم میں زیر تعلیم ہیں اور وہ حضرات جو دیوبند کے ہیں، ان تمام حضرات کے اوپر دیوبند میں قصر واجب ہوگا یا نہیں چونکہ یہ مسئلہ عام طور سے پیش آتا رہتا ہے۔ ازراہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں۔

المستفتی احقر سراج احمد المظاہری مدھوبنی متعلم دارالعلوم دیوبند ۱۹ ذی الحجہ، قعدہ ۱۴۱۴ھ

الجواب وباللہ التوفیق۔ (۱) صورت مسئولہ میں مذکورہ جماعت پر قصر کرنا واجب ہے۔

(۲) صورت مسئولہ میں دیوبند جن لوگوں کا وطن اقامت ہے ان پر تو دیوبند میں بھی قصر واجب ہے اور جن لوگوں کا وطن اصلی ہے وہ دیوبند پہنچ کر مقیم ہوجائیں گے ان پر اتمام ضروری ہے۔

والحاصل ان انشاء السفر یبطل وطن الاقامة امالو انشاءه من غیره فان لم یکن فیه مرور علٰی وطن الاقامة او کان ولکن بعد میسر ثلثة فکذٰلک (ردالمحتار) فقط واللہ اعلم. حبیب الرحمن عفا اللہ عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند ۲۶. ۱۱. ۱۴۱۴ھ الجواب صحیح نظام الدین

الجواب: صحیح محمد ظفیر الدین، الجواب صحیح: کفیل الرحمن نشاط

باپ بیٹے کی اور بیٹا باپ کی جائے سکونت پر؟

سوال: ایک شخص اپنے والد کی جائے سکونت سے دور دراز فاصلہ پر رہتا ہے، اگر بیٹا باپ کی جائے سکونت میں یا باپ بیٹے کی جائے سکونت میں جائیں تو قصر پڑھیں گے یا نہیں؟

جواب: جب کہ وطن اصلی ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ ہوگیا ہے تو ہر ایک ان میں سے دوسرے کے وطن میں جانے سے مقیم نہ ہوگا بلکہ قصر نماز پڑھے گا۔

فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۶۹، جلد ۴ بحوالہ درمختار، صفحہ ۷۴۲، جلد ۱

Marfat.com

جس جگہ جائیداد ہو؟

سوال: ایک شخص کی اور اس کے باپ بھائیوں کی جائیداد اور مکانات ایک قریہ میں واقع ہیں، پہلے ان مالکان کی رہائش اور سکونت بھی اسی قریہ میں تھی، اب کچھ عرصہ سے دوسری جگہ سکونت منتقل کر لی ہے، ان میں سے ایک شخص فصل کے موقع پر وہاں جا کر آمدنی وصول کر لاتا ہے تو جو شخص وہاں جاتا ہے وہ قصر پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا وہاں قصد (خیال) ہے تو قصر پڑھے اور اگر پندرہ دن یا زیادہ قیام کے ارادہ سے وہاں جائے گا تو پوری نماز پڑھے گا اور اگر کچھ ارادہ پختہ نہ ہو بلکہ یہی ارادہ ہے کہ دو چار دن میں چلا جاؤں گا یا جب وصول ہو جائے گا چلا جاؤں گا تو برابر قصر کرے گا، اگرچہ بلا ارادہ زیادہ دنوں ٹھہرنا ہو جائے۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۷۰، جلد ۴ بحوالہ عالمگیری، صفحہ ۱۳۰، جلد اول و احسن الفتاویٰ، صفحہ ۷۵، جلد ۴ و در مختار، صفحہ ۷۴۲، جلد اول﴾

جہاں نکاح ہوا ہے اس کا حکم

سوال: در مختار میں وطن اصلی میں اس جگہ کو بھی لکھا ہے جہاں نکاح کیا ہے، تو کیا مطلقاً وہ جگہ جہاں نکاح ہوا ہے وطن اصلی ہے یا اس کا کچھ اور مطلب ہے اور اس کی تفصیل کیا ہے؟

جواب: وطن اصلی کے معنی یہ لکھتے ہیں کہ وطن قرار ہو یعنی وہاں رہنا مقصود ہو۔ پس بیوی کا وطن اصلی اسی وقت ہوتا ہے کہ وہاں رہنا (مستقل) مقصود ہو اور اس کی بیوی وہاں رہتی ہو۔ یہ مطلب نہیں کہ اگر کسی جگہ سے نکاح کر کے عورت کو لے آیا تو پھر بھی وہ موضع نکاح وطن ہو جائے گا۔ حاصل یہ ہے کہ جس جگہ اس کی بیوی رہتی ہے اور اس کو وہاں رکھنا مقصود ہے تو وہ بھی وطن اصلی ہے۔ اگر دو بیویاں دو شہروں میں رہتی ہوں تو دونوں وطن اصلی ہیں۔

وَلَوْ كَانَتْ بِبَلَدَتَيْنِ فَأَيَّتُهُمَا دَخَلَ صَارَ مُقِيمًا (شامی)

اس عبارت سے واضح ہے کہ زوجہ کا وہاں رہنا اور ہونا معتبر ہے، محض نکاح کر کے کہیں سے لے آنا یہ سبب وطن بننے کا نہیں ہے۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۸۳، جلد ۴ بحوالہ در مختار، صفحہ ۷۴۲، جلد اول﴾

(یعنی اگر بیوی کو جس جگہ شادی کی (میکہ میں) مستقل طور پر چھوڑ رکھا ہے تو وہ سسرال بھی وطن اصلی کے حکم میں ہو جائے گی۔ رفعت قاسمی غفرلہٗ)

Marfat.com

وطن اصلی کے متعدد ہونے اور بیوی کے وطن اصلی کی تحقیق

مسئلہ: نصوص فقہیہ سے چند اُمور مستنبط ہوئے:

❶ وطن اصلی وہ ہے، جس میں رہائش مع اہل وعیال ہو اور وہاں سے ارتحال ونقل اہل کا قصد نہ ہو۔ (دوسری جگہ پر مع اہل کے مستقل طور پر منتقل ہونے کا قصد نہ ہو)۔

❷ جب کسی دوسرے مقام میں وطن کا ارادہ ہو بدون نقل اہل (اہل وعیال کا منتقل کیے بغیر تو) پہلا وطن باطل نہ ہوگا۔

❸ وطن اصلی متعدد ہوسکتے ہیں، حتیٰ کہ اگر کوئی شخص چار نکاح چار شہروں میں کرے اور ہر بیوی کو اسی کے شہر میں رکھے تو اس شخص کے چار وطن اصلی ہوجائیں گے۔ (محض نکاح سے نہیں ہوں گے بلکہ بیوی کو وہاں رکھ چھوڑنا شرط ہے)

❹ جس شہر میں کسی شخص کے اہل وعیال کا مستقل قیام ہو خواہ کرایہ کے مکان میں یا ذاتی مکان میں وہاں جب مسافر ہوکر پہنچے گا تو قصر باقی نہ رہے گا، بلکہ اتمام ضروری ہوگا۔
جیسا کہ بعض سرکاری ملازمین اپنے اہل وعیال کو جائے ملازمت میں مستقل طور پر رکھتے ہیں، پھر وہاں سے مختلف مقامات کا دورہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ جب اپنے اہل وعیال کی قیام گاہ پر پہنچیں گے مقیم ہوجائیں گے۔

❺ کسی شہر میں محض نکاح کر لینے سے وہ وطن اصلی نہیں ہوجاتا، بلکہ اہل کا وہاں رکھنا اور وہاں سے منتقل نہ کرنا شرط ہے۔ ﴿بحر ص ۱۳۰ جلد اوّل﴾

اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قصہ میں بھی اُن کے پوری نماز پڑھنے کا سبب محض تزوج (نکاح) نہ تھا، بلکہ نکاح کے بعد اہل کا مکہ میں رکھنا سبب تھا، چنانچہ کفایہ کی عبارت میں اس کی تصریح موجود ہے۔

اور اگر محض تزوج ببلدۃ (بیوی کا شہر ہونا) اتمام کو واجب کرنے لگے، خواہ بیوی کو وہاں رکھے یا نہ رکھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں قصر نہ کرنا چاہیے تھا، کیونکہ آپ نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے مکہ میں نکاح کیا تھا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے باپ کا گھر وہاں موجود تھا، ان کے بھائی وغیرہ بھی وہاں موجود تھے، نیز حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ ہی میں نکاح کیا تھا اور ان کا تو خاندان مکہ میں تھا مگر صحیحین کی روایت سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں قصر کیا ہے۔
﴿فتح القدیر ص ۴۰۷ جلد ۲﴾

اور یہ بھی صحاح میں ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو ساتھ لائے تھے، جن میں بعض کا وطن اول مکہ تھا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصر کیا ہے۔ (کیونکہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ طیبہ میں قیام پذیر تھیں)۔

خلاصۂ کلام: پس صورت مسئولہ کا حکم یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی شہر میں نکاح کر کے بیوی کو وہاں نہ رکھے (سسرال میں) بلکہ مرد اپنے شہر میں لے آئے تو بیوی کا وطن شوہر کے لیے وطن اصلی نہ ہوگا، شوہر جب وہاں مسافر ہو کر جائے تو قصر کرے گا (بلکہ بیوی بھی قصر کرے گی) اور بیوی کو اسی کے وطن میں رکھے تو اس کا (بیوی کا) وطن شوہر کا وطن ہو جائے گا، خواہ شوہر کا مستقل قیام اپنے وطن میں رہتا ہو، یا دونوں جگہ رہتا ہو۔

مسئلہ: اگر مسافر نے ایک شہر میں نکاح کیا اور اس کا ارادہ بنفسہٖ وہاں قیام کرنے کا نہیں (لیکن بیوی کو وہیں رکھنے کا ارادہ ہے) تو اوجہ یہ ہے کہ وہ مقیم ہو جائے گا۔ جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ میں مقیم نہ تھے یعنی بحیثیت مقیم نہیں رہتے تھے، پھر بھی انہوں نے قصر نہ کیا، کیونکہ ان کی ایک بیوی مستقل طور پر مکہ میں مقیم تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ شوہر کا مستقل قیام گو اپنے وطن میں ہو لیکن جب اس کی بیوی کا قیام مستقل دوسری جگہ ہوگا تو شوہر وہاں جا کر مقیم ہو جائے گا۔

مرد کا بیوی کو مستقلاً کسی مقام پر رکھنا یہ عملاً اقامت ہے، لہٰذا اس صورت میں نیت عدم اقامت کا اعتبار نہ ہوگا۔ (یعنی اگر مرد نے ہی عورت کو کسی مقام پر رکھا ہے تو جب بھی مرد وہاں جائے گا مقیم ہو جائے گا) اور اگر بیوی خود قیام پذیر ہے تو مرد مسافر رہے گا یا اگر بیوی کو طلاق دے دی تو جب بھی اس کے شہر میں مسافر ہوگا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مکہ میں قصر اس لیے نہیں کیا کہ ایک بیوی کو مکہ میں چھوڑ رکھا تھا۔ رفعت قاسمی غفرلہٗ۔

﴿امداد الاحکام ص ۶۹۵ تا ۶۹۷ جلد اوّل و بحر ص ۱۳۶ جلد ۲ بدائع صنائع ص ۱۰۴ ج اول﴾

داماد سسرال میں کب قصر کرے گا؟

مسئلہ: اگر وہ گھر داماد ہے یعنی یہ شرط کر دی گئی کہ لڑکی ہمیشہ اپنے میکہ میں رہے گی، رخصت ہو کر سسرال نہیں جائے گی تو وہ سسرال پہنچ کر قصر نہیں کرے گا، وہ اس کے لیے وطن ہو گیا اور

Marfat.com

اگر یہ شرط نہیں تو وہاں قصر کرے گا اِلَّا یہ کہ نیت اقامت کرے، یعنی کم از کم پندرہ روز وہاں رہنے کی نیت کرلے گا تو قصر نہیں کرے گا بلکہ پوری نماز پڑھے گا۔

﴿فتاویٰ محمودیہ ص ۲۲۸ ج ۱۴ وفتاویٰ دارالعلوم ص ۴۵۸ ج ۴ وفتاویٰ رحیمیہ ص ۱۰ ج ۵ بحوالہ قاضی خان ص ۷۸ جلد اول﴾

مسئلہ: مرد کی سسرال اگر مسافت سفر (اڑتالیس میل سوا ستتر کلومیٹر) پر ہے تو وہاں مسافر ہوگا اور بیوی کی اگر رخصتی ہوچکی ہے اور وہ اپنے میکہ ملنے کے لیے آئی ہے تو وہ بھی وہاں مسافر ہوگی۔ جب کہ اس کی نیت وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کی نہ ہو۔

﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۳، جلد ۲ ودرمختار، صفحہ ۷۴۲، جلد اول وفتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۵۹، جلد ۴﴾

سُسرال میں رہنے کا حکم

مسئلہ: بیوی اپنے والدین کے مکان پر شوہر کی اجازت سے رہے اور بیوی کے والد اپنی لڑکی کا خرچہ بخوشی برداشت کریں تو شوہر پر کوئی پکڑ نہیں اور اگر شوہر (داماد) کو خوش دلی سے کھانا کھلائیں تب بھی پکڑ نہیں، اگر شوہر کو اس کا احساس ہو کہ داماد کا کھانا ان پر بار ہے اور وہ اس پر خوش نہیں تو اس کو وہاں نہیں کھانا چاہیے اور اگر داماد کے قیام سے بھی ان کو ناگواری ہو تو وہاں قیام بھی نہیں کرنا چاہیے۔ ﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۴۷۰، جلد ۱۳﴾

وہ مقام جو سسرال والوں کا وطن نہ ہو؟

سوال: اگر بیوی اپنے ماں باپ کے پاس گئی اور وہ مقام ماں باپ کا وطن نہیں ہے، مگر ماں باپ (بیوی کے) وہاں مقیم ہیں تو اگر شوہر وہاں عارضی طور پر (پندرہ روز سے کم) بحیثیت مسافر کے جائے تو وہ قصر کرے یا نہیں؟ اور اگر وہاں بیوی بھی موجود ہو مگر وہاں اس کا مستقل قیام نہیں بلکہ بطور مہمان کے گئی ہے تو اس صورت میں شوہر مسافر قصر کرے یا پوری نماز پڑھے؟

جواب: اگر بیوی اپنے وطن میں نہیں رہتی بلکہ شوہر کے پاس رہتی ہے تو شوہر اور بیوی دونوں بحالت سفر وہاں (سسرال میں) قصر کریں گے۔ بدلیل قصرہٖ صلی اللہ علیہ وسلم واہلہ بمکۃ محض تزوج ببلدہ موجب اتمام نہیں بلکہ اس کے ساتھ استقرار سکونت زوجین بہایا استقرار زوج وحدہا شرط ہے۔ (صرف نکاح سے بیوی کا شہر وطن نہیں ہوتا بلکہ دونوں میں سے ایک کا سکونت اختیار کرنا ضروری ہے۔)

Marfat.com

اور صورت مسئولہ میں استقرار سکونت نہیں ہے، نہ شوہر کے لیے اور نہ بیوی کے لیے، بخلاف جائے ملازمت کے کہ وہاں استقرار سکونت ہے کیونکہ وہاں شوہر کا مکان کرایہ پر لینا اور اسباب تعیش خانہ داری کے لیے مہیا کرتا ہے، پس وہ مثال اس جزئیہ کی ہے جو مجتبٰی سے اوپر نقل کی گئی ہے، وہاں پہنچ کر زوج (شوہر) مسافر مقیم ہو جائے گا جب کہ وہاں شوہر کے اہل وعیال مقیم ہیں۔ ﴿امداد الاحکام، صفحہ ۱۹۷، جلد اول﴾

بیوی کے وطن اقامت میں شوہر کے لیے حکم

سوال: اگر بیوی کسی مقام پر ایک ماہ کے لیے مقیم ہو جائے، علاوہ وطن اصلی کے تو شوہر اس کا اگر وہاں آئے جہاں مقیم ہے تو کیا شوہر کے لیے وطن اقامت ہو جائے گا؟

جواب: یہ جو مشہور ہے کہ وطن اقامت سفر سے باطل ہو جاتا ہے یہ مطلق نہیں ہے بلکہ اس صورت میں ہے جب کہ وطن اقامت میں تنہا مرد کا قیام ہو اور اگر وطن اقامت میں مرد کا قیام مع اہل وعیال کے ہے تو تنہا مرد کے سفر اور دَورہ سے وطن اقامت باطل نہیں ہوا، بلکہ وہاں اہل وعیال کا قیام حکماً اسی (مرد) کا قیام ہے، پس اگر کوئی جگہ مرد کے لیے وطن اقامت نہ ہو بلکہ صرف بیوی کا وطن اقامت ہو کہ وہ (بیوی) اپنی ضرورت) (یا ملازمت وغیرہ کی وجہ سے) بیس دن (یا زائد) کوئی ہو وہاں مرد مسافر ہو کر جائے گا تو بیوی کے قیام سے مقیم نہ ہوگا۔ ﴿امداد الاحکام، صفہ ۲۲۳، جلد اول﴾

(یعنی بیوی کے وطن اقامت میں اگر شوہر مسافت شرعی طے کر کے آئے گا تو قصر کرے گا، بیوی کی وجہ سے مقیم نہ ہوگا، برخلاف شوہر کی جائے اقامت میں اگر بیوی آئے تو شوہر کے تابع ہونے کی وجہ سے مقیم ہو جائے گی۔ رفعت)

مسئلہ: صرف بیوی کے عارضی قیام سے وہ جگہ شوہر مسافر شرعی کے لیے موجب اتمام نہ ہوگی، یعنی قصر کرے گا۔ ﴿امداد الاحکام، صفحہ ۱۹، جلد اول﴾

ہفتہ میں دو دن گھر رہنے والے کے لیے حکم

سوال: میں بلساڑ کا باشندہ ہوں، کاروبار بمبئی میں ہے اس لیے بمبئی میں ایک کمرہ کرایہ پر لے رکھا ہے، پیر سے جمعہ تک یعنی پانچ دن بمبئی میں رہتا ہوں، ہفتہ اور اتوار کے دن اپنے وطن بلساڑ میں گزارتا ہوں اب سوال یہ ہے کہ

Marfat.com

❶ پیر سے جمعہ تک بمبئی میں قیام کے دوران جماعت اکثر فوت ہو جاتی ہے، اس لیے تنہا کمرہ پر نماز ادا کرتا ہوں، تو نماز قصر کروں یا پوری ادا کروں؟

❷ ہفتہ کے روز جب گھر آنا ہو تو راستہ میں قصر کروں یا اتمام؟

❸ ہفتہ اور اتوار کے دن میں اپنے گھر (وطن) میں رہتا ہوں، مجھے یہاں قصر کرنا ہے یا پوری نماز؟

جواب: پہلی اور دوسری صورت میں آپ نمازوں میں قصر کریں کہ آپ مسافر ہیں اور تیسری صورت میں نماز پوری پڑھیں کہ بلساڑ (علاقہ کا نام ہے) آپ کا وطن اصلی ہے اور وطن اصلی میں داخل ہوتے ہی آدمی مقیم ہو جاتا ہے، اس لیے پوری نماز ضروری ہے۔

﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۱۱، جلد ۵﴾

سوال: احقر کا وطن سورت ہے، دیوبند میں بغرض تعلیم پورے سال مقیم رہا، پھر رمضان المبارک کا پورا مہینہ سہارنپور میں شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کی خدمت میں گزارا اس کے بعد یکم شوال کو دیوبند پہنچا اور یہاں دو تین روز رہ کر سورت اپنے وطن کا ارادہ ہے، تو کیا دیوبند میں پوری نماز پڑھوں یا قصر؟

سوال کا منشاء یہ ہے کہ وطن اقامت، وطن اقامت سے باطل ہو جاتا ہے تو ان کے درمیان مسافت سفر ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

نوٹ: دیوبند اور سہارنپور کے درمیان مسافت سفر شرعی نہیں ہے۔

جواب: وطن اقامت وطن اقامت سے باطل ہو جاتا ہے، چاہے ان دونوں کے درمیان مسافت شرعی ہو یا نہ ہو، لہٰذا جب آپ یکم شوال کو دیوبند پہنچے اور دو تین روز قیام کر کے سورت کا سفر کا ارادہ ہے تو آپ مسافر ہیں۔

﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۷، جلد ۵ بحوالہ درمختار مع الشامی، صفحہ ۷۴۳، جلد اول و جوہرہ نیرہ، صفحہ ۸۸، جلد اول﴾

ہاسٹل میں رہنے والوں کے لیے نماز قصر

سوال: میں یونیورسٹی میں پڑھتا ہوں، میرا گاؤں یہاں سے ۴۹ میل دور ہے اور میں ہاسٹل میں رہتا ہوں اور ہر جمعرات کو گھر جاتا ہوں تو کیا قصر کرنا چاہیے؟

جواب: اگر آپ ایک بار ہاسٹل میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لیں تو ہاسٹل آپ کا "وطن

Marfat.com

اقامت'' بن جائے گا اور جب تک آپ وہاں طالب علم کی حیثیت سے مقیم ہیں وہاں پوری نماز پڑھیں گے اور اگر آپ نے ایک بار بھی وہاں پندرہ دن کا قیام نہیں کیا تو آپ وہاں مسافر ہیں اور قصر پڑھیں گے اور گھر پر تو ہر حال میں پوری نماز پڑھیں گے، خواہ گھر پر ایک گھنٹہ کے لیے آئے ہوں۔ ﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۴، جلد ۲﴾

ایک وطن کو باقی رکھتے ہوئے دوسرا وطن بنانا؟

سوال: میرا وطن اصلی راندیر ہے، اس کے بعد بمبئی مستقل قیام کے ارادہ سے راندیر (شہر) سے منتقل ہوا اور اب آج کل حیدرآباد کاروبار کے سلسلے میں مقیم ہوں، اب اگر میں بمبئی دو چار روز قیام کے ارادہ سے جاؤں تو نماز قصر پڑھوں یا پوری؟

جواب: راندیر کے وطن اصلی ہونے میں تو کوئی کلام نہیں، اب اگر اسے بالکل چھوڑ دیا ہو اور کوئی تعلق نہ رہا ہو اور حیدرآباد کو ہمیشہ رہنے کی غرض سے وطن اصلی بنا لیا ہو، تو راندیر وطن اصلی باطل ہو گیا اور جب بھی راندیر بطور مہمان یا کسی ضرورت سے آنا ہو اور پندرہ روز سے کم رہنے کا ارادہ ہو تو قصر لازم ہے ورنہ نماز پوری پڑھنا ہوگی، بمبئی کا بھی یہی حکم ہے اور اگر راندیر کو وطن اصلی قائم رکھتے ہوئے حیدرآباد یا بمبئی کو ہمیشہ رہنے کی نیت سے وطن اصلی بنا لیا ہو تو دونوں مقام (راندیر اور بمبئی یا راندیر اور حیدرآباد) وطن اصلی ہوں گے، وطن اصلی متعدد ہو سکتے ہیں اور اگر ہمیشہ رہنے کی غرض سے حیدرآباد یا بمبئی کو وطن اصلی نہیں بنایا ہے اور راندیر سے تعلقات ختم نہیں کیے ہیں تو راندیر وطن اصلی ہے اور حیدرآباد اور بمبئی وطن اقامت اور جو حکم آپ کے لیے ہے وہی حکم آپ کی اہلیہ کے لیے بھی ہے۔

﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۹، جلد ۵ و آپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۱، جلد ۲﴾

ملازمت کی جگہ پر نماز قصر؟

سوال: میں منڈی بہاؤالدین میں خطیب ہوں اور مستقل طور پر ملازمت کرتا ہوں اور ایک رہائشی مکان بھی ملا ہوا ہے، میری بیوی بچے گھریلو سامان کے ساتھ میرے پاس رہتے ہیں، البتہ میرا وطن اصلی ضلع سرگودھا ہے، وہیں کا رہنے والا ہوں اور وطن اقامت یہ منڈی ہے۔

Marfat.com

ایک عالم نے فرمایا ہے کہ میں سفر شرعی کے لیے منڈی بہاؤالدین سے باہر جب بھی جاؤں اور پھر واپس منڈی میں آؤں گا تو نماز قصر کروں تاوقتیکہ واپسی کے بعد منڈی میں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ نہ ہو۔

مثلاً کسی سفر شرعی سے واپسی کے بعد ہفتہ عشرہ تک کہیں دوبارہ سفر پر جانا ہو تو قصر لازم ہوگی اور پوری نماز نہیں پڑھا سکتے۔

کیا ایسی صورت میں سفر شرعی سے واپسی کے بعد اقامت شرعی کے لیے پندرہ روز کی نیت کرنا شرط ہے یا نہیں؟

جواب: جو شخص کسی شہر میں باقاعدہ بیوی بچوں سمیت رہائش رکھتا ہو اور اس کا ذریعہ معاش بھی اسی شہر سے متعلق ہے تو اس کا یہ وطن تب باطل ہوگا جب کہ اس شہر سے رہائش ختم کر کے چلا جائے گا، محض عارضی اور وقتی اسفار سے اس کا یہ وطن اقامت باطل نہیں ہوگا، وطن اقامت سے جب سفر بصورت ارتحال (بیوی بچوں سمیت مستقل کے لیے جانا) ہوگا تو یہ اس کے لیے معطل ہوگا۔

پس صورت مسئولہ میں سائل سفر کے بعد جب بھی منڈی بہاء الدین پہنچے گا مقیم تصور کیا جائے گا اور نماز پوری پڑھے گا بلکہ بعض اوقات عبارات سے تو ایسے مقام کے وطن اصلی ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔ ﴿تفصیل ملاحظہ ہو، احسن الفتاویٰ، صفحہ ۹۸ تا ۱۱۰، جلد ۴ وفتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۵۴۱، جلد ۳ وکتاب الفقہ، صفحہ ۴۷۷، جلد اول﴾

کیا جائے ملازمت وطن اصلی ہے؟

مسئلہ: از رُوئے فقہ آدمی کے وطن اصلی متعدد ہو سکتے ہیں اور شرعاً وطن اصلی صرف اس جگہ کو نہیں کہتے جہاں پیدا ہوا ہو، بلکہ ہر اس جگہ کو وطن اصلی کا درجہ حاصل ہے، جہاں انسان اپنے اثاثہ (سامان تعیش) اور اہل وعیال کے ساتھ مستقل قیام پذیر ہو، مثلاً آدمی کی جائے ملازمت جہاں وہ اپنے اہل وعیال وسامان کے ساتھ رہتا ہو وہ بھی وطن اصلی کے درجہ میں ہوتا ہے لہٰذا جب شرعی مسافر ہو کر وہاں پہنچ جائے گا نماز قصر نہیں کرے گا بلکہ پوری نماز پڑھنی لازم ہے خواہ پندرہ دن کے قیام کا ارادہ نہ کیا ہو۔

﴿الیضاح المسائل، صفحہ ۶۶، وامداد الاحکام، صفحہ ۴۱۸، جلد اول واحسن الفتاویٰ، صفحہ ۱۰۲، جلد ۴ وبحر الرائق، صفحہ ۱۳۶، جلد ۲ ومجمع الانہر، صفحہ ۱۶۴ جلد اول وکتاب الفقہ، صفحہ ۴۷۷، جلد اول﴾

Marfat.com

مسئلہ: اگر کوئی شخص مثلاً مرادآباد کا باشندہ ہے اور مرادآباد ہی وطن اصلی ہے اور اس کو باقی بھی رکھا ہے لیکن اس کے ساتھ دہلی میں اس کا مستقل کاروبار (تجارت) ہے اور وہاں اثاثہ اور اہل وعیال کے ساتھ رہتا ہے تو جب بھی وہاں مسافر (شرعی) ہو کر رہ جائے گا اور ایک دو روز میں پھر سفر کا ارادہ ہے تو اس درمیان میں وہاں پر نماز قصر درست نہ ہوگی بلکہ چار رکعت پوری پڑھنی ضروری ہوگی۔ ﴿امدادالاحکام، صفحہ ۶۰۴، جلد۱﴾

لیکن اس کے لیے یہ شرط ہے کہ ایک دفعہ دہلی میں پندرہ دن سے زائد قیام (کی نیت) کر چکا ہو، اس کے بعد مستقل پوری نماز کا حکم باقی رہے گا۔ ﴿ایضاح المسائل، صفحہ ۶۷﴾

مسئلہ: کسی کی دو بیویاں ہیں مثلاً ایک کو دہلی میں رکھا اور دوسری کو بمبئی میں اور دونوں جگہ سامان کے ساتھ مستقل رکھا ہے تو یہ آدمی دونوں جگہ جاتے ہی مقیم ہو جائے گا اور پوری نماز پڑھنی پڑے گی، گو پندرہ دن اقامت کی نیت نہ کی ہو۔

﴿امدادالاحکام، صفحہ ۶۰۸، جلد اول وایضاح المسائل، صفحہ ۶۷﴾

سیر وتفریح کے مقام پر نماز قصر؟

مسئلہ: جس مقام پر انسان مع اہل وعیال کے مقیم ہو خواہ عارضی ہو مثلاً گرمی کے زمانہ میں وہاں قیام کرتا ہو تو وہ اس کا وطن ہو جاتا ہے اور جب تک وہاں اس کے اہل وعیال مقیم رہیں گے وطن رہے گا، تنہا اس کے سفر سے وہ وطن باطل نہ ہوگا، جب تک کہ وہاں سے اہل وعیال کو منتقل نہ کر لے۔

مسئلہ: جائے ملازمت پر جب تک اہل وعیال مقیم ہوں وہاں نماز پوری ہی پڑھنی چاہیے۔

مسئلہ: اور اگر مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے اس مقام پر نماز قصر پڑھتا رہا تو ان نمازوں کا اعادہ واجب نہیں (یعنی لوٹانے کی ضرورت نہیں) کیونکہ یہ مسئلہ مجتہد فیہا ہے۔ ﴿امدادالاحکام، صفحہ ۱۸ے، جلد اول﴾

تاجر کے لیے نماز قصر کا حکم

سوال: زید نے اپنا تجارت کا سامان اپنے وطن سے سو میل کے فاصلہ پر لے جا کر وہاں ایک مکان کرایہ پر لے رکھا ہے اور اس مقام سے سامان دیہات میں لے جا کر فروخت کرتا ہے، دیہات سے کبھی ہفتہ، کبھی دس دن میں اپنے جائے قامت (جو کرایہ پر لے رکھا ہے) واپس

Marfat.com

آتا ہے۔ دو چار روز وہاں قیام کر کے پھر اسباب لے کر چلا جاتا ہے اس کو فروخت کر کے آٹھ دس دن میں واپس آتا ہے۔ اسی طرح کچھ روز گزار کر وطن اصلی کو واپس آتا ہے، زید جس مقام پر تجارت کا سامان رکھتا ہے وہ وطن اقامت بن جائے گا یا نہیں اور زید کو نماز قصر ادا کرنی چاہیے یا نہیں؟

جواب: ایک دفعہ اس جائے اقامت میں پندرہ دن کے قیام کی نیت کر لی ہے تو اس صورت میں وہاں اور قرب وجوار کے دیہات پر جہاں تک مسافت قصر نہ ہو نماز پوری پڑھتا رہے گا اور اگر جائے اقامت میں ایک دفعہ بھی پندرہ روز کے قیام کی نیت نہیں کی تو پھر برابر قصر کرے گا۔ ﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۵۶، جلد ۴ بحوالہ عالمگیری، مصری، صفحہ ۱۳، جلد ۱﴾

اس سفر کا حکم جس کے درمیان وطن واقع ہو؟

مسئلہ: اگر کوئی شخص سفر میں ہو اور اس کا اصل شہر یا اس کی مستقل رہائش گاہ راستہ میں آجائے اور وہ اس شہر میں داخل ہو جائے تو داخل ہوتے ہی سفر کی حیثیت ختم ہو جائے گی اور یہی حکم بیوی کے شہر (سسرال) کا ہے جو وہاں رہتی ہو (اور خود شوہر نے اپنی خوشی سے چھوڑ رکھا ہو) کہ وہاں پہنچتے ہی سفر ختم متصور ہوگا۔

مسئلہ: اگر دوران سفر کسی نے مقام مذکور کے اندر جانے کی نیت کی تو فاصلہ کو دیکھا جائے گا کہ جہاں نیت کی ہے وہاں سے اس شہر کا، یعنی اس کے اصل وطن یا مستقل رہائش گاہ یا بیوی کے شہر کا فاصلہ کس قدر ہے؟ اگر اتنا فاصلہ ہے جس میں قصر عائد ہوتا ہے تو دوران سفر قصر کرے، ورنہ نہ کرے۔ بعض اصحاب نے اس حال میں قصر ہی کرنے کو کہا ہے۔

ہاں اگر اس جگہ سے محض گزر جانا ہو تو قصر منع نہ ہوگا۔ جیسے اُس شہر میں سے گزرنے پر جو اس کی بیوی کا ہو جس سے تعلقات زوجیت قائم نہ ہوئے ہوں یا جس سے لڑائی ہو، تو قصر ممنوع نہیں ہوتا۔

﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۷۷۷، جلد اول وتفصیل امداد الاحکام، صفحہ ۶۹۹، جلد ۱ تا صفحہ ۷۰۱، جلد اول﴾

مسئلہ: تین منزل اڑتالیس میل (سوا ستتر کلومیٹر) جانے کا ارادہ ہے لیکن پہلی منزل پر اپنا گھر پڑے گا تب مسافر نہ ہوگا۔ ﴿بہشتی زیور، صفحہ ۴۹، جلد ۲ وجوہرہ نیرہ، صفحہ ۸۷، جلد ۱﴾

Marfat.com

قصر اور اتمام میں شبہ ہو جانے پر؟

سوال: ایک شخص کی زمین و مکان ضلع جالندھر میں ہے اور وہ مع اہل وعیال زمین ملنے کی وجہ سے ضلع فیصل آباد میں چلا گیا ہے اور وہاں سکونت اختیار کر لی ہے چونکہ کہ ضلع جالندھر میں اس کے مکانات اور زمین ہیں۔ چھ ماہ بعد یا کم وبیش اس کے انتظام کے لیے وہاں آنا پڑتا ہے تو کیا وہ شخص یہاں آ کر نماز پوری پڑھے یا قصر کرے؟

جواب: اس میں اصح واحوط یہی ہے کہ وطن اول بھی وطن اصلی ہے، وہاں نماز پوری پڑھے، جیسا کہ بعض فقہاء کے اقوال سے اس کو ترجیح معلوم ہوتی ہے نیز اس قاعدہ سے بھی اتمام (پوری نماز) راج ہے کہ جس کو علامی شامیؒ نے امام ابو یوسف کے قول کی ترجیح میں نقل کیا ہے کہ جس موقع پر قصر اور اتمام میں شبہ ہو تو وہاں اتمام کو ترجیح ہوتی ہے کیونکہ احتیاط اسی میں ہے۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۷۱، جلد ۴، بحوالہ درمختار، صفحہ ۷۳۳، جلد اول﴾

تیمّم کے معنی

"تیمم" کے لغوی معنی ہیں قصد کرنا اور شرعی اصطلاح میں اس لفظ کا مطلب ہوتا ہے پاکی حاصل کرنے کی نیت سے پاک مٹی یا پاک مٹی کے قائم مقام کسی چیز (جنس زمین، پتھر، چونا وغیرہ کہ جس پر گرد وغبار ہو) کا قصد کرنا اور اس پاک مٹی کو منہ اور ہاتھوں پر لگانا، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دونوں ہاتھوں کو پاک مٹی وغیرہ پر مارتے ہیں، پھر دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر جھاڑتے ہیں اس کے بعد ان ہاتھوں کو پورے چہرے پر اور کہنیوں تک دونوں ہاتھوں پر ملتے ہیں۔

تیمم دراصل پانی دستیاب نہ ہونے یا پانی کے استعمال سے معذور ہونے کی صورت میں وضو اور غسل کا قائم مقام ہے اور اللہ تعالیٰ کی ان جلیل القدر نعمتوں میں سے ایک ہے جو اس نے اپنے فضل وکرم سے صرف اُمت محمدیہ کو عطا کی، گذشتہ اُمتوں میں یہ تیمم مشروع (یعنی جائز) نہ تھا۔

تیمم سنہ ۵ ہجری میں مشروع ہوا۔ ایک سفر جہاد کے دوران جبکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنھم مدینہ طیبہ واپس آ رہے تھے، ایک ایسے مقام پر

Marfat.com

ٹھہرنا پڑ گیا جہاں پانی دستیاب نہ تھا، جب نماز کا وقت آیا تو لوگوں نے وضو کے بغیر نماز پڑھ لی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، جب ہی یہ آیت تیمم نازل ہوئی (فلم تجدوا ماء الخ)۔ ﴿پارہ ۵، سورۃ النساء﴾ مظاہر حق، صفحہ ۴۷۰، جلد اول﴾

تیمّم کی شرائط

تیمّم کے رکن اور سب سے زیادہ بڑی ضروری چیزیں دو ہیں۔ اول دو ضربیں یعنی دو دفعہ دونوں ہاتھ مارنا، ایک دفعہ چہرے پر پھیرنے کے لیے اور دوسری دفعہ دونوں ہاتھوں پر پھیرنے کے واسطے یعنی کہنیوں تک۔

دوسرے مسح یعنی ہاتھ مارنے کے بعد تمام چہرہ پر اور کہنیوں تک دونوں ہاتھوں پر پھیر لینا، لیکن تیمّم خواہ مخواہ بلا ضرورت وبلا تکلف ہر کسی چیز پر ہر حالت میں جائز نہیں، بلکہ جیسے یہ دو رکن ضروری ہیں، ایسے ہی ان کے ساتھ چند شرطیں بھی قرآن وحدیث سے لازمی وضروری ہیں۔ مثلاً: (۱) اسلام یعنی مسلمان ہونا (۲) قابلیت طہارت ہونا (۳) عذر ہونا، یعنی پانی کے استعمال پر قادر نہ ہونا، خواہ پانی میسر نہ ہو یا مرض کی وجہ سے استعمال نہ کر سکے (۴) جنس زمین (۵) استیعاب یعنی ضربیں لگا کر چہرے پر اور کہنیوں تک ہاتھوں پر ہر جگہ ہاتھ پھیرے کوئی جگہ خالی نہ رہ جائے (۶) نیت کرنا، یعنی دل سے ارادہ کرنا کہ تیمّم کرتا ہوں۔ ان مذکورہ بالا شرطوں میں سے اگر کوئی بھی موجود نہ ہوگی تو تیمّم ہرگز جائز نہ ہوگا مثلاً پانچ شرطیں موجود ہیں مگر ایک شرط نہیں پائی جاتی تو تیمّم صحیح نہ ہوگا، اسی طرح اگر ایک موجود ہے پانچ نہیں۔ غرض جب تک سب شرطیں نہ ہوں تیمّم نہیں ہوسکتا۔ ﴿طہور المسلمین، صفحہ ۸﴾

مسئلہ: ہر عاقل وبالغ مسلمان جو خواہ مسافر ہو یا مقیم اور خواہ شہر وآبادی میں ہو شہر وآبادی کے باہر، ان صورتوں (مذکورہ) میں تیمّم کر سکتا ہے۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۴۷۸، جلد ا﴾

تیمّم کرنے کا طریقہ

مسئلہ: پاک ہونے کی نیت کر کے دونوں ہاتھ پاک مٹی پر پھیر کر ان کو جھاڑ لیجیے اور اچھی طرح منہ پر مل لیجیے کہ ایک بال کی جگہ بھی خالی نہ رہے پھر دوبارہ مٹی پر ہاتھ مار کر دونوں ہاتھوں پر کہنیوں تک مل لیجیے گا۔

﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۶۳، جلد ۲ و کتاب الفقہ، صفحہ ۲۳۵، جلد ۱ عالمگیری، صفحہ ۵۶، جلد ۲﴾

مسئلہ: تیمّم میں ڈاڑھی کا خلال کرنا سنت ہے۔ ﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۵۸، جلد ۲﴾

تیمّم میں دو ضربیں کیوں ہیں؟

سوال: تیمّم اعضائے وضو میں سے صرف دو اعضاء کے لیے کیوں مشروع ہے؟ یعنی محض چہرے اور ہاتھوں کا تیمّم ہوتا ہے، باقی اعضاء کا نہیں ہوتا؟

جواب: تیمّم کی اجازت سہولت کے پیش نظر ہے۔ لہٰذا اس میں وضو کا کچھ حصہ کافی خیال کیا گیا۔ علاوہ اس کے یہ دونوں اعضاء وہی ہیں جن کا وضو میں دھونا ہمیشہ واجب ہوتا ہے یعنی چہرہ اور دونوں ہاتھ اور سر کا تو بہر حال مسح ہوتا ہے اور دونوں پاؤں بھی دھوئے جاتے ہیں اور کبھی جب موزہ پہن رکھا ہو، مسح کرلیا جاتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے صرف ان دو اعضاء کا جن کو دھونا ہمیشہ فرض ہوتا ہے، تیمّم میں واجب فرمایا اور ظاہر ہے کہ اس میں سہولت ہوگئی۔

﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۲۳۸، جلد اول﴾

غسل کی نیت سے تیمّم کرنا؟

سوال: آدمی جتنے دن بیمار ہے ہر نماز سے پہلے وضو کرنے سے قبل اس کو غسل کے طور پر تیمّم کرنا ضروری ہے یا ایک بار تیمّم کرنا کافی ہے؟

جواب: غسل کے لیے تیمّم صرف ایک بار کرلینا کافی ہے۔ جب تک دوبارہ غسل کی حاجت پیش نہ آجائے۔ ﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۶۵، جلد ۲﴾

مسئلہ: وضو اور غسل کے تیمّم میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں کا طریقہ ایک ہی ہے (صرف نیت کا فرق ہے)۔ ﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۶۴، جلد ۲﴾

مسئلہ: جو شخص وضو اور غسل کرنے سے معذور ہو وہ جنابت (ناپاکی) کی حالت میں ایک ہی تیمّم بہ نیت غسل کرلے، اس کے لیے کافی ہے۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۲۶۳، جلد اول﴾

مسئلہ: جیسا کہ بے وضو آدمی پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے اسی طرح جس کو نہانے کی حاجت ہو وہ پانی نہ ملنے کی صورت میں غسل کے لیے تیمّم کرسکتا ہے۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۲۵۲، جلد اول﴾

Marfat.com

سفر میں تیمّم کے مسائل

مسئلہ: اگر کوئی ایسا شہر اور ایسی بستی (علاقہ) ہے جہاں ایک میل (اکلومیٹر ۶۱۰ میٹر) تک کہیں پانی نہیں تو وہاں بھی تیمّم جائز ہے۔

طہور المسلمین، صفحہ ۹

مسئلہ: ریل وغیرہ کے سفر میں بعض لوگ معمولی کپڑے اور رومال اور تکیہ وغیرہ پر ہاتھ مار کر بلاتکلف تیمّم کر لیتے ہیں، یہ نہیں دیکھتے کہ اس پر غبار بھی ہے یا نہیں۔ گویا وہ کپڑے اور تکیہ ہی پر تیمّم جائز سمجھتے ہیں۔ واضح رہے کہ جنس زمین کے سوا کپڑے وغیرہ پر تیمّم اسی وقت جائز ہے کہ اس پر غبار اڑ کر ہاتھ کو لگ جائے اور کپڑے پر تیمّم کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ تیمّم کی نیت کر کے ہاتھ مار کر ہاتھوں پر جو غبار لگے اس سے تیمّم کرے۔

طہور المسلمین، صفحہ ۱۷

مسئلہ: ریل گاڑی میں پانی دستیاب نہ ہو تو تیمّم کر سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ ریل کے کسی ڈبے میں بھی پانی نہ ہو اور ایک میل شرعی کے اندر پانی کے موجود ہونے کا علم نہ ہو جہاں ریل رکتی ہو۔

آپ کے مسائل، صفحہ ۶۶، جلد ۲ وفتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۲۹، جلد ۱۴

مسئلہ: ریل میں اگر پانی نہ ملے تو مسئلہ یہ ہے کہ اگر یقین ہو کہ نماز کے وقت اندر پانی مل جائے گا تو نماز کو مؤخر کرنا مستحب ہے، اگر پانی مل جائے تو وضو کر کے نماز ادا کرے اور اگر نہ ملے اور وقت ختم ہونے کا اندیشہ ہے تو تیمّم کر کے نماز ادا کرے۔

ہدایہ باب التیمم، صفحہ ۵۵، جلد ۱ وفتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۲۹، جلد ۱۴ وکتاب الفقہ، صفحہ ۲۶۲، جلد اول
پانی نہ ملنے کی صورت میں کم از کم ایک میل (اکلومیٹر ۶۱۰ میٹر) کی مسافت پر ہونا تیمّم کے لیے شرط ہے۔

مسئلہ: اگر پانی نہ ملنے کی صورت میں کسی آدمی نے تیمّم کر کے نماز پڑھنا شروع کر دی اور ابھی نماز ختم نہ ہوئی تھی کہ ریل کا اسٹیشن قریب آ گیا، جہاں پانی ملنے کا یقینی امر ہے تو اب نماز وضو کر کے از سر نو شروع کرنی چاہیے اور اگر نماز ختم کرنے کے بعد ریل کا اسٹیشن جہاں پانی ملنے کا یقین ہے قریب آیا ہے تو وہ نماز ہو گئی۔ اب اس کو دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

درمختار، صفحہ ۲۳۱، جلد اول

مسئلہ: ریلوے اسٹیشن پر اگر پانی دینے والے غیر مسلم ہیں تو اس سے پانی لے کر وضو کر لینا چاہیے، ہاں اگر یقین ہے کہ اس کا پانی یا برتن ناپاک ہے تو تیمّم کرنا جائز ہے۔

فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۲۵۰، جلد اول وکتاب الفقہ، صفحہ ۲۴۷، جلد اول

Marfat.com

(اسٹیشن پر جو پانی ملتا ہے عموماً وہ پاک ہوتا ہے اور اس کا برتن بھی، لہٰذا بلاوجہ شبہ کر کے اپنے کو مشقت میں نہ ڈالنا چاہیے اور اسی طرح سے ہر ایک ریل کے فلش کے اندر پانی کا انتظام ہوتا ہے اور وہ پانی بھی پاک ہی ہوتا ہے، اس سے وضو اور غسل جائز ہے، اس لیے تیمّم کی نوبت ریل میں نہیں آتی ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

تیمّم کے لیے کتنا بڑا ڈھیلا ہو؟

مسئلہ: تیمّم میں احوط یہ ہے کہ ڈھیلہ اتنا بڑا ہو کہ جس پر دونوں ہاتھوں سے ایک دفعہ ضرب کر سکیں، یا یہ کہ کم از کم اتنا بڑا ہو کہ ایک ہاتھ پورا یعنی ہتھیلی مع انگلیوں کے اس پر آ جائے اور یکے بعد دیگرے دونوں ہاتھوں کو اس پر مار سکیں، کیونکہ بعض علماء کے نزدیک ضرب (ہاتھ مارنا) تیمّم کا رکن ہے۔

مسئلہ: اور جس ڈھیلے سے تیمّم کیا ہو اس کو استنجے میں استعمال کرنا جائز تو ہے مگر اچھا نہیں، فقہاء نے ناپاک جگہ وضو کرنے کو خلاف ادب کہا ہے اور وجہ یہی لکھی ہے کہ وضو کا پانی قابل احترام ہے، پس ایسے ہی تیمّم کا ڈھیلا بھی ہے۔ ﴿امداد الاحکام، صفحہ ۳۸۷، جلد اول﴾

مسئلہ: مٹی کے ڈھیلا پر بار بار تیمّم کرنا درست ہے اور اس پر نجاست حکمی کا اثر نہیں ہوتا، درمختار میں تصریح ہے کہ ایک جگہ پر بار بار تیمّم کرنا صحیح ہے۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۲۶۱، جلد اول بحوالہ درمختار، صفحہ ۲۲۰، جلد اول﴾

مسجد کی دیوار پر تیمّم کرنا؟

مسئلہ: مسجد کی دیوار پر تیمّم کرنا مکروہ ہے کیونکہ مال وقف کو غیر مصرف میں صرف کرنا ہے، لیکن اگر تیمّم کر لیا تو درست ہو جائے گا۔ بشرطیکہ جس چونا یا مٹی سے مسجد کی لپائی کی گئی ہے وہ چونا اور مٹی پاک ہو اس میں ناپاکی نہ ملی ہو۔

﴿امداد الاحکام، صفحہ ۴۴۹، جلد اول وفتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۲۶۲، جلد اول بحوالہ ہدایہ، صفحہ ۵۳، جلد اول﴾

Marfat.com

نواقض وضو اور تیمّم جنابت

سوال: اگر جنبی (ناپاک) شرعی عذر کی وجہ سے غسل کے لیے تیمّم کرے تو وہ وضو کو توڑنے والی چیزوں سے ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟ یعنی نواقض وضو سے ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

جواب: جنبی (ناپاک آدمی) نے اربعذر شرعی تیمّم کیا تو اس عذر کے ختم ہونے پر وہ تیمّم بھی زائل ہو جائے گا، مثلاً پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمّم کیا تھا، اگر پانی مل گیا اور قدرت بھی ہوگئی تو تیمّم جنابت کا ٹوٹ جائے گا یا اگر مرض کی وجہ سے تیمّم کیا تھا تو جس وقت وہ مرض زائل ہو جائے گا تیمّم ٹوٹ جائے گا۔ یا اگر کوئی کام موجب غسل پایا جائے گا تو تیمّم ٹوٹ جائے گا اور نواقض وضو (وضو کو توڑنے کی چیزوں) سے مطلقاً وہ تیمّم نہ ٹوٹے گا۔ مثلاً کسی نے مرض کی وجہ سے تیمّم جنابت (ناپاکی کا تیمّم) کیا یا پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمّم کیا اور پھر حدث موجب وضو اس کو پیش آ گیا (یعنی وضو کو توڑنے والی ریح وغیرہ پیش آ گئی) تو اس سے تیمّم جنابت نہ ٹوٹے گا۔ ❁فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۲۵۹، جلد ۱ بحوالہ درمختار، صفحہ ۲۲۴، جلد اول❁

(جو ناپاکی کی وجہ سے غسل تیمّم کیا تھا وہ نہیں ٹوٹے گا لیکن وضو ٹوٹ جائے گا،
رفعت قاسمی غفرلہ)

موزہ پر مسح کا ثبوت

مسئلہ: موزہ پر مسح کا جائز ہونا احادیث صحیحہ کثیرہ سے ثابت ہے، تقریباً اسّی جلیل القدر صحابہؓ بیان کرنے والے ہیں کہ خود جناب سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح فرمایا اور اجازت دی ہے اور اجماع و اتفاق مسلمین اور تواتر سے یہی ثابت ہے کہ اور اس کا منکر خارج اہل سنت وجماعت ہے۔ ❁طہور المسلمین، صفحہ ۳۴، وفتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۲۷۴، جلد اول بحوالہ درمختار، صفحہ ۲۴۵، جلد اول باب المسح علی الخفین۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو نصب الرایہ، صفحہ ۱۸۴، جلد اول ومعارف السنن شرح ترمذی، صفحہ ۳۴۸، جلد اول وکتاب الفقہ، صفحہ ۲۱۹، جلد اول وفتاویٰ دارالعلوم، مع امداد المفتین، صفحہ ۳۱۱، جلد ۲❁

Marfat.com

مسئلہ: موزوں پر مسح کرنا حدیث سے ثابت ہے۔ ثبوت اس کا سنت مشہورہ سے ہے اور راوی حدیث، موزوں پر مسح، کے اسّی صحابہؓ سے زیادہ ہیں اور ان میں عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۲۷۴، جلد اول و در مختار، صفحہ ۲۴۵ جلد اول﴾

موزوں پر مسح کا مطلب

مسئلہ: جو شخص (چمڑے کے) موزے پہنے ہوئے ہو اور وضو کرنا چاہتا ہو تو وضو کے وقت پیروں سے ان موزوں کو اتار کر پیروں کا دھونا اس پر فرض نہیں، اس کو اجازت ہے کہ وضو میں پیروں کو دھونے کے بجائے موزوں پر مسح کر لے۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۴۶۲، جلد اول﴾

مسئلہ: اگر کوئی دوسرے آدمی سے موزوں پر مسح کرائے تو درست ہے مگر نیت وہ کرے جس کے موزہ پر مسح ہو۔ ﴿رُکن دین، صفحہ ۲۷، بحوالہ عالمگیری﴾

موزے کیسے ہوں؟

مسئلہ: وضو میں جن موزوں کو اتار کر پیروں کا دھونا فرض نہیں ان میں چار باتوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

1. ایسے دبیز (موٹے) ہوں کہ بغیر کسی چیز کے باندھے ہوئے پیروں پر کھڑے رہیں۔
2. ایسے دبیز ہوں کہ ان کو پہن کر تین میل (۴ کلومیٹر ۸۳۰ میٹر) یا اس سے زیادہ چل سکیں۔
3. ایسے دبیز اور موٹے ہوں کہ نیچے کی جلد نظر نہ آئے۔
4. پانی کو جذب کرنے والے نہ ہوں، یعنی اگر ان پر پانی ڈالا جائے تو ان کے نیچے کی سطح تک نہ پہنچے۔

جن موزوں میں یہ باتیں پائی جائیں گی تو وہ خواہ چمڑے کے ہوں یا کپڑے کے اور خواہ کسی اور چیز کے ان پر مسح کرنا درست ہوگا، بشرطیکہ مسح کے شرائط پائے جائیں۔

﴿مظاہر حق، صفحہ ۴۶۲، جلد اول و امداد الفتاویٰ صفحہ ۷۵، جلد اول﴾

مسئلہ: عام طور پر چمڑے کے موزے پر مسح کیا جاتا ہے لیکن چمڑا ہونا کچھ ضروری نہیں، اگر کسی موٹے کپڑے یا کرچ وغیرہ کے ایسے موزے ہوں جو بغیر باندھنے کے ٹخنے پر کھڑے رہیں اور ان کو پہن کر (بغیر جوتوں کے) تین میل چل بھی سکیں تو ان پر بھی مسح جائز ہوگا۔

Marfat.com

مسئلہ: جن موزوں پر مسح جائز ہے اُن میں چلنے کے قابل اور موٹا دبیز ہونے کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ اس میں ٹخنے تک پاؤں چھپا رہے اس سے کم نہ ہو، خواہ زیادہ کتنا ہی ہو۔

﴿طہور المسلمین، صفحہ ۳۴، جلد و احسن الفتاویٰ، ص ۶۱، ج ۲ و کتاب الفقہ، صفحہ ۲۱۸، و در مختار، صفحہ ۲۴، ج ۱﴾

مسئلہ: جس موزہ پر مسح کرنا درست ہے، اس سے مراد وہ موزہ ہے جو دونوں پیروں میں ٹخنوں تک پہنا جائے، ٹخنوں سے مراد وہ اُبھری ہوئی ہڈی ہے جو قدم کے اوپر حصے میں ہوتی ہے اور یہ اس لیے ہے کہ ٹخنوں تک پورے قدم کا دھونا واجب ہے۔ اگر تھوڑی سی جگہ بھی دھونے سے رہ گئی تو وضو باطل ہو جائے گا۔ ﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۲۲۱، جلد ۱﴾

﴿موزہ ٹخنے سے کم نہ ہو زیادہ میں کوئی حرج نہیں۔ رفعت قاسمی غفرلہٗ﴾

مسح کے صحیح ہونے کی شرط

مسئلہ: موزوں پر مسح کرنے میں صحیح ہونے کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ پورا وضو پہلے کر لیا گیا ہو، بلکہ اگر صرف پیروں کو جن کا دھونا فرض ہے دھو لیا اور حدث (وضو ٹوٹ جانے) سے پہلے موزہ پہن لیا، اس کے بعد وضو پورا کیا تو صحیح ہوگا، بشرطیکہ وضو پانی کے ساتھ کیا گیا ہو اور وضو میں جن اعضاء کا دھونا فرض ہے ان میں سے کوئی عضو دھونے سے یا مسح کرنے سے نہ رہ گیا ہو، یعنی پانی وہاں تک نہ پہنچا ہو۔ ﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۲۲۳، جلد اول﴾

موزے حلال یا حرام چمڑے کے؟

سوال: موزوں کا پتہ کیسے لگایا جائے کہ یہ حلال جانور کے ہیں یا حرام جانور کے؟ اور کیا حلال وحرام دونوں جانوروں کے چمڑے سے بنے ہوئے موزوں پر مسح کرنے سے ہو جاتا ہے؟

جواب: کھال دباغت (رَنگ لینا) سے پاک ہو جاتی ہے اور موزے پاک چمڑے ہی کے بنائے جاتے ہیں اس لئے اس وسوسہ کی ضرورت نہیں۔ ﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۶۶، جلد ۲﴾

پلاسٹک کے موزے پر جراب ہو تو؟

سوال: اگر پلاسٹک کا موزہ بنوا لیا جائے اور اس کے اوپر سوتی موزہ پہن لیا جائے تو اس پر مسح جائز ہے یا نہیں؟

Marfat.com

جواب: اگر پلاسٹک کو جراب کے ساتھ سی لیا جائے تو اس پر مسح جائز ہے، اس کو مبطن کہا جاتا ہے۔ ﴿شرح منیۃ، صفحہ ۱۲۱﴾

بغیر سلائی کیے جراب پر مسح جائز نہیں، اس لیے کہ مسح چرمی (چمڑے کے) موزہ پر مشروع ہے اور جراب پر سلائی کرنے سے موزہ پر مسح محقق نہیں ہوا، بخلاف مبطن کے کہ اس میں کپڑا اور چمڑا سلائی کے ذریعہ ایک ہو جاتا ہے، اس لیے اس پر مسح جائز ہے۔ ﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۶۶، جلد۲﴾

کانچ یا لوہے کے موزہ پر مسح کا حکم

مسئلہ: اس موزہ پر مسح جائز نہیں جو کانچ (شیشہ) یا لوہے یا لکڑی کا بنا ہوا ہو، کیونکہ ان چیزوں کے بنے ہوئے موزے کو پہن کر آدمی بلا تکلف نہیں چل سکتا ہے۔

﴿درمختار، صفحہ ۳۴، جلد۳ و عالمگیری، صفحہ ۶۵، جلد اول﴾

ایک پاؤں والے کے مسح کا حکم

مسئلہ: اگر کسی کا پاؤں کاٹا گیا ہو تو اگر قدم کی پشت کی جانب سے بقدر فرض تین انگلیوں کے برابر باقی ہے تو موزوں پر مسح کرے اور اگر بقدر فرض پشت قدم باقی نہیں ہے تو دونوں پاؤں اس شخص کی طرح دھوئے جس کا پاؤں دونوں ٹخنوں سے کاٹ دیا گیا ہو، یعنی اس کے نیچے سے کہ اس کے لیے بھی مسح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ مسح کرنے کی جگہ باقی نہیں رہی، ہاں دھونے کا محل البتہ باقی ہے، لہٰذا دھوئے گا۔

مسئلہ: اگر کسی کا ایک ہی پاؤں ہے خواہ ایسا پیدائشی ہے یا ایک پاؤں ٹخنوں سے اوپر کٹ گیا ہے، اس حالت میں یہ شخص اسی ایک پیر کے موزے کا مسح کرے گا۔ ﴿درمختار، صفحہ ۴۳، جلد اول﴾

مسئلہ: اگر کسی کے پاؤں میں لنگ ہے اور پنجوں کے بل چلتا ہے اور ایڑی اپنی جگہ سے اٹھ جاتی ہے تو اس کے لیے بھی موزوں پر مسح کرنا جائز ہے جب تک اس کا پاؤں پنڈلی کی جانب نکل نہ جائے۔ ﴿درمختار، صفحہ ۶۸، جلد اول﴾

مسئلہ: اگر کسی کا ایک پاؤں کٹ گیا ہے تو کم از کم تین انگل کی مقدار باقی رہ جائے گی اگر اتنا حصہ بھی باقی نہ رہا اور موزہ چڑھا لیا تو اس پر مسح درست نہ ہوگا، لیکن اگر ٹخنے کے اوپر کا حصہ کٹا ہے اور یا دوسرا پاؤں سالم ہے تو موزے پر مسح کرنا صحیح ہوگا۔ ﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۲۲۶، جلد۱﴾

Marfat.com

عام سوتی موزہ پر مسح کا حکم

مسئلہ: اگر اونی یا سوتی موزوں میں یہ چند شرائط ہوں تو ان پر مسح جائز ہے۔

اول گاڑھے، دبیز اور موٹے ایسے ہوں کہ صرف اس کو پہن کر اگر تین میل یعنی بارہ ہزار قدم چلیں تو وہ پھٹیں نہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر اس کو پہن کر پنڈلی پر نہ باندھیں تو گرے نہیں۔ تیسرے اس میں سے پانی نہ چھنے۔ چوتھے اس کے اندر سے کوئی چیز نظر نہ آئے یعنی اگر آنکھ لگا کر اس میں سے دیکھے تو کچھ نہ دکھائی دے۔ ﴿امداد الفتاویٰ، صفحہ ۷۷، جلد اول﴾

چمڑے کے موزے کے نیچے عام موزہ کا حکم

مسئلہ: اگر کپڑے کی جرابیں خواہ موٹے کپڑے کی ہوں یا باریک ہوں، ان کو پہن کر اوپر چمڑے کے موزے پہنے جائیں تو ان پر مسح جائز ہے۔ ﴿امداد الفتاویٰ، صفحہ ۷۷، جلد اول﴾

مسئلہ: معمولی سوتی و اونی (نائیلون وغیرہ کے) موزوں پر جو آج کل استعمال کیے جاتے ہیں ان پر ہرگز مسح جائز نہیں ہے، البتہ اگر نیچے پہن کر اور اس کے اوپر چمڑے وغیرہ کا باقاعدہ موزہ پہن لیں تو اس پر مسح جائز ہے۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۲۶۷، جلد او امداد الاحکام ۳۹۳، جلد اول و احسن الفتاویٰ، صفحہ ۱۹۱، جلد ۲﴾

مسئلہ: چمڑے کے موزوں کے اندر عام سوتی و اونی وغیرہ موزے پہننا درست ہے۔

﴿امداد الفتاویٰ، صفحہ ۸۱، جلد ۱ و فتاویٰ دار العلوم قدیم، صفحہ ۲۰۹ جلد ۲ و بحر، صفحہ ۱۹۰ جلد ۱﴾

موزہ کا دھونا کیسا ہے؟

اگر موزہ کو (پہنے ہوئے) دھولیا اور مسح کی نیت نہ تھی: مثلاً موزہ کی صفائی ستھرائی وغیرہ پیش نظر تھی یا کوئی بھی نیت نہ تھی، تب بھی مسح ہو جائے گا، اگرچہ موزہ کا (پہنے ہوئے) دھونا امر مکروہ ہے۔ ﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۲۳۲، جلد اول﴾

مسئلہ: موزوں پر مسح کے درست ہونے کے لیے موزوں کا (نجاست سے) پاک ہونا شرط نہیں ہے۔ اگر موزہ پر نجاست لگ جائے تب بھی اُس پر مسح کرنا صحیح ہے، البتہ اس کے ساتھ نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ اگر وہ نجاست معاف (قابل درگزر) نہ ہو۔ (نجاست معاف ہونے کی تفصیل استنجا کے باب میں آئی ہے۔ ﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۲۲۳، جلد ۱﴾

مسافر و مقیم کے لیے مدت مسح

مسئلہ: جب شرطیں پائی جائیں تو حالت قیام میں ایک دن رات چوبیس گھنٹے تک موزے پر مسح جائز ہے اور حالت سفر (شرعی مسافر کے لیے سفر) میں تین دن تین رات تک یعنی بہتر گھنٹے تک، خواہ یہ سفر سفر طاعت ہو یا سفر معصیت، لیکن یہ مدت موزہ پہننے کے وقت سے محسوب نہ ہو گی بلکہ موزہ پہننے کے بعد جس وقت وضو جاتا رہا اس وقت سے چوبیس گھنٹے یا بہتر گھنٹے شمار ہوں گے۔ موزہ پہننے کے بعد جس وقت وضو جاتا رہا اس وقت سے چوبیس گھنٹے یا بہتر گھنٹے شمار ہوں گے۔ موزہ پہننے کے وقت کا کچھ اعتبار نہیں، مثلاً کسی شخص نے ظہر کے وقت وضو کر کے دو بجے موزے پہنے اور عصر کے وقت پانچ بجے اس کا وضو جاتا رہا تو (مقیم کے) اگلے روز کے پانچ بجے تک ان موزوں پر مسح کر سکتا ہے اور سفر میں ہو تو تیسرے دن کے پانچ بجے تک کر سکتا ہے، ایسے ہی اگر مغرب کے بعد موزے پہنے اور اسی وضو سے رات کو دس بجے سو گیا، تو بس دس بجے سے حساب شروع ہو گا۔

لیکن یہ اختیار نہیں کہ جس وقت دل چاہے موزہ پہن کر پاؤں دھونے سے بچ جائے، بلکہ شرط یہ ہے کہ جس وقت پہلا وضو ٹوٹا ہو، اس وقت موزہ پہنے ہوئے ہو، مغرب کے وقت موزہ پر وہی شخص مسح کر سکتا ہے جس نے عصر کے وقت کا وضو ٹوٹنے سے پہلے موزہ پہن لیا ہو۔

مسئلہ: اچھی صورت یہ ہے کہ جس وقت پورے اعضاء ہاتھ پاؤں وغیرہ دھونے کے بعد کامل وضو موجود ہو تو موزہ پہن لے، اس کے بعد جب وضو جاتا رہے اور وضو کرنا چاہے تو صرف منہ ہاتھ دھو کر سر پر اور موزے پر مسح کر لے اور اسی طرح چوبیس گھنٹے کے اندر جب کبھی وضو ٹوٹے منہ ہاتھ دھو کر سر اور موزہ پر مسح کر لے لیکن جیسا پہلے بیان کیا گیا ہے وضو ٹوٹنے کے وقت سے مدت کا شمار ہو گا، یہ نہیں کہ موزہ پہننے کے وقت سے حساب کریں اور یہ بھی نہیں کہ مسح کے وقت سے چوبیس گھنٹے لیں۔ مثلاً جو شخص باوضو موزہ پہن کر رات کو دس بجے سو گیا اور صبح کو پانچ بجے وضو کیا اور موزہ پر مسح کیا تو رات کے دس بجے سے مقیم کے لیے چوبیس گھنٹے لیے جائیں گا، صبح کے پانچ بجے کا (جس وقت وضو کیا تھا اس وقت کا) اعتبار نہ ہو گا۔

مسئلہ: یہ بھی جائز ہے کہ صرف پاؤں دھو کر موزہ پہن لے اور وضو توڑنے والی چیزوں کے پیش آنے سے پہلے باقی اعضاء کو دھو کر وضو کامل کرے، اس کے بعد جب وضو ٹوٹ جائے گا اور

Marfat.com

دوبارہ وضو کرنا چاہے گا تو مسح جائز ہوگا، لیکن یہ خلاف ترتیب ہے، لہٰذا عمدہ صورت وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کی ہے کہ پورا اور کامل وضو کر کے موزہ پہنے اور یہ ضروری نہیں کہ فوراً وضو کے بعد موزہ پہن لے بلکہ وضو ٹوٹنے سے پہلے پہلے جب چاہے پہن لے۔

مسئلہ: موزوں پر مسح اسی وقت جائز ہے جب کہ صرف وضو ٹوٹا ہو، اگر غسل واجب ہوا ہو تو موزوں کا مسح کافی نہیں، موزوں کو نکالنا پڑے گا، خواہ مدت پوری ہوئی ہو، یا نہ ہوئی ہو۔

طہور المسلمین، صفحہ ۳۵، ومظاہر حق، صفحہ ۴۶۶، جلد اول وکتاب الفقہ، صفحہ ۲۳۱، جلد اول وفتاویٰ دار العلوم مع امداد المفتیین، صفحہ ۲۱۱، جلد ۲ ودر مختار، صفحہ ۳۴۳، جلد اول باب المسح علی الخفین

مسح موزے کے کس حصہ پر اور کیسے؟

شارع علیہ السلام نے پورے موزے کا مسح، جس سے تمام پاؤں ڈھکا ہو، ضروری قرار نہیں دیا۔ حالانکہ موزہ پر مسح کرنا پاؤں دھونے کا قائم مقام ہے اور پیر پورے کا پورا دھونا فرض ہے۔

اس کا سبب یہ ہے کہ موزے پر مسح کرنے کا حکم ایک خاص رعایت ہے، شارع علیہ السلام نے اس بارے میں سہولت رکھی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ نرمی برتی جاسکے، رہی یہ بات کہ موزے کے کس قدر حصہ کا مسح فرض ہے، اس کے متعلق مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

مسئلہ: موزے کے اوپر تین انگلیوں کے بقدر جگہ پر مسح فرض ہے۔ انگلی کی چوڑائی ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی کے برابر ہونی چاہیے اور یہ شرط ہے کہ موزہ کی اس جگہ پر مسح ہو جس میں پیر ہے۔ اس مسئلہ میں موزوں پر مسح کرنے کو سر کے مسح پر قیاس کیا گیا ہے۔ پس اس کے سوا کسی اور حصہ پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ مثلاً پنڈلی سے لگتے ہوئے حصہ پر یا پچھلے حصہ پر یا کناروں پر یا نیچے کی جانب یا پہلو پر (اوپر کے علاوہ کسی جگہ بھی مسح درست نہیں ہے) البتہ وہ حصہ جو ٹخنوں کے سامنے ہے اس پر مسح جائز ہے۔

مسئلہ: اگر چمڑے کے موزہ پر بال ہوں اور اوپر اس طرح پڑے ہوئے ہوں کہ مسح کرنے میں پانی کی تری جلد تک نہ پہنچے تو مسح درست نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر بالوں پر مسح کرنے کا ارادہ کیا اور پانی کی تری جلد تک پہنچ گئی تب بھی درست نہ ہوگا۔ کتاب الفقہ، صفحہ ۲۲۸، جلد ۱

مسئلہ: موزہ ایسا پھٹا ہوا نہ ہو کہ اس پر مسح نہ کیا جاسکے اور پھٹنے کی مقدار زیادہ سے زیادہ پیر کی تین انگلی کے برابر ہے۔

مسئلہ: مسح ہاتھ کی انگلیوں سے کیا جائے، اگر ایک انگلی سے مسح کیا تو درست نہ ہوگا کیونکہ اس طرح ایک انگلی سے مسح کرنے میں یہ اندیشہ ہے کہ مسح کی مقدار پوری کرنے سے پہلے ہی انگلی کا پانی خشک ہو جائے گا تاہم اگر ایک ہی انگلی سے مسح کیا لیکن موزہ پر تین جگہ کیا اور ہر بار نیا پانی لیا تو مسح درست ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر انگلی کی نوک سے مسح کیا اور مقدار مفروض پر کر لیا اور پانی انگلی سے ٹپک رہا تھا تو مسح صحیح ہو جائے گا ورنہ نہ ہوگا۔ واضح ہو کہ موزہ پر ہاتھ سے مسح کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ اگر بارش کا پانی اس حصہ پر بہہ گیا جس پر مسح کرنا فرض تھا، یا اس پر پانی وغیرہ بہا دیا تو مسح کے لیے یہ کافی ہے۔

کتاب الفقہ، صفحہ ۲۲۶، جلد ا درمختار، صفحہ ۳۸، جلد ۳

مسئلہ: موزے کے مسح میں فرض صرف اس قدر ہے کہ ہاتھ کی انگلیوں میں سے (تین انگلیوں سے مسح کرے) تین انگشت کے برابر جگہ پر ہر ایک موزہ پر پاؤں کے اوپر کی جانب مسح ہو جائے اور عمدہ طریقہ مسح کرنے کا یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو (ہتھیلی کو علیحدہ رکھے) پانی سے تر کر کے ذرا کشادہ کر کے ہر دو موزوں پر پاؤں کی انگلیوں پر رکھ کر اوپر کی طرف کو کھینچتا چلا جائے اور ٹخنے کی طرف کھینچ لے۔

مسئلہ: اگر کسی نے الٹا مسح کیا یعنی ٹخنے کی طرف سے کھینچ کر انگلیوں تک پہنچا دیا تب بھی جائز ہو گیا، لیکن یہ خلاف سنت ہے۔ طہور المسلمین، صفحہ ۳۵

مسئلہ: پہلے دونوں ہاتھوں کو غیر مستعمل یعنی نئے پانی سے تر کیا جائے اور پھر داہنے ہاتھ کی انگلیاں کشادہ کر کے داہنے موزے کے سرے پر (جو انگلیوں کے اوپر ہوتا ہے) اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں کشادہ کر کے بائیں موزے کے سرے پر رکھ کر انگلیوں کو کھینچتے ہوئے ٹخنوں کے اوپر تک لایا جائے، اس طرح کہ پانی کی لکیریں سی بن جائیں۔ مسح کا مسنون و مستحب طریقہ یہ ہے اور اگر کسی نے نہ صرف ایک انگلی کے ساتھ تین بار اس طرح مسح کیا کہ ہر بار نیا پانی لیتا رہا اور ہر بار نئی جگہ اس انگلی کو پھیرا تو مسح جائز ہو جائے گا ورنہ نہیں یعنی اگر نیا پانی نہیں لیا تو مسح جائز نہ ہوگا۔ مظاہر حق، صفحہ ۴۶۷، جلد اول و کتاب الفقہ، صفحہ ۲۳۰، جلد ۱

مسئلہ: موزے کا مسح اگر انگلیوں سے نہ کیا بلکہ ہتھیلی سے مسح کیا ہاتھ سے نہیں کیا بلکہ کسی لکڑی یا کپڑے کو بھگو کر مسح کر دیا تب بھی جائز ہے۔

Marfat.com

مسئلہ: اگر بارش وغیرہ کا پانی یا قطرے باہر سے لگ کر تین تین انگلیوں کے برابر جگہ دونوں موزوں کے اوپر سے تر ہوگئی یا شبنم پڑی ہوئی گھاس میں چلنے سے اسی قدر تر ہوگیا تو کافی مسح ہوگیا، یا ایسی گھاس پر چلے جو بارش کے پانی سے بھیگی ہوئی تھی تو کافی ہے۔

مسئلہ: اگر نیچے یعنی پاؤں کے تلوے کی طرف مسح کردیا یا دائیں بائیں جانب یا ایڑی پر مسح کر دیا، یا تین انگلیوں سے کم مسح کیا تو ناجائز ہے۔

مسئلہ: اگر انگلیوں کو لٹکا کر نہیں رکھا بلکہ کھڑا کر دیا اور کھینچ دیا تو اگر ہاتھ خوب تر بھیگے ہوئے تھے، اوپر سے پانی ٹپک رہا تھا اور دونوں پاؤں پر تین انگشت کی مقدار جگہ تر ہوگئی تو جائز ہے اور اگر پانی کم تھا صرف تین تین نشان انگلیوں کے سرے پر بن گئے تو مسح جائز نہیں ہوا۔

﴿طہور المسلمین، صفحہ ۳۶ و کتاب الفقہ، صفحہ ۲۲۶، جلد ا عالمگیری، صفحہ ۶۵، جلد اول و درمختار، صفحہ ۴۲، جلد ۲﴾

مسئلہ: اگر ایک پاؤں پر دو انگلیوں کی مقدار کے برابر اور دوسرے پر پانچ انگلیوں کی مقدار کے برابر مسح کرے تو جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر ایک شخص کے پاؤں میں زخم ہے اور وہ اس کو نہ دھوسکتا ہے نہ مسح کرسکتا ہے تو اس کو دوسرے پر مسح کرنے کی اجازت ہے، اسی طرح اگر ٹخنوں کے اوپر سے پیر کٹ گیا تو اس کا بھی وہی حکم ہے اور اگر ٹخنے کے نیچے سے کٹا اور تین انگلیوں کے برابر اس پر مسح ہوسکتا ہے تو دونوں پر مسح کرے گا۔ ﴿فتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۶۵، جلد ا﴾

مسئلہ: اگر انگوٹھے اور اس سے متصل انگلی سے مسح کیا اور دونوں کھلے ہوئے تھے تو مسح جائز ہوگا۔

مسئلہ: اگر اس طرح مسح کرے کہ تین انگلیاں رکھ دے اور ان کو نہ کھینچے تو جائز ہے لیکن سنت کے خلاف ہے۔

مسئلہ: اگر انگلیوں کے سروں سے مسح کیا اور ان سے پانی ٹپک رہا ہے تو مسح جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔

مسئلہ: اعضاء کے دھونے میں جو تری رہ جاتی ہے اس سے مسح جائز ہے، خواہ ٹپکتی ہو یا ٹپکتی نہ ہو اور مسح کے دھونے میں جو تری رہ جاتی ہے اس سے مسح جائز ہے۔

مسئلہ: اگر دونوں موزوں پر چوڑائی میں مسح کرے تو مسح ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

مسئلہ: اگر ہتھیلی پر رکھ کر یا صرف انگلیاں رکھ کر کھینچے تو دونوں صورتیں جائز ہیں اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ پورے ہاتھ سے مسح کرے، اگر ہتھیلی کی پشت سے مسح کیا تب بھی جائز ہے۔

مسئلہ: مسح میں خطوط (پانی کے نشانات) کا ظاہر ہونا شرط نہیں ہے لیکن یہ صورت مستحب ہے۔

مسئلہ: مسح کئی بار کرنا سنت نہیں ہے صرف ایک بار کرے یعنی وضو میں تو ہر عضو کو تین بار دھونا سنت ہے لیکن مسح میں صرف ایک بار۔

مسئلہ: موزوں پر مسح کے لیے نیت شرط نہیں ہے۔ ﴿فتح القدیر﴾

مسئلہ: اگر کسی نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا اور اس میں سکھانے کی نیت کی، پاکی کی نیت نہیں کی تو صحیح یہ ہے کہ مسح ہو جائے گا۔ ﴿خلاصہ، فتاویٰ، عالمگیری، صفحہ ۶۶، جلد ۱﴾

مسئلہ: موزہ کشادہ اور پھیلا ہوا ہے کہ اس کے اوپر سے پاؤں نظر آتا ہے، تو اس سے کوئی نقصان نہیں، ہاں پہلی صورت میں جو موزہ پاؤں سے بڑا ہے اور مسح زائد حصہ پر ہوتا ہو، تو اس صورت میں البتہ مسح کرنا درست نہ ہوگا، یعنی اس موزہ پر مسح کرنا معتبر نہیں ہے جو پاؤں سے خالی ہے (بہت ہی لمبا چوڑا ہو) لیکن اگر پاؤں کو اس خالی موزہ والے حصہ میں کر دیا اور اس پر مسح کیا تو جائز ہوگا اور جب اس سے پاؤں ہٹائے گا مسح کا اعادہ کرنا ہوگا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ مسح کے لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے طحطاوی۔
﴿درمختار، صفحہ ۳۴، جلد ۳ و عالمگیری، صفحہ ۶۶، جلد اول﴾

موزہ پر مسح کب ناجائز ہے؟

مسئلہ: اگر موزہ ٹخنے سے نیچا ہے تو مسح جائز نہیں۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۲۷۴، جلد ۱﴾

مسئلہ: اگر موزہ زیادہ پھٹا ہوا ہے کہ چلتے ہوئے تین انگلیوں سے زیادہ پاؤں نظر آتا ہے تب بھی مسح جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر تھوڑا تھوڑا دونوں موزوں میں سے پھٹا ہوا ہے کہ اگر دونوں کی پھٹن کو اکٹھا (جمع) کریں تو تین انگشت سے زیادہ ہو جائے گا تو اس کا کچھ مضائقہ (حرج) نہیں ہے مسح جائز ہے، ناجائز تو جب ہے کہ ایک پاؤں میں تین انگلیوں سے زیادہ ہو۔

مسئلہ: اگر تین انگشت سے زیادہ پھٹا ہوا ہے لیکن چلتے ہوئے چمڑا مل جاتا ہے اور تین انگشت سے کم پاؤں نظر آتا ہے تو مسح جائز ہے۔ ﴿طہور المسلمین، صفحہ ۳۵ و درمختار، صفحہ ۴۴ جلد ۲﴾

Marfat.com

ڈبل موزہ پر مسح کا حکم

مسئلہ: اگر کوئی شخص چمڑے کے دو موزے ایک ساتھ ایک کے اوپر ایک پہن لے تو اوپر والے موزے کا اعتبار ہے، لہٰذا اگر اوپر والے موزہ پر مسح کرلیا ہے اور اس کے بعد اس کو اتار دیا تو مسح ختم ہو جائے گا، نیچے والے پر دوبارہ مسح کرنا لازم ہوگا۔ ﴿شامی کراچی، صفحہ ۲۷۳، جلد۱﴾

مسئلہ: اندر کپڑے کا موزہ اور اوپر چمڑے کا موزہ ہو تو اوپر چمڑے کے موزہ پر مسح کرنا درست ہے۔ ﴿شامی، صفحہ ۲۷۳، جلد اول وعالمگیری، صفحہ ۳۴، جلد اول﴾

مسئلہ: اگر اوپر والا موزہ تین انگل کے بقدر پھٹ جائے تو مسح کرنا جائز نہیں ہوگا۔

﴿بدائع، صفحہ ۱۱، جلد اول ودر مختار، صفحہ ۴۰، جلد ۳﴾

موزوں پر مسح کب باطل ہوتا ہے؟

مسئلہ: اگر مدت کے اندر ہی موزہ میں سے پورے پاؤں کا اکثر حصہ نکال لیا تو مدت (مسح کی) ختم ہوگئی اور مسح باطل ہوگیا۔

مسئلہ: اسی طرح سے اگر دفعۃً (اچانک) موزہ بہت سا پھٹ کر پاؤں کھل گیا اگر دونوں پاؤں یا ایک میں سے یا اکثر حصہ پانی سے تر ہوگیا تو باطل ہوگیا اب ان سب صورتوں میں دونوں پاؤں کو دھونا ضروری ہے خواہ دونوں پاؤں موزے سے نکلے ہوں یا ایک، دونوں تر ہوتے ہیں یا صرف ایک، پس اگر باوضو ہونے کی صورت میں مذکورہ بالا صورتیں پیش آ کر مسح باطل ہوا تو صرف پاؤں کو دھو لینا کافی ہے، تمام وضو کو لوٹانا ضروری نہیں ہے، اگرچہ بہتر یہی ہے کہ ازسر نو وضو کرلے، مگر پورا وضو کرنا واجب اور ضروری نہیں ہے۔

مسئلہ: غسل واجب ہونے سے بھی مسح باطل ہو جاتا ہے اور غسل کرنا اور پاؤں کا دھونا ضروری ہوتا ہے۔ (یعنی جنابت، حیض ونفاس سے بھی مسح باطل ہو جاتا ہے)

مسئلہ: اگر کسی شخص نے بے وضو ہونے کی حالت میں موزہ پہن کر بجائے پاؤں دھونے کے اس پر مسح کرلیا تو بالکل باطل اور بے اعتبار ہے جب تک پاؤں نہ دھوئے بے وضو سمجھا جائے گا۔

مسئلہ: جو شخص باقاعدہ موزہ پہن رہا ہے اس کو مسح جائز ہے وہ اگر وضو کے وقت مسح نہ کرے

بلکہ موزے نکال کر پاؤں دھوئے تو بلاشبہ جائز ہے، (بلکہ افضل ہے) لیکن اگر نماز کا وقت نہایت تنگ ہو گیا ہو کہ موزہ نکال کر اوپر پاؤں دھونے میں دیر ہو کر نماز قضا ہو جائے گی تو اس کو جائز نہیں کہ موزے نکال دے بلکہ باقی اعضاء کا دھونا اور پاؤں پر مسح کر کے نماز ادا کرنا لازم اور ضروری ہے۔

مسئلہ: اسی طرح اگر پانی بہت کم ہو کہ اگر موزے نکال دے گا تو سب اعضاء کے لیے پانی کافی نہ ہو گا، مجبوراً تیمّم کرنا پڑے گا، اس کو بھی لازم ہے کہ موزہ نہ نکالے، ہاتھ منہ دھو کر سر اور پاؤں کا مسح کر کے باوضو نماز پڑھے۔

﴿طہور المسلمین، صفحہ ۳۷ و کتاب الفقہ، صفحہ ۲۳۲، جلد اول﴾

مسئلہ: مسح کو وہ چیزیں توڑتی ہیں جو وضو کو توڑنے والی ہیں، اس لے کہ مسح وضو ہی کا ایک حصہ ہے، لہٰذا جو کُل کا ناقض (توڑنے والا) ہو گا وہ جز کا بھی توڑنے والا ہو گا اور اس کے ساتھ مسح کا توڑنے والا موزے کا اتار دینا ہے، اگر چہ ایک ہی پیر کا موزہ اتارا گیا ہو اور موزے کی تعین مدت کا گزر جانا بھی مسح کو توڑنے والا ہے۔ ﴿درمختار، صفحہ ۴۶، جلد ۲﴾

مسئلہ: شرعی موزے سے پاؤں کا اکثر حصہ نکلنا یا قصداً نکالنا تمام موزے کے نکال دینے کے حکم میں ہے، کیونکہ قاعدہ لِلْاَکْثَرِ حکم الکل اور ایڑی کے نکلنے اور داخل ہونے کا کوئی اعتبار نہیں یعنی بلا ارادہ موزہ کی کشادگی کی وجہ سے ایڑی کے نکلنے اور داخل ہونے کا کوئی اعتبار نہیں۔ ﴿درمختار، صفحہ ۴۷، جلد ۲﴾

مسئلہ: دونوں موزوں کو یا ایک موزہ کو اتارنے سے یا مدت مسح ختم ہونے سے بھی مسح ٹوٹ جاتا ہے۔ ﴿ہدایہ﴾

لیکن یہ حکم اس صورت میں ہے کہ پانی ملتا ہو، لیکن اگر پانی نہ ملے تو مدت کے گزرنے سے مسح نہیں ٹوٹے گا بلکہ اس مسح سے نماز ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ اگر مدت گزر گئی اور نماز پڑھ رہا ہے پانی نہیں ملتا تو نماز پڑھتا رہے۔ ﴿فتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۶۸، جلد اول﴾

مسئلہ: اگر موزہ (اتنا ڈھیلا ہو کہ اس کے اندر انگلیاں ڈالکر مسح کر لیا تو درست نہ ہو گا۔

مسئلہ: اسی طرح اگر موزے کے کنارہ پر یا پیچھے (ایڑی کی جانب) یا پنڈلیوں پر (یعنی ٹخنوں سے اوپر کی جانب موزہ پر مسح کیا) تو درست نہ ہو گا۔ ﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۲۲۶، جلد اول﴾

Marfat.com

بلا وضو موزہ پر مسح کرنا؟

سوال: ہم نے بلا وضو کیے ہوئے موزہ پہنا اور اس کے بعد نماز کا وقت آ گیا، تو وضو کیا اور موزہ پر مسح کیا تو نماز ہو گئی یا نہیں؟

اس مسئلہ میں فقہ کی کتابوں میں طہارت کا لفظ آیا ہے کیا وہ وضو پر دلالت کرتا ہے یا یہ کہ طہارت سے بدن کا طاہر (پاک) ہونا مراد ہے اور یا پاؤں کا نجاست سے؟

جواب: بلا وضو کے یعنی بغیر پیر دھوئے موزہ پہننے سے مسح اس پر درست نہیں ہے۔ طہارت سے مراد وضو ہے، یہ مسئلہ باتفاق مسلم ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں اور آپ نے جو مطلب سمجھا ہے وہ غلط ہے۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۲۷۲، جلد ۱، بحوالہ ہدایہ، صفحہ ۹۷، جلد اول باب مسح علی الخفین﴾

مسئلہ: مسح کے جواز کے لیے یہ ضروری ہے کہ وضو پر پہنے جائیں۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۲۶۸، جلد اول بحوالہ ہدایہ، صفحہ ۵۷، جلد اول﴾

مسئلہ: اگر موزوں پر نجاست لگ جائے تب بھی اس پر مسح کرنا صحیح ہے، البتہ اس کے ساتھ نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ ﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۲۲۳، جلد اول و در مختار، صفحہ ۳۶، جلد اول﴾

مقیم مدت سے پہلے مسافر ہو گیا؟

مسئلہ: اگر کسی مقیم کو موزے پہننے کے بعد ایک دن اور ایک رات سے پہلے سفر پیش آ گیا (یعنی وہ شرعی مسافر ہو گیا) تو اس صورت میں اس کو اجازت ہو گی کہ مسافر کی مدت پوری کرے یعنی انہیں موزوں پر تین دن اور تین رات تک مسح کر لیا کرے۔

مسئلہ: اسی طرح اگر کوئی مسافر تین دن اور تین رات سے پہلے مقیم ہو جائے تو اس کو مقیم ہی کی مدت تک مسح کی اجازت ہو گی، مثلاً ایک مسافر نے فجر کے وقت وضو میں اپنے پیروں کو دھو کر موزے پہنے اور پھر اسی دن غروب آفتاب کے وقت اپنے گھر پہنچ گیا تو اب اس کو صرف ایک رات اور مسح کی اجازت ہو گی۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۴۶۹، جلد اول﴾

مسئلہ: اگر مقیم نے اپنی مدت (ایک دن رات) پوری کرنے کے بعد سفر کیا ہے تو وہ موزہ اتار دے گا اور پاؤں دھو کر وضو کرے گا اور اگر کوئی مسافر مقیم والی مدت (ایک دن رات) پوری

Marfat.com

کرنے کے بعد مقیم ہو گیا تو وہ موزہ اتار دے گا اور پاؤں دھوئے گا اور اگر ایک دن رات پوری نہیں ہوئی تو وہ ایکدن رات مقیم والی مدت پوری کرے گا۔ اس لیے کہ اب وہ مقیم کے حکم میں ہو چکا ہے۔ ﴿درمختار، صفحہ ۳۸، جلد ۳﴾

مسئلہ: معذور کو اگر وضو کے وقت عذر موجود نہ تھا اور اس نے موزے پہن لیے تو تندرست لوگوں کی طرح مدت معلومہ تک مسح جائز ہے اور اگر وضو کرتے ہوئے یا ایک موزہ پہنتے ہوئے عذر پیدا ہو گیا تو مسح وقت نماز میں جائز ہے اور وقت نکلنے کے بعد جائز نہیں۔

﴿فتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۶۷، جلد ۲ بحوالہ بحر الرائق﴾

مسئلہ: اگر ایک موزہ کے اندر پانی چلا جائے جس سے تمام پاؤں بھیگ جائے تو اس صورت میں مسح ٹوٹ جائے گا۔ پاؤں کو موزہ سے نکال کر پھر دھوئے۔

﴿رکن دین، صفحہ ۲۶، وفتاویٰ دار العلوم مع امداد المفتین، صفحہ ۲۱۱، جلد ۲ و عالمگیری، صفہ ۶۸، جلد ۱﴾

نوٹ: تفصیل کے ساتھ دیکھیے احقر کی مرتب کردہ کتاب ''مکمل و مدلل مسائل خفین''۔

سفر میں روزہ کے مسائل

مسئلہ: سفر خواہ جائز ہو یا ناجائز، یا بے مشقت ہو جیسے ریل وغیرہ کا، یا بامشقت جیسے پیدل، گھوڑے وغیرہ کی سواری پر، ہر حال میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے مگر بے مشقت سفر میں مستحب یہی ہے کہ روزہ رکھ لے، ہاں اگر چند لوگ اس کے ہمراہ ہوں اور وہ روزہ نہ رکھیں اور تنہا اس کے روزہ رکھنے میں کھانے وغیرہ کے انتظام میں ان لوگوں کو تکلیف ہو تو پھر اگر مشقت بھی نہ ہو تب بھی نہ رکھے۔ ﴿علم الفقہ، صفحہ ۱۳۵، جلد ۳﴾

مسئلہ: سفر میں روزہ رکھنا درست ہے اور ثواب ہے، البتہ نہ رکھے تو رخصت (اجازت) ہے اور سفر کی مقدار اڑتالیس میل ہونا ضروری ہے۔ ﴿قدیم فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۳۰۷، جلد ۳، و مظاہر حق، صفحہ ۶۵۱، جلد ۲﴾

مسئلہ: سفر کی حالت میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کے متعلق علماء سلف میں مختلف رائیں رہی ہیں جن میں سب سے زیادہ معتدل اور احادیث کی روشنی میں سب سے زیادہ واضح رائے یہ ہے کہ جو سفر ایسا ہو جس میں روزہ رکھنے میں کوئی پریشانی نہ ہو، یا کچھ پریشانی تو ہو مگر آدمی تندرست ہے بغیر کسی مشقت کے روزہ رکھ سکتا ہے تو روزہ رکھنا بہتر ہے اور جہاں روزہ رکھنے

Marfat.com

میں دشواری ہو یا وقتی تقاضوں کے تحت اس وقت روزہ نہ رکھنا بہتر ہو تو ایسے حالات میں روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔

﴿الترغیب والترہیب، صفحہ ۳۰۶، جلد۲ وکتاب الفقہ، صفحہ ۹۳۳، جلد اول ومظاہر حق، صفحہ ۶۵۰، جلد۲﴾

کیا روزہ میں بھی قصر ہے؟

مسئلہ: روزہ کے لیے سفر میں یہ حکم کہ بعد میں قضا ان روزوں کی کرے جو سفر میں نہ رکھے ہوں (فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ط) (بقرہ، پارہ۲) نماز کے لیے حدیث شریف میں یہ حکم آیا ہے کہ اس تخفیف (کمی) کو قبول کرو، لہٰذا امام اعظمؒ اس امر کو وجوب کے لیے لیتے ہیں کہ نماز میں قصر کرنا ضروری فرماتے ہیں اور روزہ کے لیے نص (قرآن کریم) سے اختیار ثابت ہوتا ہے کہ چاہے رکھو، چاہو تو پھر قضا کرلو، اگر سفر سہولیت کا ہے اور روزہ میں کچھ دشواری نہیں ہے تو روزہ رکھنا بہتر ہے، جیسا کہ فرمایا گیا ہے: (وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ) (سورۂ بقرہ، پارہ۲) پس معلوم ہوا کہ سفر میں بحالت عدم مشقت روزہ رکھنے کی فضیلت اور بہتری خود اللہ تعالیٰ نے فرمادی ہے اور نماز میں قصر نہ کرنے میں کفران نعمت ہے جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ بھی حکم خدا تعالیٰ کا ہے۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۷۵، جلد ۶ بحوالہ ردالمحتار، صفحہ ۱۵۸، جلد۲ فصل فی العوارض﴾

بارہ ماہ سفر میں رہنے والے کے لیے روزہ

سوال: ایک شخص اکثر سفر میں رہتا ہے اور رمضان المبارک بھی سفر میں گزرتا ہے، رمضان کے بعد بھی اس کو اقامت (قیام) کا موقع نہیں ملتا ہے، اگر ساری عمر اس کو اقامت کا موقع نہ ملے تو قضا رمضان اس پر لازم ہوگی یا نہیں اور وصیت فدیہ بھی اس پر لازم ہے یا نہیں؟

جواب: نصِ قرآن میں قضائے مسافر ومریض کا سبب وجوب قیام عدت من ایام اُخر کا ادراک بتایا ہے، سو اگر ادراک ایام ہو تو قضائے روزہ بقدر ادراک واجب ہے، ورنہ وجوب نہیں ہوتا، خواہ مرض وسفر تمام عمر رہے۔

فَلَا تَجِبُ عَلَيْهِمُ الْوَصِيَّةُ بِالْفِدْيَةِ لعدم ادراكهم عدة من ايام اُخر ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصية بقدر ادراكهم عدة من ايَّامٍ اُخر. كذا في الدد المختار. (امداد الفتاویٰ، صفحہ ۱۴۴، جلد۲)

کیا سفر میں آنحضرتؐ نے روزہ رکھ کر توڑ دیا تھا؟

سوال: حضور اکرم ﷺ نے سفر کی حالت میں روزہ رکھ کر توڑ دیا تھا اور اپنے رفقاء (صحابہؓ) سے افطار کرایا تھا، کیا واقعہ مستند ہے؟

جواب: ہاں سفر کی حالت میں حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے روزہ کے افطار کا واقعہ صحیح اور مستند ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ رمضان شریف میں مدینہ سے مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے تو راستہ میں مقام عسقان پر پانی منگوایا اور صحابہ کرامؓ کو بتا کر افطار فرمایا، پھر مکہ مکرمہ تک پہنچنے تک روزہ نہ رکھا۔

یہ اپنی مرضی پر ہے جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے۔ دوسری روایتوں میں یہ بھی تصریح ہے کہ روزہ کی وجہ سے صحابہ کرامؓ کی حالت دِگرگوں تھی، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض اصحاب نے افطار نہیں کیا تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بانداز خفگی) فرمایا کہ یہ نافرمان ہیں، کیونکہ آپ نے رخصت پر عمل کیا اور آپ کی خواہش تھی کہ سب رخصت پر عمل کریں۔ خصوصاً اس لیے کہ آنحضرت ﷺ فتح مکہ کے لیے تشریف لے جا رہے تھے، یہ سفر جہاد کے لیے تھا، بہرحال کچھ صاحبان نے عمل نہیں کیا تو آپ کو ناگواری ہوئی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ایک سفر میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی حالت بہت خراب ہو گئی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع ہو کر اس کی خدمت کرنے لگے، اس پر سایہ کا انتظام کیا گیا، یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا "سفر میں (جان پر ظلم کر کے) روزہ کوئی نیکی نہیں ہے۔"

ان احادیث کی روشنی میں فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ سفر کی حالت میں روزہ رکھنا ضروری اور واجب نہیں ہے، اگر رکھا تو عزیمت پر عمل کیا اور نہ رکھا تو رخصت پر عمل ہوا اگر روزہ رکھنے سے طبیعت خراب نہ ہونے کا یا تکلیف پہنچنے کا ڈر نہ ہو تو رکھ لینا ہی بہتر ہے، اگر اس کو یا اس کے ساتھیوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو روزہ چھوڑ دینا بہتر ہے۔

﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۳۶، جلد ۲ بحوالہ درمختار، صفحہ ۱۰، جلد ۲ و مسلم شریف، صفحہ ۳۶۵، جلد ۲﴾

روزے سے بچ کر سفر کرنا

سوال: اگر روزہ سے بچ کر حیلہ سفر یا مرض وغیرہ کا عذر کر کے روزہ قضا کرے؟

جواب: مسافر شرعی اور مریض کو افطار کرنا درست ہے اور حیلہ کرنا مذموم اور قبیح ہے۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۶۹۶، جلد ۶ بحوالہ درمختار، صفحہ ۱۵۸، جلد ۲﴾

حالت تردد میں روزہ رکھنا

سوال: جو لوگ حالت تردد میں قصر نماز پڑھتے ہیں، ان کو رمضان المبارک میں روزہ قضا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مسافر کو جب تک وہ کسی جگہ پندرہ دن قیام کی نیت نہ کرے اور تردد میں ہو، نماز میں قصر کرنا چاہیے اور روزہ کو بھی افطار کرنا درست ہے۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۵۷، جلد ۶ بحوالہ درمختار، صفحہ ۱۵۸، جلد ۲﴾

اڑتالیس میل سے کم سفر کا حکم

مسئلہ: اگر تین منزل اڑتالیس میل (سوا ستتر کلو میٹر) کا سفر ہو جب ہی روزہ افطار کرنا درست ہے، اس سے کم سفر میں روزہ افطار کرنا درست نہیں ہے۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۱۴۳، جلد ۶ بحوالہ درمختار، صفحہ ۱۵۰، جلد ۲﴾

سفر میں پندرہ دن کی نیت کا حکم

مسئلہ: اگر راستہ میں پندرہ دن رہنے کی نیت سے ٹھہر گئے تو اب روزہ چھوڑنا درست نہیں ہے، کیونکہ شرع میں اب وہ مسافر نہیں ہے، البتہ پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کی ہو تو روزہ نہ رکھنا درست ہے۔

﴿بہشتی زیور، صفحہ ۱۹، جلد ۳، بحوالہ شامی، صفحہ ۱۶۸، جلد ۲﴾

صبح صادق کے بعد سفر کرنا

سوال: زید کا دن میں سفر میں جانے کا ارادہ ہے تو اگر وہ سحری کھالے، مگر روزہ کی نیت نہ کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

Marfat.com

جواب: جو شخص صبح کے وقت سفر میں نہ ہو، اس کے لیے روزہ چھوڑنا جائز نہیں، اگرچہ دن میں سفر کا پختہ ارادہ ہو۔ ﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۴۲۷، جلد۴﴾

مسئلہ: اگر کوئی مقیم رمضان المبارک میں روزہ کی نیت کے بعد سفر کرے، تو اس پر اس دن کا روزہ رکھنا ضرور ہے، لیکن اگر وہ اس روزہ کو فاسد کردے تو کفارہ نہ ہوگا، صرف قضا ہوگی۔

﴿علم الفقہ، صفحہ ۳۵، جلد۳﴾

دوپہر سے پہلے ہی گھر پہنچ جانا

مسئلہ: سفر میں روزہ نہ رکھنے کا ارادہ تھا لیکن دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے ہی (زوال سے) سے اپنے گھر پہنچ جائے یا ایسے وقت میں پندرہ دن کی نیت سے کہیں رہنا پڑے اور اب تک کچھ کھایا پیا نہیں ہے تو اب روزہ کی نیت کرلے۔ ﴿بہشتی زیور صفحہ سوم، صفحہ ۱۹ بحوالہ ہدایہ، صفحہ ۲۰۳، جلد اول﴾

مسئلہ: اگر کوئی مسافر نصف نہار (دوپہر) سے پہلے مقیم ہو جائے اور ابھی تک کوئی فعل روزہ کے خلاف نہیں ہوا مثلاً کھانا پینا وغیرہ اس سے صادر نہ ہوا ہو تو بھی روزہ رکھنا ضروری ہے، لیکن اگر فاسد کردے تو کفارہ نہ دینا پڑے گا، صرف قضا ہوگی۔ ﴿علم الفقہ، صفحہ ۳۵، جلد۳﴾

مسافر کو روزہ توڑنے کی اجازت

سوال: زید نے فرض روزے کی نیت کی اور دن کا کچھ حصہ گزرا تھا کہ وہ اتفاقیہ سفر پر روانہ ہو گیا، سفر کافی طویل ہے، کیا زید اس روزے کو توڑ سکتا ہے؟

جواب: اگر مشقت ہے، روزہ کا پورا کرنا دشوار ہے تو اس کو توڑ سکتا ہے (بعد میں صرف قضا کرنا پڑے گی)۔ ﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۱۴۱، جلد۳﴾

مسئلہ: سفر میں بروزِ سفر (اگر روزہ ہے) توڑنا نہ چاہیے، لیکن اگر توڑ دیا تو قضا لازم ہے کفارہ نہیں۔ ﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۴۱، جلد ۶ و مظاہر حق، صفحہ ۶۵۲، جلد۲﴾

روزہ دار مسافر کا روزہ فاسد کردینا

مسئلہ: اگر کوئی مقیم روزہ کی نیت کرنے کے بعد مسافر بن جائے، تھوڑی دور جا کر کسی بھولی ہوئی چیز کو لینے کے لیے اپنے گھر واپس آئے اور وہاں پہنچ کر روزہ کو فاسد کردے (توڑ

Marfat.com

دے) تو اس کا کفارہ دینا ہوگا، اس لیے کہ اس پر اس وقت مسافر کا اطلاق نہ تھا، گو وہ ٹھہرنے کی نیت سے نہ گیا ہو اور نہ وہاں ٹھہرا ہو۔ ﴿علم الفقہ، صفحہ ۳۶، جلد ۳﴾

مسئلہ: مسافر نے سفر میں روزہ کی نیت کی، مگر بعد میں نیت بدل دی اور کھا پی لیا تو اس پر کفارہ نہیں، البتہ روزہ رکھنے کے بعد سفر شروع کرنا وجوب کفارہ میں اختلاف ہے اور راجح یہ ہے کہ اس صورت میں بھی کفارہ واجب نہیں۔ ﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۴۴۸، جلد ۴ بحوالہ درمختار، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲﴾

مسئلہ: پیاس ایسی شدید ہے کہ اس پر مرجانے کا اندیشہ ہے یا عقل کے جاتے رہنے کا خوف ہو تو روزہ توڑ سکتا ہے صرف قضا لازم ہوگی۔ ﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۴۰، جلد ۲ ورد المحتار، صفحہ ۱۵۸، جلد ۲﴾

مسافر رمضان میں روزہ بنیت نفل رکھے

سوال: مسافر یا مریض اگر رمضان المبارک میں بہ نیت نفل روزہ رکھے تو نفل ہوگا یا فرض؟

جواب: شامی میں ہے کہ مریض اور مسافر اگر نفل کی نیت کریں تو رمضان المبارک کا روزہ ہوگا اور اگر واجب آخر کی نیت کریں تو واجب آخر ہوگا۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۳۴۵، جلد ۶ بحوالہ شامی، صفحہ ۱۱۷، جلد ۲ وکتاب الصوم﴾

ضیافت کی وجہ سے روزہ توڑنا

مسئلہ: اگر کھانے میں شرکت نہ کرنے سے مہمان کی دل شکنی ہوتی ہو تو ضیافت عذر ہے، لہٰذا نفل روزہ توڑ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے مگر بعد میں اس روزہ کی قضا ضروری ہوگی اور اگر یہ معلوم ہو کہ دل شکنی نہیں ہوگی تو روزہ نہ توڑنا چاہیے۔

مسئلہ: روزہ دار مہمان کے لیے مستحب ہے کہ وہ میزبان اور اس کے اہل وعیال کے حق میں دعائے خیر کرے۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۲۷۶، جلد ۲﴾

سفر کی وجہ سے روزوں کا کم یا زیادہ ہونا

سوال: ایک شخص جدہ میں کام کرتا ہے وہاں اس نے رمضان کے روزہ رکھنے شروع کیے اور وہاں پر چاند انتیس کا ہوا تھا اور ہمارے ہاں تیس کا اور پھر وہ شخص یہاں آ گیا اور اس کے تیس روزے پورے ہو گئے، اب وہ یہاں والوں کے ساتھ اپنا اکتیسواں روزہ رکھے؟

Marfat.com

جواب: یہ شخص یہاں والوں کے ساتھ روزہ رکھے، چاہے اس کے اکتیس روزہ ہو جائیں جس طرح کسی نے تنہا چاند دیکھا اور اس کی گواہی قبول نہ کی گئی تو اس کو اپنی رؤیت کے اعتبار سے رمضان کا روزہ رکھنا چاہیے اور اگر اتفاق سے تیس روزے پورے کرنے کے بعد چاند نظر نہ آئے تو اس کو (جس نے ایک دن پہلے روزہ رکھا تھا) تنہا افطار کرنا جائز نہیں بلکہ اس کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ روزہ رکھے اور سب کے ساتھ عید کرے۔

﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۱۸۱، جلد ۵، بحوالہ شامی، صفحہ ۱۲۳، جلد ۲﴾

مسئلہ: اسی طرح اگر کسی ملک میں ایک دو دن روزے آگے ہیں تو یہ شخص (وہاں پہنچنے والا) وہاں والوں کے ساتھ عید کرے اور بعد میں باقی ماندہ روزوں کی قضا کر لے۔ یعنی اگر ستائیس روزے اس کے ہوئے تو دو روزے رکھے اور اگر اٹھائیس ہوئے تو ایک روزہ رکھے کیونکہ مہینہ انتیس دن سے کم کا نہیں ہوتا ہے۔ ﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۱۸۱، جلد ۵﴾

سفر کے فوت شدہ روزوں کا حکم

سوال: سفر کی حالت میں فوت شدہ روزوں کی قضاء ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: ہاں قضا کا وقت ملے تو قضا رکھنا ضروری ہے اور نہ رکھے تو فدیہ دینے کی وصیت لازم ہے، بشرطیکہ مال چھوڑ گیا ہو اور سفر کی حالت میں اگر مرا ہو یا مقیم ہو کر مرا لیکن قضا کا وقت نہیں ملا تو فدیہ دینے کی وصیت لازم نہیں۔ اگر چند روز قضا رکھنے کا وقت ملا تو اتنے روزوں کی قضا لازم ہے، اگر قضا نہ کر سکا تو ان دنوں کے فدیہ دینے کی وصیت ضروری ہے، مثلاً سفر کی حالت میں دس دن کے روزے فوت ہو گئے اور پانچ روزے رکھنے کا وقت ملا لیکن قضا نہیں کی تو ان پانچ روزوں کے فدیہ دینے کی وصیت لازم ہے، اس سے زائد کی نہیں۔

﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۳۴، جلد ۲ بحوالہ شامی، صفحہ ۱۶۰، جلد ۲﴾

مسئلہ: اگر مسافر سفر سے لوٹنے کے بعد یا مریض صحت یاب ہونے کے بعد اتنا وقت نہ پائے جس میں قضا شدہ روزے ادا کر لے تو اس کے ذمہ قضا لازم نہیں، سفر سے لوٹنے یا بیماری سے صحت یاب ہونے کے بعد جتنے دن بھی ملیں اتنے ہی قضا لازم ہو گی۔

﴿جواہر الفقہ، صفحہ ۳۸۱، جلد اوّل﴾

Marfat.com

مسئلہ: اگر قضا کرنے یعنی رکھنے کا وقت ملا تو یہ روزے معاف ہیں حالت اقامت میں قضا رکھنے کا موقع مل گیا ہو تو ترکہ سے فدیہ ادا کرنا اور وصیت کرنا واجب ہے۔

﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۴۴۸، جلد ۴ بحوالہ درمختار، صفحہ ۱۲۷، جلد ۲﴾

کیا مسافر روزہ کے بدلے فدیہ دے سکتا ہے؟

سوال: مسافر نے سفر میں چند روزے نہیں رکھے اور فدیہ دے دیا تو اس پر کچھ گناہ تو نہیں؟

جواب: ان روزوں کی بعد میں قضا کرنا ضروری ہے، فدیہ کافی نہیں ہے، جیسا کہ آیت شریفہ: (فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْعَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ اَيَّامٍ اُخَرَ) (پارہ ۲، سورہ بقرہ) سے ثابت ہے۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۶۳، جلد ۶ وفتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۸۹، جلد ۷﴾

(یعنی جو شخص تم میں (ایسا) بیمار ہو (جس میں روزہ رکھنا مشکل ہو یا مضر ہو) یا (شرعی) سفر میں ہو تو دوسرے ایام کا شمار کر کے ان میں روزہ رکھنا اس پر واجب ہے۔ ﴿ترجمہ مولانا تھانوی علیہ الرحمۃ)۔ رفعت قاسمی﴾

مسافر کا رمضان المبارک میں انتقال ہو جانا

سوال: ایک شخص رمضان شریف میں مسافر ہوا اور وہ روزہ سے نہیں تھا اور وہ انتقال کر گیا اس کے روزہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس کے ذمہ قضا روزہ کی نہیں لازم ہوئی اور فدیہ کی وصیت بھی لازم نہیں ہوا۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۳۲، جلد ۶ بحوالہ درمختار، صفحہ ۱۶۰، جلد ۲﴾

(رمضان المبارک میں روزے اگر کسی شرعی مجبوری کی وجہ سے چھوٹے تھے اور ابھی وہ مجبوری ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ وہ شخص دنیا سے کوچ (انتقال) کر گیا تو اس پر کوئی شرعی مطالبہ نہیں ہے، کیونکہ اس کو ادا کرنے کا موقع ہی نہ ملا، ہاں اگر موقع مل گیا تھا مگر اس نے سستی کی اور روزوں کی قضا نہیں کی تو یہ فریضہ اس کے ذمہ واجب رہا، خدا کے یہاں اس کی پکڑ ہوگی مثلاً اگر سفر یا مرض کی وجہ سے دس دن کے روزے رہ گئے تھے اور وہ سفر یا صحت کے بعد پانچ دن زندہ رہا اور

Marfat.com

قضا شروع نہیں کی تھی تو پانچ ہی دن کی قضا اس کے ذمہ واجب رہی، وصیت کرنا لازم ہے، کیونکہ اس کو اتنا ہی وقت ملا۔ اس کے رشتہ داروں اور متعلقین کو چاہیے کہ روزوں کا فدیہ دے دیں، اس کے ذمہ سے ادا ہو جائے گا اور اگر وہ شخص مال چھوڑ کر مرا ہے اور فدیہ دینے کی وصیت بھی کر گیا ہے تو وارثوں پر فدیہ دینا واجب اور ضروری ہے اور اگر وصیت کی اور مال نہیں چھوڑا یا اتنا کم ہے کہ ایک تہائی حصے میں اس کے روزوں کا بدلہ پورا نہیں ہوتا، یا مال تو کافی چھوڑا ہے مگر وصیت نہیں کی تھی تو ان سب صورتوں میں وارثوں پر اس کے روزوں کا فدیہ دینا واجب نہیں ہے مگر مرنے والے کے ساتھ ہمدردی اور تعلق اس میں ہی ہے کہ اس کی آخرت کے ساتھ بھلائی کی نیت سے دے دینا اچھا ہی ہے مرنے والے کی طرف سے اس کے رشتہ دار یا ملنے والے فدیہ دے دیں تو دے سکتے ہیں، لیکن اس کی طرف سے نماز یا روزہ کی قضا نہیں کر سکتے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ مرتب)

مسافر عید کب کرے؟

سوال: ایک شخص سعودی عرب چلا گیا، اس کے دو روزے کم ہو گئے (تاریخ کے فرق سے) تو اب وہ کیا سعودی چاند کی تاریخ کے حساب کے مطابق عید کرے یا اپنے روزے پورے کر کے عید کرے؟

جواب: عید سعودیہ کے مطابق (ان کی تاریخ میں) کرے اور جو روزے رہ گئے ہیں ان کی قضا کرے۔ ﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۴۶۱، جلد۲﴾

جہاز وریل وغیرہ میں نماز عید

سوال: سفر کی حالت میں بحری جہاز میں عید کی نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: نماز عید کی وہی شرائط ہیں جو نماز جمعہ کی ہیں یعنی جس بستی میں جمعہ درست ہے، اسی بستی میں نماز عید درست ہے اور جہاں جمعہ درست نہیں وہاں عید بھی درست نہیں ہے اور جمعہ کے لیے مصر (شہر) یا قصبہ یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے اور یہی عید کے لیے بھی شرط ہے۔

جہاز بحری ہو یا ہوائی، نہ مصر ہے نہ قصبہ ہے اور نہ قریہ کبیرہ ہے، نہ وہاں جمعہ درست ہے اور نہ ہی عید درست ہے۔ اگر جہاز میں پندرہ روزہ قیام رہے تو اس سے آدمی مقیم نہیں بن جائے گا۔ ﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۲۷، جلد ۱۴ بحوالہ طحطاوی، صفحہ ۳۴۶، مصری﴾

(اور یہی مسئلہ ریل وغیرہ کی سواری میں ہے کہ وہاں پر بھی عید کی نماز نہیں کر سکتے۔ محمد رفعت قاسمی، مدرس دارالعلوم دیوبند)

نوٹ: روزہ کے تفصیلی احکام دیکھیے احقر کی کتاب ''مکمل ومدلل مسائل روزہ'' میں۔ مرتب کتاب ہذا۔

سفرِ حج کے وقت کی دُعا

حج کو جانے سے پہلے احباب واقربا سے ملاقات کرے اور ان سے اپنا قصور معاف کرائے اور اُن سے دعائے خیر کی درخواست کرے، جب گھر سے نکلنے کا ارادہ کرے تو دو رکعت نماز نفل پڑھے اور جب دروازہ کے قریب آئے تو سورۂ انا انزلنا الخ پڑھے اور جب گھر سے باہر آئے اپنی استطاعت کے موافق کچھ صدقہ کرے اور آیت الکرسی (پارہ ۳ میں ہے) پڑھے، اس کے بعد مندرجہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اَضِلَّ اَوْاُضَلَّ اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُذَلَّ اَوْاَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْھَلَ اَوْیُجْھَلَ عَلَیَّ.

اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میں گمراہ ہو جاؤں یا گمراہ کر دیا جائے، یا ظلم کروں یا مجھ پر ظلم ہو، یا جہالت کروں یا مجھ پر جہالت ہو۔''

نوٹ: اگر عربی دعا کے الفاظ یاد نہ ہوں تو دعاؤں کا مضمون جو ترجمہ میں لکھا ہوا ہے اپنی اپنی زبان میں اس کی دعا مانگے۔ ﴿احکام حج، مصنفہ مفتی محمد شفیع، صفحہ ۲۶﴾

اور سوار ہوتے وقت مندرجہ بالا دعا پڑھے۔

(اور تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ''احکام حج'' از مولانا مفتی محمد شفیع (رفعت)

Marfat.com

حالت حیض و نابالغی میں سفر حج

سوال:

① ایک عورت اپنے شوہر کے ساتھ حج کے لیے چلی، گھر سے روانہ ہوتے وقت وہ حائضہ تھی، مسافت قصر کرنے کے بعد مکۃ المکرّمہ پہنچ گئی، یہاں آکر پاک ہوگئی، اب سوال یہ ہے کہ وہ عورت نماز قصر کرے گی یا پوری پڑھے گی؟ واضح رہے کہ وہ عورت شوہر کے تابع ہے اور مسافت سفر بھی طے کرچکی ہے، اسی طرح ایک بچہ سفر کے شروع کرتے وقت نابالغ تھا، مکۃ المکرّمہ پہنچنے کے بعد بالغ ہوگیا۔

② مسافت سفر سوا ستتر کلومیٹر ہے، جب وہ اپنے وطن ہندوستان سے چلی تو پاک تھی مگر مسافت قصر سے پہلے ہی مثلاً پچاس کلومیٹر سفر طے کیا تھا کہ حائضہ ہوگئی تو حیض آنے سے پہلے قصر کرے یا اتمام کرنا ضروری ہے، اسی طرح بچہ پچاس کلومیٹر سفر طے کرنے کے بعد ہی بالغ ہوگیا۔

③ ایک حائضہ عورت گھر سے چلی اور ایسی حالت میں پاک ہوئی کہ مکۃ المکرّمۃ مسافت قصر سے کم مثلاً تیس کلومیٹر رہ گیا تو کیا حکم ہے؟ اسی طرح بچہ مکۃ المکرّمہ سے تیس کلومیٹر پہلے بالغ ہوا؟

④ ایک عورت پانی کے جہاز سے حج کو گئی ایسی حالت میں پاک ہوئی کہ مکہ مکرمہ مسافت قصر یا اس سے بھی بعید ہے؟ اسی طرح بچہ مکہ مکرمہ سے سوا ستتر کلومیٹر سے پہلے بالغ ہوا؟ تو یہ قصر کریں گے یا اتمام؟

⑤ مکہ مکرمہ بحالت حیض داخل ہوئی اور وطن ہی سے حائضہ ہے اور ایام حج میں صرف دس دن باقی ہیں تو وہاں پاک ہونے کے بعد قصر کرے گی یا اتمام۔ اسی طرح بچہ مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد حج سے دس دن پہلے بالغ ہوا؟

⑥ ایام حج میں تو بیس دن باقی ہیں، مگر یہ عورت پاک ہوئی تیرہ دن قبل تو کیا حکم ہے؟

⑦ بحالت پاکی داخل ہوئی اور ایام حج میں دس دن ہیں تو کیا حکم ہے؟

⑧ اگر ایام حج شروع ہونے میں پندرہ دن یا زیادہ دن ہوں تو کیا حکم ہے؟

Marfat.com

احقر محمد ابراہیم قاسمی (افریقی) مقیم چھتہ مسجد دار العلوم دیوبند۔

الجواب: باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

الجواب بعون الملک الوہاب۔ حامداً ومصلیاً ومسلماً

① حالت حیض ونابالغی میں شروع کیے ہوئے سفر کا قصد قصر کے حق میں شرعاً اعتبار نہیں ہے لہٰذا اس صورت میں مذکورہ عورت اور بالغ ہونے والے بچہ پر مکۃ المکرّمہ (زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً) میں رہتے ہوئے اتمام واجب ہے۔

طہرت الحائض وبقی لمقصدها یومان تتم فی الصحیح کصبی بلغ بخلاف کافر السلم. ۱۵ ﴿فتاویٰ الدر المختار علی رد المحتار، صفحہ ۵۳۵، جلد ا﴾

② اس صورت میں اپنی آبادی سے باہر آنے پر ہی اس عورت پر قصر واجب ہو گیا چونکہ پاکی کی حالت میں مسافت شرعیہ طے کرنے کے قصد سے نکلنا پایا گیا پس حیض آنے سے پہلے قصر کرے گی اور بچہ جب پچاس کلومیٹر کے بعد بالغ ہوا تو اب وہ شرعی مسافر بن گیا، لہٰذا اس پر قصر واجب ہو گیا۔

③ گھر سے نکلتے وقت جب وہ عورت حائضہ تھی اور مکۃ المکرّمہ زادہا اللہ شرفاً سے تیس کلومیٹر پہلے حیض سے پاک ہوئی تو چونکہ پاک ہونے کے بعد مسافت شرعیہ نہیں پائی گئی اس لیے اس عورت پر پوری نماز پڑھنا واجب ہے اور بچہ بھی اس صورت میں بالغ ہونے کے بعد شرعی مسافر نہ ہوگا لہٰذا وہ بھی اتمام کرے گا۔

④ اس صورت میں دونوں پر قصر واجب ہے۔

⑤ چونکہ شرعاً اس سفر کا اعتبار نہیں کیا گیا پس صورت مسئولہ میں عورت پاک ہونے کے بعد اور بچہ بالغ ہونے کے بعد اتمام کریں گے۔

⑥ اس صورت میں بھی مذکورہ بالا عورت اور بچہ پر اتمام واجب ہے۔

⑦ پاک ہونے کے بعد اگر مسافت شرعیہ پائی گئی تھی تو مسافر ہو جائے گی اور اس پر قصر واجب ہوگا اور اگر نہ پائی گئی تو اتمام واجب ہے۔

⑧ اگر مسافت شرعیہ پائی گئی تھی تو اس صورت میں چونکہ پندرہ یا اس سے زائد دن مکۃ المکرّمہ میں ٹھہرنے کی نیت ہے اس لیے وہ عورت مقیم ہو جائے گی اور اس پر اتمام واجب ہوگا اور اس صورت میں اپنی نیت کے سلسلہ میں شوہر کے تابع ہے۔

Marfat.com

والمعتبرنية المتبوع لانه الاصل لاالتابع كامرأة وعبدجسدی واجیر مع زوج ومولیٰ وامیر ومستأجراه فتاویٰ الدرالمختار علی الرد، صفحه ۵۳۳، جلد ۱)

نوٹ: نمبر ا تا نمبر ۷ کے لیے عبارت مندرجہ ذیل نمبر ا کافی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم احقر محمودغفرلہٗ۔ ﴿علماء کرام کی تصدیق کا عکس ص: ۱۷۸ پر ملاحظہ کریں۔ (ادارہ)﴾

مسئلہ: ماہواری کی حالت میں احرام باندھنا، وقوف عرفات، وقوف مزدلفہ، میدان منیٰ میں، رمی جمار، صفا ومروہ کی سعی وغیرہ تمام امور جائز ہیں، لیکن طواف کرنا جائز نہیں ہے، لہٰذا اگر طواف سے پہلے ماہوار شروع ہو جائے تو حاجیوں کے ساتھ سب کام کر لے اور طواف نہ کرے بلکہ ماہواری ختم ہونے کا انتظار کرتی رہے اور جب ماہواری ختم ہو جائے تو طواف کر لے اور عورتوں کے لیے ماہواری کے عذر کی وجہ سے ایام نحر میں طواف لازم نہیں بلکہ جب بھی پاک ہوگی اس وقت لازم ہوتا ہے اور طواف زیارت کے بغیر حج نہیں ہوتا ہے۔

﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۵۲، جلد ۲﴾

سفر حج میں اپنا پیشہ اختیار کرنا

سوال: ایک حجام حج کو جاتا ہے، اگر وہ آنے جانے کے راستہ میں یا مکہ میں رہ کر اپنے پیشہ کو اختیار کر کے کمائے تو اس کے حج میں کسی قسم کی کراہت وغیرہ تو نہیں؟

جواب: جائز ہے، رہا یہ کہ ثواب تو کم نہ ہوگا، تو اگر اصل مقصود کمائی ہے تو بے شک ثواب کم ہو جائے گا اور اگر اصل مقصود حج ہے اور کمائی تابع ہے تو ثواب کم نہ ہوگا مگر شبہ عدم اخلاص کا ہے اور اگر کمائی سے مقصود سفر حج کی سہولت ہے تا کہ وہاں تنگی نہ پیش آئے تو کچھ شبہ نہیں بے غبار جائز بلکہ افضل ہے۔ ﴿امدادالاحکام، صفحہ ۱۶۰، جلد ۲ وفتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۶۰، جلد ۲﴾

سفر حج کی راہ میں قصر

مسئلہ: جو اڑتالیس میل کے قصد سے نکلے وہ شرعی مسافر ہے، اس کو راہ میں قصر کرنا لازم ہے، جب تک پندرہ روز قیام کی نیت سے ٹھہر نہ جائے، قصر کرتا رہے، لہٰذا دو ماہ مکہ معظمہ میں قیام کی نیت سے جانے والا ہندوستانی حاجی بھی راستہ میں قصر ہی کرے گا۔ ﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۲۳۶، جلد اول﴾

حج سے پہلے پہنچنے والا مقیم ہے یا مسافر؟

سوال: جو شخص یکم ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچے اور بیس روز قیام کی نیت کرے اور حج سے فارغ ہو کر اکیس ذی الحجہ کو مدینہ طیبہ جانے کا قصد کرے تو وہ شخص قیام مکہ معظّمہ میں نماز پوری پڑھے گا یا قصر؟ ایسا شخص مقیم ہے یا مسافر؟

جواب: وہ شخص مقیم نہیں ہے بلکہ مسافر ہے، اس کو چاہیے کہ مکہ مکرمہ میں بھی قصر کرے اور منیٰ، عرفات، مزدلفہ میں بھی قصر کرے، البتہ اگر مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھے گا تو قصر نہیں کرے گا، پوری نماز پڑھے گا جیسا کہ ہر مسافر کا حال ہوتا ہے۔

﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۱۸۴، جلد ۳ بحوالہ بحر، صفحہ ۱۴۳، جلد ۲ ورکن دین، صفحہ ۱۴۴، بحوالہ عالمگیری﴾

مدینہ طیبہ میں کیا قصر کرے؟

سوال: مدینہ طیبہ کے قیام میں مسافر رہے گا یا مقیم، کیونکہ سنا ہے وہاں آٹھ یوم سے زیادہ قیام کی اجازت نہیں؟

جواب: پندرہ یوم کی نیت سے مقیم ہو جائے گا، دس روز تو ضابطہ میں قیام ہوتا ہے۔

﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۵۸۵، جلد ۳﴾

مسئلہ: حاجی اگر ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں مکہ میں داخل ہو جائے اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو صحیح نہیں، اس لیے کہ اس کو عرفات میں ضرور جانا پڑے گا اور شرط متحقق نہ ہوگی۔

﴿فتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۵۹، جلد ۳﴾

منیٰ میں نماز قصر کیوں؟

مسئلہ: کوئی شخص پاکستان یا دوسرے ممالک سے حج یا عمرہ کو جاتا ہے تو مکہ میں پندرہ دن سے زیادہ ٹھہرنے کے بعد احرام حج باندھ کر منیٰ اور عرفات کو جاتا ہے، معلوم یہ کرنا ہے کہ منیٰ وعرفات ومزدلفہ میں نمازیں قصر پڑھے؟

Marfat.com

بعض کہتے ہیں کہ قصر پڑھے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں مقیم ہونے کے باوجود قصر پڑھی، اگر حنفی مسلک کے ماننے والے نے قصر پڑھی ہو تو اس کی نمازیں ہوگئیں یا دوبارہ قضا کرے؟

جواب: قصر کا حکم صرف مسافر کو ہے اور جو شخص منیٰ جانے سے پہلے خواہ اس وجہ سے کہ وہ مکہ مکرمہ کا رہنے والا ہے، خواہ اس وجہ سے کہ وہ پندرہ دن یا اس سے زیادہ عرصہ سے مکہ مکرمہ میں ٹھہرا ہوا تھا، اس کو منیٰ مزدلفہ اور عرفات میں قصر کی اجازت نہیں وہ پوری نماز پڑھے اور اگر قصر کر چکا ہے تو وہ نمازیں نہیں ہوئیں، ان کو دوبارہ پڑھے۔ خلاصہ یہ کہ جو حاجی صاحبان ایسے وقت مکہ مکرمہ جاتے ہیں کہ آٹھ تاریخ (جو منیٰ جانے کا دن ہے) تک مکہ مکرمہ میں ان کے پندرہ دن نہیں ہوتے وہ مکہ مکرمہ میں بھی مسافر شمار ہوں گے اور منیٰ عرفات میں بھی، لہٰذا قصر کریں گے اور اگر آٹھ تاریخ تک مکہ مکرمہ میں ان کے پندرہ دن پورے ہو جاتے ہیں تو وہ مکہ مکرمہ میں مقیم ہو جائیں گے اور منیٰ عرفات میں بھی مقیم رہیں گے۔

﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۵، جلد۲﴾

مسئلہ: منیٰ وعرفات اور مزدلفہ میں نماز امام کے ساتھ نہ پڑھیں کیونکہ وہ مسافر شرعی نہ ہونے کے باوجود قصر کرتے ہیں، لہٰذا الگ خیمہ میں جماعت کریں۔

﴿احسن المسائل، صفحہ ۵۶۷، جلد۴ وفتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۲۳۷ جلد اوّل﴾

جہاز پر سوار ہو کر طواف کرنا

ہوائی جہاز میں سوار ہو کر طواف کرنے سے طواف تو صحیح ہو جائے گا، بشرطیکہ ہوائی جہاز مسجد کی حد میں داخل رہے لیکن بلا عذر ایسا کرنے سے دم (قربانی) واجب ہوگا، جیسا کہ مرکب غیر ہوائی میں بھی بلا عذر سوار ہو کر طواف کرنے کا یہی حکم ہے۔

ہوائی جہاز میں سوار ہو کر عرفات کے مرور (یعنی میدان عرفات پر سے گزر جانے) سے وقوف عرفہ ادا نہ ہوگا۔ چونکہ طواف کی حقیقت بیت اللہ کے چاروں طرف گھومنا ہے اور بیت اللہ کے متعلق یہ تصریح موجود ہے کہ زمین سے لے کر آسمان تک کعبہ ہے، اس لیے طواف، خانہ کعبہ سے اوپر ہو کر بھی جائز ہے، اس لیے ہوائی جہاز میں بشرائط مذکورہ طواف صحیح ہو جائے گا۔

لیکن وقوف عرفہ کے متعلق یہ کہیں تصریح نہیں ملی کہ زمین سے آسمان تک بحکم عرفہ ہے بلکہ اکثر کتب میں وقوف (ٹھہرنے) کو زمین کے ساتھ مقید کیا ہے۔

﴿امداد الاحکام، صفحہ ۲۰۰، جلد۲ وفتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۶۰ جلد۲﴾

مسافر حاجی پر قربانی

حاجی پر سفر کی وجہ سے عید کی قربانی واجب نہیں، البتہ اگر کوئی آٹھ ذی الحجہ سے کم از کم پندرہ روز قبل مکہ مکرمہ میں آ کر رہا تو وہ مقیم ہو گیا، اس لیے قربانی کے دنوں میں اگر وہ صاحب نصاب ہو تو اس پر دم شکر کے علاوہ عید کی قربانی بھی واجب ہے، خواہ منیٰ میں ذبح کرے یا اپنے وطن میں کرائے۔ ﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۵۶۸، جلد ۴﴾

مسئلہ: اگر مقیم نہ ہوا تو صدقہ فطرہ واجب ہے اور نہ قربانی۔

﴿امداد الفتاویٰ، صفحہ ۳۶۰، جلد ۳ وہدایہ، صفحہ ۴۲۹، جلد اول﴾

مسئلہ: مسافر اگر نفلی طور پر قربانی کرے تو ثواب ہوگا۔

مسئلہ: اگر کوئی بھیڑ بکرا وغیرہ قربانی کے ارادہ سے خریدا ہوا اور اس کا وقت آنے سے پہلے سفر درپیش ہو جائے تو اس کو بیچا جا سکتا ہے، کیونکہ مسافر پر قربانی واجب نہیں ہے۔

﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۱۱۸۲، جلد اول﴾

مسئلہ: تکبیرات تشریق (ذی الحجہ کے ایام میں بعد نماز تکبیرات) اقتدا کی وجہ سے مسافر پر بھی واجب ہو جاتی ہیں۔ ﴿درمختار ص ۶۷ جلد اوّل﴾

حالت مسافت کی موت کی فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اپنے وطن کے علاوہ کسی دوسری جگہ مرتا ہے تو اس کے وطن سے لے کر اس کے مرنے کے مقام تک اس کے لیے جنت کی پیمائش کی جاتی ہے۔'' ﴿نسائی، ابن ماجہ﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حالت سفر کی موت شہادت ہے۔''

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جو شخص وطن سے دُور حالت سفر میں مرتا ہے تو اس کے وطن اور اس کے مرنے کی جگہ تک درمیان میں جتنی مسافت ہوتی ہے اس کے بقدر جگہ اس کو جنت میں ملتی ہے لیکن اس بارہ میں صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ سفر سے مراد سفر اطاعت یعنی جہاد وغیرہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اجر وانعام اس شخص کو ملتا ہے جو جہاد کے لیے یا دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے یا اسی قسم کے دوسرے با مقصد و مطلوب کام کے لیے وطن سے دُور مرا ہو۔

﴿مظاہر حق جدید، صفحہ ۳۷۲، جلد ۲﴾

Marfat.com

پانی کے سفر میں موت ہو جانا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دریا وسمندر کے سفر میں جس شخص کا سر گھومنے لگے اور اس کی وجہ سے اس کو قے ہو تو اس کو ایک شہید کا ثواب ملے گا اور جو شخص سفر کے دوران دریا میں ڈوب جائے تو اس کو دو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔'' ﴿ابوداؤد﴾

ان دونوں کو شہید کا ثواب اس صورت میں ملے گا جب کہ وہ جہاد کے لیے یا طلب علم اور حج جیسے مقاصد کے لیے دریا وسمندر میں سفر کر رہا ہو، نیز اگر اس کے سفر کا مقصد تجارت ہو اور اس تجارت کی غرض اپنے جسم کو زندہ رکھنے اور طاقتور رکھنے اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات زندگی کو پورا کرنا ہو اور وہ تجارت اس دریائی سفر کے بغیر ممکن الحصول نہ ہو تو اس صورت میں بھی یہ حکم ہے۔ ﴿ڈوب کر مرنا ضروری نہیں ہے بلکہ مطلقاً ہی ہوگا۔ رفعت قاسمی غفرلہٗ﴾

مرنے والے مسافر کے چندہ کی بقیہ رقم کا حکم

سوال: گاؤں میں مسافر آ کر وفات پا گیا اس کی تجہیز وتکفین کے لیے چندہ کیا گیا، اس میں سے کچھ رقم بچ گئی تو کیا کرے؟

جواب: اگر یہ معلوم ہو کہ بقیہ رقم فلاں شخص نے دی ہے تو وہ رقم اس کو دے دی جائے اور اگر معلوم نہیں کہ یہ بقیہ رقم کس نے دی ہے تو کسی غریب کی تجہیز وتکفین میں استعمال کی جائے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو وہ رقم محتاج غریب کو صدقہ میں دے دی جائے۔

﴿فتاویٰ رحیمیہ: صفحہ ۳۷۲، جلد اول وعالمگیری، صفحہ ۱۶۱، جلد ۱﴾

سفر حج میں موت ہو جانا

مسئلہ: جو شخص سفر حج میں ہو اور اگر راستہ میں انتقال ہو جائے یا کوئی حادثہ پیش آ جائے تو ثواب موافق حج کے پورا ملے گا اور عند اللہ ان کا اجرِ عظیم ہے اور بڑا درجہ ہے اور اس میں ثواب حاصل ہوتا ہے۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۵۸۴، جلد ۶ بحوالہ مشکوۃ شریف، صفحہ ۳۴۸، جلد ۲﴾

سفرِ حج میں مرنے والے کا حج؟

سوال: اگر کسی شخص کا سفرِ حج میں حج کرنے سے قبل انتقال ہو جائے تو کیا اس کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائے گا؟

جواب: اگر اس پر اس سال حج فرض ہوا تھا تو راستہ میں موت واقع ہونے سے فرض ساقط ہو گیا اور اگر حج پہلے سے فرض ہو چکا تھا تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ وقوفِ عرفہ کے بعد انتقال ہوا تو فرض ادا ہو گیا اور اگر اس سے قبل فوت (مرا) ہوا تو فرض ساقط نہیں ہوا، اس لیے کہ اس کے شہر سے حج بدل کی وصیت کرنا فرض ہے، اگر ثلث مال اس کے شہر سے کافی نہ ہو تو جہاں سے بھی ثلث میں حج ہو سکے وہیں سے کرایا جائے۔

﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۲۳، جلد ۴ و درمختار، صفحہ ۲۶۳، جلد ۲﴾

سفر میں انتقال ہونے پر غسل کون دے؟

سوال: ہم تین افراد ہم سفر تھے اور سفر ہمارا ریگستان کا تھا، میرے ہم سفر کی بیوی کا انتقال ہو گیا، اس کو غسل کون دے گا؟

جواب: عورت کو مرد اور مردوں کو عورتیں غسل نہیں دے سکتیں۔ خدانخواستہ ایسی صورت پیش آ جائے کہ عورت کو غسل دینے والی کوئی عورت نہ ہو، یا مرد کو غسل دینے والا کوئی مرد نہ ہو تو تیمّم کرا دیا جائے، اگر عورت کا کوئی محرم مَرد یا مَرد کی کوئی محرم عورت ہو تو وہ تیمّم کرائے اور اگر محرم نہ ہو تو اجنبی اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر تیمّم کرائے اور صورت مسئولہ میں شوہر کپڑا ہاتھ پر لپیٹ کر تیمّم کرا دے۔

اس مسئلہ کی پوری تفصیل کسی عالم سے سمجھ لیں۔

﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۱۰۰، جلد ۳ و علم الفقہ، صفحہ ۱۸۷، جلد ۲﴾

کیا مسافر زکوٰۃ لے سکتا ہے؟

مسئلہ: مسافر نے بطور قرض کرایہ مانگا مگر دینے والے نے مسافر کو زکوٰۃ کی نیت سے دے دیا، تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، اگر وہ مسافر گھر جا کر روپیہ واپس کر دے تو بہتر یہ ہے کہ وہ روپیہ

Marfat.com

واپس نہ لیا جائے، (یہ کہہ دے کہ میں نے معاف کیا) اور اگر لے لیا تو افضل یہ ہے کہ اس رقم کو صدقہ کردے۔
﴿الاحکام، صفحہ۲، جلد۲﴾

مسئلہ: مسافر کو زکوٰۃ لینا درست ہے جبکہ اس کے پاس مال بقدر نصاب نہ ہو اگرچہ اس کے مکان پر ہو۔
﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۳۸۳، جلد ۶ و کتاب الفقہ، صفحہ ۱۰۱۹، جلد اول﴾

مسئلہ: مسافر پر بھی (جبکہ وہ صاحب نصاب ہو) اپنے مال کی زکوٰۃ اس کے لیے واجب ہے کہ اسے اپنے نائب کے ذریعہ سے اپنے مال میں تصرف کی قدرت حاصل ہے۔
﴿فتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۷، جلد ۴ و مسائل زکوٰۃ، صفحہ ۲۵۹﴾

مسئلہ: مسافر کو اس کی مرضی سے ٹکٹ خرید کر دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اگر وہ مسافر کسی عذر کی وجہ سے سفر میں نہ جائے اور ٹکٹ کینسل ہو جائے تو تب بھی وہ زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔
﴿مکمل و مدلل مسائل زکوٰۃ، صفحہ ۲۵۹، جلد۲) تفصیلی احکام دیکھیے احقر کی کتاب مکمل و مدلل مسائل زکوٰۃ﴾

بیوی کو چھوڑ کر علم کے لیے سفر کرنا

سوال: ایک شخص کی جوان بیوی ہے اور وہ بیوی کو چھوڑ کر طلب علم کے لیے سفر اختیار کرتا ہے اور سال بھر گھر نہیں آتا تو کیا اس کے لیے یہ امر جائز یا بیوی کے پاس رہنا واجب ہے؟

جواب: عورت کا نفقہ (ضروری خرچہ) اور ہر چار ماہ میں ایک دفعہ جماع کرنا شوہر پر واجب ہے۔ پس اگر شوہر ان حقوق کی تکمیل میں کوتاہی نہ کرے تو طلب علم کے لیے سفر پر جانا جائز ہے۔ البتہ اس کے باوجود عورت کے لیے فتنہ کا مظنہ ہو تو سفر میں رہنا جائز نہیں۔
﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۳۹۹، جلد اول بحوالہ درمختار، صفحہ ۲۳۳، جلد۲ باب القسم﴾

سفر میں عمداً قصر نہ کرنے پر حکم کیا ہے؟

سوال: اگر کوئی شخص سفر میں جان بوجھ کر قصر نہ کرے بلکہ پوری نماز پڑھے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: مسافر پر قصر واجب ہے، یہ شخص عمداً ترک واجب کی وجہ سے گنہگار ہوگا، اس لیے اس پر توبہ اور اس نماز کا اعادہ واجب ہے۔
﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۷۷، جلد۴﴾

مسئلہ: مسافر بہ سفر شرعی کو قصر کرنا واجب ہے، جو شخص قصر کا اعتقاد نہ رکھے یا قصر نہ کرے وہ مبتدع اور عاصی ہے اور تارک واجب، یعنی واجب کو چھوڑنے والا ہے۔
﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۶۵، جلد۴ بحوالہ عالمگیری، صفحہ ۱۳۰، جلد اول و آپ کے مسائل، صفحہ ۳۹۱، جلد۳﴾

Marfat.com

حنفی مسافر اگر شافعی مسلک پر عمل کرے؟

سوال: ایک مسافر حنفی نے نماز میں قصر نہ کیا، دریافت کرنے پر جواب دیا کہ جب قصر کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ نماز ہی نہیں پڑھی اور دل اُچاٹ ہو جاتا ہے، اس وجہ سے قصر نہیں کرتا، مجبوراً امام شافعیؒ کے مسلک کو لیتا ہوں، اس صورت میں اس مسافر کی نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب: یہ اس مسافر نے برا کیا، امام شافعیؒ کے مذہب پر اس بارہ میں حنفی کو عمل کرنا درست نہیں ہے، اپنے مذہب کے موافق ضرور قصر کرے، قصر کرنا واجب ہے، باقی اگر اس نے تنہا نماز پڑھی ہوگئی اور اگر امام ہوا تو مقتدیوں کی نماز نہیں ہوئی۔ ﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۴۶، جلد۴ بحوالہ غنیۃ المستملی، صفحہ ۵۰۰، وردالمختار، صفحہ ۷۳۹، جلد اول، بابا صلاۃ المسافر﴾

مسافر کی امامت

مقیم کی نماز مسافر کی امامت میں اور مسافر کی مقیم کی امامت میں جائز ہے، لیکن جب مسافر امام ہو تو نماز سے پہلے مقتدیوں کو اطلاع دے کہ میں مسافر ہوں، دو رکعت پڑھوں گا، تم اپنی نماز پوری کر لینا اور سلام پھیرنے کے بعد بھی اعلان کر دے اور خود اپنی دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر لے اور جو مقتدی مقیم ہیں وہ اپنی دو رکعتیں باقی اس طرح پڑھیں کہ قیام میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھیں بلکہ اتنی دیر خاموش کھڑے رہیں جتنی دیر میں سورۂ فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔

﴿شامی واحکام سفر، صفحہ ۳۸، وامدادالاحکام، صفحہ ۱۶۸، جلد اوّل﴾

(آج کل عموماً مسائل سے ناواقفیت ہے، اس لیے مسافر امام جب مقیم کی امامت کرے تو نماز شروع کرنے سے پہلے ہی اپنے کو مسافر ہونے اور دو رکعت پڑھنے اور باقی دو رکعت مقیم کی طرح پڑھیں بتا دے ورنہ مسائل نہ معلوم ہونے کی وجہ سے مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسافر امام کے پیچھے جماعت کا ثواب ہوگا

سوال: دریافت کرنا یہ ہے کہ مسجد میں نماز باجماعت پڑھنے جاتے ہیں جس کی بڑی تاکید آئی ہے، اُن کی جماعتوں کی نماز ایک مسافر پیر سے امامت کرا کے ضائع کرا دینا اور (دیر سے

Marfat.com

پہنچنے پر) جماعت کی نماز سے محروم کر دینا کیا جائز ہے؟ نیز جماعت سے نماز ادا نہ کرنے کا وبال کس پر ہوگا؟

جواب: اگر مسافر امام ہو تو دو رکعت کے بعد سلام پھیر دے گا اور اس کے پیچھے جو مقتدی مقیم ہیں اُٹھ کر اپنی دو رکعتیں پوری کر لیں گے (بغیر قرأت کے) مقتدیوں کو چار فرض انفرادی (الگ سے اپنے) طور پر ادا کرنے کی ضرورت نہیں اور مسافر کی امامت سے اس کی اقتدا کرنے والے مقیم مقتدیوں کو بھی جماعت کا ثواب ملتا ہے۔ اس لیے آپ کا یہ سوال ہی بے محل ہے کہ جماعت سے نماز نہ پڑھنے کا وبال کس پر ہوگا؟

کیونکہ نماز جماعت سے پڑھی گئی، اس لیے ترک جماعت کے وبال کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا البتہ جو مقتدی اپنی سستی کی وجہ سے آپ کی طرح دیر سے آئیں اور جماعت سے محروم رہیں اس کا وبال خود انہی کی سستی پر ہے۔ ﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۶، جلد۲﴾

مسافر کا مقیم کی اقتدا کرنا

مسئلہ: حنفیہ کے نزدیک مسافر کا مقیم کے پیچھے نماز پڑھنا صرف نماز کے اندر اندر جائز ہے اور مقیم کے پیچھے مسافر کو پوری نماز (چار رکعت) پڑھنا چاہئیں کیونکہ اقتداء کی حالت میں مسافر پر دو کی بجائے چار رکعت فرض ہو جاتی ہے (امام کے تابع ہونے کی وجہ سے) نماز کا وقت نکل جانے کے بعد کسی مسافر کا مقیم کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، کیونکہ نماز کا وقت ختم ہونے کے بعد کسی مسافر کا مقیم کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، کیونکہ نماز کا وقت ختم ہونے کے بعد مسافر کا فرض دو کی بجائے چار رکعت نہ ہوگا، بلکہ اس کے ذمہ مستقل طور پر دو رکعت فرض عائد ہو چکا ہے، اگر وقت گزرنے کے بعد مسافر نے مقیم کی اقتدا میں نماز پڑھی تو باطل ہو جائے گی، کیونکہ اس وقت مسافر مقتدی پر تو قعدہ اولیٰ فرض ہوگا اور امام کے لیے وہ فرض نہ ہوگا اور قاعدہ یہ ہے کہ امام کی حیثیت مقتدی کے مقابلہ میں ہر نماز میں وقت کے اندر کی ہو یا وقت کے بعد کی، زیادہ مضبوط ہونی چاہیے۔ ﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۶۸۷، جلد اول وعلم الفقہ، صفحہ ۱۳۲، جلد۲ وفتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۷۹، جلد۴ ودر المختار، صفحہ ۷۱، ۴، جلد اول﴾

Marfat.com

مقیم کا مسافر امام کی اقتدا کرنا

مسئلہ: مقیم کی اقتداء مسافر کے پیچھے ہر حال میں درست ہے خواہ ادا نماز ہو یا قضا اور مسافر امام جب دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دے تو مقیم مقتدی کو چاہیے کہ اپنی نماز اٹھ کر تمام کر لے اور اس میں قرأت نہ کرے بلکہ چپ کھڑا رہے، اس لیے کہ وہ لاحق (شروع سے شریک نماز) ہے، اور قعدۂ اولیٰ اس مقتدی پر بھی فرض ہوگا۔

﴿علم الفقہ، صفحہ ۱۳۲، جلد ۴ و کتاب الفقہ، صفحہ ۷۶۸، جلد اول و عالمگیری، صفحہ ۶۲، جلد ۳﴾

مسافر مقیم امام کے پیچھے نیت کیسے کرے؟

سوال: مسافر کو مقیم امام کے پیچھے نماز ظہر وغیرہ میں چار رکعت کی نیت کرنا چاہیے یا دو رکعت کی؟ کیونکہ مقیم کا دو رکعت کے بعد قعدہ کرنا واجب ہے اور مسافر کا فرض۔

جواب: چار رکعت کی نیت کرنی چاہیے، کیونکہ مسافر پر بھی مقیم امام کی (اتباع) اقتدا کرنے کی وجہ سے چار رکعت فرض ہو جاتی ہیں اور قعدۂ اولیٰ (اس پر) فرض نہیں رہتا۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۶۴۰، جلد ۴، بحوالہ باب صلاۃ المسافر، صفحہ ۱۴۹، جلد اول و احسن الفتاویٰ، صفحہ ۸۳، جلد ۴ و فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۱۶۴، جلد ۷ عالمگیری مصری، صفحہ ۱۳۳، جلد اول﴾

مسئلہ: امام مقیم ہو تو مقتدی مسافر بھی اس کی اقتداء میں پوری نماز پڑھے گا اور پوری ہی نماز کی نیت کرے گا۔

مسافر کو قصر کا حکم اس صورت میں ہے جبکہ اکیلا ہو یعنی تن تنہا نماز پڑھ رہا ہو، یا مسافر کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا ہو۔ ﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۶، جلد ۲﴾

مسافر نے سہواً چار رکعت کی نیت کر لی

مسئلہ: مسافر نے سہواً چار رکعت کی نیت باندھ لی تو وہ دو ہی رکعت پڑھے اور سجدۂ سہو نہ کرے۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۶۱، جلد ۴ بحوالہ ردالمحتار، صفحہ ۱۳۵، جلد اول باب صلاۃ المسافر﴾

مسئلہ: رہا نیت میں دو کی بجائے چار کی غلطی، اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

﴿ردالمحتار، باب شرائط الصلوٰۃ مطلب فی النیۃ، صفحہ ۳۹۰﴾

Marfat.com

مسئلہ: نماز ہی میں نیت کی تصحیح کر لے مگر زبان سے نیت کے الفاظ ادا نہ کرے بلکہ دل ہی دل میں نیت کرے۔ ﴿احسن الفتاویٰ' صفحہ ۷۷' جلد ۴﴾

مسافر امام و مقتدی مقیم کی نیت کا حکم

سوال: امام مسافر ہے اور دو رکعت کی نیت کرتا ہے اور مقتدی مقیم ہیں تو کیا امام کی متابعت کی وجہ سے دو رکعت کی نیت کریں یا چار کی نیت کریں؟

جواب: امام دو رکعت پڑھتا ہے۔ اس لیے دو رکعت کی نیت کرے گا اور مقتدی چار کی نیت کریں' اس لیے کہ اُس کے ذمہ چار رکعت واجب ہیں۔ ﴿فتاویٰ رشیدیہ' صفحہ ۴۳۷' جلد﴾

مسئلہ: مقیم کو مسافر امام کے پیچھے مثلاً ظہر و عصر و عشاء میں چار رکعت کی نیت کرنی چاہیے دو رکعت اپنی امام کے ساتھ اور دو بعد میں پڑھے گا۔

﴿فتاویٰ دار العلوم' صفحہ ۴۸۲' جلد ۴' بحوالہ ردالمحتار' صفحہ ۴' جلد اوّل﴾

مسافر مقتدی کو امام کا مسافر ہونا معلوم نہ ہو

سوال: امام مسافر ہے' لیکن مقتدی مسافر کو امام کا مسافر ہونا معلوم نہیں تھا، اس لیے اس نے چار کی نیت کی تو کیا وہ پوری چار رکعت پڑھے یا امام کے ساتھ دو رکعت ہی پر سلام پھیر دے؟

جواب: جس وقت امام نے دو رکعت پر سلام پھیرا، اگر مسافر کو معاً (فوراً) یہ خیال آ گیا کہ امام مسافر ہے اور اس کے مقیم ہونے کا اور سہواً دو رکعت پر سلام پھیرنے کا شبہ نہیں ہوا، تب تو مقتدی کو دو رکعت پر سلام پھیر کر مطمئن رہنا چاہیے اور اگر امام کے متعلق سہواً دو رکعت پر سلام پھیرنے کا شبہ ہو تو مقتدی (مسافر) کو امام کے ساتھ نماز ختم کر کے اگر تحقیق سے مسافر یا مقیم ہونا معلوم ہو گیا ہو تو مسافر ہونے کی صورت میں نماز صحیح ہو گئی اور مقیم ہونے کی صورت میں اعادہ کرے (نماز لوٹائے) اور اگر تحقیق نہیں کی اور اسی شبہ کی حالت میں مقتدی نے دو رکعت پر اکتفا کیا تو اس نماز کا اعادہ کر لے (لوٹا لے)۔

﴿(امداد الاحکام، صفحہ ۷۲۳، جلد اوّل و بہشتی گوہر، صفحہ ۵۷، بحوالہ ردالمحتار، صفحہ ۸۲۷، صفحہ ۸۷۵، جلد اوّل)﴾

مسافر نے امام کو مقیم سمجھا؟

مسئلہ: مسافر نے امام کو مقیم سمجھ کر اقتدا کی، سلام پھیرنے پر معلوم ہوا کہ امام مسافر تھا تو اب وہ مقتدی مسافر امام کے ساتھ سلام پھیر دے۔ ﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۶۱، جلد ۴﴾

مسافر نے مقیم امام کے پیچھے نماز ادا کی، پھر معلوم ہوا کہ نماز فاسد ہوگئی

سوال: ایک مسافر نے سفر میں مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھی، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ نماز فاسد ہوگئی تھی، اب وہ مسافر وہ نماز تنہا ادا کرتا ہے تو دو رکعت پڑھے یا چار؟

جواب: اگر کوئی ایسی بات پیش آئی ہو جس کی وجہ سے نماز باطل ہوگئی ہو اور سجدۂ سہو سے بھی اس کی تلافی نہ ہو سکتی ہو (مثلاً کوئی رکن چھوٹ گیا ہو، تو بعد میں دو رکعت پڑھے گا کیونکہ پہلی نماز سے فریضہ ہی ادا نہیں ہوا، پس متابعت امام بھی باقی نہ رہی۔

﴿فتاویٰ رحیمیہ، بحوالہ وفتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۹۱، جلد اوّل﴾

اور عمدۃ الفقہ میں ہے کہ مسافر کی اقتدا مقیم کے پیچھے وقت کے اندر درست ہے پس اگر مسافر نے وقت کے اندر مقیم امام کی اقتداء کی تو چار رکعتیں پوری پڑھے، امام کی متابعت کی وجہ سے اور اگر اس کو فاسد کر دیا، یا کسی وجہ سے فاسد ہوگئی تو اب تنہا پڑھے یا کسی مسافر کی اقتدا کرے تو دو رکعتیں پڑھے، کیونکہ جس وجہ سے وہ چار لازم ہوئی تھیں وہ زائل ہوگئی اور اگر پھر مقیم کی اقتدا کی تو چار پڑھے۔ ﴿عمدۃ الفقہ، صفحہ ۴۲۲، جلد ۲﴾

اور اگر ایسا فساد ہے جس کی تلافی سجدۂ سہو سے ہو سکتی ہے تو ایسی نماز سے فریضہ ادا ہو جاتا ہے، البتہ واجب چھوٹنے کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اور سجدہ نہ کرنے کی صورت میں نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے، لہٰذا اگر ایسی صورت ہے تو بعد میں چار رکعت پڑھے گا کیونکہ فریضہ پہلی نماز سے ادا ہو چکا ہے، یہ دوسری نماز اس کی تکمیل کے لیے ہے۔ ﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۱۴، جلد ۵﴾

مسئلہ: اگر کسی مسافر نے دوسرے مسافر کی اقتدا کی، امام کو حدث لاحق ہوا (وضو جاتا رہا) اور اس نے کسی مقیم کو خلیفہ بنا دیا تو مقتدی پر پوری نماز پڑھنا لازم نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر مسافر نے مقیم کی اقتدا کی تو چار رکعت پوری پڑھے اور اگر نماز فاسد کر دی گئی تو دو رکعتیں پڑھے اور بہ نیت نفل اقتدا کی پھر نماز فاسد کر دی تو چار رکعتیں لازمی ہوں گی۔
فتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۶۲، جلد ۳

مسافر نے بے وضو نماز پڑھ لی

سوال: اگر کسی نے ظہر کی نماز پڑھ کر اور اسی وقت کے اندر سفر کیا، پھر عصر کی اپنے وقت کے نماز پڑھی، پھر سفر کو سورج غروب ہونے سے پہلے ختم کر دیا، پھر یاد آیا کہ اس نے ظہر وعصر کی نماز بے وضو پڑھی تھی، تو اب وہ کون سی نماز قصر پڑھے اور کون سی پوری؟

جواب: ظہر کی نماز قصر کرے کیونکہ اس وقت مسافر تھا، عصر کی نماز پوری پڑھے کیونکہ اس وقت سفر ختم کر چکا تھا اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ سفر شرعی ہو (۴۸ میل)۔ فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۲۴، جلد ۱۴

مسئلہ: اگر ظہر وعصر کی نماز ایسی حالت میں پڑھی کہ وہ مقیم تھا، پھر آفتاب غروب ہونے سے پہلے سفر شروع کر دیا، پھر اس کو یاد آیا کہ ظہر اور عصر کی نمازیں بے وضو پڑھی ہیں، تو ظہر کی چار رکعت اور عصر کی دو رکعت قضا کرے۔ فتاویٰ وعالمگیری، صفحہ ۶۲، جلد ۳

مسافر نے دو رکعت پر سلام پھیر دیا

سوال: مقتدی مسافر ہے اور امام مقیم ہے، مقتدی نے دو رکعت کے بعد ہی سلام پھیر دیا، بعد میں امام صاحب کے کہنے پر اس نے چہار رکعت پڑھ دی تو کیا اس مقتدی مسافر کو فقط دو رکعت دوبارہ پڑھنی تھی یا کہ امام کے پیچھے اقتدا کر کے تمام نہ کرنے سے چہار رکعت پڑھنا ٹھیک ہے۔

جواب: درمختار، صفحہ ۸۲۸، جلد اوّل سے دو امر معلوم ہوتے ہیں ایک یہ کہ مسافر کو امام مقیم کے ساتھ نماز پوری چار رکعت کرنا چاہیے تھا، دوسرے یہ کہ جب وہ نماز فاسد ہوگئی تو تنہا پڑھنے کے وقت قصر کرنا چاہیے۔ امداد الفتاویٰ، صفحہ ۵۷۹، جلد اوّل وفتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۳۳۵، جلد اوّل

مسافر امام نے چار رکعتیں پڑھائیں تو؟

سوال: اگر مسافر امام نے ظہر کی نماز کو قصر کے بجائے پوری چار رکعت پڑھائیں تو مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟

Marfat.com

جواب: امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک مسافر کے لیے دو رکعتیں ایسی ہیں کہ جیسے فجر کی دو رکعتیں، جس طرح فجر کی دو رکعتوں پر اضافہ جائز نہیں، اسی طرح مسافر کا ظہر وعصر اور عشاء کی چار رکعتیں پڑھنا بھی جائز نہیں ہے اور جو مقیم ایسے امام کی اقتدا کریں گے تو ان کی نماز تو ظاہر ہے کہ نہیں ہوگی بلکہ مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ وہ دو رکعتوں میں نفل پڑھنے والے امام کی اقتدا کر رہے ہیں اور خود امام اور اس کے مقتدی مسافروں کا حکم یہ ہے کہ اگر امام نے بھول کر چار رکعتیں پڑھی تھیں اور دوسری رکعت پر قعدہ بھی کیا تھا (یعنی بیٹھا تھا) اور آخر میں سجدۂ سہو بھی کر لیا تھا تو ان کی نماز ہوگئی اور اگر مسافر امام نے قصداً چار رکعتیں پڑھائیں اور دو رکعت پر قعدہ بھی کیا تو فرض ادا ہو گیا لیکن یہ شخص (امام) گنہگار ہوا۔ اس پر توبہ لازم ہے اور نماز کا اعادہ (لوٹانا) بھی واجب ہے۔

﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۹۱، جلد۲ وفتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۵۱، جلد۴، صفحہ ۴۸۹، جلد۴ بحوالہ ردالمحتار، صفحہ ۷۱۴، جلد اوّل﴾

مسئلہ: امام اگر دو رکعت پر بیٹھ گیا ہے تو اس کی نماز ہوگئی اور مقتدیوں نے اگر اس کے ساتھ ساتھ نماز پوری کی تو ان کی نماز نہیں ہوئی۔ ﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۸۱، جلد۴ بحوالہ ردالمحتار، صفحہ ۷۴۱، جلد اوّل وفتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۱۶۲، جلد۷﴾

مسئلہ: اس صورت میں مسافر امام اور مسافر مقتدیوں کی نماز صحیح ہو جائے گی مقیم کی نہیں ہوگی۔ ﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۱۰، جلد۵ بحوالہ شامی، صفحہ ۷۴۱، جلد اوّل﴾

مسافر نے سہواً پوری نماز پڑھ لی

سوال: مسافر نے بھول کر دو رکعت کی بجائے چار رکعتیں پڑھ لیں خواہ درمیان میں قعدہ کیا ہو یا نہ کیا ہو، دونوں صورتوں میں نماز ہوئی یا نہیں؟ اور اگر قعدہ کر لیا ہو تو سجدۂ سہو سے کیا تلافی ہو جائے گی؟

جواب: قعدہ اولیٰ کر لیا ہو تو سجدۂ سہو سے نماز ہو جائے گی ورنہ نہیں ہوگی۔ ﴿ردالمحتار، صفحہ ۷۴۰، جلد اوّل﴾ اگر تیسری رکعت کے سجدہ سے قبل یاد آ گیا تو لوٹ آئے ورنہ نماز واجب الاعادہ ہوگی۔

﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۷۷، جلد۴، وفتاویٰ دارالعلوم، جلد۴، وبہشتی زیور، صفحہ ۲۸، جلد۳ ومراقی الفلاح ص ۲۳۱، وفتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۲۷، جلد۲﴾

Marfat.com

مسئلہ: چار رکعتوں کی نماز میں مسافر پر دو رکعتیں فرض ہیں، ہمارے نزدیک قصر واجب ہے، اگر مسافر شرعی نے چار رکعت پڑھیں اور دوسری رکعت کے بعد بقدر تشہد قعدہ کیا تو نماز ہو جائے گی اور آخری دو رکعتیں نفل ہو جائیں گی لیکن یہ فعل بُرا ہے، اس لیے کہ سلام پھیرنے میں تاخیر ہوگئی اور دوسری رکعت کے بعد التحیات کے بقدر قعدہ نہ کیا تو نماز فرض باطل ہو جائے گی۔ نماز کا لوٹانا ضروری ہے، سجدۂ سہو سے تلافی نہ ہوگی۔

اسی طرح اگر پہلی دو رکعتوں میں ایک رکعت میں قرأت چھوڑ دی تو ہمارے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی۔ ﴿عالمگیری، صفحہ ۵۸، جلد ۳ بحوالہ ہدایہ وفتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۹۴، جلد ۴ بحوالہ شامی، صفحہ ۴۸۷، جلد اول﴾

مسئلہ: اگر سہواً چار پڑھے گا تو گنہگار نہ ہوگا اور سجدۂ سہو کرنے سے نماز صحیح ہو جائے گی بشرطیکہ دوسری رکعت پر قعدہ کیا ہو، اگر دو رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا ہو تو فرض باطل ہو جائے گا اور یہ چار رکعت نفل ہوگی اور اس صورت میں بھی سجدۂ سہو کرنا ہوگا۔ ﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۵۲، جلد ۳﴾

مسافر کی نماز فاسد ہونے کا حکم

سوال: ایک مسافر نے مقیم امام کے ساتھ نماز شروع کی، تیسری رکعت میں شامل ہوا اور امام کے ساتھ ہی (ایک رکعت پڑھ کر) سلام پھیر دیا، اس کے بعد علم ہوا کہ امام کے تابع ہونے کی وجہ سے اس پر چار رکعت فرض تھیں' اب اعادہ کے وقت دو رکعتیں پڑھے یا چار کا اعادہ کرے؟

جواب: دو رکعتیں پڑھے۔ ﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۸۰، جلد ۴ بحوالہ ردالمحتار، صفحہ ۷۴۱، جلد ۱﴾

مقیم بقیہ نماز کیسے پوری کرے؟

سوال: امام مسافر اور مقتدی مقیم جب امام دو رکعت پوری کر چکے تو اب مقتدی الحمد پڑھیں یا ساکت کھڑے ہو کر رکوع کریں؟

جواب: جب امام مسافر ہے تو مقتدی بقیہ نماز بغیر قر[illegible]ت وفاتحہ کے پوری کریں۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۵۸، جلد ۴ بحوالہ درمختار، صفحہ ۷۴۰، جلد اوّل﴾

مسئلہ: مقیم بقیہ دو رکعت میں الحمد شریف نہ پڑھے بلکہ اتنی ہی دیر کھڑے ہو کر (بغیر قرات) رکوع کر دے۔ ﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۷۱، جلد ۷، وفتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۳۳۵، جلد ۱﴾

مسئلہ: مقیم نے مسافر امام کی اقتدا کی اُسے بعد میں اپنی بقیہ رکعتوں میں تسمیع اور تحمید کا کہنا افضل ہے۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۱۶۵، جلد ۲﴾

Marfat.com

مسافر بقیہ نماز کیسے پڑھے؟

سوال: مقیم امام کا مقتدی مسافر مسبوق اپنی رہی ہوئی نماز بحساب قصر پڑھے یا امام کی اقتدا کی وجہ سے پوری چار رکعت پڑھے؟

جواب: ابتدا نماز میں امام کے تابع ہونے کی وجہ سے پوری چار رکعتیں پڑھے۔

﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۸۳، جلد۴﴾

مسئلہ: مقیم امام کے پیچھے مسافر تیسری رکعت میں شامل ہوا تو مسافر دو رکعت امام کے ہمراہ آخر کی پڑھ کر سلام نہ پھیرے بلکہ دو رکعت اور پڑھے یعنی چار پڑھے متابعت کی وجہ سے۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۵۵، جلد۴ وعالمگیری، صفحہ ۱۴۳، جلد۱﴾

مسافر کی نماز میں وضو ٹوٹ گیا

سوال نمبر ۴۰۶ و ۵۲۱: مسافر نے مقیم کی اقتدا کی نماز کے درمیان مسافر مقتدی کو حدث لاحق ہوا یعنی وضو ٹوٹ گیا۔ وضو کرنے کے لیے مسافر گیا اور امام نماز پوری کر کے سلام پھیر چکا تو اب یہ مقتدی مسافر رکعت پڑھے گا یا دو رکعت؟ سائل محمد روشن علی قاسمی اکولوی۔

جواب: باسمہ تعالیٰ وباللہ التوفیق حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ مسافر نے جب مقیم کی اقتدا کر لی تو اس کے ذمہ چار رکعت ہو گئیں، اب حدث پیش آنے سے اقتدا کا حکم ختم نہ ہو گا خواہ امام نماز پوری کر چکا ہو، بلکہ اس کو چار رکعت ہی پڑھنا فرض ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم، احقر محمود غفرلہ بلند شہری دار العلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: نظام الدین غفرلہٗ، الجواب صحیح کفیل الرحمٰن نشاط۔ الجواب صحیح: حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ دار الافتاء دار العلوم دیوبند۔ ۱۴۱۴-۲-۳ھ

مقیم نے امام مسافر کے ساتھ ایک رکعت یا قعدہ پایا تو؟

سوال: اگر مقتدی مقیم نے مسافر امام کے ساتھ ایک رکعت پائی تو اب اس کو تین رکعت جو ادا کرنی ہوں گی تو یہ کون سی رکعت کو بھری (قر[illegible]ت کے ساتھ پڑھے) اور کون سی رکعت خالی؟ اور اگر مسافر امام کے ساتھ قعدہ میں شریک ہوا تو اب یہ اپنی چار رکعت کس طرح ادا کرے گا؟

Marfat.com

جواب: اگر مقتدی مقیم کی ایک رکعت امام کے ساتھ ہوئی تو مسافر امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ مقتدی اٹھ کر اول ایک رکعت خالی پڑھ کر بیٹھ جائے، تشہد کے بعد اٹھ کر پھر ایک رکعت خالی (بغیر قرأت یعنی بقدر قرأت خاموش کھڑا رہے) پڑھے، پھر چوتھی رکعت بھری پڑھے پھر بیٹھ کر تشہد (التحیات) وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے۔

اور اگر قعدہ میں شریک ہوا تو اوّل دو رکعت خالی پڑھے، آخر میں (دو رکعت) بھری پڑھے، کیونکہ یہ شخص مسبوق لاحق ہے۔ ﴿عزیز الفتاویٰ، دار العلوم، قدیم، صفحہ ۴۹، جلد ۲﴾

یعنی جس کو ایک رکعت مسافر امام کے ساتھ ملی ہے وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد ایک رکعت خالی پڑھ کر قعدہ کرے پھر اُٹھ کر ایک رکعت خالی پڑھے اور آخر کی رکعت قرأت کے ساتھ پوری کرے کیونکہ وہ بحکم لاحق مسبوق ہے۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۳۴۹۴، جلد ۳ بحوالہ شامی ودر مختار، صفحہ ۵۵۶، جلد ۲ وفتاویٰ قدیم، صفحہ ۳۹، جلد ۳ باب الامانت وفتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۶۷، جلد ۷ وشامی، صفحہ ۶۲۳، جلد اول ورکن دین، صفحہ ۱۴۶﴾

مسافر کی اقتدا کرنے والا مسبوق

سوال: امام مسافر ہے، دوسری رکعت کی التحیات میں ایک شخص مقیم شریک نماز ہوا، امام نے اپنی دو رکعت پوری کر کے سلام پھیر دیا تو مقتدی مقیم کو ہر چار رکعت میں خاموش بقدر الحمد کھڑا رہ کر نماز پوری کرنی چاہیے یا ہر دو رکعت اخیرہ میں صرف الحمد پڑھنا چاہیے؟

جواب: شامی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مقتدی مقیم مسبوق بھی ہے اور لاحق بھی ہے، پس پہلی دو رکعت بلا قرأت پڑھے اور بعد میں دو رکعت قرأت سے پڑھے، یعنی ان میں الحمد اور سورت دونوں کو پڑھے۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۳۸۸، جلد ۳ بحوالہ در مختار، صفحہ ۵۵۷، جلد اول﴾

مسبوق پر سجدۂ سہو واجب ہو جائے تو؟

مسئلہ: جس مقیم نے مسافر امام کی اقتدا قعدۂ اخیرہ میں کی تو اب یہ مقیم مسبوق امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑے ہو کر اول دو رکعت بلا فاتحہ پڑھے اور ان دو رکعت میں اگر سجدۂ سہو واجب ہو جائے تو سجدۂ سہو بھی واجب ہے۔ قعدہ (دو رکعت) کے بعد پھر دو رکعت فاتحہ (الحمد شریف) اور سورۃ کے ساتھ پڑھے اور اگر ان دو رکعت میں سجدۂ سہو واجب ہو جائے تو سجدۂ سہو کرے۔ ﴿امداد الفتاویٰ، صفحہ ۵۹۷، جلد اول ورکن دین، صفحہ ۱۴۶﴾

Marfat.com

مسافر کا قضا نماز میں مقیم کی اقتدا کرنا

مسئلہ: مسافر کو مقیم امام کی اقتدا چار رکعت والی نماز میں وقت گزر جانے یعنی قضا ہو جانے کے بعد نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مسافر کے فرض وقت کے اندر امام کے اتباع کی وجہ سے پورے چار ہو جاتے ہیں اور وقت گزرنے کے (قضا کے) بعد یہ حکم نہیں ہے، اب اگر وقت کے بعد امام کے پیچھے نماز پڑھے گا تو قعدہ وقرأت کے حق میں فرض پڑھنے والے کی اقتدا غیر فرض پڑھنے والے کے پیچھے ہوگی اور یہ ناجائز ہوگا یعنی مقیم امام پر بیچ کا قعدہ واجب ہے اور مقتدی مسافر پر فرض، اسی طرح پچھلے دوگانہ میں مقیم امام پر قرأت سنت ہے اور مقتدی مسافر پر فرض۔ غرض ظہر اور عصر اور عشاء میں مسافر کو قضا نمازوں میں مقیم کی اقتدا صحیح نہیں، ہاں مغرب اور فجر میں درست ہے۔ ❁رکن دین، صفحہ ۱۴۵، ودرمختار وشامی❁

(یعنی اگر مسافر اوّل نماز کی دو رکعتوں میں اقتدا کرتا ہے تو امام پر قعدہ واجب ہے اور مسافر پر فرض اور پچھلی دو رکعتوں میں اقتدا کرتا ہے تو ان دو رکعتوں میں امام کی قرأت مسنون ہے اور مسافر پر فرض۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسافر امام کی اقتدا قضا نماز میں

سوال: جیسے وقتی نماز میں اقتدا مقیم نے مسافر کا کیا تو کیا اسی طرح قضا نماز میں بھی کرے یا نہیں؟

جواب: ہاں کر لے، مقیم کو بعد وقت کے بھی مسافر کی اقتدا درست ہے برخلاف مسافر کے کہ اس کو مقیم امام کا اقتدا چار رکعت والی نماز میں وقت گزر جانے کے بعد جائز نہیں۔

❁رکن دین، صفحہ ۱۴۵، وعالمگیری❁

(لیکن دو رکعت کے بعد مقیم اقتدا کرنے والے بقیہ نماز اپنی حسب قواعد شرعیہ پوری کرے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

Marfat.com

مسافر، مقیم امام کے پیچھے قضا نماز میں اقتدا کیوں نہیں کر سکتا؟

سوال: مسافر کی اقتدا مقیم کے پیچھے وقت کے بعد جائز نہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: مسافر کی نماز میں وقت کے اندر تبدیلی کی صلاحیت ہے، مثلاً اقامت کی نیت کر لے تو بجائے دو کے چار پڑھے گا، اسی طرح مقیم کی اقتدا کر لے تو امام کی متابعت میں چار پڑھنا ضروری ہو گا لیکن وقت ختم ہو جانے پر دو رکعت متعین ہو جاتی ہیں، اس لیے مقیم ہونے کے بعد دو رکعت ہی قضا کرے گا۔ لہٰذا وہ مقیم کی اقتدا نہیں کر سکتا، کیونکہ امام کا قعدۂ اولیٰ فرض نہیں ہے، جبکہ مسافر مقتدی کے قعدہ میں قعدۂ اولیٰ فرض ہے۔

{فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۱۳، جلد ۵، وہدایہ صفحہ ۱۴۶، جلد اول}

کم مسافت سمجھ کر پوری نماز پڑھتا رہا؟

سوال: ایک شخص ایک مقام کو گیا جس کی مسافت بعد تحقیق اپنے خیال میں حد سفر سے کم مسافت کرتا ہے، اس وجہ سے پوری نماز پڑھتا رہا، چند دن بعد معلوم ہوا کہ یہ مسافت شرعی ہے، کیا نماز کا اعادہ کرے؟

جواب: جو نمازیں سفر میں پوری پڑھی گئیں ان میں اگر قعدہ اولیٰ کر چکا ہے تو وہ گئیں۔

{فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۵۳، جلد ۴ بحوالہ درمختار، صفحہ ۴۳۹، جلد اوّل وامداد الاحکام، صفحہ ۷۱۸، جلد اول}

قصر پڑھتا رہا بعد میں معلوم ہوا کہ وہ مسافر نہ تھا

سوال: کسی شخص نے اس خیال سے کہ وہ مسافر ہے، نماز قصر پڑھی، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ دراصل مسافر (شرعی) نہ تھا تو کیا ان نمازوں کی قضا کرنی ضروری ہے؟

جواب: ان نمازوں کی قضا کرنا ضروری ہے اور طریقہ قضا کا یہ ہے کہ جتنے دنوں کی نماز پڑھی ان کو شمار کر کے وہ سب نمازیں مع وتر کے قضا کریں اور سنتوں کی قضا نہیں ہے۔

{فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۳۴۳، جلد ۴}

(اور جب نماز نہیں ہوئی تو سب قضا میں شمار ہوئیں اور یہ طے ہے کہ قضا الفرض، فرض ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

Marfat.com

سَفر اور حضر کی قضا نمازوں کا حکم

مسئلہ: اگر کسی کی نمازیں سفر میں قضا ہوگئیں تو گھر پہنچ کر بھی ظہر وعصر اور عشاء کی دو ہی رکعتیں قضا پڑھے اور اگر سفر سے پہلے (حضر میں) مثلاً ظہر وغیرہ کی نماز قضا ہوگئی تو سفر کی حالت میں چار رکعتیں اس کی قضا پڑھے۔

﴿بہشتی زیور، صفحہ ۵۰، جلد ۲ بحوالہ مجمع، صفحہ ۱۶۳، وفتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۵۲، جلد ۴ وکتاب الفقہ، صفحہ ۷۹۴، جلد اول ودرمختار، صفحہ ۷۴۵، جلد اول باب صلاۃ المسافر واحسن الفتاویٰ، صفحہ ۲۱، جلد ۴﴾

قضا نماز پڑھنے کا وقت

مسئلہ: قضا نماز کا پڑھنا تین اوقات میں ناجائز ہے۔ (۱) سورج طلوع ہونے کے وقت (۲) زوال کے وقت (۳) اور غروب کے وقت۔ اس کے علاوہ ہر وقت قضا نماز کا پڑھنا جائز ہے خواہ وہ عصر کے بعد کا وقت ہو۔ ﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۸۰۱، جلد اول﴾

مسئلہ: البتہ قضا نماز ان اوقات میں جائز ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ ان اوقات میں قضا نماز لوگوں کے سامنے نہ پڑھی جائے بلکہ تنہائی میں پڑھے۔ ﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۵۴، جلد ۲﴾

(نماز کا قضا کرنا خود گناہ ہے اور اس کا اظہار یعنی سب کے سامنے پڑھنا یہ بھی گناہ ہے، اس لیے کہ اور لوگوں کو کیا معلوم کہ قضا پڑھ رہا ہے یا بے وقت نماز ادا کر رہا ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

کیا قضا نمازوں میں ترتیب ضروری ہے؟

مسئلہ: فوت شدہ نمازوں کی (قضا) میں بھی ان کی باہمی ترتیب کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے یعنی قضا وحاضر (موجودہ) نمازوں میں جو ترتیب ہے ان کا قائم رکھنا لازم ہے۔

لہٰذا نماز حاضر کو فوت شدہ نماز کی قضا سے پہلے ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح مثلاً ظہر اور فجر کی نماز فوت ہوئی تو فجر کی قضا سے پہلے ظہر کی قضا نہیں پڑھی جا سکتی۔ یہی ترتیب فرض اور وتر

Marfat.com

کے درمیان ملحوظ رہنی چاہیے، لہٰذا فجر کی نماز کو وتر کی قضا سے پہلے نہ پڑھنا چاہیے اور نہ عشا ادا کرنے سے پہلے وتر پڑھنا چاہیے۔ ﴿کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، صفحہ ۷۹۵، جلد اول﴾

صاحب ترتیب کسے کہتے ہیں؟

مسئلہ: نمازوں میں ترتیب قائم رکھنا، اُسی حالت میں ہے جبکہ فوت شدہ (قضا) نمازوں کی تعداد وتر کو نکال کر چھ نہ ہوگئی پس اگر چھ نمازوں سے کم فوت شدہ نمازوں کی قضا کسی کے ذمہ ہے تو لازم ہے کہ ان کی قضا ترتیب وار پڑھی جائے، مثلاً فجر کی قضا ظہر کی قضا سے پہلے اور ظہر کی عصر سے پہلے وعلیٰ ہذا القیاس (اسی طرح ترتیب قائم رکھے)۔

مسئلہ: اگر کسی نے ظہر کی نماز فجر کی قضا سے پہلے پڑھی تو ظہر کی نماز فاسد ہوجائے گی اور فجر کی قضا پڑھنے کے بعد اس کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ یہی حکم اس صورت میں ہے، جبکہ عصر کی نماز ظہر کی قضا سے پہلے پڑھی جائے۔ اسی طرح دوسری نمازوں کو سمجھ لینا چاہیے۔ (یہ مسئلہ اس صورت میں ہے جبکہ فوت شدہ نمازیں چھ سے کم ہوں)

مسئلہ: لیکن اگر فوت شدہ نمازوں کی تعداد وتر کے علاوہ چھ ہوجائے تو اب ترتیب باقی نہ رہے گی، جیسا کہ آگے بتایا جائے گا۔

مسئلہ: اگر کسی کے ذمہ چھ نمازوں سے کم کی قضا ہے اور ان کو نماز حاضر (موجودہ) کے ساتھ پڑھنا ہے تو لازم ہے کہ نماز سے پہلے ان کی قضا ترتیب وار پڑھی جائے، لیکن اگر وقت تنگ ہے، اس کے مسائل بھی آگے بتائے جائیں گے۔

مسئلہ: اگر کسی کی ایک نماز فوت ہوئی ہے اور اس کو اگلی نماز ادا کرنے کے وقت یاد آئی اور اس نے دوسری نماز پڑھ لی اور پہلی نہیں پڑھی تو دوسری نماز کی فرضیت سَر دست فاسد ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر تیسری نماز پڑھی تو تیسری بھی فاسد ہوجائے گی، یہی حال چوتھی اور پانچویں کا ہے۔ اگر پانچویں نماز کا وقت بھی نکل جائے اور پہلی فوت شدہ نماز نہیں پڑھی گئی تو وہ تمام نمازیں جو پڑھی گئیں صحیح متصور ہوں گی اور صرف فوت شدہ نمازوں کی قضا واجب ہو گی، کیونکہ یہ نمازیں اب ایسی نمازیں ہیں جن کی ترتیب ساقط ہو چکی ہے، کیونکہ جس طرح فوت شدہ (قضا) اور نماز حاضر کے درمیان قضا نمازوں کی تعداد زیادہ ہونے کی صورت میں ترتیب قائم نہیں رہتی، اسی طرح اداشدہ نمازوں کی تعداد زیادہ ہونے سے بھی (فوائت کی

ترتیب) ساقط ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اگر فجر کی نماز فوت ہوئی اور فجر کی نماز فوت شدہ یاد ہوتے ہوئے بھی ظہر کی نماز پڑھ لی تو ظہر کی نماز سردست فاسد ہوگی، پھر اگر عصر کی نماز بھی قضائے فجر پڑھے بغیر پڑھ لی تو یہ عصر کی نماز عارضی طور پر فاسد ہوگی اور یہی حال اگلے روز کی نماز فجر تک رہے گا۔

اور اگر پچھلے دن کی فوت شدہ نماز فجر کی قضا اس دن کی نماز فجر سے پہلے پڑھ لی تو جتنی نمازیں پڑھی گئیں، ان سب کی فرضیت جاتی رہی اور وہ تمام نمازیں نفل نمازیں متصور ہوں گی اور ان سب کا اعادہ لازم ہوگا ورنہ (یعنی اگر فوت شدہ نماز فجر کی قضا دوسرے دن کی نماز فجر سے پہلے نہیں پڑھی تو) تمام نمازیں صحیح ہو جائیں گی اور صرف ایک فوت شدہ نماز کا اعادہ لازم ہوگا۔

مسئلہ: اگر کسی شخص کو اپنی ایک یا زیادہ فوت شدہ نمازیں، نماز پڑھتے ہوئے یاد آجائیں تو وہ نماز نفل ہو جائے گی، ایسی صورت میں چاہیے کہ اس نماز کو دو رکعتیں پڑھ کر ختم کر دے، پھر اس ترتیب کے مطابق جس طرح وہ فوت شدہ نمازیں جو اس وقت تک فوت ہوئی ہیں پڑھی جائیں۔

مسئلہ: اگر جمعہ کی نماز پڑھتے وقت فجر کی قضا یاد آجائے اور جمعہ کا وقت نکل جانے کا اندیشہ نہ ہو تو جمعہ کو چھوڑ کر پہلے فوت شدہ نماز کی قضا پڑھے، پھر اس وقت کی نماز جمعہ یا ظہر پڑھے، لیکن اگر جمعہ کا وقت نکل جانے کا اندیشہ ہے تو جمعہ کو پورا کرے اور فوت شدہ کی قضا بعد میں پڑھے۔ ﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۷۹۶، جلد اول﴾

قضا نماز میں ترتیب کب ساقط ہوتی ہے؟

مسئلہ: تین امور ایسے ہیں جن سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے:

① اول یہ کہ فوت شدہ نمازوں کی تعداد چھ ہو جائے، جیسا کہ پہلے ذکر ہوا اور اس تعداد میں وتر شامل نہیں ہے۔

② دوسرے یہ کہ وقت اتنا تنگ ہو کہ فوت شدہ اور نماز حاضر (موجودہ) ادا نہ کی جاسکے۔

③ تیسرے یہ کہ فوت شدہ نماز ادائے نماز کے دوران یاد آجائے (یعنی اس صورت میں بھی ترتیب نہیں رہتی) کیونکہ ظہر کا وقت تو اس وقت کی نماز سے پہلے ہی آجاتا ہے اور فوت شدہ نماز کا وقت بوجہ اس کے کہ وہ فراموش (بھولا ہوا) ہے اُس وقت آتا ہے جب وہ یاد آئے، لہٰذا دونوں کے اوقات میں تصادم نہیں ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی "میری اُمت سے بھول چوک کو درگزر فرمایا گیا ہے اور اس میں کوئی جبر نہیں ہے۔" ﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۷۹۷، جلد اول، تفصیل دیکھیے فتاویٰ دار العلوم از صفحہ ۳۲۷، تا ۳۷۰، جلد ۴﴾

Marfat.com

مسافر مہمان کے حقوق

مہمان کے حقوق مندرجہ ذیل ہیں:

① آمد کے وقت بشاشت کا ظاہر کرنا، جانے کے وقت کم از کم دروازہ تک ساتھ چلنا۔

② اس کے معمولات وضروریات کا انتظام کرنا کہ جس سے اس کو راحت پہنچے۔

③ تواضع وتکریم ومدارات کے ساتھ پیش آنا۔ بلکہ اپنے ہاتھ سے اس کی خدمت کرنا۔

④ کم از کم ایک روز اس کے لیے کھانے میں کسی قدر متوسط درجہ کا تکلف کرنا، مگر اتنا ہی کہ جس میں نہ اپنے کو تردد ہو نہ اس کو حجاب ہو اور کم از کم تین روز تک اس کی مہمان داری کرنا، اتنا تو اس کا حق ہے، اس کے بعد جس قدر وہ ٹھہرے میزبان کی طرف سے احسان ہے۔ مگر خود مہمان کو مناسب ہے کہ اس کو تنگ نہ کرے، نہ زیادہ ٹھہر کر، نہ بے جا فرمائشیں کر کے، نہ اس کے تجویز کردہ کھانے اور اٹھنے بیٹھنے وخدمت وغیرہ میں دخل دے۔ ﴿آداب زندگی حقوق الاسلام، صفحہ ۱۱۸ از مولانا تھانوی علیہ الرحمۃ﴾

Marfat.com

مہمان کا اکرام کرنا

مہمان کی عزت اور مناسب خاطر داری بھی ایمان کے شعبوں میں سے ایک اہم شعبہ ہے جس کی اسلام میں بہت تاکید کی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ)

''جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔'' ﴿بخاری ومسلم﴾

مہمان کے اکرام کا مطلب یہ ہے کہ اس کا خندہ پیشانی سے خیر مقدم کیا جائے، اگر کھانے کا وقت ہو تو بقدر استطاعت کھانے سے اس کی تواضع کی جائے، بلکہ ایک حدیث کی رُو سے یہ بھی مہمان کا حق ہے کہ اگر استطاعت وگنجائش ہو تو پہلے دن اس کے لیے کوئی خصوصی کھانا تیار کیا جائے، جس کو حدیث میں ''جائزہ'' کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

﴿صحیح البخاری عن ابی شریح رضی اللہ عنہ﴾

البتہ ان تمام باتوں میں محض رسمیات، نام ونمود اور تکلفات سے پرہیز کرنا چاہیے۔
مہمان کے اکرام کا سب سے اول مطلب یہ ہے کہ اس کو آرام پہنچانے کی فکر کی جائے، لہٰذا اگر مہمان کو کھانے سے تکلیف ہو تو محض رسم کی خاطر کھانے پر اصرار کرنا اکرام کے خلاف ہے۔ ایسی صورت میں مہمان کا اکرام یہی ہے کہ اس کے آرام اور منشاء کو مدنظر رکھا جائے۔ دوسری طرف مہمان کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ وہ میزبان پر ناواجبی بوجھ نہ ڈالے اور اتنی دیر میزبان کے پاس نہ ٹھہرے کہ جس سے اس پر بار ہونے لگے۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں اس کی صریح ممانعت آئی ہے۔ ﴿آسان نیکیاں، صفحہ ۹۳﴾

مسئلہ: مہمان کی سواری کی رکاب اور لگام کو از راہ تواضع اور خاطرداری پکڑنا مسنون ہے۔

مسئلہ: مہمان کو رخصت کرتے وقت مکان کے دروازے یا باہر کچھ دور تک اس کے ساتھ جانا سنت ہے، میزبان کے لیے تو یہ مسنون ہے کہ وہ مہمان سے طلب دعا کرے اور مہمان کے لیے بھی یہ مسنون ہے کہ میزبان کے لیے دعا کرے۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۲۲۱، جلد ۴﴾

مہمان کے احترام میں نماز قضا کرنا

مسئلہ: نماز کو عین میدان جنگ میں بھی جب دونوں فوجیں بالمقابل کھڑی ہوں، قضا کرنا صحیح نہیں ورنہ "نماز خوف" کا حکم نازل نہ ہوتا۔ مہمانوں کے احترام میں نماز قضا کرنا کس طرح جائز ہوسکتا ہے۔ ﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۵۲، جلد ﴾

مہمان کے لیے شرعی ہدایات

مسئلہ: اگر کسی کے ہاں مہمان جاؤ اور تم کو کھانا کھانا منظور نہ ہو، خواہ تو اس وجہ سے کہ تم کھا چکے ہو یا روزہ سے ہو، یا کسی وجہ سے کھانے کا ارادہ نہ ہو تو فوراً جاتے ہی ان (میزبان) کو اطلاع کردو کہ میں اس وقت کھانا نہ کھاؤں گا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ انتظام کرے اور انتظام میں اس کو تعب بھی ہو اور پھر کھانے کے وقت اس سے اطلاع کرو تو اس پر یہ سب اہتمام وکھانا ضائع ہوگیا۔

مسئلہ: اسی طرح مہمان کو چاہیے کہ کسی کی دعوت بغیر میزبان سے اجازت حاصل کیے ہوئے قبول نہ کرے۔

مسئلہ: مہمان کو چاہیے کہ جہاں جائے میزبان سے اطلاع کردے تاکہ اس کو کھانے کے وقت تلاش کرنے میں پریشانی نہ ہو۔

Marfat.com

مسئلہ: اگر کوئی حاجت لے کر کہیں جائے تو موقع پا کر فوراً اپنی بات کہہ دے، انتظار نہ کرائے، بعض آدمی پوچھنے پر تو کہہ دیتے ہیں کہ صرف ملنے آئے ہیں اور جب وہ میزبان بے فکر ہو گیا اور موقع بھی نہ رہا۔ اب کہتے ہیں کہ ہم کو کچھ کہنا ہے، تو اس سے بہت ہی اذیت ہوتی ہے۔

﴿آداب زندگی، صفحہ ۶۴، از مولانا تھانوی﴾

مسئلہ: کہیں مہمان جاؤ تو وہاں کے انتظامات میں مہمان ہونے کی حیثیت سے ہرگز دخل نہ دے، البتہ اگر میزبان کوئی خاص انتظام اس کے سپرد کر دے تو اس کے اہتمام کا مضائقہ نہیں۔ ﴿آداب زندگی، صفحہ ۶۸﴾

مسئلہ: کسی سے ملنے جاؤ تو وہاں اتنا مت بیٹھو یا اس سے اتنی دیر باتیں مت کرو کہ وہ تنگ ہو جائے یا اس کے کسی کام میں حرج ہونے لگے۔

مسئلہ: جس کے گھر جاؤ تو اس سے کسی چیز کی فرمائش مت کرو، بعض دفعہ چیز تو ہوتی ہے بے حقیقت، مگر وقت کی بات ہے کہ میزبان اس کو پوری نہیں کر سکتا ناحق اس کو شرمندگی ہوگی۔

مسئلہ: مہمان کو چاہیے کہ اگر پیٹ بھر جائے تو تھوڑا سالن روٹی (ڈش ڈونگہ وغیرہ میں) دسترخوان پر چھوڑ دے تاکہ گھر والوں کو یہ شبہ نہ ہو کہ مہمان کو کھانا کم ہو گیا اس سے وہ شرمندہ ہوتے ہیں۔ ﴿آداب زندگی، صفحہ ۹۶﴾

مسئلہ: مہمان کو چاہیے کہ اگر نمک مرچ کم کھانے کا عادی ہو یا پرہیزی کھانا کھاتا ہے تو پہنچتے ہی میزبان سے اطلاع کر دے۔ ﴿آداب زندگی، صفحہ ۸۷﴾

مسئلہ: جو شخص کھانا کھانے کے لیے جا رہا ہو یا مدعو (بلایا گیا) ہو، اس کے ساتھ اس مقام تک مت جاؤ، کیونکہ صاحب خانہ شرما کر کھانے کی تواضع کرتا ہے اور دل اندر سے نہیں چاہتا۔

﴿آداب زندگی، صفحہ ۶۵﴾

مسئلہ: جب کسی کے یہاں جاؤ تو سلام کرو، مصافحہ کے یا معانقہ کے لیے آگے بڑھنا صاحب مکان کا کام ہے، اگر وہ آگے نہیں بڑھتا یا کسی کام میں مصروف ہے تو اس کی مصروفیات میں خلل نہ ہوں۔

مسئلہ: اندر داخل ہو کر سب سے بڑھیا جگہ نہ بیٹھئے اور صاحب مکان کی نشست پر بھی نہ بیٹھئے، معمولی عام جگہ پر بیٹھ جایئے، یہ کام مالک مکان کا ہے کہ وہ آپ کو خود اپنی جگہ بٹھائے یا آپ کے بیٹھنے کے لیے مناسب جگہ تجویز کرے۔ ﴿مکمل ومدلل آداب ملاقات، صفحہ ۶۸﴾

مہمان کا اکرام کتنے دن ہے؟

مہمان کی خاطر کرنا شرعی طور پر یہ ہے کہ جب کوئی مہمان آئے تو اس کے ساتھ کشادہ پیشانی، خوش خلقی اور ہنس مکھ چہرے کے ساتھ پیش آئے، اس کے ساتھ خوش گفتاری، نرمی کے ساتھ بات چیت کرے اور اس کو تین دن تک اس طرح کھلائے پلائے کہ پہلے دن تو اپنی حیثیت واستطاعت کے مطابق کچھ پُرتکلف میزبانی کرے، بشرطیکہ اس کی وجہ سے اپنے متعلقین ولواحقین کی حق تلفی نہ ہو اور بعد کے دو دنوں میں بلاتکلف جو حاضر ہو، اس کے سامنے پیش کرے تاکہ دونوں (مہمان ومیزبان) کو گرانی نہ ہو اور پھر تین دن کے بعد (بھی اگر مہمان ٹھہرا رہے تو) اس کو کھلانا پلانا صدقہ کے حکم میں ہوگا کہ میزبان چاہے تو کھلائے پلائے اور اگر نہ چاہے تو انکار کردے۔ [مظاہر حق، صفحہ ۱۱۳، جلد ۵]

مسئلہ: مہمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ جو شخص کسی کے ہاں مہمان جائے، اس کے لیے یہ مطلقاً مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے میزبان کے ہاں تین دن سے زائد ٹھہرے، ہاں اگر خود میزبان کی خواہش ہو اور وہ درخواست کرے تو اس کی استدعا پر تین دن سے زائد ٹھہرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہوگا۔

مسئلہ: اگر کوئی مسافر (مہمان) کسی کے یہاں ٹھہرے اور کسی عذر مثلاً بیماری وغیرہ کے سبب اس کو تین دن سے زائد قیام کرنا پڑ جائے تو وہ تین دن کے بعد اپنے پاس سے کھائے پیئے، صاحب خانہ کو تنگی اور کلفت میں نہ ڈالے۔ [مظاہر حق جدید، صفحہ ۱۱۴، جلد ۵]

مہمان کے استقبال و وداع کا طریقہ

یہ بھی مہمان کی خاطر داری اور اس کا اکرام ہے کہ جب وہ آئے تو گھر کے دروازہ پر (اگر آنے کی اطلاع ہو تو) اس کا استقبال کیا جائے اور جب وہ جانے لگے تو دروازہ تک نکل کر اس کو رخصت کیا جائے، اس میں ایک بڑی حکمت یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے دوسرے لوگ گھر میں ایک اجنبی کے آنے سے کسی وہم ووسوسہ کا شکار نہیں ہوں گے۔

''یہ سنت ہے'' کا مطلب یا تو یہ ہے کہ یہ عمل یعنی مہمان کے استقبال و وداع کے لیے گھر کے دروازہ تک جانا قدیم عادت ہے جس کو ہمیشہ تہذیب و شائستگی کا مظہر بھی سمجھا گیا ہے اور انسان کی فطرت سلیم کا غماز بھی ہے، یا یہ مطلب ہے کہ یہ میری سنت اور میرے طریقے کے مطابق ہے۔ ﴿مظاہر حق جدید، صفحہ ۱۲۵ جلد ۵﴾

رخصت کرتے وقت خدا حافظ کہنا

سوال: اس دور ترقی میں رخصت کے وقت السلام علیکم کی بجائے ''خدا حافظ'' کہنے کا عام دستور ہو گیا ہے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ رسم ناجائز ہے۔ اگر السلام علیکم کی بجائے خدا حافظ کہا تو یہ شریعت کی تحریف ہے ار اگر السلام علیکم کے ساتھ ہو تو شریعت پر زیادتی ہے۔ البتہ اگر سلام و وداع سے الگ خدا حافظ اور کچھ اور دعائیہ کلمات کہہ دیئے جائیں تو کوئی حرج نہیں، مگر ان ہی الفاظ کے التزام سے واضح ہے کہ موقع وداع کے لیے اپنی طرف سے مخصوص الفاظ متعین کیے جا رہے ہیں جس کا زیادۃ فی الدین ہونا ظاہر ہے اور اگر یہ اصطلاح کسی غیر قوم سے لی گئی ہے تو اور بھی زیادہ قبیح ہے۔ ﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۳۸۵، جلد اول﴾

سفر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کا وقت

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کے پاس (سفر سے) رات کے وقت واپس نہیں آیا کرتے تھے بلکہ دن کے ابتدائی حصہ یعنی صبح کے وقت یا آخری حصہ شام کے وقت (گھر میں) داخل ہوا کرتے تھے۔

﴿بخاری و مسلم و مظاہر حق، صفحہ ۵۳۸، جلد ۴﴾

رات کے وقت سفر سے واپس نہ آنے کی ہدایت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کی غیر حاضری کا عرصہ طویل ہو جائے (یعنی اُس کو سفر میں زیادہ دن لگ جائیں) تو وہ (سفر سے واپسی کے وقت) اپنے گھر میں رات کے وقت داخل نہ ہو۔'' ﴿بخاری و مسلم﴾

Marfat.com

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ سفر سے واپسی کے لے رات کا وقت اختیار کرنا مناسب نہیں ہے، بہتر یہ ہے کہ سفر سے واپسی کی ابتدا ایسے وقت کی جائے کہ اپنے گھر والوں کے پاس رات ہونے سے پہلے پہنچ جائے تا کہ رات کے وقت گھر پہنچنے کی وجہ سے گھر والے بے آرام نہ ہوں اور ان کی نیندوں میں خلل نہ پڑے اور اگر اپنے شہر اور اپنی آبادی میں پہنچتے پہنچتے رات ہو جائے تو ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ گھر میں داخل ہونے کے لیے اس وقت تک انتظار کرے کہ اس کی بیوی کو اس کا آنا معلوم نہ ہو جائے اور وہ بناؤ سنگار کے ذریعہ اپنے آپ کو آراستہ اور جنسی اختلاط کے لیے تیار نہ کر لے تا کہ شوہر جب اس کے پاس جائے تو سفر کی تکان اور جدائی کی پژمردگی، جسمانی انبساط ونشاط میں تبدیل ہو جائے۔

امام نوویؒ کہتے ہیں کہ یہ چیزیں (رات کے وقت سفر سے واپسی اور کچھ دیر انتظار وصبر کے بغیر گھر میں داخل ہو جانا) اس شخص کے حق میں مکروہ ہیں جو لمبے سفر سے واپس آ رہا ہو، ہاں جو شخص کسی چھوٹے سفر سے واپس آ رہا ہو، یا اس کے گھر والوں کو رات کے وقت اس کے پہنچنے کی اطلاع پہلے سے ہو تو اس کے لیے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ﴿مظاہر حق، صفہ ۵۳۹، جلد ۴﴾

سفر سے واپسی میں پڑھنے کی دعا

(اٰئِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ) ﴿حصن حصین، ص ۱۷۲﴾

نوٹ: گھر سے نکلتے اور سوار ہوتے وقت تو وہی دعائیں جو پہلے گزر چکی ہیں پڑھے اور یہ دعا سفر سے واپسی کے وقت راستہ میں پڑھتا رہے۔ رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ: دوران سفر بے ہودہ اور نا جائز باتوں سے پرہیز رکھے، جہاں تک ہو سکے ذکر اللہ میں یا ایسی دینی کتابوں کے مطالعہ میں مشغول رہے جس سے عمل کی اصلاح اور آخرت کی فکر پیدا ہو۔ ﴿احکام حج، صفحہ ۲۷﴾

سفر سے واپس آنے پر پہلے مسجد جانے کا حکم

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں (ایک) سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا، چنانچہ جب ہم مدینہ واپس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''مسجد میں جاؤ اور وہاں دو رکعت نماز پڑھو۔'' ﴿بخاری﴾

مسافر کا سفر سے واپس آنے پر پہلے مسجد میں جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فعلاً بھی ثابت ہوا اور قولاً بھی، نیز مذکورہ بالا حکم میں نہ صرف شعار اللہ کی تعظیم کی طرف اشارہ ہے بلکہ اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مسجد گویا اللہ کے گھروں میں سے ایک گھر ہے اور مسجد میں جانے

والا گویا اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ملاقات کرنے والا ہے، لہٰذا جو کوئی سفر سے واپس آئے اس کے حق میں اس سے بہتر اور کیا بات ہوسکتی ہے کہ وہ سب سے پہلے اللہ کے گھر میں جائے اور اللہ سے ملاقات کرے جس نے اس کو سفر کی آفات سے محفوظ رکھ کر بعافیت اس کے اہل وعیال کے درمیان واپس پہنچایا۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۵۴۰، جلد ۴﴾

سفر سے آنے پر معانقہ کرنا

سفر سے واپس آنے والے کے ساتھ معانقہ وتقبیل بلا کراہت جائز ہے۔ حدیث شریف اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ سفر سے آنے والے کے ساتھ معانقہ اور تقبیل یعنی گلے لگانا اور ہاتھ وپیشانی چومنا بلا کراہت جائز ہے۔

مسئلہ: حدیث میں سفر سے آنے والے کو خوش آمدید کہنے کا ذکر ہے۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۳۷۲، جلد ۵﴾

مسئلہ: ملاقات کے وقت بھی سلام کرو اور رخصت ہوتے وقت بھی سلام کرنا سنت ہے۔

﴿مظاہر حق، صفحہ ۳۸۴، جلد ۵﴾

مسئلہ: عرصہ کے بعد ملاقات ہونے یا سفر سے واپس آنے کے مواقع پر معانقہ کرنا، یعنی بغل گیر ہوکر ملنا مسنون ومستحب ہے۔ ﴿الجواب المتین، صفحہ ۴۲﴾

مسئلہ: جس معانقہ وتقبیل سے کسی برائی میں مبتلا ہوجانے یا شک وشبہ کے پیدا ہوجانے کا خوف یا بے جا خوشامد اور تعظیم کے طور پر ہو وہ مکروہ ہے۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۳۷۱، جلد ۵﴾

مسافر کا استقبال کرنا؟

مسئلہ: کسی کا استقبال کرنا یعنی شہر سے باہر یا مکان کے آگے جاکر مہمان سے ملاقات کرنا جائز ومسنون ہے (اگر آنے کی اطلاع پہلے سے ہو)۔

حدیث: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے تشریف لائے تو ہم لوگ مع بچوں کے ثنیۃ الوداع تک آپ کی ملاقات کے لیے گئے تھے۔ ﴿بخاری، ترمذی، ابوداؤد۔ الجواب المتین، صفحہ ۴۲﴾

ایک حدیث میں تو یہاں تک ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس تشریف لاتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے بچوں کو آپ کے استقبال کے لیے لے جاتے تھے جو بچہ سب سے پہلے پہنچتا، اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے سوار کرلیتے۔

﴿الجواب المتین، صفحہ ۴۴ ومظاہر، صفحہ ۵۳۸، جلد ۴﴾

سفر سے واپسی پر ہدیہ دینا

سفر سے واپس ہو کر اپنے اقارب اور دوستوں کے لیے ہدیہ اور تحفہ لانا نہایت پسندیدہ اور نیک کام اور موجب ثواب ہے کیونکہ باہم ہدیہ دینے، لینے کا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ اس سے محبت بڑھتی ہے۔ ایسے ہدیہ میں تو کئی امرِ خیر جمع ہو گئے۔

حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی اپنے اہل وعیال میں سفر سے واپس آئے تو ان کے لیے کچھ تحفہ لیتا آئے اگرچہ ایک پتھر ہی ہو۔ یہ بطور تاکید ومبالغہ کے لیے فرمایا، یعنی کچھ نہ مل سکے تو پتھر ہی لائے۔ ﴿بیہقی والجواب المتین، صفحہ ۴۶﴾

یہ تحفہ وہدیہ کے لے جانے میں ترغیب کے لیے ایسا مبالغہ کیا گیا ہے، کیونکہ سفر سے آنے والے کی طرف سب کی نگاہیں لگی رہتی ہیں اور تحفہ سے دلوں کو سُرور ہوتا ہے اور اس خیال سے کہ اس نے (یعنی مسافر نے) ہم کو سفر میں یاد رکھا اور زیادہ خوش ہو جاتے ہیں اور اسی وجہ سے تحفہ کا لے جانا مستحب ہوا ہے۔ ﴿احیاء العلوم، صفحہ ۴۲۱، جلد ۲﴾

سفر سے واپس آنے پر دعوت کرنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لاتے تو آپؐ نے اونٹ یا گائیں ذبح کیں۔ ﴿بخاری ومسلم﴾

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ سفر سے واپس آنے کے بعد ضیافت کرنا اور لوگوں کو اپنے کھانے وغیرہ پر مدعو کرنا مسنون ہے۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۵۲۹، جلد ۴﴾

(لیکن دعوت پر جانے کے لیے ہدیہ وتحائف پیش کرنے کو ضروری اور لازم قرار دینا غلط ہے اور غیر مسنون طریقہ ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

جو مسافر وطن پہنچ کر بھی قصر کرتا رہا

سوال: زید سفر کی حالت میں قصر نماز ادا کرتا ہوا وطن اصلی پہنچا چونکہ مسئلہ معلوم نہ تھا، اس لیے زمانہ قیام وطن میں بھی قصر پڑھتا اور پڑھاتا رہا تو امام ومقتدیوں کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں جس قدر نمازیں اس نے اپنے وطن اصلی میں قصر کی ہیں ان کا اعادہ کرنا اس کے ذمہ اور ان لوگوں کے ذمہ جنہوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھی ہے لازم ہیں۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۵۴۷، جلد ۴ بحوالہ درمختار، صفحہ ۷۴۲، جلد اول وفتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۵۴، جلد ۳﴾

Marfat.com

اپنے کو مسافر اور دنیا کو سرائے سمجھو

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دنیا میں اس طرح رہو گویا کہ تم مسافر بلکہ راہ گیر ہو۔"
﴿بخاری﴾

مطلب یہ ہے کہ تم دنیا کی طرف رغبت نہ رکھو، اس لیے کہ تم دنیا سے آخرت کی طرف سفر کرنے والے ہو، لہٰذا تم اس دنیا کو اپنا وطن نہ بناؤ، دنیا کی لذتوں کے ساتھ الفت نہ رکھو، دنیادار لوگوں اور ان کے اختلاط سے اپنے آپ کو بچاؤ، کیونکہ تم ان سب لوگوں سے جدا ہونے والے ہو، اس دنیا میں بقا کا وہم وگمان بھی نہ رکھو، ان امور سے قطعاً اجتناب کرو جن سے ایک مسافر غیر وطن میں اجتناب کرتا ہے اور ان چیزوں میں مشغول نہ رہو جن میں وہ مسافر کہ جو اپنے اہل وعیال اور اپنے وطن کی طرف جانے کا ارادہ رکھتا ہے، مشغول نہیں ہوتا، گویا تم کلیتہً اس دنیا میں بالکل اسی طرح رہو جس طرح ایک مسافر اپنے وطن اور اپنے اہل وعیال سے دُور غیر وطن میں رہتا ہے۔

پھر آگے زیادہ مبالغہ کے ساتھ فرمایا: "بلکہ راہ گیر (راستہ چلنے والے) کی طرح رہو، کیونکہ مسافر تو اپنے سفر کے دوران مختلف شہروں میں قیام بھی کر لیتا ہے، بخلاف راستہ چلنے والے کے کہ وہ تو کسی طرح بھی قیام نہیں کرتا۔ لہٰذا دنیا کو نہ صرف یہ کہ سفرگاہ سمجھنا چاہیے بلکہ یہ خیال کرنا چاہیے کہ راستہ چل رہا ہوں نہ تو وطن میں ہوں اور نہ حالت سفر میں کہیں ٹھہرا ہوا ہوں۔
﴿مظاہر حق، صفحہ ۳۸۰، جلد ۲﴾

یعنی جس طرح کوئی مسافر پردیس کو اور رہ گزر کو اپنا اصلی وطن نہیں سمجھتا اور وہاں اپنے لیے لمبے چوڑے انتظامات نہیں کرتا، اسی طرح مومن کو چاہیے کہ اس دنیا کو اپنا اصلی وطن نہ سمجھے اور یہاں کی ایسی فکر نہ کرے جیسے کہ یہاں ہی اس کو ہمیشہ رہنا ہے بلکہ اس کو ایک پردیس اور رہ گزر سمجھے۔
﴿معارف الحدیث، صفحہ ۷۰، جلد ۲﴾

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں، مگر تین عمل منقطع نہیں ہوتے، ان میں سے ایک مسجد یا مسافر خانہ جس کو وہ مسافروں کے لیے بنوا گیا ہو۔
﴿الجواب المتین از میاں صاحب صفحہ ۵۹﴾

احقر! محمد رفعت قاسمی

خادم التدریس دارالعلوم دیوبند

۲۷ رمضان المبارک، بروز جمعہ ۱۴۱۴ھ بمطابق ۱۹۹۴ء

Marfat.com

مآخذ ومراجع کتاب

نام کتاب	مصنف مولف	مطبع
معارف القرآن	مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان	ربانی بک ڈپو دیو بند
معارف الحدیث	مولانا محمد منظور نعمانی صاحب مدظلہم	الفرقان بکڈپو ۳۱ نیا گاؤں لکھنو
فتاویٰ دار العلوم	مفتی عزیز الرحمٰن صاحب سابق مفتی اعظم دیو بند	مکتبہ دار العلوم دیو بند
فتاویٰ رحیمیہ	مولانا سید عبد الرحیم صاحب مدظلہم	مکتبہ منشی اسٹریٹ راندیو سورت
فتاویٰ محمودیہ	مفتی محمود صاحب مفتی اعظم دار العلوم دیو بند	مکتبہ محمودیہ جامع مسجد شہر میرٹھ
فتاویٰ عالمگیری	علماء وقت عہد اورنگ زیبؒ	شمس پبلشرز دیو بند
کفایت المفتی	مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی	کتب خانہ اعزازیہ دیو بند
علم الفقہ	مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی	ایضاً
عزیز الفتاویٰ	مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب	ایضاً
امداد المفتین	مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان	ایضاً
امداد الفتاویٰ	مولانا اشرف علی تھانوی صاحب	ادارہ تالیفات اولیاء دیو بند
فتاویٰ رشیدیہ کامل	مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ	کتب خانہ رحیمیہ دیو بند
کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ	علامہ عبد الرحمٰن الجزریؒ	اوقاف پنجاب لاہور پاکستان عارف کمپنی دیو بند
جواہر الفقہ	مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان	پاکستانی
درمختار	علامہ ابن عابدینؒ	مکتبہ تھانوی دیو بند
بہشتی زیور	مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ	مدرسہ امداد الاسلام صدر بازار میرٹھ
معارف مدینہ	افادات مولانا حسین احمد صاحب مدنی	ندوۃ المصنفین

الترغیب والترہیب	مولانا نازک الدین عبدالعظیم المنذری	ندوۃ المصنفین
احسن الفتاویٰ	فقیہ العصر مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہ	سعید کمپنی کراچی پاکستان
مظاہر حق جدید	نواب قطب الدین خاں صاحب	ادارۂ اسلامیات دیوبند
آپ کے مسائل اور ان کا حل	حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
امداد الاحکام	مرتبہ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی ومولانا عبدالکریم صاحب	مکتب دارالعلوم کراچی
طہور المسلمین	حضرت مولانا سید اصغر حسین میاں صاحبؒ	کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
الجواب المتین	ایضاً	ایضاً
احیاء العلوم	حجۃ الاسلام امام محمد غزالیؒ	ادارہ رشیدیہ دیوبند
ایضاح المسائل	حضرت مولانا مفتی محمد شبیر صاحب مدظلہ، (مفتی شاہی)	جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد
کیمیائے سعادت	حجۃ الاسلام امام محمد غزالیؒ	ادبی دنیا دہلی
غنیۃ الطالبین	شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	مسلم اکیڈمی سہارنپور
حجۃ اللہ البالغہ	شیخ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ	دارالکتاب دیوبند
اسرار شریعت	مولانا محمد فضل خاں صاحبؒ	پنجاب پاکستان
بہشتی زیور	حضرت مولانا تھانویؒ	مکتبہ تھانوی دیوبند
جواہر الفقہ	مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ	عارف کمپنی دیوبند
آداب سفر	ایضاً	کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
رفیق سفر	مولانا سید اصغر حسین میاں صاحبؒ	ایضاً
احکام سفر	مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ	ایضاً
آسان نیکیاں	مولانا مفتی محمد تقی عثمان مدظلہ العالی	مکتبہ دارالعلوم کراچی

Marfat.com

(مکمل و مدلل)

مجموعۂ رسائل

حضرت مولانا رفعت قاسمی

استاد دارالعلوم دیوبند

مسائل نمازِ جمعہ ۞ مسائل مجموعہ خطباتِ ماثورہ ۞ مسائل سفر

مکتبہ خلیل
یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ
اردو بازار لاہور فون: 7321118

Marfat.com